

سائیر کا طوفان





دو گھوڑوں کی ایک گمبھی کو بہتان فقکار میں دریائے سمر کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھ رہی تھی۔ گمبھی کے چرمی پردے گرے ہوئے تھے اور ایک نوجوان گمبھی کے اگلے حصے میں بیٹھا گھوڑوں کو ہانک رہا تھا۔ سورج اس وقت شفق کے پُر شباب اور چھلکتے رنگِ افق پر بکھیرتا غروب ہو رہا تھا۔

گمبھی کے اندر تین افراد تھے۔ ایک ڈھلکی عمر کا مرد ایک خاتون اور ایک نوجوان دونوں لڑکی۔ جس کے دیکھتے عارض آیتے میں تیز شعاعوں کی ضیاء، سرخ لب شفق کے تازہ خم تھکے ابرو دھڑیس کے ٹیڑھے خطوط، بکھرے گیسو سیاہ رات کے پھیلاؤ، گہری آنکھیں جھیل کے سہانے مناظر پیش اس کا شباب نقرئی پانی میں رنگین آنچلوں کی جھلجھلی جیسا تھا۔ اس لڑکی کے حسن میں شگوفوں کا بانگ، گلوں کی خوب پیورتی تھی۔ اس کی پُرکشش آنکھوں میں بگولوں کا قص، اس کے نفس نفس میں خوشبو اور نظر نظر میں اک تبسم تھا۔ گنتا

۱۔ کو بہتان فقکار کے جنوب کا ایک دریا۔ دو اور دریا کرا اور الزن بھی آکر اس میں گرتے ہیں۔

تھا وہ جس کی مغنی اور کبرنوں کی سفیر لڑکی اپنے حسن سے قدم قدم پر شکوئے پیدا کرنے کے لیے بنائی گئی ہو۔

اچانک اس خاتون نے جولڑکی کی ماں لگتی تھی گھبی کا چرمی پردہ اٹھا کر باہر دیکھا! پھر فوراً ہی پردہ گرا کر اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے مرد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
”سائمن! سائمن! ہمیں فوراً گھبی کو کسی محفوظ جگہ روک دینا چاہیے دیکھو تو آسمان پر کیسے بھیا ناک اور خطرناک طوفان کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔“

سائمن نے ہلکے ہلکے تبسم میں اس خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”نارسس! نارسس! تم مذاق کر رہی ہو یا سنجیدہ ہو۔“ پھر نارسس کی طرف سے جواب کا انتظار کیے بغیر گھبی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا اور گھبی میں اپنے قریب بیٹھی دکتے رنگین شہ باب والی لڑکی کو مخاطب کر کے کہا۔ ”اوئیس! اوئیس! میری بیٹی! مارگن سے کہو گھبی کو کسی محفوظ جگہ لگا دو۔ وہ نہ جلنے کس دھن میں بیٹھ ہے کہ اسے طوفان آتا نظر ہی نہیں آ رہا۔“

حسین اوئیس نے اپنا سر گھبی سے نکالا اور گھبی کو ہانکنے والے فوجان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”مارگن! مارگن! کیا تم آنکھیں بند کر کے سفر کر رہے ہو۔ دیکھتے نہیں آسمان! کیسا ہولناک طوفان نمودار ہو رہا ہے۔ آنکھیں کھولو اور گھبی کو کسی محفوظ جگہ کھڑا کرو۔“

وہ جوان جو گھبی کے گھوڑوں کو ہانک رہا تھا اور جسے مارگن کہہ کر پکارا گیا تھا اس نے فوراً گھبی کو شاہراہ سے اتار کر ایک چٹان کی اوٹ میں کھڑا کر دیا تھا۔ پھر سائمن نارسس اور اوئیس تینوں گھبی سے اُٹھ گئے اور سائمن نے اس بار مارگن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”مارگن! مارگن! تم نے گھبی بڑی اچھی جگہ کھڑی کی ہے۔ یہاں اس چٹان کی اوٹ میں ہم اس آنے والے طوفان سے بچ سکیں گے لیکن میرے بیٹے! گھوڑوں کو فوراً گھبی سے علیحدہ کر کے ان کی آنکھوں پر کپڑے باندھ دو تاکہ یہ بدک کر بھاگ نہ جائیں۔ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈھانٹے بھی باندھ دو تاکہ یہ طوفان کی ریت مٹی سے بھی محفوظ رہیں۔“

مارگن فوراً حرکت میں آیا۔ دونوں گھوڑوں کو اس نے گھبی سے علیحدہ کر کے پہلے انہیں پتھروں کے ساتھ باندھ دیا پھر دونوں گھوڑوں کی آنکھوں پر کپڑے باندھنے کے

بعد ان کے منہ پر ڈھانٹے بھی لگا دیے۔ پھر وہ طوفان سے بچنے کے لیے چاروں گھبی میں بیٹھ گئے تھے۔

آسمان پر بے محیط آندھیوں نے تاریکی پھیلائی شروع کو دی تھی۔ سبزوں پر قلابیں بھرتے غزال، پانی میں میرتے راج ہنس، آسمان پر غوطے لگاتی چلیں اور پانی میں نہاتی مویلوں کے وطن کی بے آشیانہ ابا بلیں پناہ کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگنے لگی تھیں۔ پھر صدیوں کی تیرگی جیسے غبار آلود اور آسمان سے زمین کی طرف غلاب کی طرح نازل ہوتے طوفان نے ہر چیز کو ہلکا کر لیا تھا۔ ہر شے تلخی، محرومی، تنہائی، گھبراہٹ، خوف اور بے بسی کا شکار ہو گئی تھی۔ تیز طوفان گرجتی ٹہکتی بجلیوں کی وحشت کے ساتھ خوف برساتی روح کی طرح ہر شے کے رگ و پے میں گھس کر ایک انہیس سہی طاری کرنے لگا تھا۔

اس خوفناک طوفان اور ہلکاتی آندھیوں سے یوں لگتا تھا جیسے نور و ظلمت کی جنگ پھڑپھڑ گئی ہو اور قدرت اپنے کمند سال دستور کو انجام کر کے کائنات کو مہیب اور فضاؤں کو مینوا کے اندر سے کنوؤں کی صورت میں بدل دینا چاہتی ہو۔

اس پر جوش طوفان سے یوں لگتا تھا جیسے بادل اور مہاوں پر سے قدغن ہٹا لی گئی ہو اور وقت کا سزا اپنے مضرب سے خود ہی ٹوٹ گیا ہو۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ شام کے بھاری کواڑوں پر آندھیاں دستک دینے لگی تھیں۔ پرانے جسموں کے جنگلے اور چاروں کے نیلگوں بھر مٹ ٹوٹنے لگے تھے۔ اندھروں کا سینہ چھلنی ہونے لگا تھا۔ فطرت شب میں بھگتی طوفانی ہوائیں زمین کا جمود توڑنے لگی تھیں۔

طوفان کی تیزی اور تندی سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ندیوں کا کمر بند توڑ دے گی۔ دریاؤں کی نبض روک دے گی۔ فضاؤں کی رگیں اور کوہستانوں کے روم روم کو کاٹ کر رکھ دے گی۔ پھر زمین کی نافرمانی پھاڑ دینے والے اس طوفان میں چٹانیں ٹوٹنے لگیں۔ تصادم حق و باطل ہونے لگا اور سماجوں کے اندر دوڑتی ہوئی برق رات کے اندھیرے میں چھپی ہر شے کو مٹایا کرنے لگی تھی۔

کافی دیر تک طوفان زمین کے جسم میں اپنے من پسند ناظر ڈھونڈتا رہا اور بے انت

جار ہے ہو۔

سائمن نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے تھمل اور اطمینان سے کہا۔ ”ہم مسافر ہیں۔ شمال کی طرف سفر کر رہے تھے کہ طوفان، بارش اور برف باری کی وجہ سے یہاں رک گئے تھے۔“ ان چاروں میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”ان تینوں کو اپنے ساتھ لے چلو، ابھی کی تلاش لے لو اس میں جو کچھ بھی ہے اس پر بھی قبضہ کر لو۔“ مارگن نے فوراً اپنی تلوار بے نیا کر لی اور گرجتی آواز میں اس نے کہا۔ ”خبردار! تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اپنی موت کو آواز دے گا۔“

ان چاروں میں سے دو مارگن کی طرف بڑھے اور ایک نے اپنی تلوار سے مارگن پر وار کیا۔ جس وقت مارگن نے اس حملہ کرنے والے کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا، دوسرے ناس زور سے اپنی تلوار کا دستہ مارگن کی گردن پر مارا کہ مارگن ٹوٹ پھوٹ کر گر گیا۔ ان میں سے ایک نیچے آگرا اور مارگن سے اس کی تلوار چھین لی۔ پھر انہوں نے ابھی سے کام کی ہر چیز نکال لی ابھی کے دو گھوڑوں میں سے ایک پر سائمن اور نارس کو سوار کرایا اور دوسرے پر مارگن کو باندھنے کے بعد وہ واپس جا رہے تھے۔

ابھی کے اندر تہ خانے میں چھپی ہوئی ادنیس نے جب اندازہ لگا لیا کہ وہ جا رہے ہیں تو اس نے ابھی کی نشست کو تھوڑا سا اوپر اٹھا کر باہر جھانکا۔ اس نے دیکھا۔ وہ چاروں، سائمن، نارس اور مارگن کو لے کر تھوڑا سا جنوب میں جا کر واپس ہاتھ کی طرف چٹانوں کے اندر مڑ گئے تھے۔

ایک بار ادنیس کا جی چاہا کہ زور زور سے چلائے اور اپنے ماں باپ کے پیچھے بھاگ کھڑی ہو لیکن یہ جان کر خاموش ہو گئی کہ یہاں کون اس کی مدد کو آئے گا۔ اب وہ تہ خانے سے نکل کر ابھی کی نشست پر مایوس و افسردہ ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے وہاں بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ وہ چونک پڑی۔ شاہراہ پر جنوب کی طرف اسے دف بجنے کی آواز سنائی دی تھی اور ساتھ ہی کسی کے گانے کی مدھم مدھم آوازیں بھی اس کے کانوں میں بڑنے لگی تھیں۔ کوئی نظموں میں غنائیت اور بھرپور خطیبانہ رنگ نہ رکھتا تھا۔

نشیوں اور اُفاق کو اُفاق سے ملانے والی بندریوں کو روند آ رہا۔ پھر بارش شروع ہوئی اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد تیزی سے برف گرنا شروع ہو گئی تھی۔

ساری رات وہ چاروں ابھی کے اندر گھس کر بیٹھے رہے اور اپنے گھوڑوں کو سردی سے بچانے کی خاطر انہوں نے ان پر تو شک ڈالنے کے بعد ان پر چڑے کی چادریں پھیلا دی تھیں تاکہ وہ بارش اور سردی سے محفوظ رہیں۔ ساری رات برف زمین پر وحی و المام کی صورت نازل ہوتی رہی اور زمین ساری رات اپنی بے بسی اپنی مجبوری کا ماتم کرتی رہی۔

اگلے روز صبح طلوع ہونے سے قبل ہی برف باری تھم گئی تھی، آسمان سے بادل چھٹ گئے اور سورج طلوع ہونے پر دُور دُور تک دھوپ پھیل گئی تھی۔ رات بھر ابھی کے اندر طوفان، بارش اور برف باری سے محفوظ رہنے کے بعد جب وہ ابھی سے باہر نکلے تو اس وقت سورج خوب اونچا ہو چکا تھا اور دھوپ میں ایک تمازت آگئی تھی۔ دُور دُور تک کئی کئی فٹ برف پڑی تھی۔ شاہراہ جس پر وہ سفر کر رہے تھے۔ برف سے ڈھک کر دکھائی ہی نہ دیتی تھی۔ برف کا لباس پہنے ٹنڈ سنڈ ورجٹ اپنی ننگی ٹہنیاں پھیلائے اس انداز میں کھڑے تھے جیسے وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر زمین کے لیے رحم اور مہر دی کی بھیک مانگ رہے ہوں۔

مارگن نے پتھروں کے ساتھ بندھے دونوں گھوڑوں کے اوپر سے گدے اور چرمی چادریں اتار کر ابھی کے اندر رکھ دیئے اور ابھی وہ چاہتا تھا کہ دونوں گھوڑوں کے منہ پر خوراک کے تو بے باندھے کہ انہوں نے دیکھا تو افاصلے پر جنوب کی طرف سے چار سواران کی طرف آرہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی سائمن چونکا اور اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”ادنیس! ادنیس! میری بیٹی! تم فوراً ابھی کے تہ خانے میں گھس جاؤ۔ ان آنے والوں کے تیور مجھے اچھے دکھائی نہیں دے رہے۔“

ادنیس فوراً بھاگ کر اگلے حصے سے ابھی میں سوار ہوئی اور ابھی کی ایک نشست اٹھا کر اس کے نیچے بنے ہوئے تہ خانے میں گھس کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ چاروں سوار قریب آئے اور ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے بلند آواز میں پوچھا۔ ”تم کون ہو اور کد

روحِ قرطاس پر جگر گاتے حروفِ مرقوم کی قسم۔
غلامی کے زنگ آلود فضل ٹوٹیں گے۔

اندھیرا ناش ہوگا
روشنی کے بھید کھلیں گے

روپوش گننام پناہ گاہوں سے
روحوں کی پاتال سے

قدیم جراثیم کے پیشوا
پُرانی پوشیدہ حکمتوں کے صنّاع
آزادی کے نور و نغمہ کے ساتھ
شفق کی سسنی، چاند کے عکس کے ساتھ

حرمت کے پاسبان بن کر
تاریکیوں کے اندھے کنوؤں میں
غلامی کے آہن لفظوں کو پگھلائیں گے
شفق زار اُجالوں کی امین بن کر
بے معنی سفاک اندھیروں کی ساکھ
آن دیکھی صدیوں کی گننام ظلمتوں کو
ایک منور لمحے کے اشارے سے

صدف صدف کو گوہر
طور طور کو جلوہ گرمی عطا کر دیں گے
آؤ آگے بڑھیں۔ صدف و صدف
اپنے کل کی بے انت روشنی کی خاطر
اگلی صدیوں کے منظر نامے لکھنے کی خاطر
ہوسے نہائی ہوئی نسلوں کے لیے

بے ضمیروں کی تاریک صفوں میں گھسنے کے لیے

غلامی کا لہو، تمناؤں کا سراب
ڈکھ کی کسک، لمحوں کی یلغار بن کر روکنے کے لیے
ظالموں کا عکس نشیب کے گدے پانی میں اُتاریں گے
شب کی سیاہ سفاکی مٹائیں گے
مُٹمٹاتے تاروں کی پریاں بچائیں گے
پھر چہار سو شرافتِ نفس کے ہمتے خواب
انسان دوستی کے مندلیں ہاتھ۔

رحم و عدل ادا انصاف کی ہمک ہوگی

گانے والا خاموش ہو گیا۔ پھر ادنیس نے دیکھا جنوب میں شاہراہ پر دو سوار نمودار
ہوئے تھے۔ وہ نشست اٹھا کر کبھی کے تہ خانے میں دوبارہ گھسنا چاہتی تھی کہ رُک گئی۔
نشست اس نے نیچے گرادی اور اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

’مجھے اب تہ خانے میں نہیں پھینا جائیے، آزادی، حب الوطنی اور حرمت کا یہ نغمہ
الاپنے والے رہزن اور لیڈرے نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ بھی گزر گئے تو میں کس سے مدد مانگوں گی
یہیں پڑی پڑی ختم ہو جاؤں گی۔‘

اتنی دیر تک وہ دونوں سوار قریب آگئے۔ ادنیس نے دیکھا ان میں سے ایک
خوب بند قامت، طوفان کی طرح سخت رو، جوشیلی لہروں کی طرح جھان تھا۔ اس کی آنکھیں
بارودی فضاؤں کی طرح دہشتناک تھیں۔ اپنے حلیے سے وہ وقت کا بدترین سیلاب لگتا
تھا۔ ادنیس نے یہ بھی دیکھا کہ دوسرا قد کاٹھ میں کم اور عمر میں زیادہ تھا اداس کے ہاتھ
میں دفن تھی جس کے ساتھ کپڑے اور مین کے پھول بنا کر بندھے ہوئے تھے۔ شاید وہی
دفن بجا بجا کر گاتا آ رہا تھا۔

قریب آ کر چند ثانیوں تک انہوں نے گہمی کا جائزہ لیا۔ پھر دف بجانے والے نے
ادنیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ’اے میری بہن! میرے ساتھ کیا اتحاد ہوتی۔ تو اکیلی کیوں

اونیس نے کہا۔ ”میں نہیں جانتی وہ کون تھے۔ تاہم وہ آدھا فلاںگ کے قریب جنوب کی طرف جا کر دائیں ہاتھ کی جانب چٹانوں میں داخل ہو گئے تھے۔“

اس بار وہ طوفانوں کی طرح بھیانک نوجوان پہلی بار بولا۔ ”اور دف بجانے والے کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اسمعیل! اسمعیل! میں جان گیا ہوں، وہ کون ہیں۔ وہ یقیناً روس کے سلاوی کتے ہیں۔ تم یہیں رک کر اس لڑکی کی حفاظت کرو۔ میں ان سگ زادوں کو جالوں گا اور اس لڑکی کے ماں باپ اور عم زاد کو ان کی گرفت سے چھڑا دوں گا۔“ اسمعیل جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نوجوان نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر ایک سخت مہین لگائی پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

وہ جوان کوئی آدھا فلاںگ تک جنوب کی طرف گیا پھر وہ دائیں طرف مڑ کر چٹانوں کے اندر روپوش ہو گیا تھا۔

اسمعیل اپنے گھوڑے سے اترا پہلے گھوڑے کو گبھی کے ساتھ باندھ کر اس نے اسے خوراک کا تو برا بڑھایا۔ پھر وہ جب گبھی کے پائیدان پر بیٹھنے لگا تو اونیس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”تم گبھی کے اندر آ جاؤ میرے بھائی! باہر ابھی سردی ہے۔ دھوپ چیز نہیں ہوئی اور پھر ہر شے برف سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اب جب کہ آپ مجھے اپنی بہن کہہ چکے ہیں پھر آپ سے میرا کیا پردہ؟“

اسمعیل جب گبھی کے اندر اونیس کے سامنے نشست پر بیٹھ گیا تو اونیس نے کہا۔ ”کیا تمہارے ساتھ تھی نے ان سلاوی روسیوں کے تعاقب میں تھا جا کر حالت کا ثبوت نہیں دیا۔ اسے اپنے ساتھ نہیں بھی لے کر جانا چاہیے تھا۔ وہ سلاوی انتہا کے خونخوار ہیں۔ میرا عم زاد جو تلوار کے فن میں یکمائے روزگار ہے اور جس کا نام مارگن ہے ان میں سے دو کا بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ مجھے خوف اور غشہ ہو رہا ہے کہ تمہارا یہ نوجوان ساتھی ان سلاویوں کے ہاتھوں مارا جائے گا اور میرے ماں باپ اور عم زاد کو وہ روسی بھیرے اذیتیں دے دے کہ تم کو دینگے۔“ اسمعیل نے تیز لنگاہوں سے اونیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم دھوکہ کھا رہی ہو میری

ہے اور تیری اس گبھی کے گھوڑے کہاں ہیں۔ تو کون اور تیری منزل کیا ہے میری عزیز بہن!“

بہن کہہ کر مخاطب کیے جانے پر اونیس کے حسین جسم میں ہمدردی اور اپنائیت کی ایک سنسنی خیز لہر سی دوڑ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کا جی چاہا، ”ان دونوں کے سامنے جی بھر کر روئے۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکی اس نے اپنے بچتے آنسوؤں کو فوراً دھک لیا تھا۔ اتنے میں اس دف بجانے والے کی گہری ہمدردی اور شفقت میں ڈوبی آواز پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی۔“

”اے میری بہن! رو کر اپنا وقت ضائع نہ کرو، کو تم کون ہو اور تم پر کیا بیتی ہے؟“

اونیس نے فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے، سنبھلی اور صبح دم چڑیوں کی چہکار جیسی اپنی آواز کی بھرپور مہکار میں اس نے کہا۔ ”میرا نام اونیس ہے۔ میں اپنے ماں باپ اور ایک عم زاد کے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ گزشتہ شب کے شروع میں اس جگہ طوفان نے ہمیں آ لیا۔ پھر بارش اور برف باری شروع ہو گئی اور ہم یہیں رُکے رہے۔ پر آج صبح جنوب کی طرف سے چار سوار نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھ کر میں گبھی کے تہن خانے میں چھپ گئی تھی۔ پر وہ چاروں گبھی کی ہر چیز لوٹ کر اور میرے ماں باپ کے علاوہ میرے عم زاد کو بھی پکڑ کر لے گئے ہیں۔ ہماری منزل غمری شہر ہے وہاں ہم مریدہ تحریک کے راہنما امام شامل سے مل کر قازقستان کے سلطان قان سر کی طرف جانا چاہتے تھے۔“

فطرت کی تسخیر کا عزم رکھنے والا وہ جوان ابھی تک خاموش تھا۔ تاہم دف بجانے والے نے پھر اونیس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”اے میری بہن! کیا تو بتا سکے گی کہ تمہارے ماں باپ اور عم زاد کو لے جانے والے کون تھے اور وہ کدھر گئے ہیں۔“

۱۸۳۳ء میں اپنے پیشرہ حمزہ بیگ کی شہادت کے بعد افغانستان کے حکمران اور حریٹ پسندوں کے سالار مقرر ہوئے۔ آپ مریدہ تحریک کے آخری امام تھے۔

۱۸۴۶ء میں کرغزوں کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے۔ قانق لوگ آج بھی اپنے لوگ گیتوں میں ان کی بہادری اور جراتمندی کے گیت گاتے ہیں۔ آپ نے روسی قوت کے خلاف شاندار استقامت کا مظاہرہ کیا۔

مینی ہے تو پھر سن رکھو، یہی وہ جوان ہے جو دوسری بھیڑیوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو سکتا ہے۔

سنو اسماعیل! میں فکر و نظر کی ایسی گہرائی اور مدھر بدن کی کوچ جیسی آزادی اور شرافت رکھنے والے ایسے جوان کو سلام کرتی ہوں لیکن اسماعیل! کیا تم بتا سکتے ہو وہ چپ چپ اور اداس اداس کیوں لگتا ہے۔

اسماعیل نے کہا: "اے عزیز بہن! وہ بڑا دکھی انسان ہے۔ اس کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اس کا باپ جس کا نام حریم بن قاریش تھا قازستان کے سلطان قان سری کا بہترین دوست تھا۔ اس کا باپ مرید یہ تحریک کے امام شامل کا بہترین جرنیل تھا۔ امام شامل نے اس خلیل شلبی کو بچپن سے اس کے باپ حریم بن قاریش سے مانگ لیا تھا اور خلیل شلبی کی تربیت خود امام شامل نے کی تھی کہ ان کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔

ایک بار خلیل شلبی کے ماں باپ اور بھائی بہن سلطان قان سری کی دعوت پر اس کے ہاں گئے۔ چند دن وہاں رہ کر جب وہ وہاں سے لوٹ رہے تھے تو راستے میں کسی نے ان سب کو قتل کر دیا۔ تب سے خلیل شلبی کی مسکراہٹ اس سے چھین گئی ہے اور وہ ہمہ وقت اداس اور افسردہ رہتا ہے۔ ورنہ یہ بات بات پر قہقہے لگاتے والا نوجوان تھا۔ قاتلوں کو بہت تلاش کیا لیکن نہیں ملے۔ اب بھی ان کا سراغ جاری ہے۔ ایک نہ ایک روز ہم انہیں ڈھونڈ ہی نکالیں گے۔

ادیس کی آنکھوں میں آنسو آگئے جنہیں اس نے صاف کرتے ہوئے دکھ سے پوچھا "یہ نونی حادۃ کب رونا ہوگا۔"

اسماعیل نے کہا: "یہ ایک سال پہلے کی بات ہے۔ امام شامل نے خلیل شلبی کو اپنے پاس روک لیا تھا ورنہ یہ بھی اگر اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ سلطان قان سری کے ہاں گیا ہوتا تو یہ بھی آج ہم میں نہ ہوتا۔ اس کا باپ عرب اور ماں ترک تھی۔ اس کی ماں قسطنطنیہ میں سلطان عبدالحمید کے نامور جرنیل عمر پاشا

لے سلطان عبدالحمید ۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۱ء تک ترکی کے سلطان رہے۔ برٹش دہلی کے ساتھ

بہن! اور میرے ساتھی نوجوان کا تجزیہ کرتے وقت تم بھل سے کام لے رہی ہو۔ سنو میری بہن! اس کا نام خلیل شلبی ہے۔ وہ ایسا نوجوان ہے جو ننگ سے آئینے، ظلمت سے آفتاب ٹھل دے۔ وہ اپنی تیغ کی منہب سے غبارِ راہ کو لکشاں، سچ کے تودوں کو انگارے، موج گل کو برقی ٹپاں، ذرے کو صحرایِ وسعت، شبینم کو ساگرِ دوراں، لالہ گل کو برقی خارندوں کو گلستانِ دردِ قدم قدم پر منزلوں کے سنگِ میل کھڑے کر دینے والا نوجوان ہے۔

وہ آندھیوں کا شناسا، طوفانوں کا محرم اور رات کے سمندوں کا لاندہا ہے۔ وہ جب کسی پر حملہ آور ہوتا ہے تو برقی تپاں بھی اس سے پناہ مانگتی ہے۔ وہ ایسا فرزند ہے جو براغوں سے آنڈھیاں پیدا کر دے اور اس کے غصے میں زندگی رقص فرما ہوتی ہے۔ ادیس نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہا: "اے میرے بھائی! یہ تم نے اپنے ساتھی کی تعریف کی ہے یا اس کا قصیدہ پڑھا ہے۔"

اسماعیل نے کہا: "اے میری عزیز بہن! گو میں ایک مفتی کے علاوہ داستان گو بھی ہوں پھر بھی قسم مجھے خداوندِ کریم کی، میں ابھی تک اپنے اس ساتھی کی صحیح تعریف نہیں کر سکا۔ سنو، میری بہن! وہ نشیبوں کو فضاؤں میں اُٹا دینے والا۔ وقت کے بے انت سمندری آنڈھیوں کی طرح کھڑا ہونے والا نوجوان ہے۔ جنگل میں کافی اور نرسل کو سونگھ کر بتا سکتا ہے کہ فضاؤں میں بارش آنے والی ہے یا طوفان اور برف باری ہوگی۔ وہ مرنے والے کا خون سونگھنے کے بعد بتا سکتا ہے کہ وہ کس تلوار سے قتل کیا گیا ہے۔ وہ زمین کی چھاتی سے کان لگا کر بتا سکتا ہے کہ حملا آور ہونے والے دشمن کے لشکر کی تعداد کتنی ہے۔ فضاؤں میں اُڑتی چیلوں اور اباہیلوں کو دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ کیا خلافت معمول کام ہونے والا ہے۔"

اسماعیل کی گفتگو سن کر ادیس کے دھنکے رنگین رخسار اور سرخ ہو گئے تھے اور اس نے قیامت کی رات جیسے شباب کے چھلکتے ساغر میں ڈوبے جسم اپنے انگ انگ سے اٹھتی کشش کی جوت اور اپنے سندر سندر جوہن کو اُڑتی شال میں چھپاتے ہوئے ہمک ہمک تھکتی بکھیر دینے والے لہجے کی تھکن میں کہا۔

"جو کچھ تم نے اپنے ساتھی خلیل شلبی کے بارے میں کہا ہے۔ اگر وہ سچ اور حقیقت پر

کی بہن تھی۔ ابھی ہم دونوں قسطنطنیہ میں عمر پاشا سے ہی مل کر آرہے ہیں۔ وہ اپنے ام بھانجے کو دیوانگی کی حد تک پیار کرتے ہیں۔

ادینس نے چونک کر کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ خلیل شلبی، سیدی عمر پاشا کے بھانجے ہیں۔ انہیں تو ہم لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ میرے باپ کے بہترین دوستوں سے ہیں۔ اس لیے کہ ہم بھی تو قسطنطنیہ میں رہتے ہیں۔ میری ماں قسطنطنیہ میں برطانیہ کے سفیر لارڈ کیننگ کی بہن ہے۔ اس طرح لارڈ کیننگ میرے ماموں ہیں اور عمر پاشا کے علاوہ قسطنطنیہ کے دوسرے بڑے برٹش موٹے پاشا بھی ان کے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ ہم اس طرف ایک اہم کام کے سلسلے میں آئے ہیں اور ہمارے پاس امام شامل اور سلطان قاضی سری کے نام قسطنطنیہ کے عظیم سلطان عبدالحمید کے خطوط بھی ہیں۔

فردار کر ادینس نے دوبارہ چمکتے ہوئے کہا۔ "تم نے اچھے انکشافات کیے ہیں اسی خوشی میں تمہیں میں تازہ خبر کھلاتی ہوں۔"

بگھی کی نشست اٹھا کر ادینس نے خانے سے بنیر نکالا اور دونوں بیٹھ کر کھانا لگے تھے۔

خلیل شلبی انتہائی غصے اور غضب کی حالت میں حزب کی طرف جانے والی اس شا

رقیہ حاشیہ صفت روس کے دباؤ کو رفع کیا۔

۱۔ ترکی افواج کے سالار اور عمدہ ترین جنرل تھے۔

۲۔ اس کا پورا نام امثر یفورڈ کیننگ تھا۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے قسطنطنیہ میں سفیر تھا۔ غلوں اور نیک نیچی کی حد تک وہ مسلمانوں کا ہمدرد اور روس کے خلاف ترکی حکومت کا وفادار تھا۔

۳۔ موٹے پاشا ترکی حکومت کا دوسرا بڑا جنرل تھا۔ یہ ترکی افواج کے سالار پاشا کے رشتہ دار بھی تھا۔

کے دائیں طرف مڑ کر برف سے ڈھکی چٹانوں کے اندر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا رہا۔ تقریباً تین میل مغرب کی طرف جانے کے بعد جب وہ ایک بلند پہاڑ پر چڑھا تو اس نے دیکھا ادینس کے ماں باپ اور ہم زاد مارگن کو لے جانے والے وہ روسی نیچے وادی میں اب آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جارہے تھے۔

خلیل شلبی بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اُترا۔ وادی میں داخل ہونے کے بعد اس نے گھوڑے کو لگا تار ہمیز لگاتے ہوئے اس کی رفتار اور تیز کر دی تھی۔ کوہستانوں کی پتھر-ہلی زمین چونکہ برف سے خوب ڈھکی ہوئی تھی لہذا خلیل شلبی کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز نہ ابھر رہی تھی۔ اس لیے وہ روسی اندازہ نہ لگا سکے تھے کہ کوئی ان کے تعاقب میں آگیا ہے۔

ان کے قریب جا کر ادا اپنی مہال اور تلوار پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے خلیل شلبی نے اپنی دھاڑتی چنگاڑتی آواز میں کہا۔ "رک جاؤ، اب یہی وادی تمہاری حیات کی آخری منزل ہے۔"

ان چاروں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔ سائمن، نارسس اور مارگن کے گھوڑے بھی رُک گئے تھے۔ قریب آ کر خلیل شلبی نے موت کے بھیانک قہقہے کے سے انداز میں ان چاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے جہل کی اولادو! ابولسب کے فرزندو! تمہیں کیوں کرجارت ہوئی کہ تم امام شامل کی طرف جانے والے مسافروں کو لوٹو۔"

ان میں سے ایک نے انتہائی زہریلی آواز میں کہا۔ "قبل اس کے کہ ہماری آنکھوں میں صلیب، دل میں خون اُتر آئے، قبل اس کے اس وادی کے اندر ہم تمہارے خون کی سڑاند ہی سڑاند پھیلا دیں۔ قبل اس کے ہم تمہارے ذائقوں کو بدروح کر دیں یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

اپنی تلوار لہرا کر ان سے اور قریب ہوتے ہوئے خلیل شلبی نے اور زیادہ غصیلی آواز میں کہا۔ "بدی کے گماشتو! بیگانگی کے اس دشت میں ایک گورکن بن کر تمہاری ساری

شوریدہ سری، دھمک کی کسک اس برفانی زمین میں دفن کردوں گا۔ تمہاری بے خواب آنکھوں میں وحشی ہواؤں جیسی دہشت اور تمہاری رگوں کا خون چوس کر تم پر سناٹا ہی سناٹا اور دیرانی ہی دیرانی طاری کر دوں گا۔

سنو سلاڈی کتو! مٹی کو جب بھوک لگے تو قبر بنتی ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان دیوالاؤں کی یہ سر زمین تمہارے لیے بھوک کی ہے اور یہاں اس وادی میں موت ہی تم چاروں کا آنا ہے۔

قبل اس کے وہ چاروں اپنے گھوڑوں کو حرکت میں لاکر ایک جاہوتے یا خلیل شبلی کے گرد گھیرا بناتے خلیل نے ایک پر حملہ آور ہو کر اسے زخمی کیا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ پھر وہ دوسرے کی طرف بڑھا اور اس کی ران پر بھی اس نے گہرا زخم لگادیا تھا ایسا لگتا تھا گویا وہ جان بوجھ کر انہیں موت کے گھاٹ نہ اتار رہا ہو اور صرف انہیں زخمی کرنے پر اکتفا کر رہا ہو۔ ورنہ جل طرح اس کی تلوار ابھر ڈوب کر برس رہی تھی وہ ان کے پکیروں کو دھیم کے رکھ دیتا۔

اب خلیل شبلی باقی دو پر تشنگی کے ابلتے سمندر، سخت سیاہ زندگی کے بے جہت وحشی قص اور گونجتے غاروں کے آشاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس کے ہر حملے میں ایک دیوالاٹی طلسم، ہر وار میں دکھ کے کنوؤں کا عذاب، ہر قدم پر ایک جلتا قہر تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک آگ ہی آگ، سنگتی قیامت کا ایک سیلاب اور آتش بے دودھ کی ایک موج تاب بن کر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ لمحوں کے اندر خلیل نے ان دونوں کو بھی زخمی کر کے اپنے گھوڑوں سے نیچے گرا دیا تھا۔

جب وہ چاروں بُری طرح زخمی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گر گئے تو خلیل ان میں سے ایک کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا گریبان پکڑ کر ایک سخت جھٹکا دیتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”تم نے امام شامل کے عمری شہر کی طرف جانے والے ان اجنبی مسافروں کو کیوں اغوا کیا۔ کیا تمہارے کچھ اور ساتھی بھی ہیں۔ اگر ہیں تو اس وقت وہ کہاں ہیں؟“

اس سلاڈی نے پہلے جواب دینے میں کچھ لیت و لعل سے کام لیا۔ پر خلیل شبلی نے جب اس کا گلا گھونٹ کر اس کا سانس بند کرنا شروع کیا تو اس نے خوف و دہشت کی طاری کی ہوئی ایک لکنت اور لرزش میں کننا شروع کیا۔

”ہم مرید یہ تحریک کے امام شامل کے علاقوں کی جاسوسی کی غرض سے اس طرف نکلے تھے۔ ہمارا کام داغستان میں داخل ہو کر امام شامل کی اس عسکری قوت کا اندازہ لگانا تھا جو انہوں نے کوہستان فقار کے اندر شاہراہ کے اطراف میں متعین کر رکھی ہے۔ پر پچھلی رات کے منہ زور طوفان، ہولناک بارش اور برفباری کے باعث ہم بھٹک گئے۔ یہاں آکر ہمیں مقامی لوگوں سے پتہ چلا کہ ان علاقوں میں امام شامل کے لشکریوں کا صرف گشت ہوتا ہے اور یہ کہ کوئی مستقل فوجی مسکن ان علاقوں میں نہیں ہے۔ کچھ لوگوں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ یہاں سے صرف چار میل آگے وہ حد شروع ہو جاتی ہے جہاں سڑک کے دونوں جانب اور سڑک کے دونوں جانب ارد گرد کے وسیع علاقوں میں امام شامل کے لشکری متعین ہیں۔ ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ واپس چلے جائیں گے پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ کوہستان فقار کے اندر کچھ مسافروں کو لوٹ کر واپس ہوتے ہیں تاکہ ہمارے ہاتھ کچھ مال اور نقدی آجائے۔

اتفاق سے ان لوگوں کی گنجی ہمیں مل گئی۔ یہ طوفان اور برفباری کے باعث وہاں رُکے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کی گنجی کو لوٹ لیا اور ان تینوں کو اپنے ساتھ لے لیا یہ ہمیں یورپی لگے تھے جس کی وجہ سے ان کے متعلق ہماری جستجو بڑھ گئی۔ ہم انہیں ساتھ لے جا کر ان سے یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ یہ مسلمان علاقوں کی طرف کس غرض سے آئے ہیں۔ ہمارے کچھ اور ساتھی بھی ہیں ہم ان کی طرف جا رہے تھے۔ وہ یہاں سے نو میل مغرب میں ایک بستی کی سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سرائے کے مالک سے ہم نے یہ

شروع میں روسی قوم تین اقوام کا مجموعہ تھی۔ ایک یوکرین، دوسرے سفید روسی اور تیسرے سلاڈی جو عظیم روسی بھی کہلاتے تھے۔

تھا کہ ہم سمرقند کے تاجر ہیں۔ طوفان سے بھٹک کر ادھر آ گئے ہیں ورنہ ہماری اصل منزل داغستان ہے۔ اس بنا پر اس نے ہمیں اپنی سرائے میں رہنے کی اجازت دے دی تھی یہ طوفان ادبرفت باری ہم نے ایک کوہستانی غار میں پناہ لے کر گزاری تھی۔ خلیل شلبی نے اپنے گھوڑے کی خرچین سے رسیاں نکال کر ان چاروں کے ہاتھ باندھ دیئے پھر انہیں ان کے گھوڑوں پر بٹھانے کے بعد اس نے سائمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے میرے بزرگ! آپ ان چاروں کو لے کر واپس وہاں جائیں جہاں آپ کی گھمی کھڑی ہے۔ وہاں آپ کی بیٹی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اس کی حفاظت کے لیے میں اپنے ایک ساتھی کو اس کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔“ سائمن نے بڑی دردمندی سے کہا۔ ”اے اچانک نمودار ہونیوالے فرشتے! یہ تو بتاؤ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، کہہ جا رہے ہو۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں قسطنطنیہ سے آ رہا ہوں اور میری منزل غمری شہر ہے۔“ سائمن نے کہا۔ ”کیا تم قسطنطنیہ کے رہنے والے ہو؟“ خلیل شلبی نے کہا۔ ”نہیں میرا گھر غمری شہر میں ہے۔ قسطنطنیہ میں میرے ماموں ہوتے ہیں۔ وہ سلطان عبدالمجید کے بہترین جنرلوں میں سے ہیں۔ ان کا نام عمر پاشا ہے۔“ سائمن نے آگے بڑھ کر خلیل شلبی کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم عمر پاشا کے بھانجے ہو تو پھر یقیناً تمہارا نام خلیل شلبی ہے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ کا اندازہ درست ہے۔ میرا نام خلیل شلبی ہی ہے۔ میں اپنے ایک ساتھی اسمعیل بے کے ساتھ غمری شہر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں گھمی کے قریب آپ کی بیٹی ادین مل گئی اس نے ہمیں سارے واقعات تفصیل سے سنا دیئے۔ میں نے اسمعیل بے کو اس کی حفاظت پر چھوڑا اور خود آپ لوگوں کو چھڑانے اس طرف نکل آیا۔“

سائمن نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”میں قسطنطنیہ میں برطانوی سفیر کیننگ کا بہنوئی ہوں اور یہ میری بیوی جن کا نام نارسس ہے اس کی سگی بہن ہے اور یہ ہمارے

ساتھ جو جوان ہے یہ میرا بھتیجا ہے، اس کا نام مارگن ہے۔ تمہارا ماموں عمر پاشا میرے بہترین دوستوں میں سے ہے۔ اس طرف روانگی سے قبل اس نے مجھے تمہارے تعلق بڑی تفصیل سے بتایا تھا۔

اس بار نارسس نے بولتے ہوئے کہا۔ ”حیرت ہے اگر تم بھی قسطنطنیہ میں تھے، تو تمہارے ماموں عمر پاشا نے ہم سے تمہیں ملا لیا کیوں نہیں؟“ خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ لوگ شاید بعد میں روانہ ہوئے ہوں گے جب کہ میں تو قسطنطنیہ سے ایک ماہ پہلے روانہ ہو گیا تھا۔ میں روس کی توسیع پسندی کے خلاف مرد، بخارا، سمرقند اور تاشقند کے مجاہدین سے مل کر آ رہا ہوں۔“ سائمن نے کہا۔ ”تمہارے ماموں عمر پاشا نے مجھے بتایا تھا کہ مرید یہ تحریک کے امام شامل نے تمہیں اپنا بیٹا بنا رکھا ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”ہاں ایسا ہی ہے۔“ اچانک بڑے دھکے کے ساتھ سائمن نے کہا۔ ”عمر پاشا نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ مجھے اس کا دکھ اور صدمہ ہے۔“

خلیل شلبی کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے بھیانک آنکھوں کے اندر بجھ جانے والے چراغ کی ہو جاتی ہے، پر جلد ہی وہ سنبھل گیا اور سائمن سے اس نے کہا۔ ”آپ ان چاروں کو لے کر اپنی گھمی کے پاس چلیں، میں ان کے دوسرے ساتھیوں کو لے کر آپ سے آ رہا ہوں۔“

سائمن کی طرف سے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ سائمن، نارسس اور مارگن ان چاروں کو لے کر اس پہاڑ کی طرف کوچ

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا خلیل شلبی انہی وادیوں کے اندر ایک بستی کے باہر ایک سرائے میں داخل ہوا۔ اس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ سارا علاقہ

اس کے جلنے والا ہو۔ سرائے کا مالک بھی شاید اس کی پہچان کا آدمی تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ بھاگا بھاگا اس کی طرف آیا اور حیرت زدہ ہو کر اس نے پوچھا۔ "خیل شلبی! آپ اس وقت یہاں؟"

خیل نے فوراً اپنے گھوڑے سے اتر کر حکمانہ انداز میں کہا۔ "کیا تمہاری سرائے میں کچھ ایسے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو سمرقند کے تاجر بتایا ہو؟" سرائے کے مالک نے کہا۔ "ہاں، میرے پاس ایسے سات جوان ٹھہرے ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو سمرقند کا تاجر بتاتے ہیں۔ ان میں سے چار تو باہر گئے ہوئے ہیں اور تین اس وقت سرائے میں ہیں۔"

خیل شلبی نے کہا۔ "ان تینوں کو باہر لاؤ۔"

سرائے کا مالک تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر آیا تو اس کے ساتھ تین جوان تھے۔

خیل شلبی نے فوراً اپنی ڈھال سنبھالی اور تلوار بے نیام کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "تم لوگ سلاوی نسل کے روسی ہو کر یہ بتاتے ہو کہ تم سمرقند کے تاجر ہو؟"

سرائے کا مالک اس انکشاف پر چونک اٹھا۔ ان تینوں نے فوراً اپنی تلواں بے نیام کر لیں اور ایک نے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے تہراؤد لہجے میں پوچھا۔ "تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیسے جانتے ہو کہ ہم سلاوی ہیں؟"

خیل نے کہا۔ "سنو! میں امام شامل کا بزنیل خلیل شلبی ہوں۔ تمہارے چار ساتھی جو آج صبح ہی صبح اس سرائے سے باہر گئے ہیں انہیں میں قابو کر چکا ہوں اور ان کے بتاتے پر اب میں تمہاری طرف آیا ہوں۔"

ان تینوں میں سے ایک نے بلند آواز میں پکارا۔ "میرا بھرا اس نے خلیل شلبی

سے کہا۔ "اگر تم ایسا کر چکے ہو تو پھر کیوں کر ہمارے ہاتھ سے بچ کر جاسکو گے؟" پھر وہ جوان آگے بڑھا اور خلیل شلبی پر اس نے حملہ کر دیا۔

خیل شلبی نے فوراً اس کی تلوار اپنی تلوار پر روکی پھر اپنی ڈھال اس زور سے اس کے منہ پر دے ماری کہ وہ آہ وزاری کرتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ پھر دوسرے دونوں پر خلیل شلبی نے قدرت کے احتساب، تلاطم کے اضطراب اور اپنے شائوں پر لاکھوں غداں اٹھانے ظلمتوں کی طرح ان پر حملہ کر دیا تھا۔

اپنے تیز حملوں میں وہ یوں لگتا تھا گویا وہ اپنی ضربوں سے کوہساروں کی گلیں کاٹ دے گا اور ان کے سینوں کے فریب کو شکن شکن کر کے رکھ دے گا۔ تھوڑی دیر کے ٹکراؤ میں ہی خلیل شلبی نے ان دونوں کو بڑی طرح زخمی کر کے رکھ دیا تھا اور وہ اس حالت میں نہ رہے تھے کہ زیادہ دیر تک اپنا دفاع کر سکیں۔

اس موقع پر خلیل شلبی اپنا بیئر ابدل کر بیچھے ہٹا اور ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا اگر تم اپنی حیات اور نیستی میں چند ثانیوں کا وقفہ بڑھانا چاہتے ہو تو اپنی تلواں پھینک دو۔ ان تینوں نے فوراً اپنی تلواں پھینک دیں اور ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

خیل شلبی نے سرائے کے مالک سے کہا۔ "ان کے گھوڑے منگواؤ اور میرے لیے تین چار رسیاں لے کر آؤ۔"

سرائے کے مالک نے فوراً اپنے دو ملازموں کو آواز دی اور ان میں سے ایک ان تینوں کے گھوڑے لے آیا اور دوسرا رسیوں کا ایک ڈھیر سا اٹھالایا تھا۔ خلیل شلبی نے انہیں ان کے گھوڑوں پر بٹھا کر ان کے ہاتھ زمین کے پتھروں سے باندھ دیئے تھے۔ پھر ایک لمبی رسی کے ساتھ اس نے ان تینوں کے گھوڑوں کے دھانے بھی آپس میں باندھ دیئے تھے تاکہ وہ منتشر نہ ہونے پائیں پھر ان تینوں کے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے دہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

روسی کبھی پر حملہ آور ہوتے وقت یا فتح کے موقع پر "یورا" پکارتے ہیں۔ یورا ایک طرح سے ان کی فتح مندی اور اس پر خوشی کے اظہار کا نعرہ ہے۔

دھوپ اب کافی چڑھ آئی تھی۔ اسماعیل بے گنجی سے اُتر کر ایک پتھر سے بزن ہٹا کر اس پر دھوپ میں بیٹھ گیا تھا۔ اونیس بھی اس کے قریب ایک دوسرے پتھر پر بیٹھی تھی اور دونوں آپس میں امام شامل کی تحریک سے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اونیس نے خوشی میں چلاتے ہوئے کہا۔ ”آہ! میں کیسی خوش بخت ہوں، میرے ماں باپ اور میرا عم نادار رہے ہیں۔“

جب وہ نزدیک آئے تو اونیس نے اور زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”آہ! کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے ساتھ وہ چاروں بھی اپنے گھوڑوں پر بندھے بیٹھے ہیں جنہوں نے ہماری گنجی کو لوٹا اور میرے ماں باپ کے علاوہ میرے عم نادار کو اٹھا کر لے گئے تھے۔“ پھر اونیس نے اسماعیل بے کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی میں پوچھا ”پر اے میرے بھائی! کیا بات ہے ان کے ساتھ تمہارا ساتھی خلیل شلبی کیوں نہیں؟“ اسماعیل بے بے چارہ پریشان اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک وہ قریب آکر اُترے۔ اونیس بھاگ کر آگے بڑھی اور باری باری اپنے باپ اور ماں سے لپٹ گئی تھی۔ مارگن نے ان چاروں کو باری باری ان کے گھوڑوں سے اتار کر دھوپ میں بٹھا دیا تھا۔ پھر اس نے ان کے گھوڑوں کی خرچینوں سے وہ سارا سامان نکال کر گنجی میں رکھ دیا جو ان کا اپنا تھا۔

اونیس پلٹ کر اسماعیل بے کے پاس آئی اور کہا۔ ”یہ میرے باپ سائمن، میری ماں نارسس اور میرا عم نادار مارگن ہے۔“

سائمن اور مارگن نے آگے بڑھ کر اسماعیل بے کے ساتھ مصافحہ کیا۔ پھر اسماعیل بے نے فکر مندی میں پوچھا۔ ”آپ میرے آقا خلیل شلبی کو کہاں چھوڑ آئے ہیں؟“

سائمن نے کہا۔ ”اسماعیل بے! تم اس سے متعلق فکر مند نہ ہو۔ ان چاروں کے تین اور ساتھی بھی ہیں۔ وہ مغرب میں وادی کی ایک سٹی کی سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں، خلیل شلبی ان کی طرف گیا ہے۔“

اس بار اونیس نے بولتے ہوئے کہا۔ ”اے میرے باپ! کیا وہ اکیلا ان تین سے

مٹ لے گا۔“

سائمن نے کہا اگر وہ طوفانوں جیسا نوجوان اکیلا ان چاروں کو مار مار کر لوہمان کر سکتا ہے تو وہ تین اس کے سامنے کیا حیثیت رکھیں گے۔ اے میری بیٹی! خلیل شلبی یقیناً ایسا نوجوان ہے جس کی تلوار کے ساز پر بجلیاں ٹھس کریں۔ زلزلے جس کی آواز پر چونکیں اور آندھیاں جس کے کہنے کے مطابق اپنے دوش پر دیئے بٹھن کریں۔ قسم خداوند خدا کی وہ ایسا نوجوان ہے جو وقت کی قامت بن کر آسمان پر پونہ لگا دے۔ وہ انی ذات میں امرت بھی ہے اندرائن بھی ہے۔ نہر بھی ہے تریاق بھی۔ واہ! اس کے نلوں میں کیسی ساوگی کیسی پرکاری تھی۔ اس نے ان چاروں کی گناہ کی چادر، ان کے بدن کے دھوئیں کو، ان کے گناہوں کے شبنم کو کیا خوب اپنی گرفت میں کیا۔

اونیس! اونیس! میری بیٹی! خلیل شلبی وہ جوان ہے جو سنگریزوں کی جبین کو لوہاروں کا دھار عطا کر دے۔ وہ ایسا بلند ترین اور گہرا انسان ہے کہ اپنے احساس کی بے کنار حدود کے اندر غموں اور دکھوں کے لاکھوں سمندر غرق کر دے، وہ سورج کا ضمیر اور آجائے کی نیت بن کر ان چاروں پر حملہ آور ہوا تھا اور ان کو لوہمان کر گیا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر ان کو زخمی کیا ہے ورنہ وہ لمحوں کے اندر ان کے جسموں کو محنت محنت کر چکا ہوتا۔

اے میری بیٹی وہ یقیناً آندھیوں میں آزادی کی شمعیں روشن کرنے والا اور دشمن کے دل میں موت ڈھال دینے والا جوان ہے۔ قسم یسوع مسیح کی خلیل شلبی ان جوانوں میں سے ہے جو نوک خون سے لکھی جانے والی تاریخ میں رنگ بھرتے ہیں۔ جو جرات و مقامت کے ساتھ وقت کے ساز پر آنا دی اور حرمت کے گیت گاتے ہیں۔ کاش برا بھی کوئی ایسا بیٹا ہوتا۔

اونیس! اونیس! کیا تم نے دیکھا نہ تھا ان چاروں میں سے صرف دو نے مارگن پر مار پالیا تھا جب کہ اکیلے خلیل شلبی نے ان چاروں کو مار مار کر لوہمان کر دیا ہے خلیل شلبی یقیناً اپنی ہمت کے آئینوں کا جوہر اور اپنی قوم کے ماضی کی سطوت کا ایک کڑا

ان چاروں میں سے ایک نے کہا۔ "ہاں یہی ہمارے ساتھی ہیں۔"

خیل شلبی نے بھرپور طنز میں کہا۔ "تو تم امام شامل کی جاسوسی کرنے آئے تھے۔ اب میں بتاتا ہوں کہ اس جرم کی کیسی کڑی سزا ملتی ہے۔"

ان تینوں روسیوں کو بھی خیل شلبی نے حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ جب وہ بیٹھ گئے تو ایک روسی نے خیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

پہلے اپنا نام کہوتا کہ میں یہ جان سکوں کہ ہمارا مقابلہ کس عفریت کے ساتھ تھا؟ خیل شلبی نے کہا۔ "تمہیں یہ سن کر شاید تکلیف اور حیرت ہوگی کہ میں امام شامل کا ایک جرنیل خیل شلبی ہوں؟"

اس روسی نے منت و آہ و زاری کے انداز میں کہا۔ کاش ہم نے تم سے مقابلہ نہ کیا ہوتا۔ پھر خیل شلبی حرکت میں آیا اور اپنی تلوار مار مار کر اس نے ان سب کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔

سارے روسیوں کا کام تمام کرنے کے بعد خیل شلبی سائمن کے پاس آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے۔ "آپ نے ابھی تک امام شامل کی طرف جانے کی وجہ نہیں بتائی۔"

سائمن نے کہا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ کہ میں قسطنطنیہ میں برطانوی سفیر کیننگ کا ہنٹوٹی ہوں مجھے اسی لیے اس طرف روانہ کیا گیا ہے کہ میں یہاں رہ کر اندازہ لگاؤں کہ روس ہمارے ہندوستانی مقبوضہ جات سے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔ ہماری برطانوی حکومت کو شبہ ہے کہ روس ہندوستان اور ایشیا کے گرم مندروں تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ میں یہاں رہ کر یہ اندازہ لگاؤں گا کہ روس اپنے ان عزائم میں کس قدر سرگرم ہے اور اس سلسلے میں ایک مفصل رپورٹ اپنی حکومت کو پیش کروں گا۔

مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں اپنے اس کام کی تکمیل کے لیے سلطان قان سری کے پاس ان کے مرکزی شہر قازان میں قیام کروں۔ میرے پاس امام شامل اور سلطان

تیر ہے۔"

اس موقع پر اونیس نے بولتے ہوئے کہا۔ "اے میرے باپ! میں، آپ، مارگن کے لیے کھانے کی اشیاء رکنا لوں کہ آپ تینوں کو بھوک لگی ہوگی۔ میں اور بھائی اسمیل بے آپ کے آنے سے قبل کچھ پیئر کھا چکے ہیں۔"

سائمن نے کہا۔ "خیل شلبی آئے تو پھر اکتھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ پھر سائمن میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اسمیل بے، اونیس، نارسس اور مارگن بھی اس کے قریب بیٹھ گئے تھے۔ شاید وہ سب مل کر خیل شلبی کا انتظار کرنے لگے تھے۔

کافی دیر تک وہ آپس میں گفتگو کرتے رہے کہ سائمن چونک پڑا اور سب مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "وہ دیکھو خیل شلبی آ رہا ہے۔"

سب نے جب جنوب کی طرف شاہراہ پر دیکھا تو خیل شلبی اپنے آگے آگے تینوں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا آ رہا تھا اور وہ گھوڑے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بٹا ہوئے تھے۔ قریب آ کر خیل شلبی جب اپنے گھوڑے سے اترتا تو سائمن تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور بڑی عاجزی اور انکساری میں اس نے کہا۔ "اے میرے مہربان محسن میں بھی کیسا احمق انسان ہوں کہ ابھی تک تیرا شکریہ تک ادا نہیں کیا۔ تم نے میرا بیٹی اور ہمیں بچانے کا جو احسان کیا ہے میں اسے زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔ خیل شلبی نے کہا۔ یہ آپ پر کوئی احسان نہیں۔ آپ میرے ماموں عمر پاش کے دوست اور سب سے بڑھ کر امام شامل کے ہونے والے بہان ہیں ادا امام شامل کے آدمیوں کی حفاظت کے لیے خیل شلبی اپنے جسم کا سارا خون بھی بہا کر ان کی حفاظت کا فرض انجام دے سکتا ہے۔"

پھر خیل شلبی نے گھوڑوں پر سوار روسیوں کے ہاتھ کھول دیئے اور انہیں گھوڑوں سے اتر جانے کو کہا۔ جب وہ گھوڑوں سے اتر گئے تو وہاں پہلے سے بیٹھ چار روسیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "کیا یہی تینوں تمہارے ساتھی ہیں نا؟"

قائن سری کے نام سلطان عبدالحمید کے خطوط بھی ہیں۔

خیل شلبی چند ثانیوں تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ ”ہم آپ کو اپنی اس سزا میں خوش آمدید کہیں گے۔ داغستان اور تارتستان کے لوگ یقیناً آپ کے ساتھ معاملے میں بھرپور تعاون کریں گے۔ داغستان کے حکمران امام شامل ہیں اور قازاق کے حاکم اعلیٰ سلطان قائن سری ہیں۔ دونوں ہی شریعت کے پابند اور انتہائی نرم انسان ہیں۔ مجھے اُمید ہے وہ آپ کے کام میں آپ کی پوری مدد کریں گے۔“ خیل شلبی جب خاموش ہوا تو ادینس نے اپنے باپ سائن کو مخاطب کر کے ہوئے کہا۔ ”اے میرے باپ! کیا پہلے سب مل کر کھانا نہ کھالیں؟“

سائن نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تو ادینس سر پر میں آئی۔ پہلے شاہراہ کے کنارے اس نے ایک صاف ستھری چادر بچھائی پھر بھاگ کر اس پر کھانے کی اشیاء لگادی تھیں۔ سب نے مل کر کھانا کھایا پھر وہ سے داغستان کے شہر غمری کی طرف کوچ کر رہے تھے۔



ادینس، اس کے ماں باپ اور عم زاد پورا دن اور پوری رات خیل شلبی اور سہیل بے کے ساتھ شمال کی طرف سفر کرتے رہے۔ اگلے بعد جب ظلمت کی طنائیں کپ رہی تھیں اور وقت کے سینے پر مچھیلی سیاہ جالی جیسی رات سورج سے نفل گیر ہونے کے بعد فصاحت ہو رہی تھی، وہ بلندیوں سے اتر کر چاروں طرف سے بلند کوہستانوں کے اندر کھڑی اس وادی میں داخل ہو رہے تھے جس کے اندر امام شامل کا غمری شہر تھا۔ تندرستی ڈھلان اتر کر وادی میں داخل ہوتے ہوئے خیل شلبی نے سائن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”میرے بزرگ! یہ سامنے جو شہر نظر آ رہا ہے یہی امام شامل کا مرکزی شہر غمری ہے۔“

سائن جو ابھی میں سوار تھا اور گھبی کے چرمی پردے اٹھے ہوئے تھے۔ اس نے سامنے وادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن میرے عزیز! مجھے کوئی ایسا بڑا شہر تو دکھائی نہیں دے رہا جس سے میں جان سکوں کہ یہ غمری شہر ہے۔“

خیل شلبی اپنے گھوڑے کو گھبی کے قریب لایا اور قدم سے بلند آواز میں اس نے کہا۔ ”یہ وادی تقریباً بیس میل لمبی اور پندرہ میل کے قریب چوڑی ہے۔ جس کے



داغستان میں مرید یہ تحریک شیخ منصور نے شروع کی تھی اور امام شامل اس کے آگے علم بردار تھے۔

اندر بہترین باغات اور کھیتیاں ہیں۔ یہ سامنے جو پتھروں سے بنے مکان نظر آ رہے ہیں یہ سب چھوٹے چھوٹے قریے اور بستیاں ہیں۔ غمری شہر ابھی سات میل اور آگے ہے۔ ہاں غمری شہر سے باہر ایک گاؤں کا نام بھی غمری ہے۔

سائمن نے دل چسپی لیتے ہوئے پھر خلیل شہلی سے پوچھا۔ 'یہاں داغستان کی زبان کیا ہے اور زیادہ تر کون لوگ یہاں آباد ہیں؟'

خلیل شہلی نے کہا۔ 'داغستان کی سرکاری زبان عربی ہے لیکن لوگ ترکی اور تاتاری بھی بول لیتے ہیں۔ یہاں ترکوں کے شیشان، انگوش، کرماشائی اور بلکار قبائل آباد ہیں۔ بہت عرصہ پہلے یہ قبائل کہ میاں میں آباد تھے۔ پر خانہ بدوشوں کی طرح گھومتے پھرتے یہاں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے۔

میرا باپ کرماشائی قبیلے سے تھا۔ تاتاریوں کے یہاں کبردا، شرکاسی اور آویگی قبائل ہیں لیکن یہاں داغستان میں کوئی قبائلی تقسیم نہیں ہے۔ لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور اپنی انفرادی حیثیت کو ملت کی اجتماعیت میں غرق کر دیتے ہیں۔ غمری کے بعد داغستان کے دوسرے بڑے بڑے شہر شرکس، اوستیا، ابخازیان، نخیشوان اور کبروین ہیں۔

غمری کی طرح یہ شہر بھی بڑی بڑی وادیوں کے اندر ہیں۔ ہر شہر پر امام شامل کی طرف سے ایک والی اور محتسب مقرر ہے۔ یہی محتسب قاضی کے فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ داغستان میں ان گنت قصبے اور بستیاں ہیں جن میں کسان آباد ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو داغستان کے لیے ہر قسم کا اناج، پھل اور ضرورت کی دیگر اشیاء پیدا کرتے ہیں۔'

خلیل شہلی خاموش ہو گیا اور سفر اسی رفتار سے شمال کی طرف اس وادی کے اندر جاری رہا۔

دوپہر سے ذرا پہلے سائمن اپنے سامنے پتھروں سے بنی ہوئی ایک بتناہ دیکھ کر غصیل دیکھ رہا تھا۔ اس نے پھر خلیل شہلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ 'خلیل، خلیل

میرے عزیز! میرے محسن! یہ اب سامنے جو بہت بڑی فصیل نظر آ رہی ہے کیا یہ غمری شہر ہے؟'

خلیل شہلی نے کہا۔ 'ہاں، یہ غمری شہر کی فصیل ہے اور فصیل سے باہر چھوٹی چھوٹی چٹانوں اور پہاڑیوں کے ساتھ جو پتھروں کی دو منزلہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں ان کے اندر ہمارے لشکر رہتے ہیں۔ پہاڑوں کے اوپر جگہ جگہ جو بلند مینار بنے ہوئے ہیں ان کے اندر نقارچی رہتے ہیں۔ جب وہ اپنے نقارے بجاتے ہیں تو لشکر فوراً کھلے میدان میں صف آرا ہو جاتا ہے۔ نقارچیوں کو یہ حکم امام شامل یا میری طرف سے ملتا ہے۔ سب سے پہلے شہر کی فصیل کے نقارچی اپنے نقارے بجاتے ہیں اور ان کے جواب میں دوسرے نقارے بھی بج اٹھتے ہیں۔'

خلیل شہلی کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ وہ ان دس بارہ آدمیوں کو غور سے دیکھنے لگا تھا جو بائیں طرف سے شہر پناہ کے دروازے کی طرف آ رہے تھے۔

پھر ایک دم خلیل شہلی اپنے گھوڑے سے ایک تیز چھلانگ لگا کر اتر کھڑا ہوا اور سائمن کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ 'ادھر بائیں طرف دیکھیں امام شامل آ رہے ہیں۔'

مارگن نے فوراً گھبی کے دونوں گھوڑوں کو روک دیا اور نیچے اتر کر کھڑا ہوا۔ سائمن، ادنیس اور نارسس بھی گھبی سے اتر گئے تھے۔ اتنی دیر تک بائیں طرف سے آنے والے دس بارہ آدمی قریب آ گئے تھے۔ ان کے درمیان ایک خوب دلاز قد اور ہلکی ہوئی عمر کا شخص تھا۔ اس کی داڑھی کے بال کچھ سفید اور کچھ سیاہ تھے اور دوسرے لوگ اس کے گرد عقیدتاً ایک حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ وہی امام شامل تھے۔

گھبی کے قریب آ کر امام شامل کی نظر جب خلیل شہلی پر پڑی تو وہ رک گئے اور ان کے ہونٹوں پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

اتنی دیر تک خلیل شہلی ان کی طرف بھاگا۔ امام شامل نے بھی مسکراتے ہوئے اپنے بازو پھیلا دیئے تھے۔ ان کے گرد حلقہ بنانے والے لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے تھے

جواب میں خلیل شلبی نے سلاوی روسیوں کے سائنس کی کبھی پر حملہ آور ہونے انہیں
 اغوا کرنے اور پھر ان کی مدد کرنے کے واقعات پوری تفصیل سے سنا ڈالے تھے۔
 چند لمحوں کی سوج بچھار کے بعد امام شامل کبھی کی طرف بڑھے اور سائنس سے انہوں
 نے پُریش مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس سرزمین میں تم لوگوں کو خوش آمدید کہتا
 ہوں۔ سائنس کے بعد انہوں نے مارگن کے ساتھ مصافحہ کیا پھر چاروں کو مخاطب کرتے
 ہوئے انہوں نے کسی قدر سنجیدہ آواز میں کہا۔

"شاید تم لوگوں کو علم ہوگا کہ ہماری سرکاری زبان عربی ہے اور ہمارا سارا نظم و
 نسق اور احکامات شریعت کے مطابق چلتے ہیں۔ یہی حالت سلطان قانن سری کی بھی ہے
 اس لیے تم لوگوں کو یہاں رہتے ہوئے یہاں کے دستور اور روایات کے مطابق محتاط رہنا
 ہوگا۔ ہاں مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ تم یورپ کے بجائے ترکی لباس میں ہو۔"
 سائنس نے اپنی گردن کو ذرا سا خم کرتے ہوئے کہا۔ "سیدی! ہم آپ کے بیسجمن
 کا باعث نہ بنیں گے۔ میں پچھلے بیس برس سے قسطنطنیہ میں مقیم ہوں۔ میں مسلم روایات
 کو خوب جانتا اور سمجھتا ہوں۔ میری بیٹی ادنیس قسطنطنیہ میں ہی پیدا ہوئی۔ مارگن ابھی
 چھوٹا سا ہی تھا کہ اس کے مال باپ فوت ہو گئے اور میں نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا۔
 سیدی! کیا آپ یقین کریں گے کہ ادنیس اور مارگن دونوں اسلام قبول کر چکے
 ہیں اور میں یا میری بیوی نے ان دونوں کے مسلمان ہونے پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔"
 امام شامل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ انہوں نے پھر مارگن سے
 مصافحہ کیا اور ادنیس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں کو اسلام
 قبول کرنے پر میں مبارک باد دیتا ہوں۔"

پھر انہوں نے سائنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ آئیں ہمارے ساتھ۔"
 امام شامل جب شہر چناہ کے دروازے کی طرف چل دیئے تو سب اُن کے ساتھ
 ہو لیے۔ ادنیس اور نارسس کبھی میں بیٹھ گئی تھیں اور مارگن کبھی کے گھوڑوں کو ہانکنے
 لگا تھا۔

اور پھر امام شامل اور خلیل شلبی ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ پھر امام شامل
 نے خلیل شلبی کو علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم بخیریت لوٹ آئے
 بیٹا! تمہارے ماموں عمر پاشا اور ان کے اہل خانہ موسے پاشا اور ان کے رفقاء یک
 ہیں؛ خلیل شلبی نے کہا۔ "وہ سب ٹھیک ہیں اور آپ کو سلام کہتے تھے۔"
 امام شامل نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا۔ "تمہارے ساتھ یہ کبھی کیسی
 اور وہاں کھڑے وہ دوسرا دروعدہ تین کون ہیں۔"

خلیل شلبی نے کہا۔ "سیدی! یہ لوگ برطانوی ہیں۔ اس دھلتی عمر کے آدمی کا
 سائنس ہے۔ اس کے ساتھ کھڑی اس کی بیوی نارسس، ان دونوں کے دائیں طرف کھڑی
 کی لڑکی ادنیس ہے اور کبھی کے اگلے حصے میں کھڑا سائنس کا بھتیجا مارگن ہے۔"
 اتنی دیر تک اسمعیل بے جو بیچے رہ گیا تھا وہ بھی وہاں پہنچ گیا اور اپنے گھوڑے
 اتر کر امام شامل کی طرف بڑھا۔ خلیل شلبی کی طرح امام شامل اسے بھی گلے لگا کر لے
 اسمعیل بے سے علیحدہ ہونے کے بعد امام شامل نے پھر خلیل شلبی کو مخاطب کر
 ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کس لیے اس طرف آئے ہیں میرے بیٹے!"

خلیل شلبی نے کہا۔ "میرے آقا! سائنس قسطنطنیہ میں برطانیہ کے سفیر لارڈ کیننگ
 کا رشتہ دار ہے۔ اس کے پاس آپ اور سلطان قانن صبری کے نام سلطان عبدالحمید کے خط
 بھی ہیں۔ وہ یہاں رہ کر اس امر کا مطالعہ کرے گا کہ روس ہندوستان سے متعلق اپنے کیا
 رکھتا ہے اور اس کی ایک مفصل رپورٹ وہ برطانوی سفیر لارڈ کیننگ کو پیش کرے گا
 ہندوستان چونکہ برطانوی نوآبادی ہے لہذا برطانیہ روس کی طرف سے اس سے متعلق
 محسوس کرتا ہوگا۔ سائنس نے راستے میں مجھے بتایا ہے کہ آپ سے ملنے کے بعد وہ
 قانن سری کے پاس رہ کر اپنے کام کی تکمیل کرے گا۔"

امام شامل نے اس بار ان سات گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا
 جنہیں اسمعیل بے اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا لایا تھا۔ "خلیل شلبی! میرے بیٹے! یہ سلا
 گھوڑے تم کہاں سے لائے ہو۔"

جب وہ غمری شہر میں داخل ہوئے تو ادنیس نے دیکھا، شہر خوب صاف ستھرا تھا۔ گلیاں کھلی اور شاہراہ وسیع تھیں۔ سارے مکانات پختہ اور کوہستانی پتھروں سے بنے ہوئے تھے۔ ایک اوسط درجے کی حویلی کے سامنے جب بھی رگ گئی تو ادنیس دنا رس نیچے اتر گئیں۔

اس موقع پر امام شامل نے سائن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”میرے معزز مہمان! یہ حویلی میری رہائش گاہ ہے۔ بظاہر یہ ایک بہت بڑی اور وسیع حویلی لگتی ہے لیکن اس میں آدھا حصہ میرا ہے۔ آدھے پر میرے عزیز خلیل شلبی کے باپ حریم کی حویلی تھی۔ اس کی مرگ کے بعد ہم نے دونوں جگہوں کو خلیل شلبی کے کہنے پر ملا لیا۔ آدھے حصے پر نئی حویلی تعمیر کر دی اور دوسرے آدھے حصے میں ایک بڑا اصطبل اور مہمان خانہ تعمیر کر دیا ہے۔ آپ لوگ تھکے ہوں گے اندر آئیں۔“

امام شامل کے ساتھ آنے والے ان کے محافظ اور عقیدت مندی کے لئے جب کہ امام شامل اور خلیل شلبی، سائن، ادنیس، نارسس اور مارگن کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہو گئے تھے۔ اسماعیل بے بھی اور سارے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ دیوان خانے میں جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تو دیوان خانے میں ایک جوان داخل ہوا جو عمر کے لحاظ سے تیس برس کے قریب ہوگا۔ اس نے اپنا نام کشم خان بتا کر سائن اور مارگن کے ساتھ مصافحہ کیا پھر بڑے پرجوش انداز میں اس نے خلیل شلبی سے گلے ملتے ہوئے کہا۔ ”چھوٹے آقا! آپ کیسے ہیں۔ واپس آنے میں بہت دن لگائے آپ نے۔“

جواب میں خلیل شلبی مسکراتے ہوئے اسے زور سے گلے لگا رہا تھا۔ اس موقع پر امام شامل نے بولتے ہوئے کہا۔ ”کشم خان! مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرو۔“ کشم خان باہر نکل گیا۔ امام شامل نے سائن کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہا۔ ”اس جوان کا نام کشم خان ہے۔ میرے اور خلیل شلبی کے لیے کھانا یہی تیار کرتا ہے۔ اس حویلی کی ساری نگرانی اسی کے ذمے ہے۔ اس حویلی کے سارے کاموں کا نگران پہلے

اس کا باپ تھا۔ اب یہ ہے۔ سامنے والے گھر میں اس کے ماں باپ اور بیوی بچے بھی رہتے ہیں۔“ تھوڑی دیر تک اسماعیل بے بھی گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر اور چارہ ڈالنے کے بعد دیوان خانے میں امام شامل کے پاس بیٹھے خلیل شلبی کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس موقع پر سائن نے بولتے ہوئے کہا۔ ”امام محترم! کیا آپ ہمیں روس کی ابتدا اور اس کے آگے بڑھنے اور پھیلنے کی کچھ تفصیل بتائیں گے۔“

امام شامل نے کہا۔ ”تفصیل آپ کو میرا عزیز اسماعیل بے سنائے گا۔ اس کے متعلق میں آپ کو بتا دوں کہ یہ ایک اچھا تیغ زن، ایک عمدہ شاعر، ایک بے مثل قاری ایک نامور گانے والا اور ایک بہترین داستان گو ہے۔ روس کی سلطنت کے متعلق اس کا علم بڑا وسیع ہے۔ یہی آپ کو ساری تفصیل سنائے گا۔“

پھر اسماعیل نے اسماعیل بے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اسماعیل! اسماعیل! میرے عزیز! انہیں پوری تفصیل سناؤ۔“ اسماعیل بے سیدھا ہو کر بیٹھا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ ”موجودہ روس تین بڑی اقوام پر مشتمل ہے۔ اول عظیم روسی، یہ سلاوی نسل سے ہیں۔ دوم سفید روسی اور سوئم یوکرینی۔ یہ لوگ دریائے وولگا کے ساتھ ساتھ موجودہ روس کے وسطی غربی علاقے میں تاریخ کے اُفق پر پہلی بار تیسری صدی عیسوی میں نظر آئے ہیں۔ تیسری صدی سے پہلے اور ساتویں صدی تک کے عرصہ میں تارکین وطن کی کئی لہریں ایشیا اور یورپ سے اُٹھ کر دریائے وولگا کے اس علاقے میں پہنچیں۔ ان آئے والوں میں یونانی، ایرانی، ترک، ہن، آدر، گوٹھ اور گھیا کے علاوہ کئی اور اقوام بھی تھیں۔ پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں جرمن بھی وارد ہوئے لیکن کسی نے بھی اس علاقے کی تاریخ پر اپنا کوئی نقش نہ چھوڑا۔ غالباً آب دہلا کی سمجھی اور علاقے کے طبعی دباؤ کی تاب نہ لا کر یہ قومیں جنوب اور مشرق کی طرف نکل گئیں۔ شروع شروع میں برفانی تو دوں سے ڈھکی ہوئی اس سرزمین میں زمین شہر آباد ہوئے۔ ایک کیوں دوسرا نو مگور وڈ اور قیسار یا ناناں موجودہ روسی سلطنت کی ابتدا انہی تین شہروں سے ہوئی اور یہ لوگ سکڑے

”روس ایک ایسی سرزمین ہے جسے خدا نے اپنے قانون اور برکات کے لیے چن رکھا ہے۔“

ہلاریان نے ولادیمیئر کو کانسٹنٹائن سے تشبیہ دی اور کہا ولادیمیئر نے روس کو نصرانی بنانے کا جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ کسی طرح بھی رسولوں اور قسطنطین اعظم کے کارناموں سے کم تر نہیں ہے۔ اس نے ولادیمیئر کی تعریفوں کے پل باندھ کر مزید کہا۔

”ولادیمیئر میر جیسا اچھا بادشاہ یہ استحقاق رکھتا ہے کہ وہ گروہ و پیش کے تمام ممالک اپنے زیر نگین لائے، پُر امن طریقوں سے یا اگر ضروری سمجھے تو تلوار کی نوک سے بھی۔ گویا ہلاریان نے اپنے پہلے واعظ میں ہی روسیوں کو ظلم و ستم، تشدد اور عیساری و خوخاری کی کھلی جھڑپ دے دی تھی۔“

ولادیمیئر کے بعد یاروسلاواروس کا حکمران ہوا اور اس نے ولادیمیئر کے رشتہ کو آگے بڑھایا۔ اس کے بعد اس کی اولاد سے یوری اور آئمریو کیے بعد دیگرے بادشاہ بنے۔ ۱۲۲۳ء میں منگولوں کا طوفان اٹھا اور اس علاقے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

منگولوں کے اس طوفان کے بعد ایگزینڈر نیوا اسکی روس کا بادشاہ بن بیٹھا جس نے ۱۲۴۲ء میں اپنے بھائی اندریو خورد برت کے تعاون سے دریائے وولگا اور دیکھے ادکا کے شمالی اور تمام ملحقہ علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو توسیع دی لیکن اس کے ساتھ ساتھ مشرق میں چنگیز خان کے بیٹے باتو خان نے اپنی سلطنت قائم کر لی اور روسیوں کو اپنے سامنے اس نے خوب دبا کر رکھا۔ روسی شروع سے مکاری اور عیاری سے کام لے رہے تھے لہذا انہوں نے مصلحت کی خاطر تاتاریوں کی اطاعت اور برتری قبول کیے رکھی۔ ایگزینڈر کے بعد جب اس کا بیٹا ڈینیئل بادشاہ بنا تو روسی سلطنت ایک سو چالیس مربع میل میں پھیل چکی تھی۔

ڈینیئل کے بعد اس کا بیٹا آئیوان، پھر اس کا بیٹا سائمن اور سائمن کا بیٹا ڈونسکوئے ایک دوسرے کے بعد بادشاہ بنے رہے اور ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنے اندر مدغم کر کے اپنی سلطنت کو وسیع کرتے رہے۔ دوسری طرف تاتاری دن بدن کمزور

نیویا کے دیرانجی تاجروں سے مال کا لین دین کر کے اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ چونکہ معاش کے ذرائع اس علاقے میں محدود تھے اور انہیں حاصل کرنے کے لیے ان لوگوں کو بڑی محنت کرنا پڑتی تھی۔ اس لیے اس طبعی ماحول نے ان لوگوں کو خوب سخت جان بنا دیا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ قسطنطنیہ کی عیسائی برنطینی سلطنت کے ساتھ بھی تجارت کرنے لگے تھے۔

دسویں صدی عیسوی میں ایک شخص ولادیمیئر نے جو دراصل کیوشمر کا حاکم تھا اس سارے علاقے کو متحد کر کے ایک حکومت بنالی اور کیوشمر کو اپنا مرکزی شہر قرار دیا۔ شروع میں ان تینوں میں آباد ہونے والے لوگ بُت پرست تھے اور مختلف مذاہب رکھتے تھے۔ ولادیمیئر نے ان سب مذاہب کو خلط ملط کر کے ایک نیا مذہب بنانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ آخر اس نے مسلمانوں، یہودیوں اور قسطنطنیہ کی عیسائی مشنریوں کو دعوت دی کہ وہ آئیں اور اپنے اپنے مذہب کی تعلیم اور حقانیت پیش کریں۔ مسلمانوں کی طرف سے خوارزم کے ایک عالم کو کیوشمر کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔

ولادیمیئر نے یہودیت کو مسترد کر دیا تھا۔ اس نے اسلام کو بھی قبول کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ وہ شراب نوشی اور سور کا گوشت کھانے سے منع کرتا ہے۔ ولادیمیئر کا فیصلہ تھا کہ اسلام یقیناً ایک سچا، حقیقی اور فطری مذہب ہے لیکن ہم چونکہ شراب اور سور کے گوشت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان وجوہات کی بنا پر اس نے نصرانیت قبول کر لی۔ کیوں کہ نصرانیت اس کی خواہش کے مطابق ہر کام کی کھلی جھڑپ دیتی تھی۔ لہذا ولادیمیئر نے ۹۸۸ء میں عیسائیت کو سرکاری مذہب بنا کر روسی قوم کو بسمتہ دیا۔ اگلے چار سو برس اس قوم کو وقت کے دھند لگوں میں الجھنے اور اپنے وجود کو ایک قوم کی حیثیت سے منوانے میں صرف ہوئے۔

قسطنطنیہ کی طرف سے روس میں جو پہلا عیسائی شہنشاہ مقرر کر کے بھیجا گیا اس کا نام ہلاریان تھا۔ اسی ہلاریان نے روسی قوم کے اندر مطلق العنانی، خوخاری، جبر و ظلم، دھوکا دہی، عیاری اور مکر و فریب بھر دیا۔ اپنے پہلے ہی واعظ میں ہلاریان نے کہا۔

ہوتے چلے گئے۔

تاتاری مسلمانوں کو کمزور ہوتے دیکھ کر روسیوں نے ان پر حملہ کر دیا لیکن تاتاری مسلمانوں میں ابھی دم خم تھا لہذا انہوں نے ۱۳۸۰ء میں دریائے ڈان کے کنارے روسیوں کو بدترین شکست دی اور روسی ایک بار پھر دہ کر بیٹھ گئے۔

۱۳۹۵ء میں ان علاقوں میں تیمور اندھی اور طوفان کی طرح نمودار ہوا۔ اس وقت روس کا بادشاہ واسیلی تھا۔ تیمور پہلا مسلمان حکمران تھا جس کے ہاتھوں سب سے زیادہ مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس کے لشکر میں ایک تہائی نصرانی اور ان کے علاوہ ان گنت روسی تھے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کا خوب قتل عام کیا۔ نا عاقبت اندیش تیمور نے مسلمان علاقوں کو تو روند ڈالا۔

تیمور نے ترکوں اور تاتاریوں کی قوتوں کو تو انحطاط پذیر کر دیا لیکن اس کی یلغار سے ماسکونہ صرف محفوظ رہا بلکہ تیمور کے ساتھ ان کے تعلقات خوشگوار و دوستانہ رہے۔ ماسکوجو پہلے کبھی لکڑی کے مکانوں پر مشتمل ایک معمولی سا قصبہ تھا اب روس کے مرکزی شہر کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

تیمور کے حملے عظیم تاتاری سلطنت ضعف کا شکار ہو کر تین حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اولاً قازان، ثانیاً استراخان، ثالثاً کریمیا کی سلطنت۔

واسیلی اول کے بعد واسیلی دوم روس کا بادشاہ بنا۔ اس نے کوئی کارنامہ نہ کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ایوان سوم کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس کے دور سے چند برس قبل ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ ایوان کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ وہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکتا تھا کیوں کہ ترکوں کی حکومت اس وقت پوری دنیا میں طاقتور ترین تھی۔

اپنا عصبہ نکالنے کی خاطر ایوان نے یہ کیا کہ قسطنطنیہ کے آخری بزنطینی شہنشاہ کانستانتین سیزدہم کی بھتیجی سے شادی کر لی اور ایک طرح سے وہ بزنطینی سلطنت

کے حقدار ہونے کا دعویدار بن بیٹھا۔ اس نے اپنا قومی جھنڈا بھی تبدیل کر کے بزنطینی سلطنت کا دو عقابوں والا جھنڈا بنالیا۔

تاتاری سلطنت کا خاتمہ کرنے کی خاطر روسیوں نے اب یہ پالیسی اختیار کی کہ کبھی وہ استراخان اور کبھی کریمیا کو اگسا کر قازان کی سلطنت پر حملہ کر کے قازقستان کی اس سلطنت کو کمزور کر تار ہا۔ ان دنوں محمود کرخان قازقستان کا بادشاہ تھا۔ اس نے بڑی صلاحیتوں کے ساتھ روس، استراخان اور کریمیا کا مقابلہ کیا لیکن روس کو ہستان اور ال تک قازقستان کے وسیع علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

پھر ایوان چہارم اور اس کے بعد پیٹر اول روس کا بادشاہ بنا۔ جب تک قسطنطنیہ میں ترکوں کی سلطنت مضبوط و مستحکم رہی۔ روس کو کبھی علی الاعلان مسلمان علاقوں پر دھاوا بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ سانپ کی طرح رینگ رینگ کر آگے بڑھتا رہا۔ اب ترکی سلطنت کمزور ہو گئی۔ لہذا اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر روسیوں نے استراخان اور کریمیا کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ ترکی کو اور زیادہ کمزور کرنے کی خاطر اس نے بلقانیوں، سلاویوں، رومانیوں اور یونانیوں کو ترکی کے خلاف اگسا کر بغاوت پر ابھارنا شروع کر دیا۔

دراصل روس اپنے برفانی غول اور آہنی پنجرے سے نکل کر ایشیا کے گرم پانیوں کے علاوہ ترکی، ایران اور ہندوستان پر اپنی سلطنت پھیلانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ہر روسی بادشاہ انہی خطوط پر کام کرتا رہا۔

پیٹر اول کے جانشین اور نئے روسی بادشاہ برابر مسلمان علاقوں پر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جارجیا، آرمینیا اور شمالی آذربائیجان پر بھی قبضہ کر لیا۔ پیٹر اول کے بعد اس کے جانشین بھی مسلم علاقوں کی ادھیڑ بن کرتے رہے۔ آج کل روس کا بادشاہ نیکولاس ہے۔ یہ ایک انتہائی متعصب اور تخریب کار انسان ہے اور مسلمانوں کا بدترین دشمن۔ اس وقت مسلمانوں کی دو بڑی قومیں روس کے ساتھ برسر پیکار ہیں۔ ایک داغستان جس کے حکمران شیدی امام شامل ہیں۔ دوسرے سلطان قانئری

جو قازقستان کے حاکم ہیں۔

سلطان قانن سری نے روسیوں کے سامنے انتہائی جرأت و دلیری کا مظاہرہ کیا ہے روسیوں نے کبھی زمانے میں دریائے یورال کے مشرق میں مسلمانوں کے دو بڑے شہروں قازان اور اوقا پر قبضہ کر لیا تھا لیکن کچھ عرصے بعد روسیوں نے سلطان قانن سری کو یہ دونوں شہر چھین کر اپنی قازقستان کی حدود کو دریائے یورال تک بڑھالیا ہے اب یہی دریا روسیوں اور سلطان قانن سری کے درمیان حد فاصل ہے۔

ہماری نسبت سلطان قانن سری کو زیادہ مشکلات کا سامنا ہے۔ ہماری طرف روسیوں کے آنے کو صرف ایک ہی راستہ ہے جس پر سے آپ لوگ ان دادیوں میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ شاہراہ چونکہ کوہستان قفقاز کے دشوار گزار علاقوں میں سے ہو کر گزرتی ہے لہذا اس طرف سے ہم روسیوں کی پیش قدمی کو بہ آسانی روک سکتے ہیں۔

داغستان میں داخل ہونے کا دوسرا راستہ شمال کی طرف سے ہے اس طرف چونکہ سلطان قانن سری کی حکومت ہے۔ لہذا داغستان شمال کی طرف سے محفوظ ہیں۔ اس کے دوسرے اطراف میں اس قدر بلند اور نوکیلے پہاڑ ہیں کہ ان میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

لیکن قازقستان کا معاملہ اس کے الٹ ہے۔ اس کا جنوبی اور مشرقی حصہ کوہستان وجر سے محفوظ ہے لیکن اس کا شمالی اور مغربی حصہ غیر محفوظ ہیں۔ اس کے شمال مغرب میں کوہستان یورال کا طویل اور بلند سلسلہ ہے جو جنوب میں دوپائے دو لگا سے لے کر شمال میں اسٹیپ اور ٹنڈرا کے برف ناریوں تک چلا گیا ہے اور اس سلسلہ کوہ کے دامن میں قازقستان کی طرف دریائے یورال بہتا ہے۔

اب قازقستان میں داخل ہونے کے لیے کوہستان یورال کے اندر تین دروازے ہیں۔ ایک دروازہ جنوب میں ہے جس کے سامنے سدھان قانن سری کا شہر واقع ہے۔ دوسرا دروازہ یورال کے وسطی حصے میں ہے جس کے سامنے سلطان قانن سری کا مرکزی شہر قازان ہے۔ تیسرا دروازہ دروازہ شمال میں سائیریا کے برفانی اور ٹھنڈے علاقوں میں ہے اس

طرف سلطان قانن سری کا ایک مشہور شہر منزلتہ ہے۔

اب سلطان قانن سری کا مقابلہ بیک وقت کئی قوتوں کے ساتھ ہے۔ ان میں سے ایک تو خود باقاعدہ روسی فوج ہے جو جنوبی وسطی درے کی طرف سے حملہ آور ہوتی ہے۔ دوسری بڑی قوت شمالی کوہستان یورال کے اس طرف بننے والے وحشی اور خونخوار بدھ قبائل کا ملک اور جنگاری آباد ہیں۔ ان دونوں قبائل کا تعلق گوبدھ مت سے ہے لیکن یہ بلا کے وحشی خونخوار، جفاکش اور جنگلی ہیں اور سائیریا سے ہو کر سلطان قانن سری کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

تیسری بڑی قوت روس کی دودھشت پسند تنظیمیں ہیں۔ ایک کاسک تنظیم اور دوسری سلاو فلز تحریک۔ کاسک تنظیم کا سربراہ ایک شخص کاسک یرمک تھا۔ یہ شخص روس کا ایک انتہائی خونخوار، خطرناک اور بھگوتا مجرم تھا۔ اپنے مختلف جرائم میں ملوث ہونے کے باعث سزائے موت ہو چکی تھی لیکن روس کے بادشاہ آئیوان چہارم نے اس شخص سے مسلمانوں کے خلاف کام لینے کی تدبیر بنائی۔

اس نے روس کی جیلوں کے اندر جس قدر قاتل اور خطرناک مجرم تھے انہیں رہا کر کے کاسک یرمک کی سرکردگی میں کوہستان یورال کے اندر لایا تاکہ یہ مسلمانوں کے اندر گھس کر ان کا قتل عام کریں۔

یہ تنظیم اب اس قدر قوت پکڑ چکی ہے کہ شمالی کوہستان یورال میں ان کے ان گنت قلعے ہیں جن سے نکل کر یہ مسلم علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

دوسری تحریک جس کا نام سلاو فلز ہے اس کی بنیاد روس کے تعلیمات کے ایک ماہر کاؤنٹ یورائوف نے رکھی تھی۔ شروع میں یہ ایک انقلابی اور خفیہ تنظیم تھی اور زیر زمین روس میں اپنے مخالفوں کے خلاف کام کرتی تھی لیکن بہت جلد روسی حکمران نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور اسے بھی مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے لگے۔

روس کے بڑے بڑے دہشت پسند اور مسلمانوں کے دشمن نصرانی جوان اس

تحریک میں شامل ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ کاسک تنظیم کی طرف انہوں نے بھی جنوبی کوہستان یووال میں بے شمار قلعوں میں اپنی قوت کو خوب مضبوط اور مربوط کر لیا ہے۔

سلطان قائن سری کے خلاف کام کرنے والی چوتھی قوت کرغیزوں کی ہے کرغیز تاتاری نسل سے ہیں کبھی یہ سارے مسلمان تھے لیکن روسی حکومت کے زیر اثر کام کرنے والی عیسائی خنتریوں نے ان لوگوں کو لالچ، دولت دے کر اور گلے خوف اور دہشت والا کر عیسائی بننے پر مجبور کر دیا۔

یہ لوگ سلطان قائن سری کی سلطنت کے سامنے دریائے یووال کے اس پار کاسک تنظیم اور سلاو فلز تحریک کے درمیان مغرب میں دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کبھی یہ سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا لیکن روس نے اس پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے۔ ان کرغیزوں میں جو لاکھوں پر مشتمل ہیں اب آدھے کے قریب نصرانی ادا آدھے مسلمان ہیں۔ اب ان کرغیزوں کے اندر دو قسمیں کام کر رہی ہیں۔

ایک عیسائی خنتریاں جن کا منشاء یہ ہے کہ سارے کرغیزوں کو نصرانی بنالیا جائے اور دوسری مسلمانوں کی قوت ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ کرغیز چونکہ سارے کے سارے مسلمان تھے ادا ان پر خوف و دہشت اور لالچ و لوہہ طاری کر کے انہیں نصرانی بنالیا گیا ہے لہذا یہ مسلمان قوت اپنا فرض سمجھتی ہے کہ ان کرغیزوں کو پھر اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔

احیائے اسلام کی اس مسلم تحریک کے راہنما شیخ شہاب الدین المرجانی ہیں۔ ان کے نام پر مسلمانوں کی یہ قوت المرجانی کے نام سے مشہور ہے۔ کرغیز المرجانی پر اپنی جان چھڑکتے ہیں اور سنا گیا ہے کہ المرجانی بڑی تیزی سے کرغیزوں کو پھر اسلام کی طرف لانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

المرجانی ایک بے مثل عالم دین ہیں۔ انہوں نے بارہ برس تک بخارہ کے مدارس میں تعلیم حاصل کی ہے امدہ زیادہ تر امام غزالی کے افکار ادا ان کی سرگرم

انقلابی زندگی سے متاثر ہیں۔ سنا ہے کچھ متمول تاجران کی مدد کر رہے ہیں امدہ کرغیزوں کے اندر جگہ جگہ مکتب قائم کر رہے ہیں۔

اسلمیں کہتے کہتے رُک گیا کیوں کہ دیوان خانے کے دروازے پر شرم خاں نمودا ہوا اور امام شامل کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "سیدی! کیا میں کھانا لے آؤں؟"

امام شامل جواب میں کچھ کنا چاہتے تھے کہ ان کے محافظوں میں سے ایک دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوا اور کہا۔ "آقا! قاتان کی طرف سے سلطان قائن سری کا بیٹا نامق سری آیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دس بارہ ساتھی بھی ہیں۔ وہ جلدی ادا گھبراہٹ میں لگتا ہے اور فی الفور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

قبل اس کے کہ امام شامل جواب دیتے خلیل شلبی اُٹھ کھڑا ہوا اور ڈانٹ دینے کے انداز میں اس نے پیریار سے کہا۔ "نامق کو باہر کیوں روکا گیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے وہ بغیر اجازت یہاں آ سکتا ہے۔"

خلیل شلبی اُٹھ کھڑا ہوا امام شامل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں خود جا کر اسے اندر لاتا ہوں۔"

خلیل شلبی اُٹھ کر جب باہر آیا تو اس نے دیکھا سولی سے باہر دس بارہ جوانی کھڑے تھے اور ان سب کے سامنے ایک خوب قد آور، دوسرے جسم کا جوان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ خلیل شلبی کو دیکھتے ہی اس نے اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنے بازو پھیلا دیے اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔ "خلیل شلبی! میرے عزیز بھائی! میں نے سنا تھا تم قسطنطنیہ گئے ہوئے ہو۔ مجھے خدشہ تھا تم ابھی تک لوٹے نہ ہو گے۔ پر میں خوش قسمت ہوں کہ تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں۔" پھر خلیل شلبی ادا نامق سری بڑے پرجوش انداز میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے تھے۔

علیحدہ ہوتے ہوئے خلیل شلبی نے کہا۔ "نامق سری! میرے بھائی! میں

سمیت قتل کر دیا۔

لوگ کہتے ہیں یہ کام کو غیروں نے کیا ہے لیکن میرا دل نہیں مانتا۔ کہ غیر ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ وہ میرے باپ سے محبت کرتے تھے۔ ان پر جان چھڑکتے تھے۔ بے شک ان پر حکومت روسی کرتے ہیں لیکن ان کی دلی ہمدردیاں ہمارے ساتھ تھیں میرا دل کہتا ہے یہ کام کا سک تنظیم یا سلاہ و فلزہ تحریک کا ہے۔ کیونکہ میرے باپ نے ان کے وجود کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ لہذا انہوں نے اُسے قتل کر دیا ہے۔“

دیوان خلعے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ امام شامل خلیل شلبی اور اسماعیل بے کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ پھر دیوان خلعے میں نامق کی آواز دوبارہ گونجی وہ امام شامل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”سیدی! میں آپ سے خلیل شلبی کو مانگنے آیا ہوں۔“

اب جب کہ میرا باپ مارا گیا ہے قازقستان اور اس کے گرد و نواح کے سب مسلمانوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ آپ اپنی طرف سے خلیل شلبی کو قازقستان کا حاکم مقرر کر کے میرے ساتھ روانہ کر دیں۔ بخدا خلیل شلبی سے بہتر کوئی اور ان علاقوں کا دفاع نہیں کر سکتا۔

قازقستان اس وقت بدھ مت کے خوشخوار قبائل کا ملک اور جنگاری روس کی خوفناک، خوفی اور قاتل تنظیموں کا سک اور سلاہ و فلزہ اور روس کی باقاعدہ فوج کا عرصہ ہے اور ان سب خوشخوار اور شرافت آزار لوگوں سے نمٹنے کے لیے قازقستان کو خلیل شلبی کی ضرورت ہے۔ خلیل شلبی ہی وہ مجاہد ہے جو اس شمالی ہفتانی علاقوں کی عزت و سطوت قائم رکھ سکتا ہے۔“

امام شامل کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی۔ نامق انہیں مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔ ”سیدی! میں جانتا ہوں خلیل شلبی کی ضرورت آپ یہاں بھی محسوس کرتے ہیں لیکن ان حالات میں قازقستان کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔“ خلیل شلبی کے لیے میرے پاس آپ کے نام سیدی شہاب الدین المرجانی کا ایک خط

آج ہی قسطنطنیہ سے لوٹا ہوں اور خوش ہوں کہ تم سے ملاقات ہو رہی ہے لیکن میرا بھائی تم یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہو گئے جب کہ تم جانتے ہو اس حوالہ میں تم سے کوئی پردہ کوئی راز نہیں ہے پھر تم محافظوں کو بتائے بغیر بلا جھجکا اندر چلے آئے۔“

نامق نے کہا۔ ”مجھے بتایا گیا تھا کہ اندر چند اجنبی مرد اور عورتیں بیٹھے ہوئے اس لیے میں رُک گیا تھا۔“

خلیل شلبی نے محافظوں کو آواز دے کر نامق سری کے ساتھیوں کو بھاننا اور ان کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے جانے کو کہا۔ ساتھ ہی اس نے نامق کے ساتھیوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنے کو کہا۔ پھر وہ نامق کو لے کر حویلی کا داخل ہوا۔

جب دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے تو اسے دیکھتے ہی امام شامل اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے بازو پھیلا دیئے۔ نامق بھاگ کر ان سے بغل گیر ہوا جب نامق سری علیحدہ ہوا تو امام شامل نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے انہوں نے نامق کو اپنے پہلو میں اور خلیل شلبی کے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھ سے ملتے ہوئے تمہاری پلکیں کیوں جھپک گئی ہیں میرے بیٹے! خیریت تو ہے! خلیل شلبی نے بھی پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تمہارا نامق سری نے دکھ بھری اور گلوگیر آوازیں کہا۔“ میں آپ دونوں کے ایک بڑی خبر لے کر آیا ہوں۔ میرے باپ قتل کر دیے گئے ہیں۔“ ساتھ ہی نامق نے بڑھا کر اسماعیل بے کے ساتھ مصافحہ کر لیا تھا۔

امام شامل نے چونک کر کہا۔ ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“ سلطان قانن سری قازق کر دیئے گئے ہیں لیکن کیسے اور کس طرح۔“

نامق سری نے کہا۔ ”وہ دیا یو رال کے کنارے اپنی فوجی چوکیوں کا جائزہ لے گئے تھے۔ ان کے ساتھ پورے محافظ دستے بھی تھے پر کسی نے ان پر حملہ کر کے محافظ

بھی ہے۔ اپنے لباس کے اندر سے خط نکال کر امام شامل کو تھا دیا۔
امام شامل نے خاموشی سے وہ خط پڑھا اور خلیل شبلی کی طرف بڑھا دیا خلیل شبلی
نے خط پڑھ کر اپنے پاس سنبھال لیا۔

نامق سہری امام شامل سے پھر کہہ رہا تھا۔ ”سیدی! آقا المرعانی میرے باپ
کی تعزیت کرتے قازان آئے تھے اور ابھی تک وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے زور
دے کر کہا تھا کہ خلیل شبلی کو ضرور لے کر آنا۔ آپ جانتے ہیں وہ دیوانگی کی حد تک اس
سے پیار کرتے ہیں۔ ان کا بھی آپ کے نام پیغام ہے کہ خلیل شبلی کو قازان بھیجا جائے۔
کافی دیر کے سکوت اور تفکر کے بعد امام شامل نے بولتے ہوئے کہا۔ ”آہ نامق!
تم کیسی بھاری اور حوصلہ شکن خبر لے کر آئے ہو۔ دیوان خانے میں بیٹھے یہاں قسطنطنیہ
سے آئے ہیں اور تمہارے باپ کی طرف روانہ ہونا چاہتے تھے۔“ پھر امام شامل نے سائمن
سے اپنے اہل خانہ کے ساتھ آنے کی ساری تفصیل نامق کو بتادی۔

نامق نے سائمن اور مارگن کے ساتھ پُر جوش مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”قازان
ہیں آپ کا خیر مقدم کیا جائے گا اور ہر سہولت وہاں آپ کو فراہم کی جائے گی۔ آپ لوگوں
کی حیثیت ہمارے ہاں ایک معزز مہمان کی سی ہوگی۔“
تھوڑی دیر بعد نامق کے خاموش ہونے پر امام شامل نے پھر کہا۔ ”میں جانتا ہوں
داغستان کی نسبت قازستان زیادہ خوشخوار دشمنوں اور مصائب کا حدث ہے۔ میں
تمہاری خواہش کے مطابق المرعانی کے خط میں لکھی تجویز کے مطابق خلیل شبلی کو قازستان
کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔“

نامق! نامق! میرے بیٹے! یہ تمہاری مذہب پرستی، ملت دوستی اور حب
وطنی ہے کہ تم خلیل شبلی کو قازستان کا حاکم بنانے کی خواہش لے کر میرے پاس آئے
ہو۔ ورنہ اپنے باپ کی مرگ کے بعد تم خود وہاں کے حکمران بن سکتے تھے اور کوئی امر
جمہاری راہ میں رکاوٹ بھی نہ تھا۔“
پھر امام شامل نے خلیل شبلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”خلیل شبلی! میرے

بیٹے! قازان جا کر اپنی پوری شدت کے ساتھ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف حرکت میں آنا
غیتو میں رہنے والے یہودیوں سے تعلقات بہتر رکھنا کہ وہ تمہارے ہمخواہین کو تمہاری
مدد کریں گے۔“

اس موقع پر سائمن نے امام شامل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”سیدی! یہ
غیتو کیا چیز ہے اور اس میں رہنے والے یہودی کون ہیں۔“
امام شامل نے کہا۔ ”یہ غیتو ایک قسم کے بارے ہیں جو روسی مقبوضہ علاقوں میں
جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ ان باروں کے اندر یہی یہودی اجتماعی زندگی بسر کرتے ہیں۔“
در اصل تیرھویں صدی عیسوی میں جب یہودیوں کو اسپین سے نکالا گیا تو ان کے
آن گزشتہ خاندان مغربی اور شمالی یورپ میں آکر آباد ہو گئے۔ ان لوگوں کو مسلمانوں کے
عہد اسپین میں ہر شعبے میں نفوذ حاصل تھا۔ اسپین میں مسلمانوں نے جو تعلیمی ادارے قائم

یہودیوں کے یہی غیتو مستقبل میں سوشلزم کی زروری اور بنیاد ثابت ہوئے۔ سوشلزم خلاصاً
ایک یہودی نظریہ ہے اور ہر جگہ اسے یہودیوں نے پھیلا یا بڑھایا۔ روس کالینن اور اس
کی بیوی دونوں یہودی تھے۔ امریکہ میں سوشلزم کو جیکب شف اور سموئیل نے متعارف کرایا
یہ دونوں یہودی تھے۔ پولینڈ میں سوشلزم پھیلانے والے یہودی۔ آسٹریا میں ایڈمز۔ جرمنی
میں ریٹس، ارجنٹائن میں سالون، بلجیم میں چارلس، سویڈن میں ایورکر وگر، ہالینڈ میں
جانس، مصر میں امجدون، فلسطین میں ابوزیاد، شام میں یاکوف نے سوشلزم پھیلا یا۔ عرب
کے سب یہودی تھے۔

غیتو کے اندر یہودیوں نے اپنی مذہبی کتاب تلمود کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کی۔
ان کے چل کر یہی غیتو کمین سسٹم کا باعث بنے۔ جہاں یہودی مشترکہ طور پر رہتے تھے۔ بچوں
کے ساتھ ماں باپ کا تعلق برائے نام تھا۔ بچے اجتماعی ہوشوں میں پلتے تھے اور ماں
باپ انہیں وہاں جا کر مل لیتے تھے۔ سب لوگ مرد اور عورتیں اکٹھے ایک ہال میں بیٹھ کر
کھانا کھاتے تھے۔ ایک عورت کئی شوہر اور ایک مرد کئی (باقی صفحہ ۵۰ پر دیکھیے)

کیے تھے، یہ یہودی ان سے مستفید تھے۔ چنانچہ جب یہ اسپین سے نکل کر یورپ میں آکر آباد ہوئے تو یہ علم و ہنر میں عیسائیوں سے بہت آگے تھے۔

اس پر متضاد یہ کہ یورپ میں پہلے ساری معیشت ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے بڑے بڑے ساہوکارے کھول رکھے تھے اور عیسائی کسانوں اور جاگیرداروں کو انہوں نے سود کے جالوں میں جکڑ رکھا تھا اور پھر اپنے کرتوتوں کے باعث انہوں نے عیسائی معاشرے میں انتشار پھیلانا شروع کر دیا کیونکہ ان کے نسلی برتری کے غرور اور خدائی عقیدے قوم ہونے کے زعمِ باطل کی وجہ سے عیسائی ان کے طرزِ عمل سے نالاں تھے اور پھر عیسائی کے دل میں یہ بات بھی تھی کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل بھی ہیں۔

یہ حالات دیکھ کر آخر یورپ پال چارم نے غلیتو یعنی یہودی باڑے قائم کر گئے کا حکم دیا۔ یہودیوں کے رہنے کے لیے علیحدہ بستیاں اور باڑے بنائے گئے اور یہودیوں کو تاکید کی گئی کہ وہ اپنی پہچان کے لیے ہر وقت امتیازی بیج لگا کر رکھیں اور عیسائیوں کا درمیان نہ رہیں۔

ان کی ساری مذہبی کتابیں ضبط کر لی گئیں تھیں بہتر مند بیچوں اور تعلیم کے دوران ان پر بند کر دیئے گئے اور کسی بھی عیسائی کو وہ اپنے ہاں ملازم نہ رکھ سکتے تھے۔ اسپین سے آنے والے یہودیوں کی وجہ سے ان غلیتو کی قوت میں اور اضافہ ہوا اور یہ لوگ مشرقی یورپ اور روس میں غلیتو بنوا کر رہنے لگے۔

امام شامل رگے اور سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "شاید اب تم ان غلیتو اور باڑوں کی مامیت و کیفیت جان گئے ہو گے۔ روس میں قائم ہونے والے غلیتو کے اندر زیادہ تر اسپین سے آنے والے یہودی ہیں۔ اسپین میں ان لوگوں کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) یوں رکھ سکتا تھا۔ نکاح ایک بوسیدہ روایت ہو گئی تھی۔ مرد و عورتوں کے لیے مشترکہ حمام بنائے گئے۔ ان غلیتو اور کمیون کے منتظم کو رتی کہتے تھے جسے چنا جاتا تھا۔ غرض یہوں کے یہی غلیتو اور باڑے آگے چل کر سوشلزم کے پھیلاؤ کا باعث بنے۔

مسلمانوں کا سلوک چونکہ بہت اچھا تھا۔ لہذا یہ مسلمانوں کے ساتھ بہتر سلوک دیکھتے تھے۔ سائمن نے کہا: "میں اب ان باڑوں کی کیفیت سمجھ گیا ہوں۔ یہ یہودیوں کے ساتھ سراسر زیادتی اور ظلم ہے۔ ان کو بھی رہنے اور آگے بڑھنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے قسم خداوند خدا کی میں اپنے نصرانی ہونے پر شرم محسوس کر رہا ہوں۔"

سائمن کے خاموش ہونے پر امام شامل چند ثانیوں تک بڑے انہماک سے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا: "خلیل شلبی! میرے بیٹے! میں تمہیں قازقستان کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ وہاں مسلمان اور اسلام دونوں کی خدمت کو ناکہ یہ امر تیری عزت اور فضیلت کا باعث ہوگا۔ گو تیرا یہاں سے جانا میرے لیے تکلیف دہ ہوگا لیکن ایسا کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ کاملک اور جنگاری قبائل، کاسک اور سلاویوں کے لوگ جو مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے ہیں ان کی لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں، ان کے خلاف طوفان کی طرح حرکت میں آنا۔ انہوں کی حفاظت کرنا۔ پرایوں سے ہمدردی نہ رکھنا۔ کسی غیر مذہب پر بھی زیادتی نہ کرنا۔ ایسا کرو گے تو خداوند کریم تمہارا مددگار و معین رہے گا۔"

میں یہاں کچھ تیز رفتار قاصدوں کا گروہ کھڑا کروں گا جن کے ذریعے میرے اور تمہارے درمیان حالات و پیغامات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ کچھ قاصد ہر وقت تمہارے پاس اور کچھ میرے پاس رہا کریں گے۔ مجھے اُمید ہے سلطان قازق سری کے بعد تم اہل قازقستان کو مایوس نہ کرو گے۔ تم کب تک یہاں سے روانہ ہونا پسند کرو گے؟ خلیل شلبی نے احتراماً اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے کہا: "میرے یہاں سے کوچ کو نامنق سری پر چھوڑ دیں۔ یہ جب چاہے گا میں اس کے ساتھ قازقان کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

نامنق سری نے خوش ہوتے ہوئے کہا: "خلیل شلبی! میرے بھائی! خدا کی قسم مجھے آپ سے ایسے ہی جواب کی اُمید تھی۔ اب آپ قازقستان کے لوگوں کی آخری اُمید ہیں۔ میں سمجھتا ہوں آپ کی رہنمائی میں ہم ان باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں گے۔"

اگر میں آج ہی یہاں سے کوچ کرنا چاہوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔
 خلیل شلمی نے کہا۔ "آج تو بہت دُور تک ہے۔ میں ابھی اسی وقت بغیر
 کچھ کھائے پیئے ننگے پاؤں قازان کی طرف کوچ کر جانے کو تیار ہوں۔"
 نامق سری کے چہرے پر رونق اور خوشی پھیل گئی اور اس نے آگے بڑھ
 کر خلیل شلمی کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔

"خلیل شلمی! میرے عزیز! میرے دوست! میرے بھائی! آپ دیکھیں گے
 قازستان والے آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے میں
 سمجھتا ہوں اب قازستان کا دفاع آہنی دیواروں جیسا مضبوط اور قابلِ اعتماد ہو جائیگا
 دریائے یورال تک جو حصار دشمن کے سامنے میرے باپ نے قائم کر رکھا تھا اب اس
 کا دفاع ہم بہر طور پر کر سکیں گے۔"

نامق سری جب خاموش ہوا تو امام شامل نے ذرا بلند آواز میں پکارا۔ کشم خان
 کھانا لگاؤ۔

کشم خان بھاگ بھاگ کر کھانا لگانے لگا تھا۔ اتنی دیر تک سائمن نے امام
 شامل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سیدی! اگر ہم بھی خلیل شلمی کے ساتھ قازان کی
 طرف روانہ ہونا چاہیں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔"

امام شامل نے کہا۔ "میرا اپنا یہی خیال ہے کہ تم لوگ خلیل شلمی کے ساتھ آج ہی
 یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ مجھے امید ہے خلیل شلمی کے ساتھ تم لوگ بہر طور پر وہاں اپنا
 کام کر سکو گے۔"

سائمن مطمئن ہو کر خاموش ہو گیا۔ کشم خان نے اتنی دیر تک کھانا لگا دیا تھا۔ سب
 نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر سام کے قریب خلیل شلمی، اسٹیفیل بے سائمن، مارگن، نارسن
 ادینس اور نامق سری کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔



ایک روز دوپہر کے بعد خلیل شلمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ قازستان کے مرکزی
 شہر قازان سے دو میل کے فاصلے پر تھا کہ اس نے دیکھا برف سے لدے بلند کوہستانوں
 کے پیش منظر میں پھیلی وسیع وادیوں کے اندر جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی کپڑے اُرد
 چمے کے خمیے پھیلے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا گویا وہاں کسی نے خیموں کا بہت بڑا شہر آباد کر دیا
 ہو۔ آسمان اس وقت صاف تھا۔ دھوپ میں ہلکی ہلکی تمانت تھی۔ کوہستانوں سے برف
 پگھل پگھل کر چشموں کی صورت میں اک بے خودی اور نیم بیداری کی سی کیفیت طاری کر
 دینے والی موسیقی کے ساتھ نیچے وادیوں میں شاہ دانہ، سیب، خوبانی، آلوچہ اور آلو بخارا
 کے باغات کی طرف بھاگ رہی تھی۔

چند ثانیوں تک خیموں کے اس شہر کو خلیل شلمی غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نامق
 سری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے رفیق من! قازان شہر سے باہر دور دور تک یہ خمیے کیسے
 نصب ہیں۔ بخدا ایسا لگتا ہے گویا لاکھوں کا کوئی لشکر اپنی پوری تیاریوں کے ساتھ یہاں
 خیمہ زن ہو۔"

اے میرے عزیز! کیا تم بتا سکو گے یہ کون ہیں۔ ان خیموں کے باہر بندھے
 جانوروں اور ادھر ادھر بھاگتی عورتوں اور بچوں سے مجھے یوں لگتا ہے گویا یہ کوئی

خانہ بدوش قبائل ہوں۔

نامق سری نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”بھدا آپ کا اندازہ درست ہے۔ اتاری نسل کے باشکیری قبائل ہیں۔ یہ خانہ بدوش ہیں۔ جنوب میں ہمارے شہر اڈا اور شمال میں سائبیریا کے وسیع برفانی میدانوں کے بیچ و بیچ یہ لوگ اپنے جانوروں کے لیے بہتر چراگاہوں کی تلاش میں ٹنڈرا کے میدانوں تک سفر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد ہزاروں نہیں لاکھوں پر مشتمل ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ یہ ایک ہر سردار کے تحت بڑے نظم و ضبط کے ساتھ جنوب سے شمال اور شمال سے جنوب کی طرف سفر کرتے ہیں۔ موسم کی سختیاں اور برفانی طوفان ان لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ان کے سردار کا نام شریف منازون ہے اور وہ میرا جاننے والا ہے۔ چند روز پہلے جب میں یہاں سے داغستان کی طرف روانہ ہو رہا تھا تو میں ان کے سردار سے مل کر رہا تھا۔ اس نے میرے باپ کے مرنے پر دکھ کر اظہار کیا تھا۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ میں کس مقصد کے تحت امام شامل کی طرف جا رہا ہوں۔

ذرا رک کر نامق سری پھر کہہ رہا تھا۔ ان باشکیریوں کا سردار شریف منازون ایک انتہائی رحم دل اور مذہبی انسان ہے۔ وہ امام شامل کے معتقدین میں سے ایک ہے اور آپ کے نام سے بھی خوب واقف ہے۔ ابھی وہ کئی روز تک یہاں رہے گا میں کسی روز اسے آپ سے ملاؤں گا۔

باتیں کرتے کرتے وہ خیموں کے قریب آگئے تھے۔ وہاں خلیل شلبی نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور نامق سری کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ”میرے چاہا بھائی! تم اپنے ساتھیوں اور سامعین کے اہل خانہ کو لے کر قازان شہر جاؤ۔ میں باشکیریوں کے سردار شریف منازون سے مل کر آتا ہوں۔ یہ لوگ میرے لیے بہت کام کے ثابت ہوں گے۔ میں ان خانہ بدوشوں سے وہی کام لوں گا جو کسی چھپا ہوئی تندی کے بیچ بند باندھ کر لیا جاتا ہے۔ میں ان کی قوت، ان کے جذبوں کا استعمال ایسے کام کی طرف موڑ دوں گا جس میں پوری اُمت کی فلاح ہوگی۔

اس موقع پر مارگن نے بھی باگیں کھینچ کر گھمبھی کے گھوڑوں کو روک دیا تھا۔ انیس اور نارسس گھمبھی رکنے پر اپنے سر باہر نکال کر خلیل شلبی کی طرف دیکھنے لگی تھیں جو ان کے قریب ہی کھڑا تھا۔

سامعین اپنا گھوڑا خلیل شلبی کے قریب لایا اور کہا۔ ”کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ان خانہ بدوش باشکیری قبائل کے سردار شریف منازون سے ملنے جائیں۔ میں چاہتا ہوں ہم سب قازان شہر میں آپ کے ساتھ ہی داخل ہوں۔“ خلیل شلبی نے کہا۔ ”اگر آپ لوگ ایسا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آئیے ہم سب اس کے پاس چلتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی خلیل شلبی نے اپنے گھوڑے کو ہمیز لگا دی۔ مارگن نے بھی گھمبھی کے گھوڑوں کو ہانک دیا تھا۔ خیموں میں داخل ہونے کے بعد نامق سری آگے رہ کر ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔

چڑے کے ایک وسیع اور بہت بڑے خیمے کے سامنے نامق سری نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

”خلیل شلبی! میرے بھائی! یہ ان خانہ بدوش باشکیریوں کے سردار شریف منازون کا خیمہ ہے۔ یہ لوگ کسی اجنبی کو اپنے سردار کے خیمے کی طرف نہیں آتے دیتے لیکن مجھے چونکہ یہ لوگ جانتے ہیں اس لیے انہوں نے کوئی روک رکاوٹ نہیں کی۔“ خلیل شلبی اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سب لوگ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ مارگن، انیس اور نارسس بھی گھمبھی سے باہر نکل کر کھڑے ہو گئے تھے۔

نامق آگے بڑھ کر خیمے کے سامنے پہرہ دینے والے محافظوں سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اچانک دائیں طرف سے دو سوار اپنے گھوڑوں کو بگڑتے دوڑاتے ہوئے خیمے کی طرف آئے۔ نزدیک آ کر جب وہ اپنے گھوڑوں سے اترے تو ان میں سے ایک خوب بلند قد و قامت اور کٹیل جسم کا ایک جوان تھا اور دوسری ایک نو عمر لڑکی تھی۔

پے وہ امام شامل کی ذات کا ہی ایک حصہ ہیں۔ بتائیے تا وہ کون ہیں اور اس وقت کہاں ہیں؟ نامق نے خلیل شلمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”خاؤف میرے عزیز بھائی! ان سے ملو، یہی خلیل شلمی ہیں۔ اب یہ قازقستان کے حاکم اعلیٰ ہیں۔“

سوسان عقیدت و تعجب سے خلیل شلمی کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔ جب کہ خاؤف بڑی بے تابی سے آگے بڑھا۔ خلیل شلمی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اس نے بوسہ دیا۔ پھر اس نے بڑی ادا تمندی سے کہا۔

”میں داغستان کے عظیم مجاہد کو ان خانہ بدوش باشکیریوں کے اندر نفخ آمدید کرتا ہوں۔ آپ نے اب تک روسی بھیڑیوں کے خلاف جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ وہ دنیا سے لے کر کریمیا اور یورال سے لے کر جیوں تک کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔ بخدا آپ نے شب کی زنجیروں کو کاٹ کر تارکیوں کی جیبِ غلامت میں روشنی بھردی ہے۔ آپ نے دشمن کے ناسور تازہ اور اس کی تہذیب کے زخم ہرے کیے ہیں۔“

میں جب روسیوں کے خلاف آپ کی کامیابیوں کی خبریں سنا کرتا تھا تو میں اپنے سجدوں میں اپنے رب کے حضور دعائیں مانگا کرتا تھا، کاش میں خلیل شلمی جیسے عظیم مجاہد کی زیر قیادت روسیوں کے خلاف مسلم قوم کے دفاع کی مقدس جنگ میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کر سکتا۔

آپ ہمارے لیے قابلِ صدا احترام ہیں کہ آپ نے ان علاقوں میں انہی تہذیب اپنے انفس اور شرافتِ انسانی کا دفاع کیا ہے۔ آپ نے زندگی کی گواہ قدس اور اہم ترین قدسوں کی حفاظت کی ہے۔ آپ کا یوں میرے باپ کے لیے باہر کھڑے رہنا آپ کی اہانت ہے۔ بخدا آپ اس قابل ہیں کہ میرے باپ اپنے خیمے سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کریں۔ آپ یہاں مرک کیوں گئے آپ خیمے کے اندر کیوں نہ چلے گئے کہ

خاؤف کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ اس دوران اس کی بہن سوسان بھاگ کر

وہ یونان کے کسی قدیم معبد کی دیوی جیسی حسین تھی۔ اس کا مرمیں بدن، شفق کی چوڑی میں دھلا ہوا۔ اس کے آتشیں چہرے پر سحر کی جبین کے آن گنت رنگ اور شگدونوں کا سہاگ تھا۔ اس کے لب و رخساروں پر بہاروں کے بے شمار رنگوں کا رقص رگ و جان تھا اس الماس و گوہر لڑکی کے بازو بھرے بھرے، پیشانی پر نوڈ، ہونٹوں پر سرور اور اس کے دراز سیاہ گیسو مشک و عنبر ہو رہے تھے۔ اس لالہ و گل کی عصمت لڑکی کی نظر میں اک رقص اور نفس نفس میں اک موج تھی۔ حسن و دل کشی میں وہ لڑکی روماکے کسی قدیم نقاش کا حسن خیال تھی۔

اس موقع پر نامق سری نے خلیل شلمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے میرے عزیز بھائی! یہ سردار شریف منازوت کی بیٹی اور بیٹیا ہیں۔ لڑکی کا نام سوسان اور لڑکے کا نام خاؤف ہے۔ یہ بڑا دلیر، بہادر اور شجاع جوان ہے۔“

نامق کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ خاؤف مسکراتا ہوا نامق کی طرف بڑھاؤ گرم جوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”آپ اس قدم جلدی امام شامل کے شہر غری سے لوٹ آئے ہیں۔“

نامق کچھ کہنے والا تھا کہ سوسان بھی آگے بڑھی اور گہری مسکراہٹ میں اس نے نامق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ کیسے ہیں؟“

نامق نے کہا۔ ”میں ٹھیک ہوں۔“

پھر اس نے خاؤف سے کہا۔ ”خاؤف! میرے بھائی! اندر جا کر اپنے باپ اور سردار شریف منازوت کو اطلاع کرو کہ داغستان کے خلیل شلمی ان سے ملنا چاہتے ہیں۔“

خاؤف نے چونک کر پوچھا۔ ”کہاں ہیں خلیل شلمی۔ بخدا وہ اس قابل ہیں کہ میرے باپ اپنے خیمے سے باہر نکل کر ان کا استقبال کریں۔ اگر آپ نے انہیں خیمے سے باہر کھڑا کر رکھا ہے تو بخدا آپ نے ان کی اہانت کی ہے اور ہم سب باشکیریوں کو گناہ گار کیا ہے۔ بخدا خلیل شلمی ہماری نگاہوں میں قابلِ حرمت ہیں اور ہمارے

شریف منازوت نے کہا۔ ”اندر خیمے میں چل کر بیٹھتے ہیں۔“

اس موقع پر خلیل شلبی نے شریف منازوت اور شیخ شہاب الدین المرعانی سے سائن اوداس کے اہل خانہ کا تعارف کرایا اور مختصر اُن کے قازان میں اُن کے مقصد ان سے کہہ دیا۔ پھر وہ سب شریف منازوت کے خیمے میں داخل ہوئے۔

شریف منازوت کی بیٹی حسین موسان، اونیس اودنارسس کو خیمے کے زنانہ حصے کی طرف لے گئی تھی۔

اس چرمی خیمے میں شیخ شہاب الدین المرعانی اور شریف منازوت کے سامنے بیٹھنے کے بعد خلیل شلبی نے کہا۔ ”یہ میری خوش قسمتی ہے کہ قازان شہر میں داخل ہونے سے قبل میری آپ دونوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ پھر خاص طور پر شریف منازوت کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ میں خاص طور پر آپ سے کچھ کہنے کے لیے یہاں رکھا ہوں۔ میں باشکیریوں کے جذبہ ایمانی اودان کی سرفروشانہ روایات کو جانتا ہوں، میں آپ کے پاس یہ اہتمام لے کر آیا ہوں کہ آپ خانہ بدوش زندگی ترک کر کے قازقان کے دفاع میں حصہ لیں، کیا ایسا ممکن نہیں ہے۔“

شریف منازوت نے بڑی فراخ دلی سے کہا۔ ”کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ یہ خانہ بدوشانہ زندگی ترک کرنے کے بعد آپ ان باشکیری قبائل کو کہاں آباد کریں گے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں ان باشکیری قبائل کو سائبیریا کے شمالی شہر منزلتہ میں آباد کروں گا۔ وہاں ان کے لیے سنگین فصیلوں کا یہ شہر مستحکم کر دوں گا۔ وہاں وسیع میدانوں میں ان کے لیے آب پاشی اور کھیتی باڑی کا مناسب بندوبست کروں گا۔ تاکہ یہ خوش حال اور باعزت زندگی بسر کر سکیں اور ان کے جذبہ حریت کو اور زیادہ تاب دے کر میں ان کی مدد سے بھوکا ملک اور جنگاری قبائل کے حملوں کی روک تھام کروں گا۔ میں تم لوگوں کے لیے اس شہر کے لیے ناقابل تسخیر بناؤں گا۔“

نامق سری نے مجھے بتایا ہے کہ شمالی سائبیریا کا منزلتہ نام کا وہ شہر بھوکا ملک اور جنگاری قبائل کے وحشیانہ حملوں، لوٹ مار اور خونریزی کے باعث اجڑ گیا ہے۔

خیمے کے اندر چلی گئی تھی اور وہ اپنے باپ شریف منازوت کو باہر نکال لائی تھی اور اسے دیکھ کر خانوت خاموش ہو گیا تھا۔

منازوت کے ساتھ دھلتی عمر اور نورانی چہرے والا ایک بارلش شخص بھی تھا۔ خانوت کے خاموش ہو جانے پر اس کے باپ منازوت نے بلند آواز میں کہا۔ ”اے میرا فرزند! تم نے کیا ٹھیک کہا ہے کہ خلیل شلبی اس قابل ہے کہ میرا باپ اپنے خیمے سے باہر نکل کر اس کا استقبال کرے۔“

اے میرے فرزند! یہ تو کم تر ہے میں شریف منازوت، باشکیری قبائل کا سردار اگر امام شامل اور خلیل شلبی کے جوتے اٹھاؤں تو بھی یہ کام میرے لیے باعث فخر و سعادت ہے۔“ پھر شریف منازوت اپنے بزرگ عورت ساتھی کے ساتھ آگے بڑھا اور خلیل شلبی کو اس نے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ”میں قازقان کے حاکم کو خوش آمدید کہتا ہوں میرے لیے یہ کیسی سعادت ہے کہ قازقان کا آپ جیسا حکمران قازان شہر میں داخل ہونے سے قبل مجھ سے بغل گیر ہو رہا ہے۔ میں بھی آپ کو ایک ایسی شخصیت سے ملا ہوں جو ان علاقوں کے لیے قابلِ صدا احترام ہے اور جن کا نام آپ کے ذہن میں محفوظ ہو گا۔“ پھر شریف منازوت نے اپنے ساتھی بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اے خلیل شلبی! میری قوم کے مجاہد! ان سے ملیں۔ یہ شیخ شہاب الدین المرعانی ہیں، خلیل شلبی تیزی سے آگے بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی گردن کو خوب حم کے خوب احترام و ملاوت کے ساتھ شہر سے مصافحہ کرے، پر شیخ نے آگے بڑھ کر خلیل شلبی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے انہوں نے کہا۔

”اے میرے عزیز! تمہارا اور امام شامل کا نام ہی تو ان علاقوں کے اندر روشنی آزادی اور امن کی علامت ہے۔ اے میرے عزیز! تو ہی تو وہ مجاہد ہے جس نے بڑے بڑے روسی جرنیلوں کو لوہے کے چنے جیوا کر رکھ دیئے ہیں۔ تیرا قازقان کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا جانا ان علاقوں کی خوش قسمتی ہے۔ خدا تمہیں ان علاقوں کا بہتر دفاع کرنے کا توفیق عطا کرے۔“

رہی تھی۔ اس موقع پر وہ وہاں درمیانی دروازے کا چرمی پردہ اٹھا کر نمودار ہوئی اور شریف منازوت کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے باپ! ایک سرواں کی حیثیت سے آپ اپنے باشکیری قبائل کو منزلتہ شہر میں آباد ہونے کا حکم بھی تو دے سکتے ہیں۔" شریف منازوت نے کہا۔ "میری بیٹی! تو ٹھیک کہتی ہے۔ پر قبائل کے لوگ اگر اپنی مرضی اور رضا مندی سے خانہ بدوش طرز زندگی ترک کر کے منزلتہ میں آباد ہونے اپنی رضا مندی کا اظہار کریں تو اس کے اثرات و فواید ہوں گے۔"

سوسان نے کچھ سوچتے ہوئے پھر کہا۔ "اے میرے باپ! آپ نے مہانوں سے کھانے کا تو پوچھا ہی نہیں۔ میں نارسس اور اونیس دونوں باپ بیٹی سے کھانے کا پوچھ چکی ہوں لیکن وہ کہتی ہیں۔ ہم دوپہر کا کھانا راتے میں کھا چکے ہیں۔"

اس موقع پر سائمن نے سوسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ وہ ٹھیک کہتی ہیں، میری بیٹی! ہم راتے میں امیر شلبی کے ساتھ کھانا کھا چکے ہیں تمہیں اب کھانے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے میری بیٹی!"

اسی وقت خانوت وہاں داخل ہوا اور خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے امیر! باشکیری قبائل کے سب لوگ ایک چٹان کے سامنے کھلے میدان میں جمع ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کو دیکھنے اور آپ کو سننے کے لیے بے چین اور تیاب ہیں۔"

خلیل شلبی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے سے باہر آیا۔ خانوت شیخ شہاب الدین المرعائی، شریف منازوت، اسمعیل بے، نامق سری، سائمن اور مارگن بھی اس کے پیچھے پیچھے خیمے سے باہر آگئے تھے۔ دوسرے کمرے سے سوسان کے ساتھ نارسس اور اونیس بھی نکل کر ان کے ساتھ ہوئی تھیں۔

باشکیری قبائل کے بوڑھے، بچے، جوان مرد اور عورتیں ایک بلند چٹان کے سامنے کھلے میدان میں جمع ہو گئے تھے۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی انسانی سر ہی دکھائی دیتے تھے۔

اور وہاں کے لوگ بڑی تیزی سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں کا رخ کر رہے ہیں سابق قبائل کو وہاں آباد کرنے کے بعد میں وہاں سے کاملک اور جنگاری قبائل پر حوالی حملے شروع کروں گا اور ان پر ثابت کروں گا کہ ہم اپنے علاقوں کا دفاع خوب کر سکتے ہیں۔ اس طرح وہاں سے ہجرت کرنے والے مقامی لوگ پھر وہاں آباد ہوں گے اور اس علاقے کے دفاع اور خوشحالی میں اضافہ کریں گے۔"

شریف منازوت نے کہا۔ "میرے لیے تو آپ کی ہر تجویز ایک حکم کا درجہ رکھتی ہے اور میں منزلتہ شہر میں آباد ہونے کو تیار ہوں لیکن اصل بات تو ان باشکیری قبائل کی ہے جنہوں نے مجھے اپنا سردار بنا رکھا ہے۔ انہیں اس بات پر کون آمادہ کرے گا؟ خلیل شلبی نے کہا۔ "کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ مجھے ایک بار ان قبائل سے خطاب کرنے کا موقع دیں۔ شاید میں انہیں منزلتہ شہر میں آباد ہونے پر آمادہ کر سکوں۔" شریف منازوت نے اپنے بیٹے خانوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا سب قبائل کے مرد، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو ایک جگہ جمع کر دو تا کہ خلیل شلبی ان سے خطاب کر سکیں۔" خانوت اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

اس بار شیخ شہاب الدین المرعائی نے خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے عزیز! اگر تم ان باشکیریوں کو منزلتہ شہر میں آباد کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس میں یہاں کے مسلمانوں کی فلاح اور بہتری ہوگی۔ کاملک اور جنگاری بے دینوں نے اپنے حملوں سے مسلمانوں کے اندر خوف و ہراس اور وحشت پھیل رکھی ہے۔ شہر میں آپ کی مضبوط قوت ہونے کے باعث وہ اپنی من مانی نہ کر سکیں گے۔"

اے میری قوم کے عظیم مجاہد! مجھے اُمید ہے کہ آپ یہاں داغستان کی آندھی سے سائبیریا کے طوفان کا روپ دھار کر نئے جذبوں اور بے دلوں کی ابتدا کریں گے۔ اللہ کرے کہ اُنے والے ماہ و سال ہماری قوم، ہماری ملت کے لیے فلاح و فوز و نفا کا پیغام لائیں۔

شریف منازوت کی بیٹی سوسان شاید ساتھ والے کمرے میں یہ ساری گفتگو

جس وقت خلیل شلبی باشکیریوں سے خطاب کرنے کے لیے سب کے ساتھ اس بلند چٹان پر چڑھ رہا تھا جس کے سامنے سب لوگ جمع تھے تو ایک باشکیری جوان بھاگتا ہوا آیا۔ خلیل شلبی سے مصافحہ کیا اور خطاب کرنے کے لیے اسے لکڑی کا ایک ناشر الصوت تھا دیا۔ خلیل شلبی چٹان کے اوپر آیا اور ناشر الصوت منہ سے لگا کر انہوں نے بلند آواز میں باشکیریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-

”عظیم باشکیریو! میں داغستان کا خلیل شلبی ہوں اور قازقستان پر

حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔“

خلیل شلبی کو رگنا پڑا کیوں کہ لوگ پرجوش انداز میں خوش آمدید خوش آمدید پکارنے لگے تھے۔ جب لوگ خاموش ہوئے تو خلیل شلبی کی آواز سحر کے سیل کی طرح بلند ہو کر پھر سنائی دی۔

”عظیم قوم کی عظمت کے فرزندو! روس جو کبھی ترکی عثمانی سلطنت کا باج گزار تھا، اب مسلمانوں کے لیے دکھ کی عفریت اور مرہم کو ترستے زخموں کی صورت اختیار کرنے لگا ہے۔“

یاد رکھو! وہ وقت کا سیاہ فریب، چنگیز خان کی وحشت، ہلاک کی خون خواری، تیمور کی دزدگی، ظلم کا ٹوٹی دھارا، تہرانیت کی چشم تعصب انسانیت کی قربانی، استقلال کی دبدبہ، ہیکلوں کی فتنہ گری اور رنگینا اثر دہان کہ ہماری اور ہمارے وطن کی رگ رگ سے خون چوس لینا چاہتا ہے۔“

خلیل شلبی ذرا رگ پھر آگ تھوکتے پر ربت اور سماعتوں میں نغمہ بن کر گزر رہا والی صداؤں کی طرح اس کی آواز پھر ناشر الصوت میں بلند ہوئی۔

”اے امامانِ عجم! قبل اس کے کہ یہ سوداگرانِ مجتہد دستارِ تمہارے ضمیر کی تجارت کریں، قبل اس کے کہ یہ لات و جہل کے دربان تمہاری زمین کی عصمتِ عظمت، یہاں کی شبنم نشاںِ فطرت، برف میں نہاتے لان

پر بتوں کو تمہارے خون سے غسل دیں۔ قبل اس کے کہ یہ اہرمین نادے تمہاری ہواؤں کو جس کی زنجیروں میں جکڑیں۔ تمہارے ضمیر کو ظلم کا لبادہ اوڑھائیں، شرافت کے آبگینوں میں خونخواری کا رس بھریں قبل اس کے کہ یہ خالقِ شر تمہارے نطق کو گونگا، تمہاری تاریخ کو زہر آلود اور تمہاری عصمتوں کو سنگسار چٹانوں میں بدل دیں، قبل اس کے کہ تسلیم کے یہ فرزند تمہیں عظمت کے زندانوں میں محبوس کر کے تمہیں غلِ آتش دیں۔“

میری قوم کے مجاہدو! قبل اس کے کہ روسی بھیڑیے تم لوگوں کو اپنی ہی سر زمینوں کے اندر رستوں کے جمود، سنگتے خیالات، دکتی فکر، کھلتے فلتے اور موت کی کھلی آغوش کا شکار کر دیں۔

آؤ، اک سجدہ والمانہ، اک روحِ بے قیام کے ساتھ تیمور کی قبلا، چنگیز خان کی کلاہ، ہلاک کی دزدگی، قیصر کی سطوت، کسریٰ کی صولت اپنانے والوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔

توحید کے فرزندو! آؤ، ہر ہیکلِ جبروت کو گرا دیں، سراپوں کو پتوں میں بدل دیں، ظلم کی چٹانیں توڑ دیں، تنہا تہذیب کے ہرزخم کو مرہم دیں۔ تاریخ کے پارینہ اوراق کو نیا رنگ عطا کریں، زمین کو اس کا نود دیں اور زمین سے نئے آسمان پیدا کریں۔

میرے عزیز بھائیو! خدا کے لیے اپنے ماضی کے آئینوں میں جھانکو، اپنی خانہ بدوشی کی عمارتوں کو، میں تمہیں شمالی سائبیریا کے شہر منزلاتہ میں آباد ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

یاد رکھو! محسوسات قرض نہیں لیے جاسکتے۔ تجربے مستعار حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ جو قوم ہوا بقی ہے گولے کا ٹیپی ہے۔ اگر تم یوں ہی خانہ بدوش رہ کر جنوب سے شمال اور شمال سے جنوب کی طرف اپنے

ترک کر کے میری التجا پر منزلتہ شہر میں آباد ہونا قبول کرتے ہو۔ اگر تم مان جاؤ تو یہ آنے والی نسلوں پر تمہارا احسان اور میری اپنی ذات کے لیے باعثِ فخر و انقلاب ہوگا۔ میں خاموش ہوتا ہوں اور تمہارے جواب کا انتظار کرتا ہوں۔

سب باشکیری کیا مرد، کیا عورتیں، بچے، بوڑھے جوان سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ فضا میں بلند کر کے وہ طرح طرح کی آوازیں نکالنے لگے۔

”ہم خانہ بدوشانہ زندگی ترک کرتے ہیں، ہم روسیوں کے خلاف متحد ہیں، ہم منزلتہ شہر میں آباد ہونے کو تیار ہیں، ہم آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر کالک، جنگاری کاسک اور سلاو فلز کے خوشخوار بھڑیلوں کے خلاصہ آرا ہونے کو تیار ہیں، ہم باشکیری مسلم قوم کی سر بلندی کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے، ہم اپنی ملت کے لیے ہر غم کا مرہم اور ہر آنسو کا تبسم بنیں گے، ہم ان سب قاتل قبیلوں اور جرحیل کو روندیں گے، ان کے نعروں کو نالوں میں بدلیں گے جنہوں نے ان سرزمینوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔“

باشکیری ایسی ہی طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے اور ان کے اندر سمند کی طوفان بدوش موجوں کا سا ایک جوش جذبہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

خلیل شلبی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ناشر الصوت ایک طرف رکھ دیا اور اپنے رب کے حضور وہ وہیں ننگی چٹان پر سجدے میں گر گیا تھا۔ سجدہ شکر بجالانے کے بعد خلیل شلبی اٹھا اور شریف منازوف کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”میرے بزرگ! آپ کب تک یہاں قیام کر سکتے ہیں؟“

شریف منازوف نے کہا۔ ”ہمارے پاس عوداک کا ذخیرہ کافی ہے۔ ہاں اگر ہمارے ریوڑوں کے لیے چارے کا انتظام ہوتا رہے تو جب تک آپ چاہیں ہم یہاں قیام کر سکتے ہیں۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ کے ریوڑوں کے لیے چارے کا انتظام کیا جائیگا۔“

ریوڑوں کو ہانپتے رہے، تو ایک روز یہ خوفی روسی تمہیں جانوروں کی طرح ہانکیں گے۔ ان زمینوں کو روندیں گے، ذروں کو پامال کریں اور تمہاری حالت شہر خاموشاں میں صوبہ اسرافیل کی صدا جیسی ہیناک و خوفزدہ کر دیں گے۔ پھر تمہاری کوئی جہت، کوئی سمت، کوئی منزل کوئی راہ گزرنہ رہے گی۔

سنو اسلام کے فرزندو! تم ملت کے ساحل بھی ہو، سفینے بھی۔ تم چاہو تو گرداب میں موجِ بلا بن کر نمودار ہو اور تاریخ کے عنوان کو بدل دو۔ تم چاہو تو کاهنوں کی مناجات، راجہوں کے نیاز، معبود مہیکل کے نعروں اور ربت خاندن کے ساز کی مکاری اور فریب کو اپنی ذات کی صلیب اور اپنے احساسات کی سولی نہ بننے دو۔

تم چاہو تو تاریکیوں کی کوکھ سے اُجالے نکال کر صبحِ آنا دہ کی رگ رگ میں غلامی کی زنجیروں کو پگھلا دو۔ تم چاہو تو شیخون انسانیت کے گاہ گاروں کو حدیثِ حشر و حساب کا شکار کر دو۔

تم چاہو تو اہرمنوں کے ہاتھوں سے مقدس صحیفے چھین کر اور اپنی جبین کے بل کو عزم میں ڈھال کر سنگ ریزوں کو لعلِ بدخشاں اور رات کو سورج سے بغل گیر کر دو۔

اگر اب بھی تم لوگ حرکت میں نہ آئے اور اپنی اجتماعی حالت سے ان سرزمینوں کے اندر بے خبر رہے تو پھر روسی بھیڑیے تمہاری لہو لہو زندگی کو تمہارے ہی ان برف نازوں کے اندر منجمد کر دیں گے۔ پھر روسیوں کی حالت فرعون کی سطوت، نمرود کے جلال اور تمہاری حالت ٹوٹ کر گر جانے والے خشک پتوں کی دبدبری جیسی ہوگی۔

اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ وقت کی ہمیت اور طوفانوں کی رگ و جانی بن جاؤ۔ کیا تم میرا ساتھ دیتے ہو۔ کیا تم لوگ خانہ بدوش زندگی

آپ کو ایک ماہ یہاں رکنا ہوگا۔ اس ایک ماہ میں آپ کے باشکیری قبائل میں سے پچیس ہزار جوانوں کو جنگی تربیت دوں گا۔ پھر ان میں سے بیس ہزار منزلتہ شہرہ اور دس ہزار مستقل طور پر میرے ساتھ قازان میں رہیں گے اور جہاں بھی جنگ وقت مجھے پکارا گیا میں ان دس ہزار سے ہی کام لوں گا۔ آپ کا بیٹا خانوف بھی دس ہزار میں میرے ساتھ رہے گا۔ یہ ایک طرح سے ان دس ہزار کا سالار ہوگا۔ منزلتہ شہر میں آپ کی حیثیت ہماری طرف سے ایک حاکم کی سی ہوگی جو کہ تربیت کے دوران میں دو مناسب جوانوں کا انتخاب کر کے منزلتہ میں رکھانے والے دس ہزار کے لشکر پر انہیں سالار اور نائب سالار مقرر کر دوں گا اور دونوں جوان مزید باشکیریوں کو جنگی تربیت دے کر منزلتہ شہر میں اپنے لشکر کی تہ میں اضافہ کرتے رہیں گے۔

خلیل شلبی کے خاموش ہونے پر خانوف نے کہا۔ ”میرے اور دس ہزار باشکیریوں کے لیے یہ ایک سعادت اور خوش بخشی کی علامت ہوگی کہ وہ براہِ راست آپ کے تحت کام کریں گے۔“

خلیل شلبی نے اس بار نامق سری کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”نامق! بھائی! ادفا شہر کا دفاع اس وقت کس کی ذمہ داری ہے اور وہاں کس قدر لشکر ہے؟“

نامق سری نے کہا۔ ”ادفا شہر کا دفاع ایک سرگرم تاتاری جوان فوزان ذمہ داری ہے۔ یہی جوان ادفا کا حاکم بھی ہے۔ ایک اور جوان کہ جس کا نام طوفان اس کا نائب ہے۔“

خلیل شلبی نے کہا ”فوزان کو یہاں طلب کرو۔ اسے کہو کہ اپنے ساتھ بارہ جوان لے کر آئے، وہ بھی اس جنگی تربیت میں شامل ہوں گے اور پھر ان پر جا کر اپنے لشکر کو تیار کریں گے۔ فوزان کی غیر موجودگی میں ادفا شہر کے دفاع ذمہ داری طوفان پر ہوگی۔ عنقریب میں خود بھی ادفا جا کر وہاں کے دفاع کا جاننا

اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ قازان سے ادفا اور منزلتہ تک پیغام رسانی کا کیا انتظام ہے۔ نامق نے کہا۔ ”ادفا اور منزلتہ کے درمیان ہر میل پر دریائے یورال کے کنارے کنارے برج نما فوجی چوکیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہر چوکی میں کم از کم دس سپاہی ہر وقت رہتے ہیں۔ ہر چوکی میں دو نقارچی بھی ہیں خطرے کے وقت وہ نقارے بجاتے ہیں۔ نقاروں کی یہ آواز جب دوسری چوکی والے سنتے ہیں تو وہ بھی نقارے بجانے لگتے ہیں۔ اس طرح چوکی بہ چوکی یہ آواز قازان شہر تک پہنچ جاتی ہے اور ہم سمجھ جاتے ہیں کہ کس طرف خطرہ ہے۔“

اس کے علاوہ ان چوکیوں کے تیز رفتار گھوڑوں کے ذریعے ادفا اور منزلتہ کے درمیان پیغام رسانی اور ڈاک کا بھی انتظام ہے۔

خلیل شلبی نے کہا۔ ”یہ بہت اچھا انتظام ہے۔ کیا قازان شہر میں داخل ہونے سے پہلے میں ایسی ایک فوجی چوکی دیکھ سکوں گا۔“

نامق نے کہا۔ ”ضرور، آپ میرے ساتھ آئیں۔“

نامق سری رکا پھر اس نے شریف منازوف اور شیخ شہاب الدین المرجانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور آج شام کا کھانا وہیں ہمارے ساتھ کھائیں۔“

شہاب الدین المرجانی نے کہا۔ ”میرے عزیز! میں تو صرف خلیل شلبی کو دیکھنے کے لیے یہاں رکا ہوا تھا اور قازان شہر سے نکل کر آج ہی شریف منازوف سے ملنے آیا تھا۔ میں ابھی آپ لوگوں سے رخصت ہوں گا اور دیا ئے یورال کے اس پار اپنا بیٹنی کام شروع گا۔“

پھر شیخ المرجانی نے نامق یا خلیل شلبی کے جواب کا انتظار کیے بغیر سب کے ساتھ مصافحہ کیا اور اپنے دس بارہ عقیدت مندوں کے ساتھ وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

نامق نے شریف منازوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”شیخ المرجانی تو چلے

ابھی وہ پہل سے تھوڑی دُور ہی تھے کہ پتھروں کی اوٹ سے تیروں کی ایک تیز
 بچھاڑ آئی اور خلیل شلبی کو چھید کر رکھ گئی۔ آٹھ دس تیر خلیل شلبی کے جسم میں پرویت
 برگئے تھے۔



گئے۔ آپ تو اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ ہمارے ساتھ چلیں اور شام کا کھانا ہمارے
 ساتھ کھائیں۔

شریف منازوف نے کہا۔ ”ہم ضرور چلیں گے۔“

نامق نے فوراً اپنے ایک محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”تم اپنے ساتھ
 والے مہانوں کے علاوہ محترم شریف منازوف اور ان کے بیٹے اور بیٹی کو ساتھ لے کر
 شہر جاؤ۔ میں آقا خلیل کو دریا کنارے کی ایک چوکی دکھا کر لاتا ہوں۔“
 اس موقع پر خانوف نے کہا۔ ”میں بھی آقا خلیل شلبی کے ساتھ جانا پسہ
 کروں گا۔“

خلیل شلبی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”ہاں، تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔“

نامق کا وہ محافظ شریف منازوف، سوسان، ادنیس، سائمن، نارسس اور
 مارگن کو لے کر شہر کی طرف چلا گیا تھا۔ جب کہ خلیل شلبی، اسمعیل بے، خانوف اور
 اور اس کے محافظ دریائے یورال کی طرف جا رہے تھے۔

دریائے یورال کے کنارے آکر خلیل شلبی نے ایک فوجی چوکی کا جائزہ لیا۔
 جس میں دس سپاہیوں کا قیام تھا جنہوں نے والمانہ انداز میں خلیل شلبی کا استقبال
 کیا تھا۔

خلیل شلبی نے دیکھا وہ بُرج نما چوکی تین چار کمروں پر مشتمل تھی۔ چوکی میں وہ
 نقارچی بھی تھے اور عمدہ گھوڑے بھی۔ گھوڑوں کو برف باری سے بچانے کے لیے
 چھوٹا سا ایک اصطبل بھی تھا۔

بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی وہ قلعہ نما چوکی دیکھ کر خلیل شلبی بچہ خوش ہوا
 پھر اس نے نامق سری سے کہا۔ ”میں وہ پہل دیکھنا بھی پسند کروں گا جو تازان شہر کے
 روس کے مقبوضہ علاقوں سے بلاتا ہے۔“

نامق سری خلیل شلبی کو لے کر دریائے یورال کے کنارے کنارے تازان شہر کا
 طرف روانہ ہو گیا۔



ما۔ خانوف، نامق سری اور محافظوں کے چہروں پر اب اطمینان تھا۔

اچانک خلیل شلبی لمحوں کے غبار کی طرح پھٹ پڑا اور وقت کو سزنگوں کر ڈینے والے انداز میں اس نے کہا۔ ”سنو! میرے ہمدرد! تیرا چلنے والے چار ہیں۔ پر یہ بن کون؟ کیا یہ مجھ سے چھٹکارہ چاہتے ہیں۔ اگر یہ دشمن کے آدمی ہیں تو کیوں کہ مجھ سے چھٹکارا پاسکیں گے۔ میرے رب نے مجھے مہلت دی تو میں ان سب کو سزنگوں کرنے کے بعد اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دوں گا۔“

پھر خلیل شلبی نے اپنا ہاتھ ایک طرف لہرتے ہوئے کہا۔ ”تیرا اس طرف سے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی تعداد چار ہے اور ابھی تک وہ یہیں کہیں دریا کے کنارے کسی چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹھے ہوں گے۔ اگر ان کے جسم کا خمیر ٹوا، پانی یا آگ سے نہیں اٹھایا گیا تو میں انہیں یہاں سے بھاگنے نہ دوں گا۔ میں ان سے یہ جانتا چاہوں گا کہ ان کا تعلق دشمنوں کے کس گروہ سے ہے۔“

تیروں کی سمت کا تعین کرتے ہوئے خلیل شلبی نے دریائے یورال کے کنارے اپنے گھوڑے کو ہمیز لگا کر ایک چٹان کی طرف دوڑا دیا تھا۔ بغتاً اس چٹان کی اوٹ سے چار مسلح جوان نکلے اور دریا میں کود گئے۔ خلیل شلبی فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے کودا، بھاگ کر وہ آگے بڑھا اور دریا کے اندر اس نے ایک لمبی پھلانگ لگا کر ان میں دو کے گریبان پکڑ کر انہیں اس طرح دبوچ لیا جیسے کسی لامتناہی پرواز رکھنے والے شاہین نے زخم خوردہ مولوں کو اپنے پنجوں میں جکڑ کر بے بس کر دیا ہو۔

اتنی دیر میں خانوف اور نامق سری بھی دریا میں کود کر باقی دو کو اپنی گرفت میں لے چکے تھے۔ چاروں کو دریا سے باہر نکالا گیا۔ پھر خلیل شلبی نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”تم لوگ بظاہر تو مسلمان لگتے ہو۔ پھر کیوں تم میری جان کے درپے ہوئے، کون لوگ ہو تم؟“

ان چاروں میں سے ایک نے کہا۔ ”اے خلیل شلبی! کاش ہم تمہیں قتل کرنے

خلیل شلبی کے جسم میں پیوست تیر دیکھ کر خانوف اور نامق سری بے چارے کا رنگ پیلا ہو گیا تھا اور اس کے محافظوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ تاہم اسٹیل بے اپنی جگہ پُرسکون تھا۔ اس کے چہرے پر زنداں کے سٹائے جیسا اطمینان اور پیڑوں کا رس پی کر جوان ہونے والی بیلوں جیسی تازگی اور سکون تھا۔ تاہم نامق سری اور اس کے محافظ حیرت زدہ تھے کہ خلیل شلبی کے جسم سے خون کا ایک قطرہ نہ نکلا تھا۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے گھوڑے پر بیٹھا خلیل شلبی حرکت میں آیا اور اپنے جسم میں پیوست تیر کھینچ کر اس نے نکال دیئے تھے۔

پھر کسی قدر مسکراتے ہوئے خلیل شلبی نے اپنی عبا ہٹاتے ہوئے پریشان حال نامق سری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے ہمدرد دیرینہ! پریشان نہ ہو۔ ان تیروں سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ دیکھو میں اپنی عبا کے نیچے زرہ پہنے ہوئے ہوں اور میری زرہ ایسی ہے کہ تیر اس میں اٹک تو سکتے ہیں لیکن اسے پھاڑ کر مجھے گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور سنو! میرے حملے کے نیچے میرا آہنی خود بھی میرے سر پر ہے۔“

خلیل شلبی نے جب اپنا عمامہ ہٹا کر دکھایا تو اس کے سر پر آہنی خود چمک رہا

میں کامیاب ہو جائے، ہم اپنی ناکامی پر پشیمان ہیں“

خدیجہ شلبی نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ”میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ لوگ کون ہو اور کس گروہ سے تمہارا تعلق ہے؟“

اس جوان نے کہا۔ ”ہم دریا میں اس نیت سے کودے تھے کہ اپنے آپ ختم کر لیں گے لیکن ہم ناکام رہے اور تم لوگوں نے ہم پر قابو پا لیا۔ اب چاہے تم لوگ ہماری چوڑی آٹا کر رکھ دو، ہم یہ نہیں بتائیں گے کہ ہم کون ہیں اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟“

خدیجہ شلبی نے قہر آلود آواز میں کہا۔ ”یہ تم لوگوں کی بھول ہے۔ میرا نام خدیجہ شلبی ہے۔ میں ایسی باتیں سننے کا علوی نہیں ہوں۔ سن رکھو میں وہ بد بلا ہوں جو کلک سے قلم، ضمیر سے حرف، جہد سے تمر و اور صدف صدف گہرے مذاق سے نکالنے کا فن جانتا ہوں۔ بخدا تم تو کیا تم لوگوں کے جسم کا ریزہ ریزہ اور کچر کچر بولے گی کہ تم کون ہو اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔“

قسم مجھے اپنے رب عظیم کی قسم لوگ خدیجہ شلبی کو ایسے راز اگلوانے میں مہذب کو نہ گھر کی طرح مشاق پاؤ گے۔ یاد رکھو اس وقت تم اکڑ رہے ہو۔ جب میں تم پر وارد ہوں گا تو اس وقت تمہارے جسم کا ہر بال مجھ سے رحم کی بھیک مانگے گا۔ پھر میں بے رحم ہو جاؤں گا۔“

فراز کہ خدیجہ شلبی نے پھر پوچھا۔ ”کیا تم لوگ بتلتے ہو یا میں اپنی ذات کو تم پر وارد کروں؟“

اس جوان نے پھر کہا۔ ”کچھ بھی کر لو۔ ہم اپنا تعلق ظاہر نہ کریں گے۔ چاہے ہمارا سر قلم کر دو۔ چاہے آگ میں ڈال کر بھون دو۔ پر ہماری زبان نہ کھلے گی۔“

خدیجہ شلبی کے چہرے پر ایک طنز یہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے نامق سری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میرے عزیز! ذرا اپنے محافظوں سے کہو کہ ان چاروں کو اپنے گھوڑوں پر بٹھا کر شہر لے چلیں۔ میں دریائے یورال کا پل بعد میں

کسی دن دیکھ لوں گا۔ پہلے میں قازان شہر کے کمینوں کے سامنے ان چاروں کو ایسا درس عبرت بناؤں گا کہ یہ چاروں سب کچھ اگلنے کے بعد مجھ سے رحم اور رہائی کی بھیک مانگیں گے لیکن یہ دیکھیں گے اس وقت میں ان کی بے بسی پر اپنی آنکھیں بند کر لوں گا اور ان کی فریاد کرتی آوازوں پر اپنے کانوں میں ڈاٹ چڑھا لوں گا۔“

نامق سری کے محافظوں نے ان چاروں حملہ آوروں کو اپنے ساتھ اپنے گھوڑوں پر بٹھا لیا تھا اور وہ قازان شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔



خدیجہ شلبی جس وقت خانوت، نامق سری، اس کے محافظوں اور چاروں حملہ آوروں کے ساتھ قازان شہر میں داخل ہونے لگا اس وقت شیخ شہاب الدین المرجانی اپنے حقیقت مندوں کے ساتھ شہر سے باہر نکل رہے تھے۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے خدیجہ نے بڑی ارادتمندی سے پوچھا۔ ”یا شیخ! آپ ابھی تک یہیں ہیں؟“

شیخ المرجانی نے کہا۔ ”میرے عزیز! تم جانتے ہو میں نامق سری کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہاں میرا سامان پڑا ہوا تھا جسے لے کر اب یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ پھر چانک شیخ المرجانی نے نامق سری کے محافظوں کی گرفت میں بیٹھے ان چاروں حملہ آوروں کی طرف تعجب و حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا ”یہ کون لوگ ہیں؟“

اس بار نامق سری نے بولتے ہوئے کہا۔ ”ان نامرادوں نے دریائے یورال کے

کھارے چٹانوں کے پیچھے چھپ کر امیر خدیجہ شلبی پر تیروں کی پوچھاڑ کر دی تھی۔ خدا کا صد شکر کہ امیر اپنی عبا کے پیچے زرہ پہنے ہوئے تھے اور محفوظ رہ گئے ورنہ انہوں نے امیر کی جان لینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ یہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں تو یہ ضد اور مہٹ دھرمی پر اتر آئے اور بتلنے سے صاف انکار کر دیا۔ اب امیر انہیں ساتھ لائے ہیں اور ان سے ان کا محل وقوع دریافت کریں گے۔“

شیخ المرجانی نے کہا۔ ”پھر تو میں بھی دیکھ کر جاؤں گا کہ ان سرزمینوں میں ہم مسلمانوں سے غداری کرنے والے ان لوگوں کا تعلق اس گروہ سے ہے وہ اپنے سارے

عقیدت مندوں کے ساتھ شیخ المرجانی بھی خلیل شبلی کے ساتھ ہو لیے تھے۔

شہر کے مغربی دروازے کے قریب ہی وہ ایک بہت بڑی اور قلعہ نما حویلی میں داخل ہوئے۔ نامق سری نے پرسکون انداز میں خلیل شبلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: اے امیر! آپ جانتے ہیں؟ میرا کوئی بھائی بھی نہیں۔ ماں میری پہلے ہی مر گئی تھی۔ اس حویلی میں میرا باپ اور میں دونوں ہی رہا کرتے تھے اور حویلی میں بڑی بے رونقی اور اُداسی رہتی تھی۔ یہ امر میرے لیے باعث خوشی اور اطمینان ہے کہ اب اس حویلی میں بہت سے لوگ رہیں گے اور یہاں رونقی اور گہاگہمی ہوگی۔

اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے شریف منا زون، سوسان، اونیس، سائمن، نارسس اور مارگن بھی نکل آئے تھے۔ شریف منا زون نے شیخ المرجانی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "آپ تو نصرت ہو گئے تھے پھر لوٹ آئے ہیں؟" خیریت تو ہے؟ شیخ المرجانی کے بجلے خانوں نے ان چاروں حملہ آوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ان چاروں نے دریائے یورال کے کنارے امیر خلیل شبلی پر تیروں کی بارش کر دی تھی۔ وہ تو خدا کا شکر کہ امیر اپنی عبا کے نیچے ذرہ پنہ ہوئے تھے۔ ورنہ یہ لوگ امیر کی جان لے لیتے۔ اب یہ جانیں رہے کہ یہ کون ہیں اور کس کے اشارے پر انہوں نے امیر کی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ شیخ المرجانی ان سے متعلق جاننے کے لیے لوٹ آئے ہیں۔"

اس اگلاٹ پر اونیس، سوسان، شریف منا زون، سائمن، نارسس اور مارگن سب پریشان ہو گئے تھے۔ سب نے خلیل شبلی کے گرد ایک حلقہ سا بنالیا۔ پھر شریف منا زون نے خلیل شبلی کے شلتے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شفقت سے پوچھا: "آپ ٹھیک تو ہیں۔ کہیں زخم تو نہیں آیا۔"

خلیل شبلی نے کہا: "آپ فکر مند نہ ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ نامق سری کے دو محافظ سارے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گئے۔ سب آکر دیوان خانے میں بیٹھ گئے اور ان چاروں حملہ آوروں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دیوان خانے سے باہر بٹھا

دیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے جانے والے بھی لوٹ آئے۔ پھر خلیل شبلی نے نامق سری کو مخاطب کر کے کہا: "نامق سری! اپنے محافظوں سے کہو۔ دیوان خانے سے باہر چو لہا رکھ کر کسی بڑے برتن میں پانی گرم کریں اور جب پانی کھولنے لگے تو مجھے اطلاع کریں۔"

نامق سری کے کہنے پر دو محافظ کچھ مٹی کا ایک چو لہا دیوان خانے سے باہر رکھ کر ایک بڑی کڑھالی میں پانی گرم کرنے لگے تھے۔

پھر نامق سری نے خلیل شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "یا امیر! میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس حویلی کا بڑا دیوان خانہ جس میں اس وقت ہم بیٹھے ہیں اور اس سے محققہ دونوں کمرے آپ کے استعمال میں رہیں گے۔ دائیں طرف کے دو کمرے اور چھوٹا دیوان خانہ خانوں کے لیے رہیں گے۔ کیوں کہ آپ اپنے ساتھ یہاں جو دس ہزار ہتھیاریوں کا لشکر رکھیں گے اس کے نائب سالار کی حیثیت سے خانوں کو یہاں رہنا ہوگا۔ بائیں طرف کے پانچ کمرے جن میں ایک دیوان خانہ بھی ہے محترم سائمن اور اس کے اہل خانہ کے لیے ہوں گے اور حویلی کے عقبی جانب جو کمرے ہیں وہ میرے استعمال میں آجائیں گے۔"

خلیل شبلی نے کہا: "نامق! میرے بھائی! مجھے تمہارا ہر فیصلہ منظور ہے۔ اتنے ہی ترتیب کے مطابق اپنے محافظوں کو سارے کمرے سجانے اور ان میں ندرت کا سامان لگانے کا حکم دے دیا تھا۔"

خلیل شبلی جب خاموش ہوا تو خانوں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "امیر! جو آپ ہتھیاریوں کو جنگی تربیت دیں گے۔ اس سے متعلق کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گے۔"

خلیل شبلی نے کہا: "یہ جنگی تربیت صرف ہتھیاریوں کے لیے نہیں بلکہ ان کے اہل و عیال اور وقت قازقان کا لشکر ہے اس میں نہ صرف اضافہ کیا جائے گا۔ بلکہ سبھی وہی تربیت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ افوا کے حاکم نوزان کو بھی دس بارہ

سائمن، مارگن، ادوین، سوسان اور نارسس بھی باہر آگئے تھے۔ شیخ المرجانی کے محافظ اور عقیدت مند بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔

جب محافظ مٹی کا ایک پیالہ لے آیا تو خلیل شلبی نے اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ مل کر ان چاروں کو فرش پر لٹا دو پھر تم میں سے ایک باری باری ان چاروں کا منہ کھولے اور دوسرا مٹی کے اس پیالے سے کھوتا ہوا پانی ان کے منہ میں ڈالے۔ پھر یہیں دیکھتا ہوں یہ کیسے اپنے سارے راز ہم پر نہیں اُگلتے۔"

وہ دونوں مل کر جب ان چاروں محافظوں کو فرش پر لٹانے لگے تو ان میں سے ایک چلا اٹھا: "اتنا بڑا ظلم نہ کرو۔ ہمارے منہ میں کھوتا ہوا پانی نہ ڈالو۔ یہ تو جہنم کے عذاب سے بھی بدتر ہوگا۔ میں تم لوگوں کو سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ ہم کرغیزی مسلمان ہیں اور بے مہمت کے آدمی ہیں۔ سلطان قانن سری کو ہم نے ہی قتل کیا تھا۔ اب ہمیں خلیل شلبی کو قتل کرنے کے لیے روانہ کر دیا گیا تھا لیکن ہم اپنے مقصد میں ناکام رہے ہیں۔"

خلیل شلبی نے ایک طنزیہ سی مسکراہٹ میں کہا: "میں نے دریا سے پورا لال کے کنارے ہی تم چاروں سے نہ کہا تھا کہ میں خلیل شلبی بڑے بڑے راز اگلاتا جاؤں گا۔ تم رکو، بے مہمت لاکھ ہم سے چھپتا پھرے عنقریب میں اسے بھی اپنا حریف بناؤں گا۔" اس موقع پر سائمن آگے بڑھا اور خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: "اے امیر! یہ بے مہمت کون ہے؟"

خلیل شلبی نے کہا: "یہ دریا سے پورا لال کے اس پار روسی مقبوضہ علاقے کا ایک کرغیزی مسلمان سردار ہے۔ روسیوں نے اسے لوبچ، لالچ اور دولت کی حرص دلا کر اپنے ساتھ بلا لیا ہے۔ اب وہ روسیوں کے لیے مسلمانوں کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اس نے اپنے قبیلے کے جوانوں کو ایجنٹ بنا کر ادھر ادھر بھیلارکھا تاکہ وہ روسیوں کے لیے کام کریں۔"

بے مہمت کا مدعا یہ ہے کہ دوسرے مقبوضہ علاقوں کی طرح داغستان اور تاتارستان

جوانوں کے ساتھ یہاں کیا ہے، وہ بھی اس تربیت میں شامل ہوں گے اور پھر واپس جاکر ان ہی خطوط پر اپنے لشکر کو تیار کریں گے۔"

سنو خانوں! میں لشکر کے عموماً تین حصے کر کے جنگ میں استعمال کر کے عادی ہوں۔ ایک قلب، دوسرا میمنہ اور تیسرا میسرہ، جنگ کے دوران میرے ہاتھ مختلف رنگ کی جھنڈیاں ہوا کریں گی۔ جن سے لشکر کے مختلف حصوں کو حرکت میں لانے کا کام لیا جائے گا۔

قلب کے لیے سرخ، میمنہ کے لیے سیاہ اور میسرہ کے لیے پیلی جھنڈی نشان لگا۔ لشکر کے جس حصے کی جھنڈی بھی میں اپنے سامنے بلند کروں گا اس کا مطلب یہ کہ اس حصے کو دشمن کی طرف پیش قدمی کر کے حملہ آور ہونا ہے۔ جھنڈی جب میری اپنی پشت پر بلند کروں گا تو اس میں لشکر کو دشمن کے سامنے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر پھر زوردار حملہ کرنا ہوگا اور جس لشکر کی جھنڈی میں اپنے پہلو میں بلند کروں گا اس کا واکاٹ کو دشمن کی پشت پر حملہ آور ہونا ہوگا۔"

اس کے علاوہ لشکر کے اندر نقارے ہوں گے۔ اگر ایک نقارہ بجے تو اسے لشکر کو آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور ہونا ہوگا اور اگر دو بجیں تو پیچا ہونا ہوگا۔ لشکر سفر کر رہا ہو تو ایک نقارہ بجے تو اسے رُک جانا ہوگا اور دو نقارے بجنے پر اسے سفر پر روانگی کا اشارہ ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اشارے ہوں گے جو میں تربیت کے دوران عملی طور پر بتاتا رہوں گا۔"

خانوف جواب میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ ایک محافظ اندر آیا اور خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: "اے امیر! پانی جو آپ نے گرم کرنے کو کہا تھا وہ کھولنے لگا ہے۔"

خلیل شلبی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس محافظ سے کہا: "ایک پیالہ لاؤ۔" وہ محافظ بھاگتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ خلیل شلبی دیوان خانے سے باہر آیا اس کے پیچھے شیخ المرجانی، شریف منازوف، اسمعیل بے، نامق سری، خانوف

پر بھی روس کا قبضہ ہو جائے۔

خلیل شبلی کے خاموش پر شیخ شہاب الدین المرجانی نے کہا: "خلیل شبلی! میری قوم کے فرزند! میں اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ دریائے یورال کے اس پار میں بھی بے محبت اور اس کے آدمیوں کے خلاف کام شروع کروں گا۔ اور اس سے متعلق تمہیں اطلاع کرتا رہوں گا۔"

شیخ المرجانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ باقی سب لوگ پھر دیوان خانے میں بیٹھ کر کھانا آنے تک آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔

خلیل شبلی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قازان میں مقیم شکر اور باشکیری جوانوں کو جنگی تربیت دینی شروع کر دی تھی۔

باشکیری جوانوں میں سے اس نے اپنے محافظ دستے کا بھی انتخاب کر لیا تھا اور یہ محافظ خلیل شبلی کے ساتھ سلطان قائم سری کی حویلی میں محافظوں کے لیے بنے کمروں میں اسی طرح رہنے لگے تھے جس طرح وہاں نامق سری کے محافظ رہتے تھے۔

ایک روز قازان شہر سے باہر کھلے میدان میں جہاں جنگی تربیت کا کام ہوتا تھا۔ خلیل شبلی، نامق سری خانوف کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ اس وقت تربیت کے دوران کھانے کا وقفہ تھا کہ دس بارہ سوار قازان شہر سے ان کی طرف آتے دکھائی دیے۔

جب وہ سوار نزدیک آئے تو نامق سری نے خلیل شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "یا امیر! یہ جو دس بارہ سوار آ رہے ہیں ان میں جو جوان سب سے آگے آگے ہے وہ ہمارے جنوبی شہر اوقا اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کا حاکم تاتاری جوان نوزان ہے۔" وہ سب سوار نزدیک آ کر اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔

خلیل شبلی نے دیکھا نوزان ایک خوب قد آور اور مضبوط جسم کا جوان تھا۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر جب وہ نزدیک آیا تو نامق سری نے خلیل شبلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نوزان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "نوزان! میرے بھائی! ان سے ملو

بے محبت ایک بہترین عالم ہے پر ایسا سانپ ہے جو نماز پڑھ کر ڈسٹا ہے وہ در سگاہوں کا ارسطو ہے پر فکر کا قاتل اور جذبات کا جلا دہے۔ وہ ایک ایسا فرس پش اژدہا ہے جو ہزاروں مصلوں پر لوٹتا ہے۔ وہ سینوں میں مکر و فریب اور ہونٹوں پر کلمہ ظلم ظرنی کا وظیفہ رکھتا ہے۔

وہ روس کی پشت پناہی پر زیر زمین رہ کر مسلمانوں کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اس خدشے کے تحت کہ کوئی مسلمان اسے قتل ہی نہ کر دے۔ عنقریب میں اس کے خلاف بھی حرکت میں آؤں گا۔"

سامن کو مطمئن کرنے کے بعد خلیل شبلی نے نامق سری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے میرے عزیز! یہ ملت کے بد قماش اور قوم کے غدار سلطان قائم سری کے قتل کا اعتراف کر چکے ہیں۔ ان چاروں کو قتل کرادو۔" نامق سری کے حکم پر اس کے محافظ ان چاروں کو قتل کرنے کے لیے اس قلعہ نما حویلی سے باہر لے گئے تھے۔

اس موقع پر نامق سری نے بولتے ہوئے خلیل شبلی سے کہا: "یا امیر! اگر آپ پسند کریں تو میں آج ہی ایسے جوانوں کا انتخاب کر دوں جو آپ کے محافظ دستے کے طور پر کام کریں گے۔ آج پہلے ہی دن آپ پر حملے نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ دریائے یورال کے اس پار بہت سی اسلام دشمن تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ وہ سب آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے حرکت میں آجائیں گی۔ میں نہیں چاہتا اپنے باپ کی طرح ہم آپ کا قتل سے بھی محروم ہو جائیں۔

خلیل شبلی نے کہا: "نامق سری! میرے عزیز! میں یہاں رہ کر ایک احتیاط یہ برتنوں کا کہ جب بھی اس حویلی سے باہر نکلا کروں گا اپنے چہرے پر خود کا نقاب گراؤں گا تاکہ کوئی میرے چہرے سے شناسا نہ ہونے پائے۔ دوسرے میں کل سے باشکیریوں اور قازان میں مقیم شکر کی تربیت شروع کر رہا ہوں۔ تربیت کے دوران ہی میں باشکیریوں میں سے اپنے لیے مناسب محافظ چن لوں گا۔"

۱۷ امیر! اب جب کہ جوانوں کی جنگی تربیت ختم ہو گئی ہے میرے قبیلے والوں

کے لیے کیا حکم ہے؟

خلیل شبلی نے کہا: ”آپ آج ہی یہاں سے منزلتہ شہر کی طرف کوچ کر جائیں دس ہزار تربیت یافتہ باشندگیوں کو میں نے علیحدہ کر دیا ہے۔ اب وہ میرے ساتھ کام کیا کریں گے اور خانوٹ ان کا نائب سالار ہوگا۔ آپ کے پاس باقی بیس ہزار تربیت یافتہ باشندگیوں کو جانچتے ہیں۔ ان کے ساتھ آپ آج منزلتہ شہر کی طرف چلے جائیں۔ آپ کی حیثیت وہاں ایک حاکم کی سی ہوگی۔ اور اس سلسلے میں آج ہی میری طرف سے دو سوار منزلتہ کے شہریوں کے نام یہ پیغام لے کر روانہ ہو جائیں گے۔ کہ آپ کو ان پر حاکم مقرر کیا جاتا ہے۔“

شریف منازوت نے کہا: ”میں اپنے قبائل کے ساتھ ابھی یہاں سے منزلتہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ کوچ سے قبل میں آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ سلطان قان سری نے میری بیٹی سوسان سے نامق سری کی نسبت طے کر رکھی تھی۔ شاید نامق سری نے اس سے پہلے یہ بات آپ سے نہ کہی ہو۔ اب کسی مناسب موقع پر ان دونوں کی شادی کرنا آپ کا فرض ہوگا۔“

خلیل شبلی کے چہرے پر خوشی کی دبی دبی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے کہا: ”آپ بے فکر رہیں۔ میں اپنے فرض کو خوب نبھاؤں گا۔ آپ ابھی منزلتہ کی طرف کوچ کر جائیں۔ دو ایک روز تک میں اپنے دس ہزار کے باشندگیوں کو شہر کے ساتھ منزلتہ کی طرف آؤں گا۔ یہاں قازقستان میں اپنے کام کی ابتدا میں خوشخوار بدھ کالک اور جنگاریوں پر حملے سے کرنا چاہتا ہوں کہ شمالی ساتیر یا میں انہوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میں ان پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ناقابلِ تخریر نہیں ہیں اور یہ کہ ان کی خوشخواری کا جواب ان سے بڑھ کر خوشخواری کے ساتھ دیا جاسکتا ہے۔“

شریف منازوت نے آگے بڑھ کر خلیل شبلی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: ”امیر! میں اپنے قبائل کے ساتھ اب یہاں سے رخصت ہوتا ہوں۔“

یہ امیر خلیل شبلی ہیں۔“

نوزان تیزی سے آگے بڑھا اور خوب جھک کر اس نے ایک عقیدت کے ساتھ خلیل شبلی سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ نامق سری اور خانوٹ سے مصافحہ کر رہا تھا اس کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے تینوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ اتنے میں تربیت کے اس میدان میں نقارے بجنے کی آوازیں بلند ہوئیں جو کھانے کے وقفے کے خاتمے کا اعلان تھا۔

خلیل شبلی نے نوزان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”نوزان! میرے عزیز! تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔ نامق سری تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ کھانے کا وقفہ ختم ہو گیا ہے اور اب میں جوانوں کی تربیت شروع کر دوں گا۔“

نوزان نے کہا: ”اے امیر! میں اور میرے ساتھی تازہ دم ہیں۔ ہم قازان شہر سے کھانا بھی کھا کر آرہے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ اس تربیت میں ابھی شامل ہوں گے نوزان کے اس فیصلے پر خلیل شبلی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ نوزان اور اس کے ساتھی تربیت میں شامل ہونے کے لیے اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔“

خلیل شبلی نے ایک ماہ اور کچھ دن تک قازان شہر سے باہر کھلے میدانوں میں لشکروں کی جنگی تربیت کا تکلیف دہ اور پُر مشقت سلسلہ جاری رکھا۔ جس روز یہ تربیت ختم ہوئی اس روز تربیت کے اس کھلے میدان میں تربیت حاصل کرنے والے جوانوں کے لیے ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا اور اس دعوت کے سارے اخراجات قازان کے شہریوں نے برداشت کیے تھے۔

دعوت کے بعد خلیل شبلی نے افلا کے حاکم نوزان کو اس کے ساتھیوں سمیت افلا کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ خانوٹ، نامق سری اور اسمعیل بے کے ساتھ انہیں الوداع کر کے دوبارہ اس جگہ آیا جہاں دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا تو خانوٹ کا باپ دوبارہ اس کا سردار شریف منازوت خلیل شبلی کے پاس آیا اور کہا۔

کی خدمت کر سکوں۔“

سامن نے ایک گہری نگاہ اپنی بیوی نارسس پر ڈالی پھر اس نے ادنیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے میری بیٹی! تو امیر خلیل شلبی سے رات دن میں جب چاہے مل سکتی ہے۔ تجھے اس کی بھی اجازت ہے کہ تو ان کے لیے کھانا تیار کرے کہ امیر خلیل شلبی ہمارے محسن اور ایک شریف و عظیم انسان ہے لیکن اے میری بیٹی! ان کے پاس جلتے ہوئے تو یہ بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ مارگن بچپن سے ہی تمہیں پسند کرتا ہے اور عنقریب ہم مارگن اور تمہاری منگنی کی باقاعدہ رسم ادا کرنے والے ہیں۔“

یہاں رہتے ہوئے یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھنا میری بیٹی! کہ یہاں قازان شہر میں ہمارا قیام مستقل نہیں بلکہ مختصر ہے اور یہ کہ جس کام کی غرض ہم قسطنطنیہ سے یہاں آئے ہیں اس کی تکمیل کے بعد ہم نے پھر قسطنطنیہ کی طرف لوٹ جاتا ہے۔“

حسین ادنیٰ نے اپنے باپ سامن کو کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی۔ پھر شاید کوئی اسخری فیصلہ کرنے کے بعد وہ واپس مڑ گئی۔

سامن اور نارسس کے کمرے سے نکل کر ادنیٰ تقریباً بھاگتی ہوئی ان کمروں کی طرف آئی جو خلیل شلبی کے لیے مخصوص تھے۔ اس نے دیکھا اس وقت خلیل شلبی اور اسماعیل بے دیوان خانے میں بیٹھے باہیں کمرہ رہتے تھے۔

دروازے کے قریب جا کر ادنیٰ جھکی، ہٹھکی بالآخر اس نے اپنی مہم سُر ملی اور بیٹھنے لگی اور میں خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے امیر! میں اندازاً آئی ہوں۔“ خلیل شلبی نے اپنی گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے ایک گہری نگاہ سے ادنیٰ کا جائزہ لیا پھر نرم لہجے میں اس نے کہا۔ ”اے بنت سامن! تم اس حویلی ہی کی ایک فرد ہو، تمہیں یہاں آنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ تم بلا جھجک جب چاہو آ سکتی ہو۔“

ادنیٰ کے چہرے پر کچھ رونق اور خوشی کی لہری نمودار ہوئی۔ اپنے لباس کو سنہالتی اور درست کرتی ہوئی وہ دیوان خانے میں داخل ہوئی اور خلیل شلبی کے سامنے والی نشست

خلیل شلبی کے بعد شریف منازوف جب دوسروں سے بھی مصافحہ کر چکا تو خلیل شلبی نے کہا۔ ”شریف منازوف! میرے بزرگ! پہلے میرا ارادہ تھا کہ منزلتہ پر آپ کو حاکم مقرر کروں گا اور وہاں پر تقسیم لشکر کی کمانداری کسی پر جوش جوان کے سپرد کروں گا لیکن جنگی تربیت کے دوران میں نے دیکھا۔ آپ باشکیری قبائل کے سردار کے علاوہ ایک عمدہ سپاہی بھی ہیں لہذا منزلتہ کے لشکر کی کمانداری بھی آپ ہی کے پاس ہوگی۔“

شریف منازوف نے ایک بار پھر خلیل شلبی کی طرف ممنون نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اوداعی مصافحہ کیا پھر وہ اپنے قبائل کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد باشکیری قبائل وہاں سے منزلتہ شہر کی طرف کوچ کر رہے تھے جب کہ خلیل شلبی، نامق سری اور خانوف کے علاوہ اپنے محافظ دستے کے ساتھ قازان شہر کی طرف جا رہا تھا۔

سامن اور نارسس اپنے کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ حسین ادنیٰ اندر آئی اور دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنی مہم سُر ملی آواز میں کہا۔ ”میں آپ سے ایک اجازت چاہتی ہوں۔“

سامن نے بڑے پیار سے کہا۔ ”تم کہو بیٹی! کیا کہنا چاہتی ہو۔ ویسے اگر تم کوئی کام کرنا چاہو تو ہم سے اجازت لیے بغیر کر سکتی ہو۔ ہمیں تم پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے میری بیٹی! تم جانتی ہو ہم نے کبھی تمہارے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کی۔“

حسین ادنیٰ نے اپنے خوب صورت سُرخ ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اس نے کہا۔ ”اے میرے باپ! آپ جانتے ہیں امیر خلیل شلبی میرے ہی نہیں آپ سب کے بھی محسن ہیں۔ میں دیکھتی ہوں امیر خلیل شلبی کے لیے ان کے محافظ ان کا کھانا تیار کرتے ہیں جو میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ میں چاہتی ہوں میں ان کے لیے خود کھانا تیار کر کے بھجوا کر دوں۔ مجھے اُمید ہے کہ میرے ماں باپ کو اس پر اعتراض نہ ہوگا کہ میں ایثاری

پر بیٹھ گئی پھر خلیل شبلی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنی پوری سٹھاس میں کہا۔

”اے امیر! میں آپ کے پاس ایک استدعا لے کر آئی ہوں۔ بلند میری گزارش نہ نہ کیجئے گا۔“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”تم بلا جھجک کو۔ اگر بات میرے بس کی ہوئی اور کوئی اور اس میں تدخّل کا حامل نہ ہوا تو میں ضرور مان جاؤں گا۔“

اونیس نے کہا۔ ”اے امیر! آپ کا کھانا آپ کے محافظ تیار کرتے ہیں جو میرے لیے تکلیف اور دھوکا امر ہے۔ اس لیے کہ آپ صرف قازقستان کے امیر ہی نہیں میرے محسن بھی ہیں۔ آج سے میں آپ اور اسماعیل بھائی دونوں کے لیے کھانا تیار کر کے لایا کروں گی۔ اسماعیل میرا بھائی ہے اور آپ میرے عظیم محسن اور میری قوم کے عزیز فرزند ہیں۔“

خلیل شبلی نے گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر اس نے کہا۔ ”اے بنتِ سائمن ایسا کیونکر کر سکتے ہیں تمہارے ماں باپ کیا سوچیں گے۔“

اونیس نے کہا۔ ”ان کی طرف سے آپ کوئی اندیشہ نہ کریں۔ ان سے اجازت لے کر میں آپ کی طرف آئی ہوں۔ ان کی اجازت ملنے کے باوجود اگر آپ نے انکار کر دیا تو میں مرد اپنی ہی نہیں اپنے ماں باپ کی نظروں میں بھی گر جاؤں گی۔“

خلیل شبلی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ”اے بنتِ سائمن! اگر تو اپنی خوشی کے لیے ایسا کرنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

اونیس کے ہونٹوں پر بے انت خوشیوں میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر اس نے اپنی ان خوشیوں کو ضبط کرتے ہوئے پھر خلیل شبلی سے کہا۔ ”اے امیر! امیر! انا اونیس ہے اگر آپ مجھے میرے نام سے پکارا کریں تو یہ میرے لیے سعادت و فخر کا باعث ہو گا۔“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”اے اونیس! تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔“ اونیس اٹھی اور بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ خلیل شبلی نے کہا۔ ”اسماعیل بے! محافظ کو تاکید کرو کہ اب وہ صرف اپنے لیے کھانا تیار کیا کریں، خانوف تو پہلے ہی نامتق ہوا۔“

کے ساتھ کھاتا ہے۔“

اسماعیل بے نے کہا۔ ”میں محافظوں کو سمجھا دوں گا۔ اے امیر! میں بھی کیسا خوش قسمت انسان ہوں، آپ جیسا ایک مخلص بھائی تو پہلے ہی تھا، اب مجھے اونیس جیسی ایک بہن بھی مل گئی ہے۔“

خلیل شبلی اسماعیل بے سے کچھ کہنے لگا تھا کہ اونیس کمرے میں داخل ہوئی وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھی۔ کھانے کے برتن اونیس نے ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے اور جب وہ جانے لگی تو خلیل شبلی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اونیس! اونیس! تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے ہماری خاطر کھانا تیار کرنے کی زحمت اٹھائی لیکن کل سے ہمارے لیے کھانا تیار نہ کرنا۔ اس لیے کہ میں اور اسماعیل بے رات کے پچھلے پہر اپنے شکر کے ساتھ یہاں سے منزلتہ شہر کی طرف کوچ کر جائیں۔ یہاں کتنے کے بعد میں وحشی بدھ قبائل کا ملک اور جنگاری پر اپنے حملے کی ابتداء کروں گا۔ ان سے ان ساری زیادتیوں اور مظالم کا حساب لوں گا جو وہ انتہائی خوشخواری سے مسلمانوں پر ڈھالتے رہے ہیں۔“

اونیس پریشان اور مغمو سی پٹی اور چونک کر خلیل شبلی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا ”آپ واپس کب لوٹیں گے؟“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”ایسی جنگوں میں کسی کی واپسی یقینی نہیں ہوتی، ہو سکتا ہے کہ میں چند ہی یوم تک لوٹ آؤں اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرا گھوڑا خالی پیٹھ قازان شہر میں داخل ہو۔“ اونیس نے بکھری بکھری آواز میں کہا۔ ”اے امیر! ایسی مایوسی کی باتیں تو نہیں کرتے۔ میرا خدا بڑا مہربان اور رحیم ہے، وہ آپ کو ہر میدان میں کامیاب و کامران رکھے گا۔ میرا دل کتا ہے مہربان قدرت قازقستان میں کسی عظیم مقصد کے لیے آپ جیسے مجاہد کا انتخاب کر چکا ہے۔ اے امیر! کیا میں خالی برتن لے جانے کے لیے یہاں بیٹھ جاؤں۔“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”نہیں، تم زحمت نہ کرو تم جا کر آرام کرو۔ اسماعیل بے خالی برتن پہنچا دے گا۔“ اونیس اٹھ کر چلی گئی۔ خلیل شبلی اور اسماعیل بے کھانا کھا رہے تھے۔

کھانا کھا چکنے کے بعد خلیل شبلی نے کہا۔ ”اسماعیل بے! پہلے کھانے کے برتن پہنچاؤ۔“

بڑھنے لگے۔ راتے میں انہوں نے دیکھا۔ سامن، مارگن، اونیس اور نارسس ان کی طرف آ رہے تھے۔ نزدیک آ کر سامن نے کہا: "اے امیر! اونیس نے مجھے ابھی بتایا ہے کہ آپ شمالی سائیر یا کی طرف کوچ کرنے کے لیے ابھی ابھی روانہ ہو رہے ہیں۔"

خیل شلبی نے کہا: "اصطبل کی طرف جاتے ہوئے میں آپ کی طرف ہی آنے والا تھا۔ میں شمالی سائیر یا کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ سامن، مارگن، اونیس اور نارسس چپ چاپ خیل شلبی کے ساتھ ہو لیے۔ سب اصطبل میں آئے، اتنی دیر تک خانوٹ بھی وہاں پہنچ گیا۔ وہاں خیل شلبی کا محافظ دستہ بھی تیار کھڑا تھا۔ خیل شلبی نے اپنا سارا سامان اپنے گھوڑے کی خرچینوں میں ڈال دیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ خانوٹ، اسمعیل بے اور خیل شلبی کے محافظ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے پھر وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔ اونیس بے چاری کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے اس کے ہاتھ میں کسی نے انتہائی قیمتی شے دے کر چھین لی ہو۔ وہ اداس، پریشان اور بکھری بکھری سی ہو گئی تھی۔

خیل شلبی نے رات کا ایک حصہ قازان شہر سے باہر اپنے دس ہزار کے باشندگی لشکر میں گزارا اور اسی رات کے پچھلے پہر وہ وحشی بگھ قبائل پر ضرب لگانے کے لیے وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ اس کوچ کی اطلاع منزلتہ میں شریف منازوٹ کو پہلے ہی کر دی گئی تھی۔



پھر نامق اور خانوٹ کو بلا لاؤ۔ میں ان دونوں کو یہاں سے کوچ کی اطلاع کر چکا ہوں۔ رات کا یہ حصہ ہم شہر سے باہر اپنے لشکر میں ہی گزاریں گے اور پچھلے پہر وہیں سے کوچ کر جائیں گے۔ اسمعیل بے برتن اٹھا کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ نامق سری اور خانوٹ کو لے آیا۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئے تو خیل شلبی نے خانوٹ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "خانوٹ! خانوٹ! کیا تم کوچ کے لیے تیار ہو۔"

خانوٹ نے کہا: "اے امیر! جب آپ پہلے ہی بنا چکے ہیں کہ آج رات ہم شہر سے باہر اپنے لشکر میں گزاریں گے اور وہیں سے کوچ کر جائیں گے تو پھر میں کیوں نہ ابھی تک تیار ہوتا۔ آپ کا محافظ دستہ ہم سب کے گھوڑوں پر زمینیں ڈال کر کوچ کے لیے تیار ہے۔ میں ایک بار جا کر انہیں دیکھ چکا ہوں۔"

خیل شلبی نے اس بار نامق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "نامق سری! تم جانتے ہو میں آج رات پچھلے پہر اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ میری غیر حاضری میں اگر یہاں کے حالات خراب ہوں اور مدد یا ان کی سرگرم تحریکیں حملہ آور ہوں تو اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود رکھنا۔ میں واپس آ کر ان سے نمٹ لوں گا۔"

نامق سری نے بڑی اداوندی سے کہا: "آپ بے فکر رہیں، یہاں کا ہر کام آپ کا خواہش کے مطابق ہو گا۔"

خیل شلبی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: "میں پھر کوچ کر رہا ہوں۔" پھر خیل شلبی نے تلوار اور خنجر کی بیٹی اور زہرہ اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھی۔ تیروں سے بھرا حشر اور کماناں دوسرے کندھے پر لٹکالی۔ خود اور ڈھال اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور خانوٹ سے کہا: "تم بھی اپنا سامان لو اور کوچ کر رہیں۔"

اسمعیل بے نے بھی اپنا سامان اٹھا لیا تھا۔ خانوٹ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دیوان خانے سے باہر نکل گیا تھا۔

خیل شلبی، نامق سری اور اسمعیل بے بھی دیوان خانے سے باہر آئے اور اصطبل کی

بدھ قبائل کے خوف سے لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ میں نے سب باتسکری
خانہ بدوشوں کو شہر کے اندر آباد کر دیا ہے۔ شہر کے اندر ابھی کافی وسیع میدان ہیں وہاں
میں نے کئی مکانات کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ کیونکہ جو لوگ کالک اور جنگاری قبائل
کے خوف سے بھاگ گئے تھے وہ اب واپس آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اب میں انہیں نئے
مکانوں میں آباد کرنے کا سلسلہ شروع کر دوں گا۔ آپ کے لشکر کے لیے شہر کے اندر
ایک وسیع میدان میں خمیے نصب کر دیے گئے ہیں۔“

شریف منازوت چند ثانیوں کے توقف کے بعد پھر کہہ رہا تھا۔ ”منزلتہ شہر سے چلے
جانے والے لوگ اب بڑی تیزی سے واپس آنے لگے ہیں۔ ان کی واپسی کی سب سے بڑی وجہ
آپ کو قازقستان کا حاکم مقرر کیا جانا ہے۔ وہ آپ کی ذات اور آپ کے کاناموں سے
نوب واقف ہیں اور وہ پُر امید ہیں کہ آپ انہیں کالک اور جنگاری قبائل کی درندگی اور
خونخواری سے بچالیں گے۔ اے امیر! اہل منزلتہ آپ کو دیکھنے اور آپ کا استقبال کرنے
کے لیے بے چین ہیں۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”شریف منازوت! میں کچھ کرنے کے بعد منزلتہ کے شہریوں
کے سامنے آؤں گا۔ فی الوقت میں شہر میں داخل نہ ہوں گا۔ آپ کے پاس جو بیس ہزار
تریت یافتہ لشکر ہے اس میں سے دس ہزار ہمیں دے دیں اور دس ہزار شہر کے دفاع
کے لیے اپنے پاس رکھیں۔ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کالک اور جنگاری قبائل کی
طرف روانہ ہو رہا ہوں۔ میرا لشکر بالکل تازہ دم ہے۔ یہاں سے پانچ میل پیچھے میرا لشکر
سستان کے علاوہ کھانا بھی کھا چکا ہے۔ میں یہیں رُک کر آپ کا انتظار کرتا ہوں۔
آپ جائیں اور دس ہزار جوانوں کے ایک لشکر کو لے آئیں۔“

شریف منازوت کچھ کہنے بغیر اپنی بیٹی موسان اور عائدین شہر کے ساتھ لوٹ گیا۔
تھوڑی دیر بعد وہ دس ہزار سواروں کو اپنے ساتھ لے آیا اور خیل شلبی وہاں سے
کوٹھ کر گیا تھا۔



سورج غروب ہو رہا تھا۔ فرقوں کا سیاہ اندھیرا بے کراں سوچوں کے لمحوں کی
طرح زمین پر اپنے نزول کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔ دن بھر کی بے خواب وادیاں شفق کے
زنگوں میں نہانے لگی تھیں۔ سائے آنکھوں کے روزنوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے
ہوئے کرن کرن خوشبو کی طرح ختم ہو گئے تھے۔ خمیم کی طرح شبنم سے دھلے آسمان کے
حاشیوں پر محمود چشمے نوار اور وقت کے سیلاب کی طرح دھند بکھرنے لگی تھی۔ ایسے میں
ایک روز خیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ ساہیو کے انتہائی شمالی شہر منزلتہ جا پہنچا تھا۔
خیل شلبی نے ابھی اپنے لشکر کو شہر سے باہر روکا ہی تھا کہ منزلتہ شہر کا حاکم شریف
منازوت اپنے گھوڑے پر سوار خیل شلبی کے استقبال کے لیے شہر سے نکلا اس کے ساتھ
اس کی بیٹی موسان اور عائدین شہر بھی تھے۔

خیل شلبی کے لشکر میں داخل ہو کر شریف منازوت بڑے پُر تپاک انداز میں اس
سے ملا اور عائدین شہر کا اس سے تعارف کرایا۔ خانوت نے پر شفقت انداز میں موسان
کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر شریف منازوت نے خیل شلبی سے کہا۔

”اے امیر! میں جب یہاں منزلتہ شہر میں پہنچا تو شہر کا زیادہ حصہ خالی تھا۔ خونخواری

ہے بڑی تیزی کے ساتھ ادھر کا رخ کر رہا ہے۔

خیل شبلی نے فوراً اپنے پہلو میں کھڑے خانوف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "خانوف! خانوف! غنیمت کے اس مال اور بار برداری کے ان جانوروں کی حفاظت کے لیے دو ہزار تیر انداز یہاں بٹھا دو اور انہیں سمجھا دو کہ جب کوئی ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو خطرے کی صورت میں وہ پتھروں کے پیچھے چھپ کر اور منظم رہ کر دشمن پر تیر اندازی کریں اور غنیمت کے مال اور جانوروں کی حفاظت کریں۔"

خانوف فوراً حرکت میں آیا اور دو ہزار تیر انداز وہاں پتھروں کے پیچھے گھات میں اس نے بٹھا دیے تھے۔ پھر عمیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ اس وادی سے اس سمت کوچ کر گیا تھا جس طرف سے کالمکوں کا باقاعدہ لشکر آ رہا تھا۔

ایک ایسی جگہ جہاں گزرنے کی جگہ کسی قدر تنگ اور مٹی ہوئی تھی اور راستے کے دونوں جانب بلند پہاڑ تھے۔ خیل نے نفاذہ بجا کر اپنے لشکر کو روک دیا پھر اپنے گھوڑے پر بیٹھ ہی بیٹھے اس نے خانوف سے کہا۔

"خانوف! میرے عزیز! میرے بھائی! منزلتہ سے جو ہم دس ہزار کا لشکر لے کر آئے تھے۔ ان میں سے دو ہزار تو اس وادی میں مال غنیمت اور بار برداری کے جانوروں کی حفاظت پر مقرر کیے جا چکے ہیں، باقی آٹھ ہزار بچتے ہیں۔ ان آٹھ ہزار کو لے کر خانوف! ہم یہیں ٹک جاؤ اور اس لشکر کو آدھا آدھا کر کے اس راستے کے دونوں جانب کوہستانوں پر پھیلا دو اور لشکریوں کو تاکید کر دو کہ اوپر جا کر پتھروں کے ڈھیر اپنے پاس جمع کر لیں۔"

میں یہاں سے آگے کی سمت پیش قدمی کرتا ہوں۔ سنو کالمکوں کا لشکر بھی اسی طرف آ رہا ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے جب میں کالمکوں کے لشکر کو دیکھوں گا تو میں اپنے لشکر کو پسائی کا حکم دے دوں گا۔ ہمیں پسپا ہوتے دیکھ کر کالمک یہی اندازہ لگائیں گے کہ ہم ان سے خوفزدہ ہو کر بھاگے ہیں۔ لہذا قدرتی بات ہے کہ وہ ہمارا تعاقب کریں گے۔ میں انہیں اپنے پیچھے پیچھے لگا کر اس طرف لاؤں گا۔ جب کالمکوں کا لشکر عین تمہارے سامنے آئے تو تم ان کے پچھلے حصے پر کوہستان کے اوپر سے ان پر سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دینا اور ان

منزلتہ شمر کے شمال میں جہاں دریائے یورال ایک وسیع وادی کے اندر کئی حصوں میں تقسیم ہو جانے اور خوب چوڑا ہو جانے کے باعث قابل عبور ہو گیا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے کی گری تاریکی میں خیل شبلی نے اپنے لشکر کے ساتھ سنگلاخ اور دشوار گزار کوہستان یورال کو اپنی دتعل سے عبور کیا جن سے نکل کر بدھ کا ملک اور جنگاری قبائل مسلمانوں کے علاقوں میں تاخت و تاراج کرتے تھے۔

آدھی رات سے کچھ پہلے خیل شبلی پہلے کا ملک قبائل کے علاقوں میں سگتے پانا کے دھارے اور تشنگی کے اُبلتے سمندر کی طرح داخل ہوا۔ اپنے کام کی ابتداء کرنے پہلے اس نے کالمک اور جنگاری قبائل کے باقاعدہ لشکروں پر نگاہ رکھنے کے لیے اپنے جاسوس پھیلا دیے تھے۔ پھر وہ بے انت صحرائیں اُڑتے پیاسے طائروں اور اسیب عفریت کی طرح رات کی سرد تاریکی میں دور دور تک بکھری ہوئی کالمک قبائل کی بستیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس طرح کالمک قبائل کوہستان یورال کے دروں سے ہو کر مسلمانوں کے قتل عام کا بازار گرم کرتے تھے۔ اسی طرح خیل شبلی بھی کالمک قبائل کی بستیوں پر حملہ آور ہوا جو بھی مسلح ہو کر اس کے سامنے آیا اس نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاہم عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر اس نے ہاتھ نہ اٹھایا تھا۔ حالانکہ کالمک قبائل مسلمانوں کا قتل عام کرتے وقت بوڑھوں، بچوں، جوانوں اور مرد عورتوں کی تمیز بھول جایا کرتے تھے۔

صبح تک خیل شبلی کالمک قبائل کی بستیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے مسلح جوانوں کا قتل عام کرتا اور ان گنت مال غنیمت جمع کرنا رہا۔ جس وقت سورج مشرق سے طلوع ہو رہا تھا اس نے اپنے لشکر کو سمیٹا اور سا غنیمت کا مال دشمن ہی کے مال بردار جانوروں پر لا کر وہ بلند کوہستانوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں داخل ہوا۔ وہاں جانوروں سے مال غنیمت اتار دیا گیا اور جانوروں کو پتھروں کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

خیل شبلی اس کام سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ اس کا ایک جاسوس اپنا گھوٹا دوڑاتا ہوا لوٹا اور کہا۔ "اے امیر! کالمکوں کا ایک باقاعدہ لشکر جس کی تعداد ہم سے زیادہ

کے اگلے حصے پر میں فوراً پلٹ کر حملہ کر دوں گا۔

نور اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے واپس جا رہا تھا۔

کالمکوں نے بھی خلیل شبلی کو اپنی طرف آتے اور پھر پاپا ہوتے دیکھ لیا تھا۔ لہذا خلیل شبلی کا تعاقب اور اس پر گرفت کرنے کے لیے انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔

کالمک اپنی جگہ خوش تھے کہ دشمن ہمارے پیچھے چڑھ گئے ہیں اور اب پاپا ہو کر بھاگنا چاہتے ہیں اور انہوں نے عزم کر لیا تھا کہ وہ انہیں بھاگنے نہ دیں گے۔ دوسری طرف باشکیری اپنی جگہ مطمئن اور پرسکون تھے کہ ان کا سالار خلیل شبلی دشمن کو اپنے پیچھے پیچھے موت کے اندھے کوئیں کی طرف لارہا تھا۔

کالمکوں کو اپنے پیچھے پیچھے خلیل اسی تنگ راستے پر لے آیا جس کے دونوں جانب خانوف نے بھروسے کے ڈھیر کے پاس اپنے لشکریوں کو گھات میں پھیلارکھا تھا۔ اچانک کوہستانوں کے اوپر سے نقارہ بجنے کی آواز سنائی دی۔

اسی لمحے خلیل شبلی نے جو اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے تھا۔ اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور اس نعرے کے جواب میں اس کے لشکری بھی اللہ اکبر پکارتے ہوئے آرزوؤں کے سنہرے موسمِ نجمِ روشن کی شعاہوں، بے کراں موجوں کے لمحوں اور بہتے دریا کی نقرئی آوازوں کی طرف پلٹ پڑا۔ اب خلیل شبلی آگے آگے اور اس کے لشکری اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

پھر خلیل شبلی کالمکوں پر حملہ آور ہوا۔ وہ شعلہ زاروں میں گھلتی برف اور صیغے و صیغیگتی چاندنی کی طرح حملہ آور ہو کر دشمن کے اندر گھسنے لگا تھا۔ اس کے خونخاک حملوں میں اک حرفِ کشتائی اک لطیف و لربائی، اک لاشعوری ہیئت اور اک خوابناک کیفیت تھی۔ وہ سنسنلتے تازیانوں اور موت کے گولوں کی طرح کالمکوں پر حملہ آور ہو کر ان پر غنابوں کے سیلے۔ فرقت کی اپسراہیں بلائے مسموم و سرسبز، وکھکی تیج بستہ ہوا ہیں، دیران وادیوں کے خواب اور موت کے مجبور روتے لمحے طاری کرتے لگا تھا۔ وہ اپنے باشکیری لشکر کے ساتھ آسید زدہ اشجار اور چھاؤں کو ترستے دشت کی طرح کالمکوں کی رعوں اور جسموں کو دھیرنے لگا تھا۔

کالمک جو اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر جانتے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ خلیل شبلی کے حملوں میں زخمیوں کی جھنکار جیسی سختی، صبح کا ذب کے وقت اپنے رب کے حضور سرسجدہ ہونے

سنگ باری شروع کرتے وقت نقارہ بجوا دینا تاکہ اسی وقت میں بھی پلٹ کر حملہ کر دے۔ کالمکوں کو پیچھے دھکیلتا رہوں گا اور تم ان پر بھراؤ تیر برس سنے کا عمل جاری رکھنا۔ اس طرح کھلی وادی میں داخل ہونے والے اس تنگ راستے میں ہم خوشخوار کالمکوں کے لشکر کا قبرستان بنادیں گے اس کے بعد جنگاری قبائل کی باری آئے گی۔

خانوف نے خلیل شبلی کی طرف توصیفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا: اے امیر! جس لشکر کے آپ سپہ سالار ہیں وہ خوش قسمت ترین لشکر ہے۔ کالمک قبائل کے باقاعدہ لشکر سے نمٹنے کے لیے جو تدبیر آپ نے بنائی ہے اس سے یقینی طور پر کالمکوں کا لشکر مہل طور پر تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

اے امیر! ایسا لگتا ہے گویا قدرت ہم پر مہربان ہو اور اس نے آپ کی صورت میں ہمیں دشمن سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا قرض وصول کرنے کی استطاعت عطا کر دی ہو۔ اے امیر! کاش! میں بہت پہلے آپ کے زیر سایہ کام کرنا شروع کر چکا ہوتا۔

خلیل شبلی نے کہا: "خانوف! خانوف! تم ایک عمدہ ساتھی اور وفادار بھائی ہو۔ میں نے گزشتہ شب کالمکوں کی بستیوں پر شبِ خون کے دوران تمہاری کارکردگی کو سراہا ہے۔ تمہارے حملوں میں آبی بیل کے سکون ریزہ برگ جیسا اطمینان تھا۔ میرا رب تمہیں وطن و مذہب کی ادا بہتر خدمت کرنے کی توفیق عطا کرے گا۔ اب تم اپنے لشکر کو اس راستے کے دونوں جانب کوہستانوں کے اوپر پھیلادو اور میں آگے بڑھتا ہوں۔"

خانوف فوراً حرکت میں آیا اور اپنے حصے کے لشکر کو وہ کوہستانوں کے اوپر پھیلانے لگا تھا۔ جب کہ خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ پانچ میل تک آگے بڑھا تھا کہ اسے سانس کی طرف سے کالمکوں کا لشکر آتا دکھائی دیا۔ ان کے آگے آگے ان کا سالار تھا۔ خلیل شبلی نے اندازہ لگایا کہ اس لشکر کی تعداد اس کے اپنے لشکر سے کسی طور بھی تین گنا سے کم نہ ہوگی۔ خلیل شبلی نے فوراً جھنڈی کا اشارہ دے کر پانی کا حکم دے دیا تھا۔ اب خلیل شبلی کا لشکر آگے آگے اور

والوں کے چہروں کی سی تازگی، دستِ کوزہ گر کی سی مشاقی، اندھے سراپوں جیسی لاناہتمائی اور سمندر کے خونخوار جسٹ جیسی کڑی صاف تھی۔

اس نے اپنے پہلے ہی حملے میں کالمکوں کے اگلے لشکروں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ بھڑے برفانی پرندوں کی غیر فانی پروازوں کی طرح حملہ آور ہو کر سسکیوں، آہوں اور چیخوں کا ایک حشر برپا کر کے اس وادی کے ہر پتھر کو لوہاں کرتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف خانوف نے کالمکوں کے پچھلے حصے پر جب دونوں جانب کے ہتھیاروں کے اُدھر سے تیر اندازی اور سنگ ریزی شروع کرائی تو اس وادی میں کالمکوں کے خون کے بھرنے بہ نکلے اور وہ فراق رت کی پُراہم ہواؤں اور موت کی اذیت اور خوفناکی کا شکار ہو گئے تھے۔

کالمکوں نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی کہ اس تنگ راستے کے عذاب سے جان چھڑائیں۔ ایسا کرنے کے لیے جب وہ پسپا ہونے کی کوشش کرتے تو کوہستانوں کے اوپر خانوف کی رہبری میں کام کرنے والے باشکیری اپنے پتھروں اور تیروں سے اُن کے جسموں کو پھلنی کر کے رکھ دیتے تھے۔

پسپائی سے مایوس ہو کر جب وہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تو ان کے سامنے آگ برساتے خوفناک اژدہا کی صورت میں خلیل شہبی تھا۔ جس کے حملوں میں اُمیدوں کی شبنم اور گلاب و ملاپ رت جیسی تازگی تھی اور وہ کالمکوں کو دھکے پاتاں، تنک و صند کے موٹے بھنور میں ڈبوتا ہوا امریل کی طرح پھیلتا جا رہا تھا۔ سامنے کی طرف سے خلیل شہبی بار بار کالمکوں کی تعداد تیزی سے کم کرتا ہوا پیچھے دھکیلتا رہا اور پشت پر خانوف ان پر پتھر اور تیر برسا کر ان پر موت طاری کرتا رہا۔ دو طرفہ موت طاری کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ خلیل شہبی اور خانوف نے سارے کالمکوں کو وہاں موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا۔

کالمکوں سے اچھی طرح نمٹنے کے بعد خلیل شہبی نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر پیش قدمی کی اور آگے بڑھ کر وہ جنگاری قبائل کی بستیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ کالمکوں کی طرح ان نے جنگاری قبائل کی بستیوں کو دودھ دُور تک دھندا اور ڈھیروں مالی غنیمت اور جانور اس

والوں کے چہروں کی سی تازگی، دستِ کوزہ گر کی سی مشاقی، اندھے سراپوں جیسی لاناہتمائی اور سمندر کے خونخوار جسٹ جیسی کڑی صاف تھی۔

اس نے اپنے پہلے ہی حملے میں کالمکوں کے اگلے لشکروں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ بھڑے برفانی پرندوں کی غیر فانی پروازوں کی طرح حملہ آور ہو کر سسکیوں، آہوں اور چیخوں کا ایک حشر برپا کر کے اس وادی کے ہر پتھر کو لوہاں کرتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف خانوف نے کالمکوں کے پچھلے حصے پر جب دونوں جانب کے ہتھیاروں کے اُدھر سے تیر اندازی اور سنگ ریزی شروع کرائی تو اس وادی میں کالمکوں کے خون کے بھرنے بہ نکلے اور وہ فراق رت کی پُراہم ہواؤں اور موت کی اذیت اور خوفناکی کا شکار ہو گئے تھے۔

نمٹنے کے دوران کالمک ہمارے لیے ایک آفت اور مصیبت ثابت نہ ہوں گے۔
خلیل شلبی نے کہا۔ "ایسا نہیں ہوگا خانوف! تمہاری سوچیں ایک طرف ہیں۔ کالمک
کو اس طرف آنے کے لیے جہاں ہم جنگاریوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں گے، اپنے الٹ
کی لاشوں پر سے گزرنے پڑے گا جسے ہم پہلے ہی تہ تیغ کر چکے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو؟
نور! کسی جذبے، کسی رعبِ عمل کا اظہار کیے بغیر اپنے لشکریوں کی لاشوں سے گزر کر ہمارے
سرخ کر لیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ ضرور اپنے ساتھیوں کی لاشیں ہٹا کر پہلے راز
صاف کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو کم از کم وہ وہاں کچھ دیر تک کراپنے نقصا
کا اندازہ ضرور لگائیں گے۔ اور اتنی دیر تک ہم جنگاریوں کو اپنے آگے آگے بھگاتے ہوئے
ان کے سروں پر جا پہنچیں گے اور جنگاریوں کے ساتھ ساتھ ان کے قدم بھی اکھاڑا
دیں گے۔"

خانوف ایک عقیدت اور تحمیں آمیز لنگاہوں سے خلیل شلبی کو صرف دیکھتا
گیا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہ نہ سکا تھا۔
خلیل شلبی نے کہا۔ "آؤ اب آگے کی سمت کوچ کر کے دشمن پر ثابت کیا
کہ ہم گزشتہ گزشتہ شب و روز کی اذیت اور تاریخ کے خونی اوراق کا حساب چکا
کافن خوب جانتے ہیں۔"

خانوف نے اثبات میں گردن جھکا دی۔ پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر کوہستان
اوپر ہی اوپر جنوب مغرب کی طرف بڑھ رہے تھے۔
دو میل تک جنوب مغرب کی طرف بڑھنے کے بعد خلیل شلبی نے لشکر کو روک
خانوف کو اس نے آٹھ ہزار لشکریوں کے ساتھ کوہستان کے اوپر ہی متعین کر دیا
نمود وہ اپنے دس ہزار کے لشکر کو لے کر کوہستانوں سے اتر گیا تھا۔ ایک مختصر ترین
کاٹنے کے بعد خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ اس دڑے کے کنارے گھات میں
گیا تھا جس میں جنگاری قبائل کے شکر نے داخل ہو کر آگے بڑھنا تھا۔ گھات میں بیٹھے
شلبی کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ جنوب مغرب کی وسیع وادی کے اندر جنگاریوں

نمٹنے کے دوران کالمک ہمارے لیے ایک آفت اور مصیبت ثابت نہ ہوں گے۔
خلیل شلبی نے کہا۔ "ایسا نہیں ہوگا خانوف! تمہاری سوچیں ایک طرف ہیں۔ کالمک
کو اس طرف آنے کے لیے جہاں ہم جنگاریوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں گے، اپنے الٹ
کی لاشوں پر سے گزرنے پڑے گا جسے ہم پہلے ہی تہ تیغ کر چکے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو؟
نور! کسی جذبے، کسی رعبِ عمل کا اظہار کیے بغیر اپنے لشکریوں کی لاشوں سے گزر کر ہمارے
سرخ کر لیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ ضرور اپنے ساتھیوں کی لاشیں ہٹا کر پہلے راز
صاف کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو کم از کم وہ وہاں کچھ دیر تک کراپنے نقصا
کا اندازہ ضرور لگائیں گے۔ اور اتنی دیر تک ہم جنگاریوں کو اپنے آگے آگے بھگاتے ہوئے
ان کے سروں پر جا پہنچیں گے اور جنگاریوں کے ساتھ ساتھ ان کے قدم بھی اکھاڑا
دیں گے۔"

خانوف ایک عقیدت اور تحمیں آمیز لنگاہوں سے خلیل شلبی کو صرف دیکھتا
گیا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہ نہ سکا تھا۔
خلیل شلبی نے کہا۔ "آؤ اب آگے کی سمت کوچ کر کے دشمن پر ثابت کیا
کہ ہم گزشتہ گزشتہ شب و روز کی اذیت اور تاریخ کے خونی اوراق کا حساب چکا
کافن خوب جانتے ہیں۔"

خانوف نے اثبات میں گردن جھکا دی۔ پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر کوہستان
اوپر ہی اوپر جنوب مغرب کی طرف بڑھ رہے تھے۔
دو میل تک جنوب مغرب کی طرف بڑھنے کے بعد خلیل شلبی نے لشکر کو روک
خانوف کو اس نے آٹھ ہزار لشکریوں کے ساتھ کوہستان کے اوپر ہی متعین کر دیا
نمود وہ اپنے دس ہزار کے لشکر کو لے کر کوہستانوں سے اتر گیا تھا۔ ایک مختصر ترین
کاٹنے کے بعد خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ اس دڑے کے کنارے گھات میں
گیا تھا جس میں جنگاری قبائل کے شکر نے داخل ہو کر آگے بڑھنا تھا۔ گھات میں بیٹھے
شلبی کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ جنوب مغرب کی وسیع وادی کے اندر جنگاریوں

بچنے کے لیے جنگاری لشکر کے سالار نے اپنے لشکر کو آگے کی طرف بھاگ نکلنے کا
دے دیا تھا۔

خیل شلبی جنگاریوں کو اپنے سامنے مارتا کاتا ہوا ان کے تعاقب میں تھا جب
کوہستان کے اوپر خانوت بھی اپنے لشکر کو جنگاریوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا تو
دوسری طرف کالمکوں کا لشکر بھی درے میں داخل ہو کر اس جگہ پہنچ چکا تھا جہاں ان کا
پہلے لشکر کی لاشیں دور دور تک بکھری ہوئی تھیں۔

کالمک ابھی اپنے مرنے والے ساتھیوں کی لاشوں کا جائزہ ہی لے رہے تھے
کہ ان کے سامنے کی طرف سے جنگاری لشکر بھاگتا ہوا آگیا۔ جنگاریوں اس اچانک
پر کالمک بوکھلا گئے اور گھبراہٹ میں ان کے لشکر کے سالار نے کالمکوں کو جنگاریوں
پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ جنگاری اور کالمک ایک دوسرے پر انتہائی خونخوار
سے حملہ آور ہوئے اور ایک دوسرے کا خون کرنے لگے۔

لیکن جلد ہی جنگاریوں اور کالمکوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اتنی
تک کوہستان کے اوپر ہی اوپر خانوت بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے جنگاری اور کالمک
دونوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کرادی تھی۔

جنگاریوں نے جب کالمکوں کو سمجھایا کہ کوہستان کے اوپر سے اور ان کی پشت
پر مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں اور ان سے بچنے کی خاطر آگے آگے بھاگ رہے ہیں۔
کالمک اور زیادہ حواس باختہ ہو گئے اور جنگاریوں سے آگے آگے وہ بھی بل کھاتے
درے کے اندر شمال مغرب کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

خیل شلبی اور خانوت دونوں ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنے
رہے اور جب دونوں متحدہ دشمن اس خونی درے سے جان چھڑا کر کالمک قبائل کی
بستیوں کی طرف بکھر گئے تو خیل شلبی اور خانوت جنگ میں ہاتھ لگنے والے گھلا
کو اپنے آگے ہانکتے ہوئے اس طرف جا رہے تھے جہاں وہ غنیمت کا مال جمع کر چکے
اپنے لشکر کے ساتھ خیل شلبی اس وادی میں داخل ہوا جس کے اندر کالمک

اور جنگاریوں سے حاصل ہونے والا مال جمع کیا گیا تھا۔ وہاں خیل شلبی نے اپنے لشکریوں
کو مال غنیمت، دشمن سے ہاتھ آنے والے جانوروں پر لاد کر کوچ کرنے کا حکم دیا۔

باشکیری جوان بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور غنیمت کے مال لکھوٹوں، نچروں
اور برفانی بیلوں پر لادنے لگے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں جو برفانی بکریاں ہاتھ لگی تھیں۔
وہ ایک جگہ جمع کرنے لگے تھے۔ اس وقت خانوت خیل شلبی کے قریب آیا، اور
انتہائی عقیدت مندی میں اس نے کہا۔

”اے امیر! منزلتہ شہر سے اس طرف کوچ کرتے وقت میرے ذہن میں بار بار
یہ وسوسے آتے تھے کہ ہم صرف بیس ہزار کے ایک معمولی لشکر کے ساتھ کیوں کر اور
کیسے کالمکوں اور جنگاریوں کا مقابلہ کر سکیں گے جو ماضی میں حشرات الارض کی طرح
لاکھوں کی تعداد میں مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہو کر آگ اور خون کا کھیل کھیلتے رہے
ہیں۔ ہم قازقستان کے مسلمانوں میں ان کالمکوں اور جنگاریوں کا ایسا خوف اور دہشت
تھی کہ بڑے بڑے سوراخان کے سامنے آتے ہوئے جی چڑا کر تے تھے۔“

خیل شلبی نے غور سے خانوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن تم دیکھتے ہو
خانوت! کہ میری اور تمہاری سرکردگی میں کام کرنے والے باشکیریوں نے کالمکوں اور
جنگاریوں کے سامنے کسی خوف اور دہشت کا اظہار نہیں کیا۔“

خانوت نے کہا۔ ”اے امیر! یہ سب کچھ آپ کی ان کے اندر موجودگی اور آپ
کی تربیت کا باعث ہے۔ باشکیریوں کو کالمکوں اور جنگاریوں سے ٹکرا کر آپ نے
ایک غیر معمولی کام سرانجام دیا ہے۔ اب دوسرے مسلمان بھی ان دونوں وحشی قبائل
کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کی جرأت کر لیں گے۔“

خانوت جب خاموش ہوا تو خیل شلبی کے پاس کھڑے اسمعیل بے نے کہا۔
اب وہ دن دور نہیں جب صرف کالمک کالمک اور جنگاری قبائل ہی نہیں، بلکہ
روسیوں کی دہشت پسند تنظیمیں سلاوونلز اور کاسک کے خونی بھیڑیے بھی مسلمان
علاقوں کی طرف بڑھتے ہوئے خوفزدہ ہوں گے۔“

دونوں ہاتھوں کو ایک عقیدت بھرا ہوسہ دیتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! کالمکوں اور جنگاریوں کے مقابلے میں آپ نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیئے ہیں۔"

اس بوڑھے کے خاموش ہونے پر خلیل شلبی نے مالِ غنیمت کے لگے ڈھیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس سارے مال کے تین حصے کریں۔ ایک حصہ ان لشکریوں کے لیے جنہوں نے اس جنگ میں میرے ساتھ شرکت ہے۔ دوسرا حصہ منزلتہ کے شہریوں اور ان کی حفاظت کے لیے مامون لشکریوں کے لیے۔ تیسرا حصہ جنگی اخراجات برداشت کرنے کے لیے اپنے مرکزی شہر قازان کی طرف جائے گا۔ مالِ غنیمت میں جس قدر گھوڑے ہیں یہ بھی قازان جائیں گے۔ ان سے موجودہ لشکر کی حالت مستحکم اور اسے بڑھانے میں مدد ملے گی۔"

کالمک اور جنگاری بستیوں سے جس تیدر یا ک (برفانی بیل) رینڈیر (برفاتی ہرن) اور بکریاں ہاتھ لگی ہیں ان کے بھی تین حصے کئے جائیں اور یہ تینوں حصے قازان، منزلتہ، ادفا شہر اور ان کے گرد و نواح میں رہنے والے ان غریبوں اور مساکین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے جو بھوک اور تنگ کا شکار ہیں۔"

شریف منازوف کو ہدایات دینے کے بعد خلیل شلبی نے خانوف کی طرف دیکھتے کہا۔ "خانوف! خانوف! میرے عزیز بھائی! اسی وقت اپنے لشکر میں سے دو سو قازان کی طرف روانہ کرو جو وہاں تاقی سری اور قازان کے شہریوں کو کالمکوں اور جنگاریوں کے مقابلے میں انہیں اس فتح کی خوشخبری سنائیں۔ میں دو چار روز تک منزلتہ شہر میں قیام کر کے اس کے استحکام اور دفاعی انتظامات کا جائزہ لوں گا۔"

خانوف اسی وقت حرکت میں آیا اور دو لشکریوں کو فتح کی خوشخبری دے کر اس نے قازان کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر خلیل شلبی سب کے ساتھ مل کر مالِ غنیمت کی تقسیم کرنے لگا تھا۔

قازان شہر کے مغربی برج پر نقارے بجنے لگے تھے۔ قاضی سری بھاگتا ہوا جلی

خلیل شلبی نے خانوف اور اسماعیل بے دونوں میں سے کسی کی بات کا جواب نہ دیا اس لیے کہ باشکیری سارا مال غنیمت جانوروں پر لاد کر وہاں سے کوچ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ پھر خلیل شلبی کے حکم پر لشکر کے اندر دو نقارے بجے اور لشکر وہاں سے منزلتہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

دوپہر کے وقت ایک روز خلیل شلبی منزلتہ شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ خمیزدن ہوا۔ شریف منازوف کو اس کے آگے کی پہلے ہی خبر ہو چکی تھی۔ لہذا خلیل شلبی جب وہاں پہنچا تو شریف منازوف عمائدین شہر کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ جب سب لوگ خلیل شلبی، خانوف اور اسماعیل بے کے ساتھ مصافحہ کر چکے تو شریف منازوف کے ساتھ آئے ہوئے ایک بڑے بوڑھے نے خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے امیر! میں ایک طویل عرصہ سے اس شہر منزلتہ میں مقیم ہوں۔ میں نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بہت سے حاکموں کو منزلتہ شہر میں آئے، معزول ہوئے یا موت کا لقمہ بنتے دیکھا ہے۔ میں نے ان گنت دفعہ وحشی کالمک اور جنگاری قبائل کو مسلمان علاقوں کی طرف حملہ آور ہوتے دیکھا۔ منزلتہ شہر کے شمال مسلمانوں کی بشار بستیاں ہوا کرتی تھیں جو ان خوشخوار بدھ قبائل کی وجہ سے تباہ ہو گئی ہیں اور ان بستیوں کے رہنے والے جنوب کے محفوظ مقامات کی طرف ہجرت کر گئے ہیں۔"

اے امیر! کوئی مسلمان جرنیل آج تک کالمکوں اور جنگاریوں کے اندر اس طرح گھس کر حملہ آور نہیں ہوا جس طرح آپ نے ان کے اندر جا کر ان کی بستیوں پر بغاوت کی ہے۔ بخدا یہ ایک بہت بڑا معرکہ ہے۔"

پھر اس بوڑھے نے مالِ غنیمت کے اس ڈھیر کو جو خلیل شلبی کے سپاہی ایک طرف لگا چکے تھے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "منزلتہ شہر نے اس قدر مالِ غنیمت کبھی بھی اپنی نصیبیوں سے باہر ڈھیر ہوتے نہ دیکھا ہوگا۔"

پھر وہ بوڑھا آگے بڑھا اور مصافحہ کرنے کے انداز میں اس نے خلیل شلبی کے

سے باہر نکلا اور اپنے ایک محافظ کو اس نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کر دیا۔ ادینس، سائمن، نارسس اور مارگن بھی حویلی سے نکل کر نامق سری کے پاس آکر پہنچے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد نامق سری کا بھیجا ہوا محافظ بھاگتا ہوا آیا اور نامق سری کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: ”اے آقا! امیر خلیل شلبی کی طرف سے دوسواں شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ کالمکوں اور جنگاریوں کے مقابلے میں امیر کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔ وہ آپ سے ملنے ادھر ہی آرہے ہیں۔“ نامق سری خلیل شلبی کی اس فتح پر سجدہ شکر ادا کرنے کی خاطر وہیں نگلی زمین پر سبز سجود ہو گیا تھا۔

خلیل شلبی کی فتح کی خبر سن کر حسین ادینس کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ جوان خواہش میں ڈوبے تھیں نقوش اس کے چہرے پر چھلک کر گئے تھے۔ بالکل ایسے انداز میں گویا بے سحر آفاق برنید اور خوشی کی ملی جلی روشنیاں کوند گئی ہوں۔ اس کے شنکر گناہوں کے تہتم میں خوشی کے نعموں کے گوہر اور شفق رنگ شہد جیسی مٹھاس، تانک بھانک کرنے لگی تھی۔ اس کی وجہ ان کے غلم جیسی پرکشش آنکھوں میں وصال وعدوں کی خوشی، خواہشوں کی سیجوں جیسا اطمینان، امیدوں کی سہانی صبحوں جیسا سکون، ریلن قصیدوں کی سی سرت، ڈالیوں پر ہنکتے شگونوں اور گرم سانسوں کی خوشبو جیسا قرار رقص کرنے لگا تھا۔ وہ انگلیں ہونٹوں والی لعل و مرجان لڑکی اپنی نظر نظر میں لاکھوں خوشیاں اور اپنے نفس نفس میں چاہتوں اور قرتوں کے ہزار اندر سے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اس لیے کہ خوشی اس کی رگ رگ سے ٹپک رہی تھی۔

نامق سری جب سجدہ ادا کر کے اٹھا تو اس نے دیکھا دوسواں شہر کے جنوبی دروازے کی جانب سے اس کی طرف آرہے تھے۔ قریب آکر وہ سوار اترے اور سب کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد ان میں سے ایک نے نامق سری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”میدی! ہم امیر خلیل شلبی کی طرف سے یہ خوشخبری لے کر آئے ہیں کہ انہوں نے وحشی کالمک اور جنگاری قبائل کو بدترین شکست دی ہے۔ ہم دونوں بھی ان کے ساتھ

ان معرکوں میں شامل تھے۔ بخدا ہم نے کبھی کوئی ایسا جرنیل نہیں دیکھا جو یوں بے خوفی کے ساتھ کالمکوں اور جنگاریوں کے اندر گھس کر ان کے جسموں اور روحوں کو ہولماں کر کے رکھ دے۔

اس آنے والے قاصد کی گفتگو سن کر نامق سری نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان دونوں سے کہا: ”میرے عزیزو! میرے ساتھ آؤ۔ میرے ساتھ چل کر دیوان خانے میں چل کر بیٹھو! میں اپنے امیر کی کارگزاری تفصیل سے سننا پسند کروں گا۔“

نامق سری سب کو ساتھ لے کر خلیل شلبی کے دیوان خانے میں آکر بیٹھا پھر وہ دونوں قاصد تفصیل کے ساتھ کالمکوں اور جنگاریوں کے خلاف امیر شلبی کی کارگزاری سنا رہے تھے۔ جب وہ سارے حالات کہہ چکے تو نامق سری نے کہا۔

”میرا دل کہتا تھا کہ امیر کالمکوں اور جنگاریوں کی ایسی ہی حالت کریں گے کیونکہ داغستان میں وہ اس سے بھی مشکل حالات میں روسیوں کے ساتھ بڑی سختی اور مہارت سے نمٹتے رہے ہیں۔ کیوں کہ روسی پہلے ہر روز داغستان کے علاقوں پر دھاوا بولا کرتے تھے لیکن امیر شلبی نے ان کے علاقوں میں گھس کر ان کی ایسی سرکوبی کی ہے کہ کچھ عرصہ سے وہ داغستان کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہیں کر رہے۔“

نامق سری چند ثانیوں کو رک کر پھر ان دونوں قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پھر پوچھا۔ ”کیا تم دونوں کو کوئی اندازہ ہے کہ امیر خلیل شلبی کب تک یہاں قازان پہنچ جائیں گے؟“

ایک قاصد نے کہا: ”امید ہے وہ دو چار روز تک قازان پہنچیں گے اس دوران وہ منزلتہ میں رک کر وہاں کے دفاعی امور کا جائزہ لیں گے۔“

نامق سری اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: ”آؤ میرے ساتھ مہمان خانے کے بجائے تم دونوں میرے ساتھ کھانا کھاؤ گے۔“

پھر نامق سری نے سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”آپ لوگ بھی آئیں آج شام کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔“

سائمن، نارسس اور مارگن اٹھ کھڑے ہوئے۔ انیس سب سے بعد میں اٹھی اور اپنے باپ سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے میرے باپ! آپ لوگ چلیں۔ میرا شیلی کے کمروں کی صفائی کر کے آتی ہوں۔"

سب لوگ نامتی سری کے ساتھ ہو لیے۔ انیس بڑی چابوت اور لگن کے ساتھ شیلی کے دونوں کمروں اور دیوان خانے کی صفائی کرتے لگی تھی۔ اس سے اس حسین اور پرکشش لڑکی کے چہرے پر خواب زار نشاط دستی جیسا اطمینان اور آرزوؤں کے سنہری نور جیسا اطمینان تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ منزلتہ سے قازان کی طرف کوچ کرنے کے لیے خلیل شیلی منزلتہ سے نکلے۔ اس نے ایک خوب مضبوط اور قد آور باشکیری جوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا اور اس کے ساتھ شریف منازوف، خانوف اور منزلتہ شہر کے عمائدین تھے۔ پھر خلیل شیلی نے جس باشکیری جوان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے شریف منازوف سے پوچھا۔ "شریف منازوف! کیا آپ اس جوان کو جانتے ہیں؟" شریف منازوف نے کہا۔ "اے امیر! میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اس کا نام دو لگرو اور یہ اس دس ہزار کے لشکر میں شامل تھا جو میں نے آپ کی اس حالیہ مہم کے لیے منزلتہ سے متیا کیا تھا۔ اے امیر! میں اس جوان کو اس دس ہزار لشکر کا سالار بنانا چاہتا تھا لیکن آپ کی رضامندی کے بغیر میں ایسا نہ کرنا چاہتا تھا۔ اے امیر! باشکیری جوانوں میں یہ سب سے زیادہ پرجوش اور جنگی صلاحیت رکھنے والا سرگرم جوان ہے۔"

خلیل شیلی نے کہا۔ "کالمکوں اور جنگاریوں کے خلاف حالیہ مہم میں اس دو لگرو کی کارگزاری میں دیکھ چکا ہوں۔ میری اس پر نگاہ رہی ہے اور اس نے مجھے متاثر کیا۔ شریف منازوف! میرے بزرگ! میں دو لگرو کو منزلتہ میں آپ کا نائب مقرر کرتا ہوں۔ آپ کے بعد یہی لشکر کا سالار اور شہر کے امور کی دیکھ بھال کرنے والا ہوگا۔ آپ اپنی منزلتہ کو بھی اس کے نائب مقرر کیے جانے سے آگاہ کر دیں۔ میں وقتاً فوقتاً آکر شہر کے دفاعی امور

کا جائزہ لیتا رہوں گا۔"

اس موقع پر دو لگرو نے شکرگزاری اور عقیدت مندی سے خلیل شیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ نے جو عزت مجھے بخشی ہے اس میں انشاء اللہ میں آپ کے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔"

خلیل شیلی نے بڑی شفقت سے دو لگرو کا شانہ چھتھپاتے ہوئے کہا۔ "منزلتہ شہر کا نائب سالار مقرر کیے جانا تم پر کوئی احسان نہیں ہے دو لگرو! تم نے اپنے آپ کو اس کا حقدار ثابت کیا ہے اور تم اس کے اہل ہو۔"

منزلتہ شہر کے عمائدین میں سے ایک نے پوچھا۔ "اے امیر! آپ پھر کب منزلتہ شہر کی طرف آئیں گے۔ ہمیں کالمکوں اور جنگاریوں کی طرف سے خطرہ ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ پر ہونے والے حملوں کا بہت جلد انتقام لینے کے علوی ہیں۔ ان دونوں نوحہ خوار قبائل کے جوان لاکھوں پر مشتمل ہیں اور سب بہترین جنگجو ہیں۔"

خلیل شیلی نے کہا۔ "آپ لوگ ان کی طرف سے زیادہ فکر مند نہ ہوں۔ منزلتہ شہر کی حفاظت کے لیے اب یہاں شریف منازوف اور دو لگرو ہیں اور ان کے ساتھ بہترین تربیت یافتہ باشکیری لشکر ہے۔ میں چند روز قازان میں قیام کرنے کے بعد اپنے جنوبی شہر اودا کی طرف جاؤں گا۔ وہاں کے دفاع کا جائزہ لوں گا اور پھر دوبارہ منزلتہ شہر کی طرف آؤں گا۔"

خلیل شیلی فدا کا پھر ایک سرگوشی کے انداز میں اس نے شریف منازوف سے کہا۔ "میں فارغ ہو کر بہت جلد آپ اور موسان کو قازان میں بلاؤں گا تاکہ نامتی سری اور موسان کی شادی کسدی جائے۔"

شریف منازوف اور خانوف کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ خلیل شیلی چلتا چلتا وہاں آگیا تھا جہاں اس کا لشکر خمیر زن اور تے ہی اس نے وہاں سے روانگی کے نقارے بجوا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد خلیل شیلی وہاں سے کوچ کر رہا تھا۔ اس کے قافلہ قازان کے حصے کا مال غنیمت اور وہ جانور بھی تھے جو قازان اور اودا کے مساکین میں تقسیم

ذیپ کھڑے اسمعیل بے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا -

کیے جلنے تھے -

”اسمعیل بے! میرا کالمکوں اور جنگاریوں سے یہ الجھاؤ شاید طول پکڑ جائے، اس لیے کہ تعاقب کرنے والے لشکر سے نمٹ کر مجھے منزلتہ کی مدد کو جانا ہوگا جس کالاکھوں کالمکوں اور جنگاریوں نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ تم پانچ سوان جوانوں کے ساتھ حوال غنیمت اور جانورے کر قازان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں جا کر نامق سری کو نئے پیش آنے والے حالات سے آگاہ کرو۔ کیونکہ اہل قازان میری واپسی کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اسمعیل بے! میں تمہیں اپنے آپ سے علیحدہ نہ کرتا لیکن پچھلے چند یوم سے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں اور تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ تم ابھی مال غنیمت کی دیکھ بھال کرنے والے ان پانچ موجودوں کی طرف چلے جاؤ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ اس کے بعد شاید تم سے گفتگو کے لیے مجھے وقت نہ ملے۔“

اسمعیل فوراً اپنے گھوڑے کو ہانک کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس نے جواب میں ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔ اسمعیل بے کے جلنے کے بعد خلیل شلبی خود بھی حرکت میں آیا اور خانوف کے ساتھ مل کر اس نے اپنے پورے لشکر کو گھات میں بٹھا دیا تھا۔ اتنی دیر تک شمال کی طرف سے تعاقب کرنے والے کالمک اور جنگاریوں کا لشکر بھی آگیا۔ خلیل شلبی نے گھات میں رہ کر ان کا جائزہ لیا۔ وہ تیس ہزار سے بھی زیادہ لگتے تھے اور اپنے گھوڑوں کو ماترے بھگاتے اور اپنے منہ سے وحشی اور خونخوار آوازیں نکالتے ہوئے آندھی اور طوفان کی طرح آ رہے تھے۔

جب کالمک اور جنگاری شور کرتے ہوئے ان چٹانوں کے سامنے آئے جہاں خلیل شلبی نے اپنے لشکر کو گھات میں بٹھایا ہوا تھا تو خلیل شلبی کے حکم پر نقابے بھگتے گئے اور ان نقابوں کے جواب میں اس کے لشکریوں نے موسلا دھار بارش اور تیزی سے برستے اولوں کی طرح کالمک اور جنگاریوں پر تیر برسائے شروع کر دیے تھے۔ کالمک اور جنگاریوں کے لشکر میں ایک کمرام بچ گیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے

خلیل شلبی ابھی اپنے لشکر کے ساتھ منزلتہ شہر سے پیس میل دور گیا ہوگا کہ پیچھے سے تین سو اور اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے۔ جب وہ لشکر کے اندر سے گزر کر اگلے حصے میں خلیل شلبی کے پاس آئے تو وہ انہیں پہچان گیا۔ وہ کالمکوں اور جنگاریوں کی ہم میں اس کے ساتھ شامل تھے۔

انہیں پریشان اور بدحواس دیکھ کر خلیل شلبی ان سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ ان میں سے ایک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے خود ہی کہا - ”اے امیر! اس وقت منزلتہ شہر ہی نہیں آپ کا لشکر بھی خطرے میں ہے۔ کالمک اور جنگاری قبائل کے لاکھوں جنگجوؤں نے منزلتہ شہر پر دھاوا بول دیا ہے۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے اور خلیل پھلانگ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے لشکر کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ کالمکوں اور جنگاریوں کا ایک لشکر آپ کے تعاقب میں بھی ادھر آ رہا ہے۔ اس لشکر کی تعداد کسی طود بھی تیس ہزار سے کم نہ ہوگی اور وہ یہاں سے پانچ میل دُور بڑی تیزی سے اس طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ کالمک اور جنگاری آپ سے اپنی گزشتہ ناکامیوں کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔“

خلیل شلبی نے فوراً اپنے لشکر کو روک دیا اور چلا چلا کر کہا - ”خانوف! خانوف! لشکر کو بائیں طرف کی چٹانوں کے اندر لے چلو۔“

خانوف نے خلیل شلبی کا یہ حکم پورے لشکر میں پہنچا دیا اور لشکر بڑی تیزی سے حرکت میں آکر دائیں طرف کی چٹانوں کے اندر جا گھسا۔ وہاں چٹانوں کے اندر خلیل شلبی نے پھر خانوف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا -

”خانوف! خانوف! تم فوراً اپنے تیر اندازوں کو چٹانوں کے اندر خوب پھیل کر بٹھا دو اور انہیں کو کہ تیر اندازی کے لیے میری طرف سے نقارے بجنے کا انتظار کرنا۔ خانوف جب اپنے تیر اندازوں کو گھات میں بٹھانے کے لیے چلا گیا تو خلیل شلبی نے آپ

تیر اندازی کے باعث ان کے ان گنت جوان اپنے گھوڑوں سے سادوں بھادوں کے پتنگوں طرح گرنے لگے تھے۔

کالمکوں اور جنگاریوں میں ایک افرا تفری مچ گئی تھی۔ ان کے سالاروں نے جبر دیکھا کہ ان کا آدھے سے زیادہ لشکر اس تیر اندازی کے باعث ختم ہو گیا ہے تو انہوں نے فوراً اپنے لشکر کو پسا ہو کر منزلۂ شہر کی طرف واپس جانے کا حکم دے دیا تھا۔

کالمک اور جنگاری جس رفتار سے جنوب کی طرف آئے تھے اس سے کہیں زیادہ تیز کے ساتھ شمال کی طرف واپس جانا چاہتے تھے کہ خلیل شلمی نے چٹانوں سے نکل کر ان کی پشت پر حملہ کر دیا جب کہ اسماعیل بے پانچ سو جوانوں کے ساتھ غنیمت کا مال اور جانور کر قازان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

کالمکوں اور جنگاریوں نے مڑ کر خلیل شلمی پر جوابی حملہ کر دیا تھا۔ وہ اپنے مقابلے میں دس ہزار جوانوں کو دیکھ کر خیر ہو گئے کیوں کہ ان کی تعداد اب بھی پندرہ ہزار سے زائد کی طور کم نہ ہو گی۔

لیکن اس طرح مڑ کر خلیل شلمی جیسے جرنیل پر حملہ کرنا ان کالمکوں اور جنگاریوں کا بھول تھی۔ انہوں نے دیکھا خلیل شلمی کے حملوں میں رگوں کے اندر موت کا زہر گھول والی تلخی اور آنکھوں میں نوکیلے کانٹے ڈال دینے والی چبھن تھی۔ وہ اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور نہ پہلے نیزے کی طرح کالمکوں اور جنگاریوں کے اندر گھس کر وہ قطرے قطرے کو طوفان، لمحے لمحے کو گبولے، یم یم سیل رواں اور وشت در وشت کو بے انت ہون کی آندھی کھڑی کر دینے والے انداز میں حملہ آور ہو رہا تھا۔ اس کے ماتحت لڑنے والے باتکییری بھی اُٹھتے طوفانوں، پرجوش تلاطم و اضطراب، بحر بے کراں اور موجوں کے غروش کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔

باتکییری خلیل شلمی کی راہنمائی میں ان کالمکوں اور جنگاریوں کے اندر تلاطم کی طغیانیات گہم گہم کی شورش بن کر لڑ رہے تھے جن کے نام سے شمالی سائبیریا کے رہنے والے خود ہو جایا کرتے تھے۔ اسماعیل بے بھی اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ ایک بلند جگہ رک کر

کا نظارہ کرنے لگا تھا۔

خلیل شلمی نے جب اپنے تیز حملوں سے کالمکوں اور جنگاریوں کو اپنے سامنے بھاگنے پر مجبور کر دیا تو اسماعیل بے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قازان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ خلیل شلمی تقریباً پندرہ ہزار کالمکوں اور جنگاریوں کا اپنے صرف دس ہزار سے بھی کم لشکر کے ساتھ پانچ میل تک خوفناک تعاقب کیا اور انہیں کاٹ کاٹ کر اس نے ان کی تعداد پانچ ہزار سے بھی کم کر دی۔ پھر تعاقب کے دوران ہی خلیل شلمی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا خانوف کے پاس آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

”خانوف! میرے بھائی! میں جھنڈی لہرا کر آدھے لشکر کو اپنے لیے علیحدہ کرنے لگا ہوں۔ آدھے لشکر کے ساتھ تم دشمن کا تعاقب جاری رکھو اور دوسرے آدھے کے ساتھ میں دشمن کے دائیں طرف سے آگے نکل کر ان کی راہ روکوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ ان میں سے کوئی بچ کر منزلۂ پہنچے۔ میں ان سب کا یہیں خاتمہ کرنے کے بعد منزلۂ کاغماہ کرنے والے کالمکوں اور جنگاریوں پر ایک نئے انداز سے حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔“

گھوڑے کے ہنہانے اور لوگوں کے چنچتے چلانے کے شور میں خانوف کے بلند آواز میں کہا۔ ”میرے آقا! یہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔ آپ اندیشہ نہ کریں۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق دشمن کی پشت پر ضرب لگاتا رہوں گا۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔“ خلیل شلمی نے فوراً جھنڈی لہرا کر آدھے لشکر کو علیحدہ کیا پھر وہ دشمن کے دائیں پہلو پر بھر پور ضربیں لگاتا ہوا آگے بڑھنے لگا تھا۔

پانچ میل اور آگے جا کر خلیل اپنے صرف پانچ ہزار جوانوں کے ساتھ دشمن کے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوا اور دشمن کو ایک جگہ رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب سامنے کی طرف اسے خلیل شلمی اور پشت کی جانب سے خانوف کالمکوں اور جنگاریوں کا قتل نام کرنے لگے تھے۔ جب ایک ایک دشمن کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو خلیل شلمی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا خانوف کے پاس آیا اور اسے کہا۔

”خانوف! خانوف! دشمن کے ان ہزاروں گھوڑوں کو ایک جگہ جمع کرو اور تقریباً دو دو ہزار گھوڑوں کی لگا میں آپس میں باندھ کر انہیں ایک دور سے جکڑ ڈالو اور منزلتہ کی طرف کوچ کریں۔“

خانوف نے خوفزدہ سہی آواز میں کہا۔ ”اے امیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان گھوڑوں کو اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ قازان کی طرف روانہ کر دیں۔ اگر ان کے ساتھ ہم نے منزلتہ کی طرف پیش قدمی کی تو یہ گھوڑے ہمارے لیے ایک وبال ثابت ہوں گے اور ہمارا حملہ آور ہونے میں رکاوٹ پیدا کریں گے۔“

خیل شلبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میرے عزیز! تم دو ہزار گھوڑوں کو ایک میں جکڑو۔ پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ان ہی گھوڑوں کو ہم حملہ آور کا ملکوں اور جنگاریوں کے لیے ایک بلائے ناگہانی بنا کر رکھ دیں گے۔“

خانوف نے خاموشی سے اپنے لشکریوں کو دشمن کے دو دو ہزار گھوڑوں کو ایک میں جکڑنے کا حکم دے دیا تھا۔ جب سارے گھوڑوں کو جکڑا جا چکا تو خیل شلبی خانوف کے پاس آیا اور کہا۔ ”خانوف! خانوف! اب مجھے بخور سے تنو۔“

خانوف نے کہا۔ ”یا امیر! آپ بولیں، یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ خانوف سے فرما ہوں اور وہ متوجہ نہ ہو۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”خانوف! ان گھوڑوں کو اپنے آگے باندھتے ہوئے ہم منزلتہ کی طرف بڑھیں گے اور دشمن کی نظروں میں آئے بغیر منزلتہ شہر کے مشرق میں دور دور کی پھیلے سلسلہ کوہ کے اندر گھات میں بیٹھ جائیں گے اور یہ گھوڑے ہمارے ساتھ ہوں گے۔ بقول حملہ آوروں کی اطلاع دینے والے قاصدوں کے تقریباً ایک لاکھ کا ملک اور جنگاری منزلتہ کا محاصرہ کر چکے ہیں اور دن کے وقت صرف دس ہزار جانوں کے ساتھ ایک لاکھ دشمن کا محاصرہ توڑنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور میں اپنے کو اس مشکل اور خطرے میں نہیں ڈالتا چاہتا۔“

ان رات کے وقت دس ہزار کے ساتھ ایک لاکھ کا محاصرہ توڑنا کوئی مشکل

نہیں کیوں کہ رات کے وقت دشمن سے شب خون کا کھیل کھیلا جاسکتا ہے۔ پر میں دشمن کا محاصرہ توڑنے کے لیے رات تک انتظار بھی نہیں کرنا چاہتا۔“

سنو! ان گھوڑوں کے ساتھ منزلتہ کے مشرقی کوہستانی سلسلے میں گھٹنے کے بعد ہم دوپہر کے کھانے تک کا انتظار کریں گے۔ جب کا ملک اور جنگاری محاصرے میں نرمی کر کے اپنے لشکریوں کو دوپہر کا کھانا کھانے کا موقع فراہم کریں گے۔ اس وقت ہم دشمن کے جکڑے ہوئے گھوڑوں کی ساری صفوں کو اپنے آگے آگے پرجوش انداز میں ہانکتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

ہمارے آگے آگے ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے گھوڑے کا ملکوں اور جنگاریوں کو روند کر رکھ دیں گے اور جو گھوڑوں کے روندے جانے سے بچ جائیں گے ان کا گھوڑوں کے پیچھے پیچھے ہم قتل عام کر دیں گے۔ اب بولو دشمن کے یہ گھوڑے ہمارے لیے وبال ثابت ہوں گے یا کا ملکوں اور جنگاریوں کے لیے؟“

خیل شلبی کی بات کا جواب دینے کے بجائے خانوف ایک پرجوش جھٹ کے ساتھ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور ایک دم آگے بڑھ کر اس نے رکاب میں جما خیل شلبی کا پاؤں پکڑ لیا اور لگاتار اس کے پاؤں کو بو سے دینے لگا۔

خیل شلبی نے فوراً اپنا پاؤں سمیٹ لیا اور خانوف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”یہ تم کیا کر رہے ہو؟“

خانوف نے کہا۔ ”یا امیر! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں اس قابل ہوں کہ آپ کے جوتوں کو پوسہ دوں۔ ہم باشکیری خانہ بدوش اپنے آپ کو بڑے جنگجو سمجھتے تھے لیکن بخدا! اے امیر! میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ گھوڑوں کو اس طرح بھی دشمن کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے۔“

یا امیر! بخدا جس لشکر کے آپ سلاہوں وہ لشکر اپنے سے کئی گنا بڑے اور نوجوان لشکر کے مقابلے میں بھی خود مند اور سرخرو ہونے کی امید کر سکتا ہے۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”چلو اب یہاں سے کوچ کریں۔“

چٹان کی اوٹ میں اپنے پہلو میں بیٹھے خلیل شلمی نے خانوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: خانوت! خانوت! شمر کے اندر سے شریف منازوت اور دو لنگر دشمن پر لگتا رہا، اور کھوتا پانی برسا کر اپنا حق ادا کر چکے ہیں۔ دیکھو! کالک اور جنگاری اب ٹولیوں میں بٹھ کر دوپہر کا کھانا کھانے لگے ہیں۔ جوہنی یہ کھانا شروع کرتے ہیں ہم ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ گمانوں نے شمر کے دروازوں پر تازہ دم دستے متعین کر دیئے ہیں، پر اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہم ان گھوڑوں کی مدد سے دشمن کے ان گنت سپاہیوں کو روند کر رکھ دیں گے۔ ان کالکوں اور جنگاریوں کو ہم ان کی تاریخ کا بدترین سبق دیں گے۔

تھوڑی دیر بعد جب شمر کی تفصیل سے باہر کالکوں اور جنگاریوں نے کھانا شروع کیا خلیل شلمی نے اپنے لشکر کو جھنڈی کے اشارے سے تیار ہونے کا حکم دیا۔ اس کی جھنڈی کے اشارے پر اس کا لشکر فوراً حرکت میں آیا۔ لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور دشمن کے دو دو ہزار کی صفوں میں جکڑے ہوئے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ پھر خلیل شلمی اور خانوت اپنی گھات سے اٹھ کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے تھے۔

خلیل شلمی نے ایک بار پھر جھنڈی لہرا کر لشکر کو حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ لشکری ایک طوفانی انداز میں دشمن کے جکڑے ہوئے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے طوفانی انداز میں ہانکنے لگے تھے۔ خلیل شلمی اور خانوت ان کے آگے آگے ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ خلیل شلمی کا لشکر جب گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا کوہستانی سلسلے سے نکل کر میدان میں داخل ہوا تو کھانا کھاتے کالک اور جنگاری چونک اٹھے۔ انہوں نے دیکھا ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہزاروں گھوڑوں کی کئی صفیں خوشحوار انداز میں بھاگتی ہیں ان کی طرف آرہی تھیں۔ وہ کھانا چھوڑ کر سنبھلنے کی خاطر ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ اتنی دیر تک خلیل شلمی بھی اپنے لشکر کے ساتھ گھوڑوں کو اور زیادہ تیزی سے بھاگاتا تھا ان کے سر پر آن پہنچا تھا۔ پھر خلیل شلمی ان پر وارد ہوا اور دشمن کے لشکر کے شرقی کناروں سے اس نے ان پر گھوڑے پر چڑھائی تھے اور تفصیل کے ساتھ ساتھ انہیں شمال اور مغرب کی

خانوت دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ دشمن کے ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے ہزاروں گھوڑوں کو اپنے اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے شمال کی طرف بڑھ رہے تھے۔

منزلتہ شمر سے پانچ میل دور ہی دشمن کی نگاہوں میں آئے بغیر خلیل شلمی اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے میں گھس گیا اور بلند پہاڑوں کی اوٹ میں آگے بڑھتے ہوئے وہ منزلتہ شمر کے عین مشرق میں اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ گیا اور ایک بلند چٹان کے پیچھے چھپ کر وہ اور خانوت دشمن پر نگاہ رکھنے لگے تھے۔

انہوں نے دیکھا شمر کا جنوبی حصہ خالی تھا جب کہ باقی تین اطراف سے کالک اور جنگاری بڑی خوشحاری سے حملہ آور ہو کر شمر کی تفصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن شریف منازوت اور اس کا نائب دو لنگر و بار بار تفصیل کے اوپر سے تیرا پتھر اور کھوتا ہوا پانی برسا کر دشمن کو تفصیل سے ہٹ جانے پر مجبور کر رہے تھے۔

کالکوں اور جنگاریوں کے آگے بڑھنے اور پھر پہنچانے کا یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا اور ان کے شمر پر بار بار حملہ آور ہونے کو خلیل شلمی بڑے صبر سے دیکھتا اور برداشت کرتا رہا۔

جب دوپہر ہوئی تو کالک اور جنگاری قبائل کے سالاروں نے اپنے لشکروں کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا اس لیے کہ وہ اپنے لشکریوں کو کھانا کھانا چاہتے تھے اور تھوڑی دیر کے آرام کے بعد وہ تازہ دم ہو کر پھر تفصیل پر چڑھنے یا شمر پناہ کے دوانے توڑنے کی کوشش کرنا چاہتے تھے۔

سب کالک اور جنگاری جنگ جو اپنے سالاروں کے حکم پر تفصیل سے پیچھے ہٹ گئے اور ٹولیوں میں بیٹھ کر کھانا کھانے کی تیاری کرنے لگے تھے۔ ہاں لشکر کے چند چاکر چونہ اور تازہ دم دستے انہوں نے اس احتیاط کے ساتھ منزلتہ شمر کے شمالی مشرقی اور مغربی دروازوں کے قریب کھڑے کر دیئے تھے کہ اگر شمر سے نکل کر کوئی ان پر اچانک حملہ آور ہوتا اس سے نمٹا جاسکے۔

طرف پھیلے کا ملک اور جنگاریوں کی طرف لے جانے لگا تھا۔

گھوڑے مژدور اور سیخ پا ہو کر انہیں اپنے سموں تلے بُری طرح کچلنے لگے تھے اور گھوڑوں کے کچلے جانے سے بچ رہے تھے ان پر خلیل شبلی اسی طرح حملہ آور ہو رہا تھا رُکے ہوئے طوفانوں اور بند دماغیائیوں کے سامنے کھڑی ساری رکاوٹیں ایک دم ہٹا گئی ہوں۔ وہ سرمائی پہاڑ راتوں اور شفق کی بے خواب وادیوں کی طرح نزول کر رہا تھا کے حملوں میں ایک دیو مالائی عظیم جیسی کشش اور راج ہنسون کی لمبی قطاروں جیسی نظم و خلیل شبلی نے کاملوں اور جنگاریوں کی ساری کوششوں اور تذبذبوں کو بے ہمت نہیں موت کی وادیوں کی طرف دھکیلتا شروع کر دیا تھا۔

گھوڑوں کے کچلنے اور ان کے پیچھے پیچھے لہو لہو کر دینے والے خلیل شبلی کے حملوں نے کاملوں کی حالت ایسی کر دی تھی جیسے ان کے سارے جذبے، ان کے سینوں میں لگے ہوئے جیسے ان کے سارے دلوں، ساری جنگی صلاحیتیں اور نعرے زیر لب رگ رگ کئے ہوئے۔

خلیل شبلی ہاشکیریوں کے ساتھ ان پر خاموش فضاؤں میں غیب و الہام کے نور اور وقت بقا و دوام کی قربانیت کی طرح چھارہا تھا۔ کاملوں اور جنگاریوں کے لیے نور ان کی پست و بلند کو یکساں کر کے انہیں آذر کے بتان خوش رنگ جان کر کاٹنے لگا تھا۔ دلاوران قضا اور بہادران وفا ہاشکیری دشمنوں کے اندر عصائے کلیم بن کر گھستے اور خاک و خون میں نہلا رہے تھے۔

کافی دیر تک گھوڑے کاملوں اور جنگاریوں کو روند کر ان کے خواب عذاب رہے اور خلیل شبلی ظلمتوں کے جھوم میں تغذیل کی مانند ان کے اندر گھس کر انہیں ایک ضروری شے جان کر کاٹا رہا۔ ایسا لگتا تھا خلیل شبلی کی سرگردگی میں ہاشکیری سامیہ یا سرزمین کی رگ رگ میں شگاف کر دینے کا عزم کر چکے ہوں۔

کاملوں نے جب دیکھا کہ گھوڑوں اور ان کے پیچھے پیچھے آنے والے خلیل شبلی کے لشکر نے ان کے ایک لاکھ کے لشکر کے نصف کو یا تو قتل کر دیا ہے یا روند کر دیا ہے

دیا ہے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا رخ کوہستان پورال کے اس پار اپنی سرزمینوں کی طرف تھا۔ خلیل شبلی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا تفصیل کے قریب آیا اور تفصیل کے اوپر ایک بُرج کے پاس کھڑے دو لکرو کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

”دو لکرو! تم دس ہزار کا ایک لشکر لے کر شہر سے نکلو اور میرے ساتھ آؤ تاکہ بھاگنے والے کاملوں اور جنگاریوں کا تعاقب کیا جائے۔ ان کی تعداد اب بھی چالیس پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی اور صرف دس ہزار سے ان کا تعاقب کرنا حماقت ہوگی اور شریف منا زوت سے کہو کہ شہر سے باہر جس قدر ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے اور کھلے گھوڑے ہیں انہیں ہانک کر شہر کے اندر لے جائے۔“

دو لکرو بھاگتا ہوا شہر پناہ سے نیچے اتر گیا تھا۔ اسی طرح بھاگتا ہوا نیچے کھڑے شریف منا زوت کے پاس آیا اور کہا۔ ”اے میرے سردار! امیر خلیل شبلی نے آپ کے لیے پیغام دیا ہے کہ آپ شہر سے باہر دشمن کے جس قدر گھوڑے ہیں انہیں شہر کے اندر لگوا لیں۔ جب کہ امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دس ہزار کا ایک لشکر لے کر ان سے آملوں تاکہ کاملوں اور جنگاریوں کا تعاقب کیا جاسکے۔“

شریف منا زوت نے تیز لہجے میں کہا، ”دو لکرو! دو لکرو! میرے بیٹے! میں سارے گھوڑوں کو شہر کے اندر لگوا لوں گا تم فکر نہ کرو۔ بس تم دیر نہ کرو اور دس ہزار کا لشکر لے کر امیر شبلی سے جا ملو۔“

دو لکرو بھاگتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دس ہزار کا لشکر لے کر شہر سے نکلا اور خلیل شبلی نے اب اپنے بیس ہزار کے لشکر کو لے کر برق رفتاری سے کاملوں اور جنگاریوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

خلیل شبلی اپنے بیس ہزار کے لشکر کو لے کر موسم کی دھند، دھوئیں کی بھغار اور دشت و دبیابن کر کاملوں اور جنگاریوں کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔ وہ ان کی پشت پر ضربیں لگاتا رہا اور فضاؤں میں موت کاملوں اور جنگاریوں کے لیے کراہتی رہی۔ کوہستان پورال کے اس پار پندرہ میل تک یہ تعاقب جاری رہا۔ یہاں تک کہ خلیل

شکری فوراً اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ گھوڑے انہوں نے پتھروں کے ساتھ باندھے دیے اور پتھروں کے ڈھیر جمع کرنے لگے تھے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ نیچے ان کے چاروں دادیوں میں حضرات الارض کی طرح کا ملک اور جنگاری سوار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے اور وہ لشکر بھی پلٹ آیا تھا جس کا تعاقب کرتے ہوئے وہ اس طرف آئے تھے۔

خلیل شلبی نے خانوف اور وولگرو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میرے رفیقو! میرے اندیشے اور خطرات درست ثابت ہوئے۔ کیا تم دیکھتے نہیں آس پاس کے علاقوں سے نکل کر کا ملکوں اور جنگاریوں نے اس کو ہستان کو جینٹیلوں کی طرح گھیرنا شروع کر دیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ کا ملکوں اور جنگاریوں کا جو لشکر ہمارے شہر منزلتہ پر حملہ آور ہونے گیا وہ اپنے لشکر کا ایک حصہ ان کو ہستان فول کے اندر اس احتیاط کے ساتھ گھات میں بٹھا گئے تھے کہ اگر منزلتہ میں انہیں حریمت کا سامنا ہوا تو کوئی لشکر ان کا تعاقب کرنا ہوا اس طرف آئے تو ان کو ہستانی دادیوں کے اندر اسے گھیر کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ خلیل شلبی چند ثانیوں کو رک کا پھر وہ خواب آلود لہجے میں کہہ رہا تھا۔

پیر میں اپنے لشکر کی حالت ایسی نہ ہونے دوں گا۔ ان سمنان ویرانوں کے اندر کا ملک اور جنگاری میری عبوری، میری رسوائی دیکھنا چاہتے تھے۔ خدائے بلند و برتر کا صد شکر کہ اس نے میری حیثیت کو جگا کر مجھے اس خطرے سے آگاہ کر دیا۔ یہ کھیتوں سے دھواں اٹھانے اور شہر میں لہو بہانے والے کا ملک اور جنگاری نہیں جانتے کہ نفرت کی فصل اگانے والے خود بھی اس کے ساتھ کٹ جاتے ہیں۔ ظلم و بربادی کی آگ بھڑکتے والے خود بھی اس آگ میں جل مرنے ہیں۔

خلیل شلبی کہتے کہتے ٹوک گیا۔ کیونکہ اس کو ہستان کا گھبراؤ کرنے والے کا ملک اور جنگاری اب خلیل شلبی پر قابو پانے کے لیے آدھ چڑھنے لگے تھے اداں کے سرواں اور سالار انہیں چلا چلا کر ہدایات جاری کر رہے تھے۔

خلیل شلبی نے کہا: "میرے ساتھیو سنو! دشمن نے اپنا سارا زور تین اطراف میں ڈال رکھا ہے اور جس طرف سے ان کو ہستانی چشموں کا پانی ایک آبشار کی صورت میں

فلبی نے تقارہ بجھا کر لشکر کو ایک تنگ وادی میں داخل ہونے سے قبل رکھا دیا لشکر جبر رک گیا تو خانوف اور وولگرو خلیل شلبی کے دائیں بائیں اکھڑے ہوئے۔ انہوں نے دیکھا خلیل شلبی اپنے گھوڑے پر بیٹھا اپنا منہ دائیں بائیں کر کے زوندرو سے سانس کھینچ رہا تھا بالکل اس شیر کی طرح جو جنگل میں جانوروں کا شکار کرنے کے لیے ان کی جھونکھتا ہے۔ اچانک خلیل شلبی نے لمبے سانس لینے بند کر دیے۔ ایک زوندرو کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے سے اتر اتر زمین سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا اس کا سرخ چہرہ یوں تھما اٹھا تھا جیسے کسی نے اسے اذیت کی بھیجی میں ڈال دیا ہو۔ ساتھ ہی اس نے خانوف اور وولگرو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے رفیقو! چپ کی ٹہرا اپنے ہونٹوں پر سجائے فضاؤں کے اندر مجھے اپنے چاروں طرف انسانی خون کی بو آتی ہے۔ زمین کی برہنہ مٹی اور نہر پیاس بتاتی ہے کہ ہمارے ارد گرد ان گنت گھوڑے حرکت کر رہے ہیں۔"

پھر خلیل شلبی ایک دم چلا اٹھا۔ "خانوف! خانوف! وولگرو! وولگرو! قبل اس کے کہ خرمن ملت کے لیے برق و فخر اور قوموں کے شکاری کا ملک، قبل اس کے نسلوں کا تعصب اور تہذیب کے چور جنگاری ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر بکریوں اور گورنوں کی طرح ہمارا قتل عام شروع کر دیں فوراً لشکر کو لے کر اس بائیں ہاتھ والے کو ہستان پر چڑھ جاؤ۔ جس کے اوپر سے چشموں کا پانی ایک آبشار کی صورت میں نیچے بہہ رہا ہے۔ خلیل شلبی کے کہنے پر خانوف اور وولگرو فوراً حرکت میں آئے اور اپنے لشکر کو لے کر وہ بڑی تیزی سے اس کو ہستان پر چڑھنے لگے تھے جس کی طرف خلیل شلبی نے اشارہ کیا تھا۔ خود خلیل شلبی سب کے پیچھے پیچھے ایک محافظ کی طرح اپنے لشکر کی نگہداشت کرتا ہوا اس کو ہستان کے اوپر جا رہا تھا۔

کو ہستان کے اوپر جا کر خلیل شلبی نے بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میرے ساتھیو! اپنی بقا اور اپنی حفاظت کے لیے اس کو ہستان کے اوپر پتھروں کے ڈھیر جمع کر لو۔"

نیچے گر رہا ہے۔ اس جانب کو اس نے نظر انداز کر رکھا ہے لہذا اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں
تم بھی اپنا زور انہی اطراف پر ڈالو جن اطراف سے دشمن اوپر کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے
پر سنگ باری شروع کر دو میرے ساتھیو!

خلیل شبلی کے کہنے پر خانوف اور دو لگرو نے اسی تیز اور بے خطا سنگ
کرائی کہ ان گنت کا ملک اور جنگاری بری طرح زخمی ہو کر نیچے کی طرف لڑھک لگے
کا ملک اور جنگاری سرداروں نے جب اپنے لشکریوں کی یہ حالت دیکھی تو اپنے
سارے جوانوں کو انہوں نے آوازیں دے دے کر کوہستان کے اوپر چڑھنے سے روک
دیا۔ اس طرح وہ اپنے سارے لشکریوں کو نیچے اتار کر کوہستان کا گھیراؤ کر کے آرام
بیٹھ گئے تھے۔

خانوف اور دو لگرو پھر خلیل شبلی کے پاس آئے۔ خانوف نے فکر مند آوازیں
پوچھا: اے امیر! اب کیا ہوگا۔ یہ کا ملک اور جنگاری تو آرام سے اس کوہستانی سلسلے کا
کر کے بیٹھ گئے ہیں جس پر ہم محصور ہیں۔ انہیں تو برابر ملک اور رسد ملتی رہے گی کیا
تو نہیں کہ وہ ہمیں گھیر کر اس کوہستان کے اوپر بھوکا پیاسا مارنے کا عزم کر چکے ہیں۔
خلیل شبلی نے کہا: خانوف! خانوف! میرے عزیز فکر مند نہ ہو۔ یہ گھیراؤ تو
ہی ہے۔ کا ملک اور جنگاری اب اس انتظار میں ہیں کہ سورج غروب ہو اور وہ اندھ
کی آڑ میں کوہستان کے اوپر چڑھ کر ہم پر قابو پالیں۔

میرے عزیزو! مجھے بھی سورج غروب ہونے کا انتظار ہے اور اندھیرے کی
میں ان کے خلاف میں بھی حرکت میں آؤں گا۔ اپنے لشکریوں سے کہو چھروں کے ڈھیر
پاس بیٹھ جائیں اور آرام کریں۔

خانوف نے خلیل شبلی کا پیغام لشکریوں تک پہنچا دیا۔ کا ملک اور جنگاری
اور کوہستان کے اوپر خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ سورج غروب ہونے کا انتظار کر
لگا تھا۔

بے غم رہے مبادا سورج نور کے آبنار کی طرح غروب ہوتے کو مغرب کی طرف جھک
جاتا۔ دھوپ میں ابھی خاصی تمازت تھی کہ اسمعیل بے اپنے پانچ سو ساتھیوں کے
ساتھ مال غنیمت اور ان گنت جانور لے کر قازان شہر میں داخل ہوا۔ اہل قازان کو جو
خبر ہوئی کہ امیر خلیل شبلی کی طرف سے کا ملک اور جنگاریوں پر یلغار کر کے دوران ہاتھ
آنے والا مال غنیمت شہر میں داخل ہوا ہے تو لوگ دیکھنے کے لیے حقوق درجوع جمع ہونے
لگے تھے۔

اسمعیل بے اپنے ساتھیوں کو نامق سری کی حویلی کے سامنے بڑے میدان میں مال
غنیمت اور سارا سامان جمع کرنے کو کہا۔ جب وہ اس میدان میں داخل ہوئے تو حویلی
سے نامق سری بھی نکل کر ان کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے ساتھ سائمن، مارگن، اونیس اور
نارس بھی تھے۔ اسمعیل بے کے پاس اگر نامق سری، سائمن اور مارگن نے اس سے مصافحہ
کیا پھر نامق سری نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اسمعیل بے! ہمیں تو آج امیر خلیل شبلی کے شہر میں داخل ہونے کا بے چینی سے انتظار
تھا۔ کیا ہوا امیر نے مال غنیمت اور یہ سینکڑوں جانور تو بھیج دیئے ہیں۔ پر وہ خود کیوں نہیں
آئے۔ اسمعیل نے کہا: امیر خلیل شبلی قازان آنے کے لیے منزلتہ سے کوچ کر چکے تھے لیکن
ابھی لشکر نے بیس میل کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ منزلتہ شہر کی طرف سے ہمارے دو قاصد اپنے
گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور انہوں نے امیر کو یہ جاں فرسا خبر دی کہ کا ملک اور
جنگاریوں کا ایک تیس ہزار کا لشکر آپ کے تعاقب میں آ رہا ہے اور یہ کہ ایک لاکھ لاکھوں
اور جنگاریوں نے منزلتہ شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔

اس خبر پر امیر نے فوراً اپنے لشکر کو شاہراہ کے بائیں طرف گھات میں بٹھا دیا اور
مجھے حکم دیا کہ میں پانچ سو جوانوں کے ساتھ یہ مال غنیمت اور جانور قازان پہنچانے کا انتظام
کروں۔ تھوڑی دیر بعد کا ملک اور جنگاریوں کا تیس ہزار سے بھی زیادہ کا ایک لشکر
اپنے گھوڑوں کو ماتا بھگاتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ امیر شبلی نے پہلے گھات میں رہ کر ان پر تیر
اندازی کرائی پھر اپنی کمین گاہ سے نکل کر انہوں نے کا ملک اور جنگاریوں پر خوفناک

حملہ کر دیا تھا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک بلند جگہ کھڑا ہو کر اس جنگ کا نظارہ رہا۔ جس وقت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ قازان کی طرف روانہ ہوا اس وقت امیر غم شلیبی نے کالمکوں اور جنگاریوں کو مکمل طور پر شکست دے کر اپنے آگے آگے کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب کہ خود امیر اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کو راستہ ان کا تعاقب کرنے لگے تھے۔

نامق سری نے پریشانی اور تاسف میں کہا۔ "امیر خلیل شلیبی نے یہ کیا کیا! انہوں نے کم از کم قازان سے کمک طلب کی ہوتی۔ شریف منازت تو اپنے لشکر کے ساتھ منزلہ کے اندر محصور ہوں گے۔ اب امیر شلیبی اپنے صرف دس ہزار کے لشکر کی مدد سے ایک لاکھ سے زائد کالمکوں اور جنگاریوں کو کیسے اور کیونکر منزلہ کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیں گے! کاش اس سلسلے میں امیر شلیبی نے تمہارے ہاتھ کوئی پیغام بھیجا کہ ہماری راہنمائی کی ہوتی کاش انہوں نے مجھے لشکر لے کر قازان سے منزلہ شہر پہنچنے کا حکم دیا ہوتا۔ امیر غم شلیبی نے مجھے شش و پنج اور ادھیڑ گن میں ڈال دیا ہے۔ میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔"

نامق سری خاموش ہو گیا کیوں کہ شہر کے جنوبی دروازے پر نقارے بج اٹھے تھے نامق سری نے پریشانی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اللہ ہم پر اپنا کرم کرے۔ جنوبی دروازے پر نقاروں کا بجنا اس امر کی علامت ہے کہ یا تو یہ افغان شہر کی طرف سے کسی خطرے کا پیغام ہے یا اس طرف سے کوئی اہم بیانیہ لے کر شہر میں داخل ہوا ہے۔"

پھر نامق سری نے اپنے ایک محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ذرا دیکھ کر آیا کیا معاملہ ہے۔" وہ محافظ بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ محافظ لوٹ کر آیا۔ اس کے ساتھ تین سوار بھی تھے جب وہ قریب آئے تو نامق نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ کیا معاملہ ہے تم کہا سے آئے ہو؟

ان میں سے ایک نے کہا۔ "امیر خلیل شلیبی کہاں ہیں؟ ہم افغانوں کے لیے ایک انتہائی اہم پیغام اور ایک بڑی خبر لے کر آئے ہیں۔"

نامق سری نے کہا۔ "امیر خلیل شلیبی تو شمالی ساہیر یا میں منزلہ کے آس پاس جشی کالمکوں اور جنگاریوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ میں نامق سری ہوں۔ کہو تم کیسی بڑی خبر لے کر آئے ہو شاید قدرت ہمارا امتحان لینے لگی ہے۔"

اس سوار نے کہا۔ "اُن گنت روسی بھڑیوں نے دریائے یورال کو پار کر کے افغانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ ان کی تعداد اسی تیس ہزار سے کسی طو کم نہ ہوگی اور انہوں نے افغان شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ شہر کے حاکم نوزان اور ان کے نائب طوغان افغان شہر میں محصور ہو کر بڑی جرات مندی سے روسیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ افغان کے حاکم نوزان نے امیر خلیل شلیبی کو پکارا ہے کہ وہ آئیں اور افغان کے گرد روسیوں کے حصار کو توڑ کر اہل افغان کی مدد کریں۔"

نامق سری نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اے! ایک اکیلا امیر خلیل شلیبی کدھر کدھر بھاگے گا کہاں کہاں پہنچے گا۔"

نامق نے رک کر اپنے ایک دوسرے محافظ سے کہا۔ "تم فوراً لشکر گاہ میں جاؤ۔ اور وہاں سے قاروس کو بلا کر لاؤ۔ پہلے حویلی میں جاؤ اور وہاں سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلو اور قاروس کو اپنے ساتھ لے کر آؤ۔"

جب وہ محافظ وہاں سے چلا گیا تو نامق نے پھر آنے والے سواروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بتا سکو گے کہ روسیوں نے کس کس سمت سے افغان شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے؟" اس بار دوسرے محافظ نے بولتے ہوئے کہا۔ "روسیوں نے جنوب، مشرق اور مغربی سمتوں سے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ شمالی سمت انہوں نے کھلی چھوڑی ہوئی ہے لیکن اس طرف بھی انہوں نے ایک جھنڈا پھیلا دیا ہے۔ شہر کے شمال میں دس میل فاصلہ انہوں نے ایک خاصا بڑا لشکر بٹھا رکھا ہے کہ اگر اہل افغان کو قازان کی طرف سے کوئی مدد اور کمک آئے تو اسے راتے میں ہی روک کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ہم بڑی مشکل سے ایک لمبا کاوا کاٹ کر اس لشکر سے بچ کر اس طرف آئے ہیں کامیاب ہوئے ہیں۔"

نامق سری خاموش رہا اور وہیں مالی غنیمت پر بیٹھ کر وہ قاروس کا انتظار کرنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد نامق سری کے محافظ کے ساتھ ایک جوان اپنا گھوڑا تیزی سے دوڑاتا
ہوا اس طرف آیا۔ اسے دیکھتے ہی نامق سری اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سوار قریب آ کر گھوڑے سے
اُترا اور نامق سری کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”سیدی! آپ نے مجھے بلایا ہے۔“
نامق سری نے کہا۔ ”سنو قاروس! اس وقت ہمیں بدترین حالات کا سامنا ہے
منزلتہ کی طرف سے اسمعیل بے غنیمت کا یہ مال اور جانور لے کر آیا ہے اور اس نے کہا ہے
کہ امیر شلبی ایک بار پھر کالمکوں اور جنگاریوں کے ساتھ اُلجھ گئے ہیں کیوں کہ ایک لاکھ
سے زائد کالمکوں اور جنگاریوں نے منزلتہ شہر پر حملہ کر دیا ہے۔“

دوسری بدترین خبر اوفاسے یہ تین سوار لائے ہیں کہ روسیوں کے ایک اسی فوجی ہزار
کے لشکر نے اوفاسے پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ روسیوں کا ایک بڑا لشکر
اوفاشہر کے شمال میں بٹھا دیا گیا ہے تاکہ شمال کی طرف سے اوفاسے کے لیے کمک روکی جاسکے۔
اس طرح اوفاسے پر بھی ایک لاکھ سے زائد روسیوں نے حملہ کر لیا ہے۔

قاروس! قاروس! یہیں ابھی اور اسی وقت ایک لشکر لے کر اہل اوفاسے کی مدد کو روانہ
رہا ہوں۔ میرے بعد قازان کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ ابھی اور اسی وقت دو سوار امیر
خعیل شلبی کی طرف روانہ کر کے انہیں پورے حالات سے مطلع کر دو۔ یہ سارا مالی غنیمت بہت المال
میں جمع کرادو اور سارے جانوروں کو مستقر میں لے جاؤ۔ امیر شلبی خود ان کی تقسیم کا انتظام
کریں گے۔ یہ جو تین سوار اوفاسے آئے ہیں ان میں سے دو کو میں رہبری کے لیے اپنے ساتھ
لے جا رہا ہوں۔ ایک سوار یہیں رہے گا تاکہ امیر خعیل شلبی اگر اہل اوفاسے کی مدد کو اس طرف آئیں
اور اس بارے میں وہ مزید جاننا چاہیں تو یہ سوار انہیں تفصیل بتا سکے گا۔“

قاروس نے کہا۔ ”کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں اوفاسے والوں کی مدد کے لیے روانہ ہو جاؤں
آپ امیر خعیل شلبی کے آنے تک یہیں قازان میں قیام کریں؟“
نامق سری نے کہا۔ ”نہیں، تم قازان میں رہو، اوفاسے کی طرف مجھے ہی جانا ہوگا۔ تم
میرے ساتھ مستقر چلو تاکہ میں ابھی وہاں سے کوچ کر سکوں۔“

ایک محافظ بھاگ کر نامق سری کا گھوڑا لے آیا۔ پھر وہ اور قاروس اپنے گھوڑوں پر
سوار ہو کر مستقر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اوفاسے آنے والے تینوں سوار بھی ان کے ساتھ ہو
لیے تھے۔

سامن، اونیس، مارگن اور تارسس، اسمعیل بے کو لے کر حویلی کی طرف چل دیے
راستے میں اونیس نے اسمعیل بے کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔
”اے میرے بھائی! کیا تم مجھے بتا سکو گے امیر خعیل شلبی کیسے ہیں اور وہ کب تک
شمال کی اس خطرناک مہم سے لوٹ سکیں گے۔“

اسمعیل بے کہا۔ ”میری بہن! وہ خیریت سے ہیں۔ میں ان حالات میں کچھ نہیں
بتا سکتا کہ امیر خعیل شلبی کب تک قازان شہر کی طرف آئیں گے۔ میں خود ان کے متعلق فکر
مذہبوں۔ گو انہوں نے کالمکوں اور جنگاریوں کو میرے دیکھتے دیکھتے اپنے آگے آگے بھاگنے
پر مجبور کر دیا تھا لیکن ان کا رخ منزلتہ شہر کی طرف تھا اور میں پریشان ہوں کہ منزلتہ شہر کا
ایک لاکھ کالمک اور جنگاری محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔“

اونیس نے کسی قدر خفگی میں کہا۔ ”آخر امیر خعیل شلبی کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے
آپ کو اتنے بڑے خطرے سے دوچار کریں۔ انہوں نے نامق سری سے کمک کیوں
نہیں طلب کر لی۔“

اسمعیل بے نے کہا۔ ”اے میری بہن تو خعیل شلبی کے مزاج سے واقف نہیں ہیں۔
اسے تب سے جانتا اور سمجھتا ہوں جب وہ ابھی بچہ تھا۔ اس پر اگر مصائب و اذیت کے
کوہ بھی ٹوٹ پڑیں تو وہ گھبراتے اور فکر مند ہونے والا جوان نہیں ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ
اس نے کوئی حل سوچ کر ہی کالمکوں اور جنگاریوں کا رخ کیا ہوگا اور پھر میری بہن! افغانستان
میں وہ اس سے زیادہ روسیوں کو ایسے ہی لشکر کے ساتھ کوہستانوں کی پڑیچ وادیوں میں
گھیر گھیر کر شکست دیتا رہا ہے۔ مجھے اُمید ہے وہ کالمکوں اور جنگاریوں کو بھی ذلت آمیز
شکست دے کر فوج مند و سرخرو ہو سکے گا۔“

اونیس نے اسمعیل بے کی گفتگو کے جواب میں کچھ نہ کہا۔ کیونکہ مارگن ان کی طرف

حرکت میں لاسکتے تھے۔

ان بڑی بڑی چٹانوں نے کالمکوں اور جنگاریوں کو بڑا نقصان پہنچا تا اور ایک بار پھر انہوں نے اُد پر چڑھنے کو التواء میں ڈال دیا تھا۔

خلیل شلبی کے کہنے پر اس کے لشکری کافی دیر تک چھوڑ کر تے رہے اور بڑی بڑی چٹانوں کو بڑی محنت اور جانفشانی سے نیچے لڑھکاتے رہے۔

جب اندھیرا خوب گہرا ہو گیا اور کوہستان کے اُد پر سے نیچے واوی میں کالمک اور جنگاری نظر آنے بند ہو گئے تو خلیل شلبی نے خانوت اور دو لگرو سے کہا: "میرے عزیز ساتھیو! اب ہمارے عمل کا وقت آ گیا ہے۔ اندھیرا اتنا گہرا ہو گیا ہے کہ دشمن ہمیں اور ہم دشمن کو نہیں دیکھ سکتے۔ لشکریوں کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ چشموں کے پانی کے اندر لیٹ کر ریگتے ہوئے نیچے اُتر چلیں اور جہاں جہاں چشموں کا پانی آبشاروں کی صورت میں نیچے گرتا ہے وہاں وہ پھلانگ کر نیچے اُترتے جائیں۔ ان کے پھلانگنے کی آوازیں آبشاروں کے شور میں سنائی نہ دیں گی۔ جس طرف چشموں کا پانی جاتا ہے دشمن نے اس طرف کا گھیراؤ نہیں کیا۔ شاید انہوں نے یہ سوچا ہو کہ سر میں چشموں کے برعکس پانی کے ذریعے ہم نیچے آنے کی جرأت نہ کریں گے۔ سب سے پہلے میں نیچے اُترتا ہوں۔ کانوں کا یہ بات لشکریوں تک پہنچا دو کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آئیں۔ سب سے آخر میں خانوت تم اور دو لگرو آؤ گے۔ میں پہلے نیچے جا کر اپنے ساتھیوں کو منظم کرتا رہوں گا۔ ہمارے گھوڑے جس طرح چھروں سے بندھے ہیں ایسے ہی بندھے رہیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی خلیل شلبی نے چشموں کے پانی کے اندر ریگتے ہوئے اور کالجے بیٹھ کر چلتے اور کبھی جھک جھک کر دوڑتے ہوئے نیچے اُترنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے لشکری اس کا اتباع کرنے لگے تھے۔

خلیل شلبی کا سارا لشکر آہستہ آہستہ نیچے اُترتا رہا اور خلیل شلبی لشکریوں کو منظم کرتا رہا۔ رات کی بے صدا تاریکی میں کوئی آواز تک نہ ابھر رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا باشکیریوں نے اپنے ہونٹ سی لیے ہوں یا وہ لکڑی اور پتھر کے محبتے بن گئے ہوں۔

آ رہا تھا انداس نے فوراً بات کا رخ بدلتے ہوئے کسی قدر بلند آواز آواز میں کہا: "اسمعیل بے میرے بھائی! تم! امیر خلیل شلبی کے دیوان خانے کی طرف چلو! میں تمہارے لیے وہیں کھانا لاتی ہوں۔"

مارگن نے بھی قریب آ کر کہا: "اسمعیل بے کھانے کے بعد میں تمہارے پاس ہی بیٹھوں گا اور کالمکوں و جنگاریوں کے خلاف امیر خلیل شلبی کی جنگ سے متعلق تفصیل سے سُنا پسند کروں گا۔"

سامن، ادنیس، مارگن اور نارس اپنے کمروں کی طرف چلے گئے جب کہ اسمعیل بے خلیل شلبی کے دیوان خانے کی طرف جا رہا تھا۔

سورج بکھرے ہوئے پتوں کی طرح منتشر اپنی ٹوٹی پھوٹی اور لاغر روشنی اور اپنے کاروان رنگ و بو کو سینٹا ہوا اپنی گرنوں کے سنگ شام کی سیر میاں اُترنے لگا تھا۔ ہواؤں میں نکر و فسون بکھرنے لگا تھا۔ آسمان کے حاشیوں پر پھیلی ہوئی شفق شام کو زہرہ و پروین بننے لگی تھی۔ اندھیرا ریزش غم دل اور غاند ویرانی کی طرح اُمڈنے لگا تھا۔ خلیل شلبی اسی طرح اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان کی بلندی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سورج جس وقت چھپ رہا تھا نیچے بیٹھے کالمکوں اور جنگاریوں کے کوہستان کے اُد پر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔ خلیل شلبی زخمی سانپ کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھا اور خانوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "خانوت! خانوت! لشکریوں سے کہو کہ اب چھوٹے پتھر برسائے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں بھی نیچے لڑھکانا شروع کریں تاکہ کالمک اور جنگاری اُد پر نہ آنے پائیں اور اگر وہ اُد پر چڑھنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اس میں خاصی تاخیر پیدا ہو، تاکہ اگر اندھیرے کی ادٹ میں ہم بھی ان کے خلاف اپنے عمل کی ابتلا کر سکیں۔"

باشکیری جوانوں نے کالمکوں اور جنگاریوں پر تیز سنگ باری کرنے کے ساتھ ساتھ اُد پر سے بڑے بڑے پتھر بھی لڑھکانے شروع کر دیئے تھے۔ ایسی ایسی بڑی چٹانیں بھی انہوں نے نیچے کی طرف لڑھکا دی تھیں جنہیں پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ آدمی بڑی شکل سے

والے مسلمانوں نے رات کے گھپ اندھیرے میں بری طرح ان کا قتل عام شروع کر دیا ہے تو وہ اپنے ان ساتھیوں کی طرف بھاگے جو جنوب کی طرف متعین تھے لیکن خلیل شلبی انہیں کاٹنے ہوئے ان کے تعاقب میں تھا اور پاؤں جمانے یا مڑ کر جوابی حملہ کرنے کا موقع فراہم نہ کر رہا تھا۔

جب جنوب میں متعین کا لکھوں اور جنگاریوں پر دباؤ پڑا اور ان کے کانوں میں یہ افواہ پھیلی کہ دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر کمک کے طوعہ پہ آ گیا ہے تو وہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر کوہستان کے مشرقی حصے کی طرف بھاگنے لگے تھے۔ اس طرح خلیل شلبی کا لکھوں اور جنگاریوں کو اس کوہستان کے گرد موت کے چکر دینے لگا تھا۔

جب موت کے دو چکر پورے ہو گئے اور جگہ جگہ کا لکھوں اور جنگاریوں کی لاشیں بکھر گئیں تو وہ اس وادی کی طرف بھاگے جس میں انہوں نے گھوڑے باندھے تھے۔ اس موقع پر خلیل شلبی نے اپنی بہترین جنگی مہارت کا ثبوت دیا۔ جب کا لکھ اور جنگاری اس وادی میں داخل ہو گئے جس میں انہوں نے اپنے گھوڑے باندھے تھے تو خلیل شلبی نے برق رفتاری سے وہ شاہراہ بند کر دی جو اس وادی سے نکل کر کا لکھ اور جنگاری بستیوں کی طرف جاتی تھی۔

کا لکھ اور جنگاری اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اور بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی خاطر جب شاہراہ کی طرف آئے تو خلیل شلبی نے ان پر ایسی تیز تریر اندازی کرائی کہ ان میں ہزاروں چھد کر رہ گئے اور باقی جینیں مارتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے تھے کا لکھ اور جنگاری اب اس وادی سے نکل کر دوسری طرف بھی نہ جانا چاہتے تھے۔ انہیں خوف تھا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو مسلمانوں کا کوئی اور لشکر اگر نہیں تو جو پہاڑ کے اوپر ہیں وہی اُتر کر ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس لیے کا لکھ اور جنگاری اسی وادی میں بڑے رہے۔

انہوں نے رات کے وقت کئی بار اس وادی سے نکلنے کی کوشش کی مگر ہر بار خلیل شلبی نے ان پر تریر اندازی کر کے انہیں واپس بھاگا دیا۔ یہاں تک کہ رات اپنے اختتام

جب سارا لشکر نیچے اُتر گیا تو خلیل شلبی اپنے لشکر کی لامبھائی کرتا ہوا دبے پاؤں اس طرف بڑھا جہاں کا لکھوں اور جنگاریوں نے اپنے گھوڑے باندھ رکھے تھے۔ یہ گھوڑے ایک وادی میں اس کو بہتانی سلسلے سے ذرا ہٹ کر تھے جس کا انہوں نے گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اپنے لشکر سمیت خلیل شلبی دشمن کے گھوڑوں پر سوار ہوا۔ پھر وہ دشمن کی طرف بڑھا تھا۔

خلیل شلبی نے دشمن کے مغربی پہلو پر حملے کی ابتداء کی تھی۔ وہ صدیوں کے دکھ بڑا کی شدت، جاڑے کی اذیت، موت کے اندھیروں کی سفاکی و خود غرضی، مایوسی کی کہاریوں کی تنہائی، تذلیل کے داغوں اور گھمبیر طلسم کی طرح کا لکھوں اور جنگاریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ خلیل شلبی رات کی تاریکی میں وقت کی غالب تہذیب بن کر رو پھلی کہ ان کی طرح دشمن کے اندر گھس کر ان پر پھانسی اور موت کے پھندے وارد کرتے ہوئے ان کی حالت بیڑیوں میں جکڑے قیدیوں اور زنجیروں میں بندھے مجرموں جیسی کرنے لگا تھا۔

سفر کی یلغار اور زعفران باطل کے وسط میں خلیل شلبی رات کے سرد سناٹے میں اللہ کے اپنے جنگی نعرے بلند کر کے دشمن کی زبانوں کو مڑھ کر کے ان کی رحوں کو تالے ڈالنے لگا تھا۔

خلیل شلبی کے تحت لڑنے والے باشکیری بھی اپنی رعایتی شورش و شرر اور جذبہ کی سچائی کے ساتھ زندگی موت کا کھیل شروع کر چکے تھے۔

کا لکھوں اور جنگاریوں پر خوف اور بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی وہ سمجھتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں مسلمانوں کا کوئی اور لشکر کمک کے طور پر پہنچ گیا ہے لہذا ان کی حالت بدتر ہو گئی۔ وہ اب کوہستان کے اوپر جا کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش بھی نہ کر رہے تھے، انہیں ڈر اور خدشہ تھا کہ اگر وہ کوہستان پر چڑھے تو اوپر سے مسلمانوں کا محصور لشکر ان پر حملہ کر کے یا پتھر برساکر ان کی ہڈی ہڈی کو پیس کر رکھ دے گا۔

سیرِ حسن، ریاضِ شوق اور کوہستان سینا کے لپکتے شعلوں کی طرح خلیل شلبی اپنے حیلہ میں تازگی اور تیزی پیدا کرتا جا رہا تھا۔ کوہستان کے مغربی حصے پر متعین دشمن کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ نئے نئے

سے گلے ملنے لگی۔

نیم جانوں کے لیے زندگی کا نشان لیے اور صدف صدف اور برگ برگ پر اب
نیساں کی صورت میں شبنم کے قطرے برساتی سحر سیل نگہت کی طرح نمودار ہو کر کوتاہانوں
کو جہنم جہنم کرنے لگی تھی۔

جب سحر کی روشنی پھیلی تو خلیل شلبی نے دیکھا وادی کے اندر کالمکوں اور جنگاریوں
کی بہت کم تعداد محصور تھی اور ہر طرف ان کے مرنے والوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔
اس موقع پر خلیل شلبی نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میرے رفیقو! میرے دیرینہ ہمدنو!

آؤ ان کالمکوں اور جنگاریوں پر قابو پا کر

اپنے وطن کے پیلے عارضوں کو اپنا خون رنگ دیں۔

آہوں کو خوشیاں، مایوسیدوں کو انبساط عطا کریں۔

سُن رکھو!

ہمارا اتحاد ہی ہماری قوت اور ہماری تہرانیت ہے۔

قطرہ جب قطرے سے متحد رہتا ہے تو بھر کھلتا ہے۔

جب قطرے قطرے کی جدائی ہو جائے۔ پھر نہ موج نہ صدف

نہ سیپ نہ بھر نہ دریا نہ گہر نہ کوئی سیل رواں

تم اگر متحد ہو تو!

تو کبھی بے گل نہ ہو۔

کبھی شک کبھی سخت جولاں

کبھی سخن کبھی نغمہ، کبھی ارض جواں کی شادابی

کبھی زندگی کی معراج کبھی بطن خاک میں آب گوہر ہو۔

سنو!

اتحاد کے باعث تم نجیب و شجاع ہو۔

زہین و فطیس ہو۔

غیر تبدیلی کا عمل ہو، جمال سحر ہو۔

افق تا افق روشنی اور سلامتی کے خیام ہو۔

کو مبارکوں کی یہ شادابی تم سے

دشت و دھن کی یہ زندہ دلی تم سے

آؤ میرے ساتھ کہ ان کوتاہانوں سے گھری موت کی وادی کے اندر

ان کالمکوں اور جنگاریوں کا خاتمہ کر دیں۔

خلیل شلبی کی پکار پر باشکیروں کی نظر نظر میں ایک چمک اور نفس نفس میں آگ

بھگتی تھی۔ خلیل شلبی جب آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور ہوا تو باشکیروں نے اپنے پہلے

ہی حملے میں کالمکوں اور جنگاریوں پر گہری سجیلی شام، تپتی صدیوں، دھکتے دوزخ جہر

کے ٹکڑاؤ اور گردوش ایام کی تحریروں کی طرح چھانا شروع کر دیا تھا۔

خلیل شلبی کی سرکردگی میں باشکیروں نے اک سنگ پر دشمن کے لیے تقدیر کی

بدترین تحریریں نقش کر رہے تھے۔ وقت کے اسکان پر انہوں نے ہست و بود کا ایسا

کھیل شروع کیا تھا کہ لگتا تھا وہ اپنے معجزاتی حملوں سے فلک کو نیلیم، زمین کو زمر و دواویلوں

کو کھراج اور بیابانوں کو کندن بنا دیں گے۔

کالمکوں اور جنگاریوں کی رات بھر کی اجاڑنگاہوں میں اور زیادہ دیرانی بکھر گئی

تھی اور باشکیروں کے سامنے وہ یوں کھٹے لگے جس طرح نخل خرب سے چاندنی کی پتیاں

گرتی ہیں۔

خلیل شلبی نے اپنے انتہائی مہلک حملوں سے اور جنگی نفردوں بلند کرتے ہوئے کالمکوں

اور جنگاریوں پر انحطاط طاری کرنا اور انہیں گہری دلدلوں شوریدہ دریاؤں اور گھنے

جنگل کی طرح نگلنا شروع کر دیا تھا۔

سورج طلوع ہونے کے بعد دھوپ جس وقت کوتاہانوں کی بلند یوں سے اتر کر

نور و نورنگ وادیوں اور نشیبوں میں پھیل رہی تھی۔ خلیل شلبی نے دونوں نوجواں بھ

قبائل کے جوانوں کا خاتمہ کر کے میدان صاف کر دیا تھا۔

جنگ کے خاتمہ کے بعد خلیل شلمی نے ایک ہزار شکریوں کے ساتھ دو لکرو کو اپنے گھر کے اوپر بندھے اپنے گھوڑے لانے کو روانہ کر دیا اور خود اس نے اس وادی میں ادھر ادھر جھگٹے بدھ قبائل کے ان گنت گھوڑوں کو ایک جگہ جمع کیا اور بدھ قبائل نے وہاں اس وادی میں اپنے لیے خوراک اور دیگر ضروری اشیاء کا جو ذخیرہ کر رکھا تھا ان سب کو اس نے انہی کے گھوڑوں پر لاد دیا تھا۔

اتنی دیر تک دو لکرو بھی کوہستان کے اوپر سے گھوڑوں کو لے آیا۔ رات بھر پانی سردی میں بندھے رہنے کے باعث ان میں اکثر گھوڑے بیمار اور سست سست لگتے تھے اور سردی کے باعث ان کے جسموں پر کچکا ہٹ طاری تھی۔ خلیل شلمی نے لشکر کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

وزم گاہ کے اس علاقے سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ خلیل شلمی ایک کھلی اور محفوظ وادی میں داخل ہوا۔ اس وادی میں اسی کوہستان کے چشموں کا پانی بہہ کر رہا۔ یووال کی طرف جاتا تھا جس کوہستان پر بدھ قبائل نے خلیل شلمی کو اس کے لشکر سمیت محصور کر کے وہاں انہیں ختم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

اس وادی میں مندی صورت میں بہتے چشموں کے پانی کے کنارے خلیل شلمی نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے، وہاں آگ کے الاؤ روشن کرنے اور لشکر کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

آن کی آن میں اس وادی کے اندر پڑاؤ کر دیا تھا۔ لشکر بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر سے برفانی ہواؤں کے مارے ہوئے خشک درخت کاٹ کر جگہ جگہ ان کے ڈھنگ لگائے گئے۔ گھوڑوں کے آگے بدھ قبائل سے ملنے والا چارہ اور خوراک ڈال دی گئی تھی پھر گھوڑوں کے اطراف میں بڑے بڑے آگ کے الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے تاکہ ان کی سردی اور کچکا ہٹ جاتی رہے۔

لشکریوں نے اس قدر بڑے بڑے اور زیادہ الاؤ روشن کر دیئے تھے کہ اس انداز

میں سردی کی جگہ حرارت سی پیدا ہو گئی اور آگ کے ان الاؤ کے پاس بیٹھ کر شکری کھانا کھانے لگے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ خلیل شلمی اس وادی سے کوچ کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ دو سوار وادی میں داخل ہوئے۔ وہ دونوں قازان شہر سے آنے والے قاصد تھے۔ کچھ شکری ان دونوں کی راہنمائی کرتے ہوئے انہیں خلیل شلمی کے پاس لے آئے۔ دونوں نے خلیل شلمی اور اس کے پاس کھڑے خانو اور دو لکرو سے مصافحہ کیا۔ پھر ایک سوار نے خلیل شلمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”اے امیر! ہم قازان سے آپ کے لیے ایک بڑی خبر لے کر آئے ہیں۔“
خلیل شلمی نے فکر مند ہو کر پوچھا۔ ”تم قازان سے کیا خبر لائے ہو؟“
اس سوار نے کہا۔ ”اے امیر! روسیوں نے افغان پر حملہ کر دیا ہے۔ افغان کا حاکم نوزاد اور اس کا نائب طوفان محصور ہو کر شہر کا دفاع کر رہے ہیں جب روسیوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ سیدی نامق سری ایک لشکر لے کر قازان سے افغان کی طرف جا چکے ہیں۔ خلیل شلمی نے اور زیادہ فکر مند ہو کر پوچھا اور قازان کا دفاع کس کے پاس ہے؟“
اس سوار نے کہا۔ ”قازان کا دفاع سیدی نامق سری، قاروس کے سپرد کر گئے ہیں۔“ پھر اس سوار نے کسی قدر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ وہی قاروس ہے سیدی نامق سری جب آپ کو لینے داغستان گئے تھے تو قازان کا دفاع اسی قاروس کے سپرد کر گئے تھے۔“

خلیل شلمی نے کہا۔ ”تمہیں وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں قاروس کو اچھی طرح جانتا ہوں اور تربیت کے دوران وہ میرے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔ وہ ایک جفاکش اور بھروسے کا آدمی ہے۔“

اس سوار نے خلیل شلمی کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہا۔ ”یا امیر! قازان اور افغان کے لوگ ضرورت کی اس گھڑی میں آپ کو یاد کرتے اور پکارتے ہیں۔“

”خلیل شلمی نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک عہد کرنے کے انداز

میں کہا۔ ”ان کی پکار پر میں لپک کہتا ہوں۔“

پھر خلیل شلبی نے دو لگرو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”دو لگرو! میں نے فیہد کیا ہے کہ اب میں ہزار کے اس سارے لشکر کو اپنے ساتھ رکھا کروں گا۔ اس لیے کہ میری کچھ ضروریات و مصروفیات بڑھتی جا رہی ہیں۔ تم منزلتہ میں نئے باشکیری جوانوں کو تربیت دے کر منزلتہ میں اس لشکر کی کمی کو پورا کر لینا بلکہ نئے جوانوں کی تربیت کا سلسلہ جاری رکھنا۔ ہو سکتا ہے مجھے اور تربیت یافتہ جوانوں کی ضرورت پڑے۔ تم لشکر میں سے صرف تلو جوانوں اور بدھ قبائل کے ان گھوڑوں میں سے آدھے لے کر منزلتہ کی طرف کوچ کر جاؤ۔“

دو لگرو نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”یا امیر! کیا آپ لشکر کے ساتھ منزلتہ تک ہمارے ساتھ نہ جائیں گے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”نہیں۔ میں دریائے یورال کے دائیں کنارے کے ساتھ مسلمانوں کے مقبوضہ روسی علاقے کے اندر جنوب کی طرف بڑھوں گا۔ پل پار کر کے پلے قازان جاؤں گا اور وہاں سے دائرخ کروں گا۔ ساتھ ہی خلیل شلبی نے خانوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”خانوف! خانوف! اپنے جاسوسوں کو دریائے یورال کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ روسی مقبوضہ علاقے میں روانہ کر دو تاکہ وہ ہمارے آگے آگے بڑی رفتاری کے ساتھ سفر کر کے ہمیں راستے کے ممکنہ خطرات سے آگاہ کرتے رہیں۔“

خانوف فوراً دائیں طرف گیا اور جاسوسوں کو روانہ کر کے پھر خلیل شلبی کے پاس آکھڑا ہوا۔ خلیل شلبی نے پھر دو لگرو سے کہا۔ ”دو لگرو! اب تم اپنے لیے تلو جوانوں کو علیحدہ کرو آدھے گھوڑے لو اور منزلتہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔“ دو لگرو نے فوراً اپنے لیے تلو جوان علیحدہ کر لیے پھر اس نے خانوف کے ساتھ مل کر بدھ قبائل سے ملنے والے سارے گھوڑوں کو آدھا آدھا کیا۔ دو لگرو منزلتہ کی طرف روانہ ہو گیا اور خلیل شلبی اپنے بیس ہزار کے لشکر کو لے کر دریائے یورال کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔



خلیل شلبی بڑی تیزی سے دریائے یورال کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف سفر کر رہا تھا۔ شاید وہ بہت جلد قازان پہنچ جانا چاہتا تھا۔ ابھی وہ اس پل سے بائیں میل دور ہی تھا جو قازان شہر اور مقبوضہ روسی علاقے کے درمیان دریائے یورال پر تھا تو اس کے دو جاسوس واپس لوٹے۔ ان دونوں جاسوسوں نے خلیل شلبی کو اشارے سے لشکر روکنے کو کہا۔ خلیل شلبی نے فوراً اپنے مخصوص انداز میں جھنڈی لہرا کر لشکر کو روک دیا۔

وہ دونوں جاسوس قریب آئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ ”یا امیر! دشمن اس پل کے پاس گھات لگا چکا ہے جس سے گزر کر ہم نے اپنے شہر قازان کی طرف جانا ہے۔ انہیں اطلاع ہو گئی ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ اس طرف آرہے ہیں۔ شاید یہ اطلاع انہیں بدھ قبائل کے جاسوسوں نے دی ہو۔ یہ لوگ دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ جب آپ پل پر جائیں گے تو ان کا ایک حصہ سامنے کی طرف سے آپ پر حملہ آور ہوگا اور دوسرا دائیں طرف کے کوہستانی سلسلے سے نکل کر آپ کی پشت پر حملہ کر دے گا۔“

خلیل شلبی نے پوچھا۔ ”یہ کون لوگ ہیں؟“

اس جاسوس نے کہا یہ کاسک اور سلاو فلز تحریکوں کے لوگ ہیں۔ ایک لشکر



ہم شاہراہوں جیسی ہے۔

خانوت نے کہا۔ "اے امیر! جو آپ نے فیصلہ کیا ہے۔ ان دونوں دشمنوں سے
نشتے کا یہ ایک عمدہ اور سہل ترین طریقہ ہے۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "ان دو جاسوسوں میں سے ایک کو تم اپنے ساتھ لے جانا اور
دوسرے سے ساتھ رہے گا۔"

ایک بار پھر جھنڈی لہا کر خلیل شبلی نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ آدھ
میل آگے جاکر خانوت آدھے لشکر کے ساتھ کوہستانی درے میں گھس کر دائیں طرف مڑ گیا
جب کہ آدھے لشکر کے ساتھ خلیل شبلی سیدھا آگے جا رہا تھا۔

خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ کوئی ایک میل آگے گیا ہو گا کہ سامنے کی طرف سے ایک
لڑکی آتی دکھائی دی۔ وہ اپنے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھی اور اس کے لمبے لمبے بال رومال
میں بندھے ہوئے کے باوجود سیاہ بادلوں کی طرح اڑ رہے تھے۔

لڑکی نے قریب آ کر اپنے گھوڑے کو روکا اور خلیل شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے اس
نے کہا۔ "میں نہیں جانتی آپ کون ہیں پر مجھے امیر خلیل شبلی سے ملنا ہے۔" اس لڑکی کی
آواز گلن کی کھنک اور گھنٹیوں کے قصص و دام جیسی پرکشش تھی۔

خلیل شبلی نے غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا وہ جام گلگوں اور شکر فی صبح جیسی
حُنین، سُرخ گلابوں میں قیر تے چاند اور رنگ و نور میں دوڑتے بے لگام لہو جیسی پرکشش
تھی۔ اس کا سراپا حسن مصر، روم کی مستی، اجالوں کا زمزمہ، تمغوں کا چراغ، زہر کا سرو
اور قتال کی چمک تھا۔ اس کے رخساروں کی دھوپ میں ایک ستی تھی، زلفوں کے
سایوں میں ہوا کی خوشبودار سانسیں اور اس کے خوب صورت تراش والے ہونٹوں پر
سردی لطافتوں میں ڈوبے آن گنت نغمے اپنی صداؤں کے لیے مچل رہے تھے۔ اس کے
ہونٹوں پر بازو اک آؤر کہہ رہے تھے۔

گرفتاروں کے لمس جیسی اس حسین لڑکی نے پھر خلیل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "میں
نے آپ سے کہا تھا مجھے امیر خلیل شبلی سے ملنا ہے۔ آپ نے میری بات کا کوئی جواب

کا سکوں کا اور ایک سلاؤ فلز والوں کا ہے اور ان میں سے ہر دو لشکر کی تعداد پندرہ پندرہ
ہزار سے کم نہ ہوگی۔"

خلیل شبلی کا رنگ غصے اور انتقام میں جلتے چٹاروں اور کوندتی بجلیوں جیسا ہو
گیا تھا۔ اس کے چہرے سے گلتا تھا گویا وہ دشمنوں کو لقمہ دوق ریت کے کھرام کا شکار بننے
کا عزم کر رہا ہو۔ پھر اس نے ان جاسوسوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اس عمل
دوق سے واقف ہو جہاں یوں شکر گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

ان میں سے ایک نے پھر کہا۔ "یہاں سے صرف آدھ میل آگے ایک درہ ہے اگلاں
میں سے گزر کر ہم اپنے دائیں طرف کے کوہستانی سلسلے کے اس پار وادی کے اندر ہی اندر جو
ایک لمبی بٹی کی صورت میں ہے جنوب کی طرف پڑھیں تو ہم ایک لشکر کی پشت پر جا سکیں
گے۔ یہ وہ لشکر ہے جو سلاؤ فلز کا ہے اور جس نے ہم پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہونا
جس وادی میں سے ہو کر گزرنے ہے اس کے اندر باغات اور فصلوں کی کثرت ہے اور ہم
بآسانی اوٹ میں رہ کر اس لشکر کی پشت پر سے حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ دوسرا لشکر پل کی
مغربی چٹانوں کے اندر گھات میں بیٹھا ہوا ہے اور جب ہم پل کے پاس جائیں گے تو
سلسلے کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہو جائے گا یہ لشکر کا سکوں کا ہے۔"

خلیل شبلی نے اپنے پہلو میں خانوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "خانوت!
خانوت! تم آدھے لشکر کو لے کر اور اس درے سے گزر کر سلاؤ فلز کے لشکر کی پشت
پر حملہ آور ہو جانا۔ میں سیدھا آگے جاؤں گا اور مناسب جگہ اپنے لشکر کو روک لوں گا۔
جب تم سلاؤ فلز پر حملہ آور ہو گے تو یقیناً کا سکوں کا لشکر ان کی مدد کو آئے گا اور جب
وہ ایسا کریں گے تو میں اپنی گھات سے نکل کر ان کی پشت پر حملہ کر دوں گا۔ اس طرح
سلاؤ فلز اور کا سک دونوں لشکروں کو اپنے درمیان پسین کر رکھ دیں گے۔"

خانوت نے جاسوس سے پوچھا۔ "جس درے کو عبور کر کے کوہستانی سلسلے کے
اس پار جانا ہے اس درے کی لمبائی اور چوڑائی کتنی ہوگی۔"

اس جاسوس نے کہا۔ "وہ درہ دو فرلانگ سے زیادہ لمبا نہ ہوگا اور چوڑائی اس کی

نہیں دیا۔

خلیل شلبی نے بڑی نرمی سے کہا۔ ”میں ہی خلیل شلبی ہوں۔ تم مجھ سے کیوں ملز جانتی ہو۔“

دو تین میل شمال کی طرف جا کر امیر خلیل شلبی کی راہ روکے اور انہیں بتائے کہ ان کے شہر قازان کی طرف جانے والے پل کے آس پاس ان کے لیے موت کے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ ”دوسرے چرواہے نے کہا۔ اگر ہم میں سے کسی نے ایسا کیا اور روسیوں کو اس کی خبر ہو گئی تو وہ ہمیں اور ہمارے خاندان کو زندہ جلا کر رکھ دیں گے۔“

اے امیر! اس سے آگے خبر نہیں ان دونوں چرواہوں نے کیا گفتگو کی پر میں نے ان کی بات میں نہ سمجھ سکی۔ اس کے بعد میں اپنے باپ کی طرف لوٹی اور ان سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے اپنے ریوڑ میں سے ایک گھوڑے کو پکڑا اور اس کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آپ کو اس خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے میں اس طرف چلی آئی ہوں۔ میرا آپ کے لیے مشورہ ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ جائیں اور کسی اور راستے سے دریا پار کیے قازان چلے جائیں۔ اس لیے کہ آپ کے ساتھ چھوٹا سا ایک لشکر ہے اور جو دو لشکر آپ کی گھات میں ہیں وہ اس سے تین گنا سے بھی زیادہ ہوں گے۔“

سوفار کی طرف دیکھتے ہوئے خلیل شلبی نے کہا۔ ”اے بھت کسار! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مسلمانوں کی سلامتی کی خاطر مجھے یہ اطلاعات پہنچائیں لیکن میں پہلے سے جانتا ہوں کہ جس پل کو پار کر کے ہم نے اپنے شہر قازان کی طرف جانا ہے۔ اس کے عین سامنے کا سکوں کا لشکر ہے اور اس کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب ہوگی۔ دوسرا لشکر دائیں طرف کے اس کو جتنا ہی سلسلے کے پیچھے گھات میں ہے۔ یہ لشکر سلاو فلز والوں کا ہے اور اس کی تعداد بھی کا سکوں جتنی ہی ہے۔“

سوفار نے چونک کر پوچھا۔ ”یا امیر! آپ کو ان دونوں لشکروں کے گھات میں بیٹھنے کے محل وقوع اور ان کی تعداد سے متعلق کیسے خبر ہو گئی؟“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”ہمارے جاسوس ایسی سب اطلاعات فراہم کرنے کے پابند ہیں اور میں سلاو فلز اور کا سکوں کے ان دونوں لشکروں سے بیٹھنے کا انتظام بھی کر چکا ہوں۔ اب تم جاؤ اور اپنے باپ سے بھی میرا سلام کہنا کہ اس نے تمہیں یہ اطلاعات ہمیں پہنچانے کی اجازت دی۔“

وہ لڑکی چند ثانیوں تک ایک عقیدت، ایک ارادت مندی سے خلیل شلبی دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے بے خواب راتوں میں گھنٹیوں کی صداؤں جیسی اپنی طلسمی آواز میں کہا۔ ”میری قوم کے عظیم مجاہد! آپ کی شجاعت و دلادری ہے باقی وجوہ مروی، آپ کی نجابت و اصالت، انسانیت و شرافت اور آپ کے نام کی عظمت سے ان علاقوں کا ہر فرد ان دنوں سے واقف اور آگاہ ہے۔ جب سے آپ نے امام شامل کی سرکردگی میں داغستان کی سرحدوں پر روسیوں کو لگاتار اور پے درپے ذلت آمیز اور عبرت خیز شکستیں دی تھیں۔“

اے امیر! میرا نام سوفار ہے جس پل سے گزر کر آپ نے شہر قازان کی طرف جانا ہے اس پل کے سامنے صرف ایک میل کے فاصلے پر مقبوضہ روسی علاقے میں ششنام کی ایک بستی ہے۔ میں اسی بستی کی رہنے والی ہوں۔ ہم گھر کے صرف دو افراد ہیں، میں اور میرا بوڑھا باپ جس کا نام احمد مروان ہے۔“

ہماری گزر بسر ایک بہت بڑے ریوڑ سے ہوتی ہے جیسے میرا باپ ان کو ہستانوں اور وادیوں میں چراتا ہے۔ میں گھر کے کام کرتی ہوں اور روزانہ اپنے باپ کو دوپہر کا کھانا ان کو ہستانوں میں پہنچاتی ہوں۔ آج جب میں اپنے باپ کو کھانا دے کر واپس جا رہی تھی تو راستے میں دو چرواہوں کو آپ سے متعلق گفتگو کرتے سنا۔ ایک چھری کی ادٹ میں ہو کر میں بھی ان کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ کہہ رہے تھے کاش! امیر خلیل شلبی کو کوئی یہ بتا دے کہ ان کا دریائے پوتل کے کنارے کتا ہے اس طرف آنا کس قدر خطرناک ہے۔ کیوں کہ یہاں دو لشکر کا ایک سلاو فلز اور دوسرا کا سکوں کا ہے ان کی گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایک چرواہے نے کہا۔ ”کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم دونوں میں سے کوئی جانے آد

سوفار نے پر شوق لگا ہوں سے خلیل شبلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے میرے باپ کا نام احمد مردان ہے اور وہ آپ کو دیکھنے کا بہت خواہش مند ہے۔" خلیل شبلی نے کہا۔ "سلاؤ فلز اور کا سکوں سے نمٹ کر میں اس نیک چرواہے سے ضرور ملوں گا۔"

سوفار نے اپنے گھوڑے کو موڑا پھر اسے ایڑ لگا کر وہ واپس جا رہی تھی۔

سلاؤ فلز اور کا سکوں کے لشکر بڑی بے چینی سے خلیل شبلی کے آگے اور اس پر جان لیوا حملہ کرنے کے منتظر تھے لیکن خلیل شبلی نے آگے بڑھ کر ایک ایسی جگہ پہنچ کر روک دیا جہاں وہ گھات میں رہ کر چل کے سارے کا سکوں کے لشکر پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ دوسری طرف خانوف اپنے لشکر کے ساتھ دے سے گزر کر درختوں اور چٹانوں کی آڑ میں بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

دشمن کے متعلق اطلاعات لانے والا ایک جاسوس اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ سیدی! اس چٹان کے پاس جا کر اس جاسوس نے خانوف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "خانوف نے جھنڈی فضا میں بلند کر کے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ اور اس کے اشارے پر باشکیروں نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ہمیز لگا کر خانوف کے پیچھے دوڑا دیا تھا۔"

تھوڑی دیر ہی آگے سلاؤ فلز والوں کا لشکر گھات میں بیٹھا تھا۔ انہوں نے اپنی پشت پر جو یوں مسلمانوں کے جنگی نعرے سنے تو وہ بوکھلا کر رہ گئے لیکن ان کے کماندار نے انہیں سنبھالا اور ان کا رنج پشت کی طرف کر کے ان کی غلط فہمی کو درست کرنے کی کوشش کی، اتنی دیر تک خانوف نے ان پر حملہ کر دیا تھا۔

سلاؤ فلز والوں کو گوان کے کماندار نے سنبھالنے کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن وہ پشت کی طرف سے مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔

خانوف کے اچانک اور زوردار حملے نے ان میں سے ایک اضطراب و ہل چل اور ایک جنگامہ ضرور ٹسّر کر دیا تھا۔ سلاؤ فلز کے کماندار نے فوراً کا سکوں کی طرف اپنے وار دوڑائے کہ مسلمانوں نے ان کی پشت پر حملہ کر دیا ہے۔ لہذا وہ فوراً ان کی مدد کا اس

دہان آئے۔ تھوڑی دیر بعد جب چل کے سارے گھات میں بیٹھا کا سکوں کا لشکر اپنے گھوڑوں کو مارا بھگاتا سلاؤ فلز والوں کی طرف بڑھا تو خلیل شبلی چونکا ہو گیا۔ وہاں کوہستانوں کے دہان پر چڑھنے والے چرواہے چوٹیوں پر کھڑے ہو کر اس منظر کو بڑے شوق سے دیکھنے لگے تھے۔

کا سکوں کا لشکر خلیل شبلی کی سیدھ سے جب سارا آگے گزر گیا تو خلیل شبلی نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکل کر بے صدا آوازوں کے عکس، تخیل کے تشدد اور برسوں سے لگی ہوئی کسی آندھی کی طرح ان پر حملہ کر دیا تھا۔

دھول دھول موسج کے گرد و غبار اور پھڑ پھڑاتی دھوپ کی چلی صداؤں میں خلیل شبلی نے کا سکوں کی پشت پر سلگتی آگ میں اٹھتے دھوئیں کے گھونگھٹ ریت کے بے انت پیاس کی طرح حملہ آور ہو کر ان کی صفوں کو کاغذ پر تر چھی سطروں کے جال کی طرح غیر منظم و منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔ خونخوار کا سکوں وہ دن کے جبر کی زنجیریں دلاز اور میتی کے خوف کی ڈوریاں طویل ترین کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف خانوف نے بھی نقروں کے جوش اور خواہشوں کی پیاس کی طرح آگے بڑھ کر سلاؤ فلز والوں کے استعماری عزائم۔ ان کی قوتِ ارادی اور برتری کے احساس اور فخر کو رکھ دیا تھا۔ زمین کی ان برف پوش منطقوں کی تنگیوں کے اندر سلاؤ فلز اور کا سکوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے ان پرورد کی جوتڑھی چڑھلیوں اور سفاک موجِ آتش نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔

چھوٹی سی اس ٹھٹھری وادی میں خلیل شبلی نے ایک طرف سے اور خانوف نے دوسری سمت سے دشمنی کا بھرپور اعلان کرتے ہوئے سلاؤ فلز اور کا سکوں کی حسیقہ

صلاحتوں کو کند اور مسوجھ بوجھ کی ساری قوتوں کو مفلوج کر کے ان پر مایوسی کے اور اس کی پیاس جیسی کیفیت طاری کرنی شروع کر دی تھی۔ سلاو فلز اور کاسک ہی سرزمین میں باتکیروں کے ہاتھوں پر لے لگے جالوں اور داموں کی مرگ جیسی کاشکار ہونے لگے تھے۔

کلے موموں کے باسی سلاو فلز اور کاسک اپنی بے بسی کا زہر پی پی کر باتکیروں کے ہاتھوں کٹتے مرتے رہے۔ یہاں تک کہ خلیل شبلی اور خانوت نے دشمن کو اپنے پوری طرح گھیر کر ان کے ایک ایک سپاہی کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

دشمن کا کام تمام کرنے کے بعد جب خلیل شبلی اپنے لشکر کو سمیٹ کر اپنے قازان کے سمنے دریائے یورال کے پل کے قریب آیا تو حمین سو فار اپنے گھوڑے دوڑاتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ اس کے ساتھ کچھ اور سوار بھی تھے۔ قریب آکر سو فار اپنے نعموں سے بھر پور خوب صورت ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

”یا امیر! میں آپ کو اس شاندار فتح پر مبارک باد دیتی ہوں۔ آپ نے اپنی رائے سے کام لے کر سلاو فلز اور کاسکوں کی مکر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ان کے اس قتلہ آدی ہار جانے سے اب اس علاقے میں مسلمانوں پر مظالم کسی قدر کم ہو جائیں گے۔“

پھر سو فار رکا اور اپنے قریب سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اے امیر! یہ میرے باپ احمد مروان ہیں۔“

خلیل شبلی نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کر احمد مروان اور اس کے ساتھ دو جوانوں سے مصافحہ کیا۔ احمد مروان نے کہا۔

”یہ میرے ساتھ میرے ساتھی چرواہے ہیں۔ بخدا جب آپ واغستان میں شامل کے پاس تھے۔ تب سے ہم اسلام دشمن قوتوں کے خلاف آپ کی کامرانیوں کا میا بیاں سنتے آ رہے ہیں۔ میری دلی خواہش تھی کہ آپ جیسے مجاہد سے ملوں۔ خلافت نے یہ خواہش بھی پوری کر دی۔“

اے امیر! آپ نے کیا خوب ان دشمنوں کی ساری وحشت ناک داستانوں کو

رکے رکھ دیا ہے۔ یہ لوگ سازگار حالت میں موزوں وقت پر آپ کے لشکر پر ضرب لگانا چاہتے تھے۔ جو پھندا یہ پھیل کر بیٹھے تھے اس کا یہ خود شکار ہو گئے ہیں۔ آپ نے کیا خوب ان کی حالت صداؤں کے خلاؤں اڑتے رنگوں جیسی کر دی ہے۔ ایسا لگتا ہے یہ لوگ آپ کے لشکر نہیں بلکہ اک بوئے گریزاں کے تعاقب میں سرگرداں تھے۔ خداوند کریم آپ کو اور توفیق دے کہ آپ مسلمانوں کے دشمنوں کی حالت اس سے بھی بدتر کرتے رہیں۔“

خلیل شبلی نے اس بار غور سے احمد مروان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو خبر ہے کہ سلاو فلز اور کاسک تحریکوں کے مرکز کہاں ہیں اور کس جگہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف اپنے آدمیوں کی تربیت کرتے ہیں۔“

احمد مروان نے کہا۔ ”ان دونوں تحریکوں کے مرکز ان کوستانوں کے اندر ہی کہیں ہیں لیکن کسی کو ان کے محل وقوع کا علم نہیں اور نہ ہی یہ لوگ کسی کو اس طرف جاتے دیتے ہوں گے۔ اب تو ان دو تحریکوں کے علاوہ بے بہت نے بھی ایک مسلمان ہونے کے باوجود مسلمانوں ہی کے خلاف اور روس کے حق میں ایک تحریک شروع کر دی ہے۔“

ادراس نے بھی مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں کا مرکز ان کوستانوں کے اندر ہی کہیں بنا رکھا ہے۔ اگر اس مقبوضہ علاقے کے مسلمان کبھی ان تحریکوں کے خلاف آواز بھی اٹھاتے ہیں تو ان کی زبانیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ لہذا اپنی سلامتی کی خاطر لوگ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے باوجود چپ اور خاموش رہتے ہیں۔

کاش قازقستان کی طرح ہماری اس سرزمین کو بھی خلیل شبلی جیسا کوئی امیر بشیر آ جاتا تو ہماری یہ سرزمین بھی روس کا مقبوضہ علاقہ نہ کہلاتی۔ یہ سرزمین جس میں کبھی شاہ دانہ، سیب، بادام اور آلوچے کی خوشبودار چربی رہتی تھی اب اس سے خون کی بو آنے لگی ہے روسی اس کے اندر ہمارے خلاف موت کا کھیل کھیلنے لگے ہیں۔

احمد مروان کی گفتگو سن کر دکھ اور غم میں خلیل شبلی کی گردن کچھ دیر کے لیے جھکی رہی پھر اس نے بکھری بکھری غمزہ سی آواز میں کہا۔ ”آہ! اس نظام شمسی کے ساتھ

انسان، سماج اور تاریخ کا ہر انقلاب وابستہ ہے، پر یہ روسی بھیڑیے ہماری ہنر اور ہماری شرافت کو اپنی گندی سیاست کی آہنی زنجیروں میں جکڑنا چاہتے ہیں۔ طاق تہذیب کی ہر شمع کو بجھانا چاہتے ہیں۔ ایسا وہ صرف اس وقت کر سکتے ہیں جب آپس میں متحد ہو جانے کی بجائے دُشمن خود دُشمنِ نجوم کی طرح یکبھرے یکبھرے اور ایک دوسرے سے الگ تھک پڑے رہیں۔

میرے بزرگ! آپ اطمینان رکھیے میں اپنے ارد گرد کے یکبھرے مسائل سے پاکر عنقریب دریائے یورال کے اس پار مسلمانوں پر ظلم ڈھلنے والی سلا دونفلز کا مکمل بے مہمت کی تحریکوں پر بھی ضرب لگاؤں گا۔ میں آپ کو سچ کرتا ہوں۔ شاید پھر ملاقات ہو۔

خلیل شبلی ذرا رکا پھر اس نے احمد مروان کے ساتھی نوجوان چودا ہوں کی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تم لوگ اب اپنے ریوڑوں کی طرف جاؤ۔“

وہ چودا ہے جب چلے گئے تو خلیل شبلی نے احمد مروان کو مخاطب کرنے ہوئے کہا۔ ”احمد مروان! میرے بزرگ! کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اس علاقے کی مائیں خبریں مجھ تک پہنچاتے رہیں۔ جب سلا دونفلز اور کاسک تحریکوں کے رکوسی ادب مہمت کے بد معاش اس علاقے کے مسلمانوں پر مظالم کرنے یا ان کی لوٹ کھسوٹ کی آئیں تو آپ مجھے اطلاع کر دیا کریں۔ تاکہ میں ان سے نمٹ سکوں اور اس روسی علاقے کے مسلمانوں کو روسیوں کے مظالم اور عذاب سے بچا سکوں۔“

احمد مروان نے بڑی رازداری سے کہا۔ ”اے امیر! یہ کیوں کر ممکن ہے۔ ال پل کے آس پاس تو ہر وقت سلا دونفلز اور کاسک تحریکوں کے مسلح جوانوں کا پرہ رہتا ہے پھر ایسی کوئی اطلاع کیوں کر آپ تک پہنچائی جاسکتی ہے۔“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”اگر اس پل کے علاقہ میں دریائے یورال پار کرنے کا کوئی ذریعہ بنا دیا جائے پھر؟“

اس بار احمد مروان کی بجائے اس کی بیٹی سوفار نے بولتے ہوئے کہا۔ ”اے امیر!

یہ ایسا کوئی انتظام ہو جائے تو اس علاقے کی ہر ضروری اطلاع میں آپ کو پہنچاؤں گی۔“ خلیل شبلی نے سوفار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری مہمت اور ارادے یقیناً قابلِ تعریف ہیں۔“

احمد مروان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! سوفار میری واحد اولاد ہے میں نے اس کی تربیت بیڑوں کی طرح کی ہے۔ یہ بڑی ولیہ اور حرات مند لڑکی ہے۔“

خلیل شبلی نے پھر پوچھا۔ ”اب مجھے یہ بتائیں کہ ششام جو آپ کی بستی ہے وہ کس طرف ہے اور اس میں آپ کے گھر کا کیا محل وقوع ہے۔“

احمد مروان نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔ ”اس سامنے والے کم بلند کوہستانی سلسلے کے پرلی طرف کھلے میدانوں میں ہماری بستی ہے۔ اس کے اطراف میں خوب باغات اور فصلیں ہیں۔ میرا گھر بستی کے شمال میں ہے۔ میرا گھر بستی میں وہ واحد گھر ہے جو دو منزلہ ہے۔ اوپر کی منزل کٹری کی بنی ہوئی ہے۔“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”میں کوہستان یورال کے شمالی حصوں میں نوٹخابہ قبائل کا ملک اور جنگاریوں سے نمٹ کر آ رہا ہوں۔ انہوں نے آئے دن مسلمان علاقوں میں ایک کرام چار کھاتا تھا۔ مجھے اُمید ہے کہ اب اگر وہ ہمیشہ کے لیے نہیں تو کچھ عرصہ مسلمان علاقوں کا رخ نہ کریں گے۔ میرا رخ اب افغان شہر کی طرف ہو گا کیوں کہ وہاں روسیوں نے شہر پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ان سے نمٹ کر میں سلا دونفلز اور کاسک تحریکوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ میں اب جاتا ہوں۔ بہت جلد آپ لوگوں سے ملوں گا۔“

اس کے ساتھ ہی خلیل شبلی نے دہاں سے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ کٹری کے پل کے ذریعے دریائے یورال کو پار کر کے اپنے شہر قازان کا طرف جارہا تھا۔ احمد مروان اور اس کی بیٹی سوفار دونوں اپنے ریوڑ کی طرف جا رہے تھے۔

قازان کے شہریوں کو جب خبر ہوئی کہ خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ شمالی کوتاہانہ پور میں کامکوں اور جنگاریوں کے خلاف اپنی مہم کامیابی سے مکمل کرنے کے بعد لوٹ آیا ہے تو لوگ اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر دوڑ پڑے تھے۔

اپنے لشکر کو شہر سے باہر ہی پڑاؤ کرانے کے بعد خلیل شلبی قازان میں داخل ہوا۔ اس کے استقبال کے لیے سڑکوں کے کنارے آکھڑے ہوئے تھے۔ جب کہ عورتیں اپنے گھروں کے بھروسوں میں کھڑی ہو کر اس کی فتح کے گیت گانے کے علاوہ اس پر پھول پھینک رہی تھیں۔

اسمیں بے بھی بھاگتا ہوا حویلی سے نکل آیا تھا۔ اس نے پرجوش انداز میں خلیل شلبی کا استقبال کیا اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر حویلی میں لایا۔ خلیل شلبی جب گھوڑے سے اترتا تو اس کے محافظ اس کے گھوڑے کو مضبوط کی طرف لے گئے۔ اس دوران سائمن حویلی سے نکلنا اور خلیل شلبی کے ساتھ اس نے پرجوش مصافحہ کیا۔ خلیل شلبی نے پوچھا: "آج آپ کے ساتھ مارگن نظر نہیں آ رہا؟" سائمن نے کہا: "وہ اور میری بڑی دونوں شہر کے جوہری کی دوکان کی طرف گئے ہیں۔ ہم لوگ عنقریب مارگن اور اونیس کی منگنی کی باقاعدہ رسم ادا کرنے والے ہیں اور اس کے لیے مارگن بازار گیا ہے تاکہ وہ اونیس کے لیے منگنی کی انگوٹھی اور دیگر تحائف کا انتظام کر سکے۔ ہاں اونیس تو یہیں تھی اب نہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے۔ وہ آپ کی آمد کو سن کر بے حد خوش ہو رہی تھی۔ دراصل ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے اونیس کو آپ سے ایک عقیدت ہے اور وہ آپ کو کوئی انتہائی مادیائی اور مقدس ہستی سمجھتی ہے اور سائمن کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ حویلی سے اونیس تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ان کی طرف آتی دکھائی دی۔ اس کے ہاتھ میں انگوڑے رس سے بھرا ایک بڑا گلاس تھا۔ خلیل شلبی کے آجانے سے اس کے چہرے پر نخاب رینٹوں کی ضیاء اور ایسی مدنی تھی جیسے کسی بھولے بھٹکے مسافر کو اس کا خضر راہ مل گیا ہو۔

ریگ زاروں میں سایہ دار نخل کی طرح خوش خوش اونیس آگے آئی۔ اپنے منبر پر اتار

اس نے آگے بڑھائے اور کلیسا کی بجٹی گھنٹیوں جیسی صدا اور اپنے لہجے کی بھرپور فہم میں اس نے کہا: "اے امیر! میں آپ کو آپ کی اس کامیاب مہم پر مبارکباد دیتی ہوں۔ ہاتھ ہی اس نے انگوڑے رس کا گلاس خلیل شلبی کی طرف بڑھا دیا۔ خلیل شلبی چپ چاپ گلاس لے کر پی گیا۔

آتی دیر تک مارگن اور نارسس حویلی میں داخل ہوئے۔ مارگن نے بڑی گرم پوشی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ نارسس نے بھی اسے مبارکباد دی۔ اونیس کچھ داس ہو گئی تھی کیوں کہ خلیل شلبی نے نہ ہی اس کا کچھ بھلا کا جواب دیا تھا اور نہ ہی اس نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تھا۔ جب دیوان خانے کی طرف جانے والے تھے کہ شہر کا قائم مقام حاکم قاروس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا حویلی میں داخل ہوا۔ قریب آکر وہ ایک زقند کے ساتھ گھوڑے سے اترتا اور خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا: "میرے آقا! میرے لیے کوئی حکم ہے؟" خلیل شلبی نے کہا: "میرا لشکر شہر سے باہر پڑاؤ کر چکا ہے اور خانوں ان کے کھانے کا انتظام کر رہا تھا۔ تم بھی لشکر میں جاؤ اور خانوں کے ساتھ مل کر کام کرو اور سنا! میں نے اپنے ساتھ کام کرنے والے لشکر کی تعداد دس ہزار سے بڑھا کر بیس ہزار کر دی ہے۔ ہر قاصد اوفا سے دسیلوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع لے کر آیا تھا اسے بھی میرے لشکر میں بلا کر رکھو۔ وہ میرے ساتھ بھی کوچ کرے گا۔ میں خود بھی شام کا کھانا اپنے لشکر میں ہی آکر کھاؤں گا۔ میں اپنے بزرگ سائمن سے ایک ضروری معاملہ طے کر کے ابھی لشکر کی طرف جا رہوں۔ اب تم جاؤ۔"

قاروس جب چلا گیا تو سائمن نے پریشانی سے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے امیر! آپ نے میرے ساتھ کیا معاملہ طے کرنا ہے؟"

خلیل شلبی نے کہا: "میرے بزرگ! آپ گھبراہٹ میں نہیں مجھے آپ، اونیس، مارگن اور نارسس سے ایک ضروری کام آن پڑا ہے۔ کیا میں اُمید رکھوں کہ آپ انکار نہ کریں گے۔ اس کام سے صرف قازقستان ہی نہیں روسی قبضہ علاقے کے مسلمانوں کی فلاح اور بہتری بھی وابستہ ہے۔"

سب سے پہلے ادنیس نے بولتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ کے ایک اہل اثر پرہم اپنی جانیں بھی قربان کر سکتے ہیں۔ پھر آپ کے بتائے کام سے انکار کیوں۔ آپ کا ہر اشارہ ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔"

سائمن نے پھر خلیل شبلی سے کہا۔ "ہم سب کے جذبات کی ترجمانی ادنیس نے دی ہے۔ اب آپ کہیں ہم سے آپ کیا کام لینا چاہتے ہیں۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "میں ابھی تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے شہر کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ گو روسیوں نے شہر کا بڑی طرح چھاء لیا تھا ہوگا۔ پھر بھی امید ہے کہ میں آنے والی رات کے پچھلے پہر یا زیادہ سے زیادہ کل دوپہر تک ان سے نمٹ کر انہیں وہاں سے بھاگ نکلنے پر مجبور کر دوں گا۔ آپ، ادنیس، مارگن، نارسس اور اسمعیل بے کے ساتھ اپنی بگھی میں بیٹھ کر کل صبح سویرے یہاں سے روانہ ہو کر وفا شہر میرے پاس پہنچ جائیں۔ پھر ہم وہاں سے استراخان کے راستے ماسکو کی طرف روانہ جائیں گے۔"

ادنیس تقریباً اچھل پڑی اور فکر مند ہو کر اس نے پوچھا۔ "یا امیر! آپ ماس جاہیں گے، لیکن کیوں؟ جب کہ آپ جلتے ہیں روسی آپ اور امام شبلی کی جان دشمن ہیں۔"

خلیل شبلی نے نہ ہی ادنیس کی طرف دیکھا اور نہ ہی اس کی بات کا جواب اس سے ادنیس کے دل پر ایک چوکا سالگا۔

سائمن نے بھی اپنے خوف اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! آپ ماسکو جانا آپ کی ذات کے لیے انتہائی خطرہ ہے۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "پہلے میری پوری گفتگو سنو! سائمن! میرے بزرگ جاکر، نہیں نہیں بلکہ روسی علاقے میں داخل ہوتے ہی آپ اپنے آپ کو قسطنطنیہ کا پادری ظاہر کریں گے۔ نارسس کو اپنی بیوی اور ادنیس کو اپنی بیٹی بتائیں گے اور سائمن کی حیثیت سے متعارف کرائیں گے۔ آپ چاروں کے موجودہ نام ہی ہوں گے۔"

مجھے آپ اپنا محافظ اور اسمعیل بے کو اپنا خادم بتائیں گے۔ میرا نام واسیلی اور اسمعیل بے کا نام میخائیل ہوگا۔ ہم دونوں کو آپ بلقان کے سلاوی ظاہر کریں گے۔ روس میں سلاوی قوم کی اکثریت ہے اور سلاوی بلقان میں بھی آباد ہیں۔ روس میں بھی سلاوی زبان بولی جاتی ہے۔ جب کہ میں اور اسمعیل بے بھی سلاوی زبان پر پورا عبور اور مہارت رکھتے ہیں۔"

زار روس کے پاس جا کر آپ یہ ظاہر کریں گے کہ آپ قسطنطنیہ میں پادری تھے اور وہاں مسلمانوں کے روایت سے عاجز اور تنگ آکر ماسکو آئے ہیں اور زار روس کو یہ پیش کش کریں گے کہ آپ داغستان اور قازقستان میں عیسائیت کا تبلیغی کام کرنے کے علاوہ مسلمانوں کے خلاف روس کے لیے جاسوسی بھی کرنے کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ زار روس آپ کی اس پیش کش کو نہ صرف قبول کرے گا بلکہ خوش ہوگا۔

آپ اسے یہ یقین بھی دلا سکتے ہیں کہ آپ داغستان اور قازقستان کے علاقوں سے پوری طرح آگاہ ہیں اور یہ کہ آپ بڑی آسانی سے وہاں روس کے سچے مین کام کر سکتے ہیں۔

آپ زار روس کو یہ بھی بتائیں کہ میں یہ ساری خبریں اپنے محافظ واسیلی کے ذریعے پہنچا کر دوں گا۔ اب اس موقع پر آپ کو زار روس کے ساتھ یہ طے ہوگا کہ یہ خبریں آپ کہاں اور کس طرح پہنچائیں گے۔ ظاہر ہے یہ خبریں جو مسلمانوں کے خلاف ہوگی۔ داغستان اور قازقستان سے روس تو نہیں پہنچائی جاسکتیں۔ لہذا آپ زار روس سے کہیں کہ وہ قازقستان کی اپنی سرحد پر اپنی کسی انقلابی تحریک سے متعارف کرا دیں گے اور یہ خبریں میرا محافظ واسیلی بھی میں وہاں پہنچاتا رہوں گا۔

زارک کر خلیل شبلی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ آپ زار روس سے ان کی کسی دہشت پسند تحریک کا ذکر نہ کرنا۔ وہ خود ہی بول پڑے گے۔

۱۔ جس طرح قسطنطنیہ کے نصرانی حکمران قیصر کہلاتے تھے۔ اسی طرح روس کے نصرانی حکمران زار کہلاتے گے۔

جب وہ اس پر رضامند ہو جائے تو ہم اس سے یہ انعامس کریں گے کہ ماسکو سے کچھ ایسے لوگ ہمارے ساتھ کر دیں۔ جو ان تحریکوں سے ہمارا تعارف کرا دیں اور ہمیں دریائے یورال کے پل پر سے گزار دیں۔ اس قدر کام کرنے کے بعد ہم سب قازان لوٹ آئیں گے۔ اس کے بعد میں دریائے یورال کے اس پار روس کی دہشت پسند تنظیموں کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔

ان تنظیموں کے اپنے بڑے بڑے لشکر ہیں۔ یہ مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں پر غلام کرتے ہیں۔ انہیں تبدیلی مذہب پر مجبور کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ داغستان اور قازان کے خلاف جاسوسی کا کام بھی کرتے ہیں۔ ویسے میں ان کے خلاف حرکت میں نہیں آ سکتا کیوں کہ ہمیں ان کے ٹھکانوں کا علم نہیں۔ تب ہمیں ان سے متعارف کرا دیا جائے گا تو پھر میں آسانی سے ان کے خلاف حرکت میں آکر انہیں جڑ سے اکھاڑنے یا کم از کم انہیں اس قدر کمزور کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ آئندہ کئی برس تک وہ مسلمانوں کے خلاف ایک فعال قوت ثابت نہ ہو سکیں گی۔ امید ہے آپ لوگ اس معاملے میں میرے ساتھ تعاون کریں گے۔

سائمن نے بڑی عقیدت مندی سے کہا: "اے امیر! اس کام میں پوری طرح ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ ہم سب آپ کے ساتھ ماسکو جانے کو تیار ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ کام جو آپ نے ہمیں سونپا ہے ہم کس قدر مہارت سے انجام دیتے ہیں۔ میں ساری دہشت پسند روسی تنظیموں کا محل وقوع آپ کو جان کر دوں گا۔"

خیلی شبلی نے کسی قدر پرسکون انداز میں کہا: "تو پھر یہ طے ہوا کہ آپ آنے والی صبح بھی میں افغا کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ میں اپنے لشکر کو کھانا کھلانے کے بعد ابھی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ آپ لوگ کل شام تک افغا پہنچ سکیں گے اور اس وقت تک میں افغا کا محاصرہ توڑ کر وہاں سے روسیوں کو بھگا چکا ہوں گا۔ اس کے بعد ہم وہیں افغا سے ہی ماسکو کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

خیلی شبلی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے کہا: "میں اب جاتا ہوں، میرے لشکر کی خانہ

اور قاروس میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔

خیلی شبلی کے اٹھنے پر اونیس چونک سی گئی اور اس نے لذتوں سے شرابور جذبوں سے بھرپور اور موسموں کی خمر بار اپنی آواز میں کہا: "یا امیر! آپ کھانا تو ہمارے ساتھ کھا کر جائیں۔"

خیلی شبلی نے کہا: "میں کھانا اپنے لشکر کے ساتھ ہی جا کر کھاؤں گا۔" اس کے ساتھ ہی خیلی شبلی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

اونیس بے چاری نادیدہ ساحلوں کی سی بے رونق، لالعلق صداؤں جیسی افسردہ جلاؤں کے قدموں کی آہٹوں جیسی مایوس اور قدیم دلدلوں کی شام جیسی اداس ہو گئی تھی۔ خیلی شبلی نے جاتے جاتے اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا اور وہ بے چاری پاؤں میں روندی ہوئی پیلی پرائی گھاس اور سینے کے پھٹے زخموں جیسی پریشان کن اور مجروح ہو کر رہ گئی تھی۔ دیوان خانے سے اٹھ کر وہ بے چاری بو بھل قدموں سے چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

اپنے محافظوں کے ساتھ خیلی شبلی قازان شہر سے باہر اپنے لشکر میں داخل ہوا۔ قاروس نے بھاگ کر خیلی شبلی کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ اس کے ساتھ غارت بھی تھا۔

ایک زقند کے انداز میں خیلی شبلی اپنے گھوڑے سے کودا اور قاروس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا: "قاروس! قاروس! اس قاصد کو بلاؤ جو افغا سے روسیوں کے حملے کی اطلاع لے کر آیا تھا۔"

قاروس نے کہا: "وہ یہیں ہے امیر! میں نے اسے روک رکھا ہے۔" پھر قاروس پیچھے ہٹا اور اس قاصد کو اپنے ساتھ لے آیا جو افغا سے آیا تھا۔ جب وہ قاصد قریب آیا تو خیلی شبلی نے آگے بڑھ کر بڑی گوم جوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا پھر اس نے انتہائی نرمی سے اس قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"افغا کے حالات مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ قازان سے جو قاصد سائبیریا کے

شمالی حصوں میں مجھے اوفافروسیوں کے حملے کی اطلاع کرنے گئے تھے۔ انہوں نے راتے میں مجھ سے تمہارا ذکر کیا تھا۔

اس قاصد نے روسیوں کے حملہ آور ہونے، شہر کا محاصرہ کرنے اور اوفافہ شہر کے شمال میں ایک روسی لشکر کے گھات میں بیٹھنے کے حالات تفصیل سے کہہ دیئے تھے۔

خلیل شبلی تھوڑی دیر تک گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے خانوف سے کہا: "خانوف! خانوف! تم ابھی اور اسی وقت اپنے دو جاسوس اوفافہ کی طرف روانہ کرو۔ جو راتے میں ہمیں یہ خبر لا کر دیں کہ ناتیق سری اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے کس طرف ہے اور وہاں وہ کس طرح مصروف ہے۔ میرا خیال ہے وہ روسیوں کے ساتھ شبنون کا کھیل کھیل رہا ہوگا۔"

اس کے علاوہ میں اور تم ابھی لشکر کو کھانا کھلانے کے بعد یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ اوفافہ سے آنے والا یہ قاصد ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ ہماری رہنمائی کرے گا کہ وہ روسی لشکر کس جگہ گھات میں بیٹھا ہوا ہے جسے روسیوں نے اوفافہ کے شمال میں قازان سے متوقع کمک روکنے کے لیے متعین کر رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے ناتیق سری اس لشکر کے ساتھ نمٹنے میں مصروف ہو۔ یا وہ اس سے نمٹ کر آگے نکل چکا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس لشکر سے اس لیے پہلو تہی کر کے نکل گیا ہو کہ پہلے روسیوں کو محاصرہ اٹھانے پر مجبور کیا جائے اور اس کے بعد کمک روکنے والے اس روسی لشکر سے نمٹا جائے۔ بہر حال ہم دونوں پہلے اس راستہ روکنے والے روسی لشکر سے نمٹیں گے پھر اوفافہ کی طرف جائیں گے۔"

اور سنو خانوف! اگر ناتیق سری اس روسی لشکر سے نمٹ کر جا چکا ہے تو پھر ہم براہ راست اوفافہ کا محاصرہ کرنے والے روسی لشکر پر ضرب لگائیں گے۔ اب تم جاؤ۔ جاسوسوں کو اوفافہ کی طرف روانہ کرو اور لشکر کو کھانا لگانے کا حکم دو۔

خانوف چلا گیا۔ خلیل شبلی نے اس بار قاروس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "قاروس! قاروس! میرے عزیز! گو ہم نے کالکوں اور جنگاریوں کے دم خم نکلانے

کے علاوہ قازان کے سامنے دریا کے اس پار سلاو فلز اور کاسکوں کو بھی کھل کے رکھ دیا ہے۔ پھر بھی تم قازان میں چوکس رہنا اور جس طرف سے بھی تمہیں خطرے کی خبر ملے مجھے اوفافہ میں اس کی اطلاع کرنا۔ اب تم آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ خلیل شبلی نے اپنے لشکر کے ساتھ قازان شہر سے باہر کھانا کھایا۔ پھر وہ اوفافہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

رات اک بے شعوری اور بے خبری میں گزرتی جا رہی تھی۔ ہوا میں تیزی، خنکی اور اک فوں تھا جیسے وہ ہاروت و ماروت کو چھو کے لوٹ رہی ہو۔ شب کی دیواروں کو بچاند کرے چاند رات میں ستارے رات کی ڈھلان اترتے برہم کے سگتے تاروں کی طرح سحر کی آمد کے گیت گاتے اپنی طے شدہ منزلوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ تیز رفتاری ہوائیں جسموں پر بڑی طرح دھک دے رہی تھیں۔

خلیل شبلی رات کے چپ اندھیرے میں اوفافہ سے پچیس میل دور پہنچ گیا تھا۔ کہ اوفافہ سے آنے والے قاصد نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! اپنے لشکر کو یہاں روک دیں۔ وہ جگہ جہاں روسی لشکر گھات میں بیٹھا ہوا ہے۔ اب یہاں سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آگے جا کر دیکھوں کہ وہ روسی لشکر ابھی تک یہاں ہے یا آقا ناتیق سری اس سے نمٹ کر جا چکے ہیں۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "ہاں تم جاؤ، میں لشکر کو یہیں روک کر تمہارا انتظار کرتا ہوں۔" وہ قاصد جب جانے لگا تو خلیل شبلی نے خانوف سے کہا۔ "خانوف! میرے بھائی! اس قاصد کی حفاظت کے لیے اس کے پیچھے پیچھے دو جاسوس بھی روانہ کرو۔"

وہ قاصد چلا گیا۔ خانوف نے اس کے پیچھے اپنے دو جاسوس بھی روانہ کر دیئے تھے۔ کافی دیر تک خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں رکا رہا۔ یہاں تک کہ وہ قاصد دونوں جاسوسوں کے ساتھ لوٹ آیا اور خلیل شبلی سے آکر اس نے کہا۔ "اے امیر! روسیوں کا گھات میں بیٹھنے والا لشکر ابھی تک یہیں ہے۔ میں اور میرے ساتھ آپ

یہ دونوں جاسوس بھی دیکھ آئے ہیں کہ پانچ میل آگے شاہراہ کے دائیں کنارے کے کوہجان پر دوسری پہرہ دے کر اس شاہراہ پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ جب کہ ان سپرداروں کے دائیں جانب دریائے یو رال تک ایک کھلی وادی میں ان کا لشکر اس وقت آرام کر رہا ہے۔

خیل شلبی نے خانوف سے کہا۔ ”خانوف! خانوف! لشکر یہاں بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گا۔ آدھا لشکر تم لے کر نہیں رُکے رہو اور دوسرے آدھے کو لے کر میں بائیں طرف سے ایک مناسب کاوا کاٹ کر روسیوں کے جنوب میں نمودار ہوں گا۔ روسیوں کو صرف شمال کی طرف سے اہلِ اودا کے لیے کمک آنے کی امید ہے لہذا وہ شمال کی طرف سے سخت چوکس ہوں گے جب کہ جنوب کی طرف سے بے خبر ہوں گے سنو! سنو! خانوف! میں روسیوں پر حملہ آور ہونے سے قبل فضاؤں میں جلتے پروں کا تیر چلاؤں گا۔ جب تم یہ جلتا ہوا تیر دیکھو تو تم یہاں سے برق رفتاری کے ساتھ کوچ کر کے روسیوں پر حملہ کر دینا۔ روسیوں کی تعداد خواہ کتنی بھی ہوئی رات کے وقت اس دو طرفہ حملے سے ہم انہیں اس وادی میں موت کے گھاٹ کر رکھ دیں گے۔ اودا کا قاصد میری راہنمائی کے لیے میرے لشکر میں رہے گا جب کہ اپنے دونوں جاسوس جو اس قاصد کے ساتھ دشمن کی کمین گاہ دیکھ کر آئے ہیں وہ دونوں تمہارے ساتھ رہاں گے۔ اس کے ساتھ ہی لشکر آدھا تقسیم ہوا اور خیل شلبی وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

رات کے سرو سنائے، خزاں زدہ بھیگے موسم میں خیل شلبی بے نشان راستوں پر ایک کاوا کاٹا اور دوسری لشکر کے شمال میں نمودار ہوا۔ پھر دشمن سے مناسب فاصلے پر جا کر اس نے خانوف کے لیے جلتے پروں کا ایک تیر فضاؤں میں چلا دیا تھا۔ اور یہ خانوف کو اپنے لشکر کے ساتھ روسیوں پر شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے کا اشارہ تھا۔

شمال کی طرف سے خیل شلبی نے روسیوں پر غفلت کی حالت میں وقت کے بے باک

اور جابر لحوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ اس حملے سے غفلت کی گہری نیند سوتے ہوئے روسیوں کو یوں لگا جیسے کسی نے آسمان گرہا کر انہیں اڑھایا ہو۔

خیل شلبی نے اپنے تیز اور خوشخوار حملوں سے ان کے اندر اور گرد و پیش میں ایک قہرمانیت، ایک آشوب کھڑا کر دیا تھا۔ وہ ساحلوں کو روندتے، سیلاب اور بندنیوں سے برتنی کڑوں کی طرح روسیوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

روسیوں کو یوں لگا جیسے کسی نے ان سے جینے کا تدبیر، جلگنے کا شعور، لہجوں کی روشنائی اور آنکھوں کی بینائی اور کڑواہٹ چھین لی ہو۔ ان کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ خیل شلبی پامیر کے فلک بوس کوہستانی سلسلے کی طرح جم گیا تھا اور ان کی رفعت کو ان کی پسماندگی کے کشکول، ان کی بڑائی کو ناداری و جہل میں تبدیل کر کے اس نے ان کے حوصلوں کی ساری بلندیوں اور ان کی ان کی ساری سرحدوں کو کچل چھانڈ کر رکھ دیا تھا۔

خیل شلبی انہیں اپنے سامنے اس طرح نچانے لگا تھا جس طرح لکھی سطروں کی کالی ڈوریوں میں ان گنت حروفِ قص کرتے ہیں۔ وہ روسیوں کے رفتہ دُور ہونے کو ایک کر کے ان کے حروف و نظریات ملتا ہوا تاریخ کی کوکھ سے نئے جنم پانے والے پیدا کر رہا تھا۔

دوسری بھی خیل شلبی کے جان لیوا حملوں سے ہی سمجھتے تھے کہ جنوب کی طرف ان کی پشت پر خانوف نے تعصب کے تیز خنجر، موت کے موسموں کے نواگرا غلٹ کے سمندر اور خنجر گھاٹیوں میں وارد ہونے والے طوفان کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

خیل شلبی اور خانوف کے اس دو طرفہ حملے نے رات کے وقت روسیوں کی حالت ایسی کر دی تھی جیسے فطرت کے غدا ب طاری کرنے والے عناصر نے کسی چھوٹی سی ٹھٹھری بھٹی بستی کو برف تلے دبا کر رکھ دیا ہو۔ ایک طرف سے دریائے یو رال اور دوسری طرف سے بلند کوہستانوں سے گھری اس وادی کے اندر خیل شلبی نے ایک ایک روسی کو قتل کر کے اودان کے سامنے سامان، مال، گھوڑوں اور خوراک کے لیے استعمال ہونے والے جانوروں پر قبضہ کرنے کے بعد اودان شہر کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

ادفا شہر سے خلیل شہلی اپنے لشکر ساتھ ابھی دس میل دور تھا کہ وہ جاسوس افلا کی طرف سے انہیں آگے پہنچیں قازان سے نامق سری سے متعلق اطلاعات لانے کو کہا گیا تھا جب وہ دونوں خلیل شہلی کے پاس آئے تو اس نے ان سے پوچھا "میرے رفیقو! کیا تم نامق سری سے متعلق کوئی خبر لائے ہو؟"

ان میں سے ایک نے کہا "اے امیر! ہم نہ صرف ان سے متعلق مکمل تفصیل کا ہیں بلکہ ان سے مل کر بھی آرہے ہیں۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ امیر بھی قازان پہنچ کر افلا کی طرف روانہ ہونے والے ہیں تو وہ بے حد خوش ہوئے تھے۔ وہ اب بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

خلیل شہلی نے پھر پوچھا "نامق سری اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ کہاں ہے؟" اس جاسوس نے کہا "اے امیر! وہ اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ افلا شہر سے آٹھ دس میل دور ایک تنگ و تاریک کوہستانی گھاٹی میں گھات لگائے بیٹھے ہیں اور وہیں سے نکل کر وہ افلا شہر کے تین اطراف میں پھیلے ہوئے روسی لشکر پر شب خون مارتے ہیں۔"

خلیل شہلی نے خانوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میرا اندازہ درست نکلا؟" نامق سری روسیوں کے ساتھ شب خون کا کھیل کھیل رہا ہے اور روسیوں کو افلا مار بھگانے کا یہی واحد طریقہ ہے۔ اس موقع پر اگر ہم افلا شہر والوں کی مدد کو نہ بھی آتے تو بھی روسی افلا شہر کے اندر سے نوزلن اور طوغان کے دباؤ اور باہر سے نامق سری کے شب خونوں کے باعث اپنے نقصان سے تنگ آکر یہ محاصرہ اٹھانے پر مجبور جاتے۔ روسیوں سے نمٹنے کے لیے نامق سری نے یقیناً دانستہ انداز میں کیا ہے۔ خلیل شہلی نے پھر اس جاسوس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم افلا بتا سکتے ہو نامق سری کے پاس کس قدر لشکر ہے؟"

اس جاسوس نے فخریہ انداز میں کہا "افلا نہیں یا امیر! ہم نے لشکر کی تعداد نامق سری سے معلوم کی ہے۔ ان کی کمانداری میں پندرہ ہزار کا لشکر ہے جس کے

جنہوں نے روسیوں کے ساتھ شب خون کا کھیل شروع کر رکھا ہے۔" خلیل شہلی نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا "روسیوں نے یقیناً افلا شہر کے اطراف باہمی موت کو آوازیں دی ہیں۔" پھر خلیل شہلی وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ وہ دوطرف جاسوس کا راہنمائی کر رہے تھے۔

بے تہ اندھیروں کے اندر رات اپنی بے کراں دستوں کو سمیٹنے لگی تھی۔ گہری تاریکی نے افلا فضا میں غراتی ہواؤں کی لذت سے ہمکنار تھیں۔ اپنے لشکر کے ساتھ خلیل شہلی آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس جگہ آیا جہاں نامق سری اپنے لشکر کے ساتھ گھات مارتا ہوا تھا۔

رات کے وقت اپنے جاسوس کے ساتھ میں خلیل شہلی جب ایک تنگ و تاریک وادی کے اندر داخل ہوا تو سامنے کی طرف سے نامق سری اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اُسے لے کر خلیل شہلی سے مصافحہ کرتے ہوئے اس نے استقبالیہ انداز میں کہا۔

"میں اپنے امیر کو ان وادیوں کے اندر خوش آمدید کہتا ہوں۔" خلیل شہلی نے پوچھا "اے میرے عزیز! تیرا لشکر کہاں ہیں؟" نامق سری نے کہا "یا امیر! میرے لشکر کے دو حصے صرف چند قدم آگے گہری وادی میں ہیں اور ایک حصہ ان بائیں اطراف کے بلند کوہستانوں پر نگاہ رکھنے کے لیے متعین ہے۔"

یا امیر! میں نے دشمن کے ساتھ شب خون کا کھیل شروع کیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی ان شب خونوں سے تنگ آکر محاصرہ اٹھالینے پر مجبور ہو جائیں۔ آج رات بھی پہلے حصے میں ان پر میں نے شب خون مارا ہے لیکن ابھی تک ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ شاید اس لیے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

خلیل شہلی نے خانوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "خانوف! اپنے لشکریوں کو ہر گھوڑوں سے اتار کر تھوڑی دیر آرام کر لیں۔" خانوف نے لشکریوں کو وہیں آرام

کرنے کا حکم دیا اور شکریوں نے اپنے گھوڑوں سے بندھے ہوئے بستر اُتار کر ان کے لیے دیں پتھر ملی زمین پر بچھانے شروع کر دیے تھے۔

اپنے گھوڑوں کو انہوں نے پتھروں سے باندھ دیا تھا اور انہیں سر دی کے لیے ان پر کھل ڈالنے کے بعد انہیں خوراک کے تو برے پڑھا دیئے تھے۔ شلیبی نے نامق سری سے کہا۔

”نامق سری! اپنا ایک آدمی اودا شہر کی طرف بھیجا دوسرے ہدایت کرو کہ شہر جنوبی حصے میں چونکہ دشمن نہیں ہے۔ لہذا جنوبی دروازے سے وہ شہر میں داخل اور شہر کے حاکم نوزان کو یہ پیغام دے کہ صبح کے وقت ہم روسیوں پر حملہ آور ہوں اور جب وہ دیکھے کہ ہم روسیوں پر حملہ آور ہو گئے ہیں تو وہ شہر کے مغربی حصے سے روسیوں پر تیر، پتھر، کھولتا ہوا پانی اور انگارے ایسے انداز میں برسائے کہ جنوبی طرف سے ہو کر مشرق کی طرف نہ آئیں۔ مشرق کی طرف سے ہم چونکہ حملہ آور ہوں لہذا جنوب سے ہو کر اگر وہ ہماری پشت پر آگئے تو ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔“

نوزان کو یہ بھی کہلواؤ کہ جب اسے میرا یہ پیغام مل جائے تو فضا میں جلیں کا تیر چلائے جو اس بات کی نشاندہی ہوگی کہ میرا پیغام اسے مل گیا ہے۔ اسے یہ بھی کہ صبح تک گرم پانی، پتھر، تیر اور انگاروں کا فاصل کے اوپر ذخیرہ کر لو۔ اب تم کو اودا کی طرف یہ پیغام دے کہ بھیجو پتھر میری طرف آؤ۔“ نامق سری وہاں سے

کر چلا گیا تھا۔ خلیل شلیبی اودا خانوت وہیں بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر تک نامق سری آیا اور خلیل شلیبی سے کہا۔ ”اے امیر! میں نے ایک آدمی آپ کا پیغام نوزان کی طرف روانہ کر دیا ہے۔“

خلیل شلیبی نے کہا۔ ”اب تم دونوں میری بات غور سے سنو۔ پہلے میرا ہتھاکہ میں رات کے وقت ہی دشمن پر حملہ کر دوں گا لیکن میں نے اپنا ارادہ اب بیا ہے۔ دشمن پر حملہ اب سورج طلوع ہونے کے بعد کیا جائے گا۔ اس کا

تجوں کے لباس اتارنی ہوئی ہواؤں میں رات خاموش تھی۔ تارکیوں کا قص جاری اور اودا کے جنوبی دروازے پر کسی نے دستک دی۔ دوازے کے اوپر کے برج سے کسی اعلان سنائی دی۔ ”کون ہے؟“

دستک دینے والے نے کہا۔ ”میں امیر خلیل شلیبی کی طرف سے ایک اہم پیغام

لے کر آیا ہوں دروازہ کھولو۔

بُرج کے اندر سے کسی نے جلتی ہوئی ایک شعل نیچے پھینکی اور کسی قدر
میں کہا۔ اس شعل کو ہاتھ میں پکڑ کر فضا میں بلند کر دو تاکہ میں تمہیں پہچاؤں۔ اس
تمہارے لیے دروازہ کھولوں۔ کیا معلوم تم کون ہو اور اپنے پیچھے کس قدر شکر لائے
دستک دینے والے نے وہ شعل اٹھا کر فضا میں بلند کر دی۔ بُرج میں کرا
صبح سا ہی باہر نکل آئے شعل کی روشنی میں انہوں نے چاروں طرف غور سے ادھر
دیکھا۔ جب انہوں نے تعین کر لیا کہ دستک دینے والا اکیلا ہے اور اس کے
کوئی اور نہیں تو ان میں سے ایک نے جو ان کا سر خیل ہو گا۔ ذرا بلند آواز میں
کے پر پیاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”دروازے کا چھوٹا حصہ کھول
دستک دینے والے کو اندر آنے دو۔“

اس کے ساتھ ہی ایک کھڑکی نما دروازہ کھلا اور دستک دینے والا اچھڑ
اندر داخل ہو گیا تھا۔

پر پیاروں نے چھوٹا دروازہ بند کر دیا۔ پھر ایک نے اس دستک
اندر داخل ہونے والے سے پوچھا۔ ”تم کون ہو کہاں سے آئے ہو اور کیا
آنے والے نے کہا۔“ میں امیر خلیل شلبی کی طرف سے قاصد ہوں۔ مجھے
اونا کے حاکم نوزان سے ملنا ہے۔“

امیر خلیل شلبی کا سن کر دروازے کے پر پیار چونک سے پڑے۔
سر خیل نے ایک محافظ سے کہا۔ ”امیر خلیل شلبی کے اس قاصد کو فوراً فصیل کے
جاؤ۔ سیدی نوزان اور طوغان اس وقت دونوں فصیل کے اوپر ہیں اور دشمن کی
دحرکت کا جائزہ لے رہے ہیں۔ وہ پر پیار اس قاصد کو لے کر فصیل پر چڑھ
مغربی حصے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

اونا شہر کا حاکم نوزان اور طوغان اس وقت ایک بُرج میں فصیل پر
والے تیراندازوں سے گفتگو کر رہے تھے کہ پر پیار اس قاصد کو کہاں لے گیا؟

نوزان کو مخاطب کرتے ہوئے اور اس قاصد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”سیدی! یہ
امیر خلیل شلبی کی طرف سے قاصد آیا ہے اور آپ کے لیے کوئی پیغام لایا ہے۔“
نوزان اور طوغان دونوں نے اس قاصد سے ہاتھ ملایا۔ پھر نوزان نے چونک
جانے والے انداز میں پوچھا۔ ”میرے آقا امیر خلیل شلبی تو ان دونوں شمالی سائبیریا میں
کالمکوں اور جنگاریوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ کیا تم شمالی سائبیریا سے میرے لیے
کوئی پیغام لائے ہو۔“

اس قاصد نے کہا۔ ”سیدی! میرا تعلق آقا نامق سری کے لشکر سے ہے۔ رات
کے پہلے حصے میں ہمارے لشکر میں پہلے امیر خلیل شلبی کا جاسوس داخل ہوا تھا۔ اس نے
پورے حالات آقا نامق سری سے کہہ دیئے اور اب رات کے پچھلے حصے میں امیر خلیل
شلبی بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے نکل کر آقا نامق سری
روسیوں پر شب خون مارتے ہیں۔“

نوزان نے جذبات میں بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”امیر خلیل شلبی یہاں پہنچ
چکے ہیں۔ اس قدر جلدی؟ کیا وہ شمالی سائبیریا میں کالمکوں اور جنگاریوں کے خلاف
انچا ہم اتنا مچھوڑ آئے ہیں؟“

اس قاصد نے کہا۔ ”سیدی! آپ کی سوچیں غلط ہیں۔ امیر خلیل شلبی نے دو
ہزار کالمکوں اور جنگاریوں کو ان کے علاقے میں گھس کر ذلت آمیز شکستیں دی ہیں
ان گنت گھوڑے اور بے شمار مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا ہے۔ جس میں کچھ حصہ
اونا شہر کا بھی ہے۔ یہی نہیں سیدی! امیر خلیل شلبی کالمکوں اور جنگاریوں سے نشتے
کے بعد قازان کی طرف آنے کے لیے دریائے یورال کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ سفر
کرنے کے بجائے انہوں نے دریائے یورال کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ روسی
مقبوضہ علاقے میں اپنے شہر قازان کی طرف سفر کیا اور روسی علاقے میں دریائے یورال
کے کنارے کو ہتانوں سے گھری ہوئی ایک تنگ وادی میں انہوں نے روس کی دہشت
پرست تنظیموں سلاو فلن اور کاسکوں کے تقریباً تیس ہزار کے ایک متحدہ لشکر کو ایسی

دن سے ہو کر امیر کے لشکر پر پشت کی طرف سے حملہ کر دے۔

نوزان نے ایک عزم کے ساتھ کہا۔ "ایسا ہرگز نہ ہونے پائے گا۔ میں روسیوں کو جنوب سے ہو کر امیر کی پشت پر حملہ آور ہونے کی کسی بھی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دوں گا۔"

قاصد نے کہا۔ "میں صبح تک یہیں رہوں گا۔ اس کے علاوہ امیر خلیل شلمی نے یہ بھی کہا تھا کہ جب ان کا یہ پیغام آپ کو مل جائے تو فضا میں جلتے پردوں کا ایک تیر چلا دیا جائے، تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ ان کا پیغام آپ کو مل گیا ہے۔"

نوزان نے برج میں کھڑے ایک تیر انداز سے کہا۔ "جلتے پردوں کا ایک تیر مشرق کے رخ پر چلا دو تاکہ امیر خلیل شلمی کو اطمینان ہو جائے کہ ان کا پیغام ہمیں مل گیا ہے۔" اس تیر انداز نے فوراً ایک تیر کے پردوں کو آگ دکھائی اور اسے مشرق کے رخ پر فضاؤں میں چلا دیا۔ پھر نوزان نے قاصد سے کہا۔ "تم اس پیریار کے ساتھ نیچے چلے جاؤ اور آرام کرو۔"

وہ قاصد پیریار کے ساتھ تفصیل سے نیچے اتر گیا۔ جب کہ نوزان اور طوفان تفصیل کے پردوں جیسے کا جائزہ لیتے ہوئے اگلے برج کی طرف جا رہے تھے۔

رات کا دلال اندھیرا چھٹ گیا تھا۔ روئے سحر پر شفق نے اپنے آن گنت رنگوں کے انچل بکھیر دیے تھے۔ سورج کسی نارنجی شگوفے کی طرح طلوع ہو کر بند ہوا تھا اور اس کی بوندیں بکھرنے لگی تھیں۔ سایوں سے آنکھیں اور مادیاں بھونے لگی تھیں۔ ملک اور شگفتگی کے شکافت سے پاک قافے صحرائوں کو ہستانوں اور خلتانوں میں ایک طہارت اور پاکیزگی کا سماں باندھتے ہوئے تادیافت سرزمینوں کی طرف جانے لگے تھے۔

خلیل شلمی، نامق سری اور خانوت ابھی تک کوہستان کی بلند چوٹی پر بیٹھے دشمن پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن ان کے آس پاس اور دور دور تک کوئی روسی قزاق

مارماری کہ ان تیس ہزار میں سے کوئی ایک بھی انہوں نے بچ کر بھاگنے نہیں دیا اور برباد کو تہ تیغ کر دیا۔

قازان پہنچ کر امیر نے اپنے لشکر کے ساتھ صرف شام کا کھانا کھا یا اور پھر اودا کی طرف انہوں نے کوچ کیا۔ رات کی سرد تاریکی میں امیر خلیل شلمی نے پچیس تیس ہزار کے اس روسی لشکر کو گھیر کر مکمل طور پر تباہ کر دیا جسے روسیوں نے قازان کی طرف سے اودا کے لیے کمک روکنے پر مقرر کر رکھا تھا اور اب امیر خلیل شلمی اپنے لشکر کے ساتھ سیدی نامق سری سے آکر مل گئے ہیں۔

امیر خلیل شلمی کی ان کامیابیوں پر سجدہ شکر بجالانے کے لیے نوزان اور طوفان وہیں برج کے اندر موجود ہو گئے پھر وہ اٹھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں خوشی کے آنسو جھل جھل کر رہے تھے۔ پھر نوزان نے گھمبیر لہجے اور ڈوبی ڈوبی آواز میں کہا۔ "میرے آقا تیری خیر! میرے آقا تیری خیر! تم نے اس امیر! صرف ایک ہی ہم میں قازان کے سامنے دشمنوں کو جھجھوڑ کر اور ان کی گردنیں ناپ کر رکھ دی ہیں۔"

قاصد نے نوزان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مجھے اجازت ہے کہ اب میں آپ کے نام امیر خلیل شلمی کا پیغام کہوں؟" نوزان نے بڑی عقیدت میں کہا۔ "ہاں کو، میرے آقا نے میرے لیے کہا حکم بھیجا ہے۔"

قاصد پھر کہہ رہا تھا۔ "امیر خلیل شلمی نے آپ کے لیے کہا بھیجا ہے کہ آپ تفصیل کے اوپر پتھروں، تیروں، انگاروں اور کھولتے پانی کا ذخیرہ کر لیں۔ سورج جب طلوع ہو گا تو امیر خلیل شلمی روسیوں پر حملہ آور ہوں گے۔ آپ کے لیے آقا نے یہ کہا ہے کہ آپ اودا کے مغرب میں جو روسی ہیں ان پر انگارے، کھولتا پانی، تیر اور پتھر برساتے رہیں اور انہیں جنوب کی طرف نہ بڑھنے دیں۔ کہیں کہ انہیں اپنے لشکر کی ابتداء مشرق کی طرف سے کریں گے اور ایسا نہ ہو کہ روسی لشکر جنوب کی

دکھائی نہ دیتا تھا۔ خلیل شلبی نے خانوف اور نامق سری دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے،
 ”میرے عزیزو! اٹھ جاؤ۔ اوافا شہر کا محاصرہ کرنے والے روسی اس وقت اپنے
 کھلنے کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے جب کہ ہمارے لشکر کی فخر کی نماز کے ہو
 کھانا کھا کر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہیں۔ آؤ دشمن پر اپنے حملے کی ابتدا کریں۔
 نامق سری اور خانوف اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ خلیل شلبی کے پیچھے پیچھے
 کی چوٹی سے نیچے اپنے لشکر کی طرف اتر رہے تھے۔

خلیل شلبی اپنے اور نامق سری کے متحدہ لشکر کو لے کر اس کو ہتانی سلسلے سے ادا
 کی طرف اس نے کوچ کیا۔ شہر سے صرف چند فرلانگ دور خلیل شلبی نے اپنے لشکر کا
 روک دیا۔ پھر اس نے نامق سری اور خانوف سے کہا: ”تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔
 نامق سری اور خانوف دونوں چپ چاپ خلیل شلبی کے ساتھ ہو لیے۔ خلیل
 شلبی ایک ٹیلے پر چڑھا اور ایک چٹان کی اوٹ میں کھڑا ہو کر وہ اوافا شہر کی طرف دیکھ
 لگا۔ نامق سری اور خانوف بھی اوٹ میں ہو کر اوافا کی طرف دیکھ رہے تھے۔

چند ثانیوں تک خلیل شلبی فصیل کے ارد گرد حرکت کرتے روسیوں کو دیکھتا رہا
 اس نے نامق سری اور خانوف سے کہا: ”میرے رفیقو! تم دیکھتے ہو، روسی اس وقت کچھ کا
 کھا رہے ہیں۔ کچھ کھاتے جا رہے ہیں اور کچھ کھانے سے فارغ ہو کر خوش گپیوں پر
 مصروف ہیں۔ انہوں نے اپنے ہتھیار بھی کھول رکھے ہیں۔ روسیوں پر حملہ آؤ۔
 کاری ضرب لگانے کا یہ ایک بہترین موقع ہے۔“

نامق سری نے کہا: ”اے امیر! آپ کا فیصلہ ہمارے لیے آخری اور سودمند فیصلہ
 ہوگا۔ آپ ہم دونوں کو یہ بتائیے کہ اس جنگ کی ابتدا ہمیں کیسے اور کس طرف سے کرنی
 خلیل شلبی نے کہا: ”اے ہمدردیرینہ! سنو، تم اپنے لشکر کے ساتھ روسیوں کے
 انتہائی مشرقی سرے پر حملہ آور ہو گے۔ میں اور خانوف شمالی حصے پر حملہ کریں گے۔
 سری! تمہاری کوشش یہ ہوگی کہ تم دشمن کو پیچھے دھکیلو اور جو مزاحمت کریں انہیں کاٹ دو۔
 میں اور خانوف شمال کی طرف سے حملہ آور ہو کر اوافا کی فصیل کی طرف بڑھیں گے۔ اس طرح

ہم دونوں اس لشکر کو جس پر مشرقی سرے کی طرف سے تم حملہ آور ہو گے۔ روسیوں کے دوسرے
 لشکر سے کاٹ کر علیحدہ کر دیں گے۔

یہاں تک کہ کرنے کے بعد میر اور خانوف کا رخ بھی مختلف ہو جائے گا۔ میں جھنڈی کا
 اشارہ دے کر آدھا لشکر اپنے ساتھ اور آدھا خانوف کے ساتھ کر دوں گا۔ اب خانوف
 مرکز اس لشکر کی پشت پر حملہ کر دے گا جو نامق سری تمہارے ساتھ برسرِ پیکار ہوگا۔ جب
 کہ میں روسی لشکر کے دوسرے حصے پر حملہ کر دوں گا۔

تم دونوں دو طرفہ حملہ کر کے اس روسی لشکر کا خاتمہ کر دینا اور پھر میرے ساتھ آ ملنا۔
 اس کے بعد میں جنگ کے دوران تم دونوں کو جھنڈیوں کے ذریعے ہدایات دیتا رہوں گا۔
 روسی لشکر کے مغربی حصے پر پہلے ہی نوزان تیروں، پتھروں، انگاروں اور کھولتے پانی سے
 حملہ کر چکا ہوگا اور انہیں اس قدر ہوش نہ رہیں گے کہ وہ اپنے شمالی یا مشرقی ساتھیوں کی مدد
 کر سکیں۔ کیا تم دونوں میرے اس لائحہ عمل سے اتفاق کرتے ہو؟

نامق سری نے بڑی عقیدت مندی سے کہا: ”یا امیر! آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ہم
 آپ کے فیصلے سے روگردانی کر سکتے ہیں۔ آپ کے فیصلے ہمارے فیصلے ہیں۔ خدا کے لیے
 ہمارے سامنے تجویز نہ پیش کیا کریں۔ ہمیں صرف حکم دیا کریں۔“

خلیل شلبی کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے کہا: ”آؤ پھر دشمن
 پر ضرب لگانے کی ابتدا کریں۔ تینوں اس ٹیلے سے اتر کر اپنے لشکر کی طرف جا رہے تھے۔

خلیل شلبی، نامق سری اور خانوف اپنے لشکروں کے ساتھ چٹانوں کی اوٹ سے نکل
 کر اوافا شہر کے گرد بکھرے پھیلے روسیوں پر اچانک حملہ آور ہو گئے تھے۔

نامق سری نے روسیوں کے انتہائی مشرقی سمت کو اپنا حوالہ بنایا تھا جب کہ خلیل
 شلبی اور خانوف آگے بڑھ کر شمال کی طرف سے حملہ آور ہوئے بالکل اس لائحہ عمل کے
 مطابق جو انہوں نے حملہ آور ہونے سے پہلے طے کیا تھا۔

اس اچانک حملے سے روسیوں کی حالت اس درمیانہ مسافر جیسی ہو گئی تھی جو جبریں

کی آمازیں سن کر چونک پڑا ہو۔

نامق سری روسیوں کے مشرقی حصے پر دن پر یلغار کرتی شام اور شام کو مساکر
رات کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ نامق سری نے اپنے اندر تخریب کی ایک یورش برپا
کے اپنی بقا کی تباہ کن جنگ کرنا شروع کر دی تھی۔ وہ بڑی بے باکی دے بغرضی سے
اپنے لشکر کے آگے آگے روسیوں کو بڑی طرح اُدھڑنے لگا تھا۔

نامق سری کے حملہ آور ہونے کے صرف چند ہی ساعتوں بعد خلیل شلبی اپنے پورے
لشکر کے ساتھ روسی لشکر کے شمالی حصے پر موسموں کے ترمو، خوفناک بگلوں اور وقت
کے بدترین طوفان کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ افغان شہر کے شمال میں متعین روسیوں کو خلیل شلبی
کے حملوں سے یوں لگا تھا جیسے کسی سوکھی سگڑی ندی کی رگوں میں اچانک تباہ کن سیلاب
آگیا ہوا زمین نے اپنے منہ پر خوف کے مارے طیلسان اوڑھ لی ہو۔

خلیل شلبی نے جذبوں کے راہنما کی طرح روسیوں پر وارو ہو کر انہیں دھکے
سیاہ کیچڑ، شام کی خونی گرد واد بکھرنے کی ایک تحریک میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔
اس کے آگے بڑھنے کے انداز میں جہاں کا اوج، حملہ آور ہونے میں سرموں کی پہلی دھج
جیسی لذت اور دشمن پر ضرب لگانے میں ہریالی جیسی تازگی تھی۔ حملہ آور ہو کر افغان
کی تفصیل کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے انگ انگ میں بجلیاں کود گئی تھیں۔ اس کی
تلوار منید میں دوسے آسمان پر بھری بھولیوں والے ان بادلوں کی طرح برس رہی تھی جو
ہر شے کو ڈبو کر رکھ دیں۔

خلیل شلبی وقت کی شاخ پر بہتوں کے سیل کی طرح روسیوں کے جسم کے قلعوں میں
محصور مارے جذبوں کو ان کے چہروں پر خوف کی صدمت میں بکھیرنے لگا تھا۔ شہر کی تفصیل
کے اوپر سے افغان کے حاکم نوزان نے بھی مغربی طرف کے روسیوں پر کھولتے پانی انگار
پتھروں اور تیروں سے حملہ کر دیا تھا۔ ہر طرف یوں روسیوں کے داویلا کرنے کا شور مچا
تھا جیسے ہزاروں بلیاں دیواروں پر بیٹھ کر رات کے وقت بین کرنے لگی ہوں۔
اس ترین طرفہ حملے نے روسیوں میں ایک کرام برپا کر دیا تھا وہ ایسا محسوس کرنے

لگے تھے گویا دقت کا روان اور تقدیر کے کھر درے ہاتھوں کے لمس کی آنچ نے ان کے جسموں
پر خون رنگ دستک دے کر ان کی زندگیوں کے سفر کی تکمیل کرنا شروع کر دی ہو۔ تخیل
کے خود ساز سانس کی طرح روسی اپنے سامنے لوہے اور خون سے لکھے بدترین نوشتے
پڑھ رہے تھے۔

خلیل شلبی شمال کی طرف سے روسیوں کو کاٹتا ہوا افغان شہر کی تفصیل تک چلا
گیا تھا۔ پھر اس نے جھنڈی لہرا کر اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔
خانوت آورھے لشکر کے ساتھ ان روسیوں کی پشت پر حملہ آور ہو گیا جو نامق
سری سے برسرِ پیکار تھے جب کہ خلیل شلبی شمالی سمت کے روسیوں کو مغرب کی طرف
دھکیلنے لگا تھا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ تفصیل کے اوپر سے برستی آگ، پتھر اور تیروں کا
شکار ہوں۔

روسی لشکر کا برنیل دور کھڑا اپنے لشکر کو بلند آوازوں میں ہدایات جاری کر رہا تھا
نامق سری اور خانوت بھی اپنے درمیان روسیوں کا صفایا کرنے کے بعد خلیل شلبی سے
آٹے تھے۔ اب روسیوں کی حالت اور زیادہ بری ہو گئی تھی۔ عین اس وقت کسی زندہ دل
باشکیری نے روسی برنیل کو چھوٹا نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ اب تو روسیوں کے اوسان جاتے
رہے اور وہ خلیل شلبی، نامق سری اور خانوت کے آگے آگے مغرب کی طرف بھاگے۔
شہر کی مغربی سمت والے روسی پہلے ہی تفصیل کے اوپر سے برستی آگ، کھولتے پانی
پتھروں اور تیروں سے بچنے کی خاطر بھاگنے کی سڑج رہے تھے۔ انہوں نے جو اپنے شمالی
لشکریوں کو ایک بھگدڑ کے انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ جان بچانے کی خاطر
دریائے یورال کے کنارے جنوب کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔
تھوڑی دیر بعد پورا روسی لشکر سپاہ ہو کر اور زوت آمیز شکست کا سامنا کر کے
دریائے یورال کے کنارے جنوب کی طرف بھاگ رہا تھا۔ جب کہ خلیل شلبی،
نامق سری اور خانوت انہیں مارتے کاٹتے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔
خلیل شلبی جلتے صحرا، سیل شرار اور غلاب جان بن کر روسیوں کا تعاقب کر رہا

تھا۔ اس کے سلسلے آنے والی ہر شے گزشتہ ہی ہو رہی تھی۔ روسیوں کی تعداد قدم بہ قدم گھٹتی جا رہی تھی۔ کچھ دور جنوب میں جا کر روسیوں نے اس جگہ سے دریائے یورال کو پار کیا جہاں دریائے کاپاٹ ایک کھلی وادی کے اندر بہت چوڑا ہو گیا تھا اور پانی وہاں کئی دھاروں میں بٹ کر اپنی اصل قوت زائل کرتا تھا۔

روسیوں کا خیال تھا کہ دریائے یورال پار کرنے کے بعد مسلمان ان کا تعاقب ترک کر کے لوٹ جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔ دریائے اس پار بھی مقبوضہ روسی علاقے میں خلیل شلبی نے تعاقب جاری رکھا اور کئی میل تک اندر گھس کر اس نے روسی لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر کر دی تھی۔ بہت کم خوش نصیب روسی ایسے تھے جو ادھر ادھر کو ہٹاؤں میں چھپ کر تعاقب کرتے مسلمانوں سے اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے روسیوں کے لیے یہ ایک سبق آموز شکست تھی۔

روسیوں کا تعاقب ختم کرنے کے بعد واپسی پر خلیل شلبی نے ایک نئی مہم کا آغاز کر دیا۔ اس نے ان سینکڑوں بستیوں پر حملہ کر دیا تھا جہاں سے مسلمانوں کو بے گھر کر کے روس کے دور افتادہ اور کم زرخیز علاقوں میں آباد کر کے ان کی بستیوں کو دھڑلے میں سلا دیوں کو آباد کر دیا گیا تھا۔

خلیل شلبی نے ایک طرف سے شروع کر کے ان بستیوں کو لوٹنا اور پھر انہیں آگ لگانا شروع کر دیا تھا۔ ڈوھلتی سہ پہر کے قریب خلیل شلبی واپس لوٹا اور افنا شہر کے مشرق میں کوہستانی سلسلے کے دامن میں دریائے یورال کی طرف بھاگتی ایک نئی کیمپ کے کنارے اپنے اور نامق سری کے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ اس قدر مالی غنیمت اور جانور تھے جو قازقستان کے لوگوں نے آج تک نہ دیکھے تھے۔ جس وقت خلیل شلبی کا خیمہ نصب ہو گیا اور وہ نامق سری اور خانوف کے ساتھ اپنے خیمے میں جانے لگا تو افنا کی طرف سے شہر اور اس کے گرد و نواح کا حاکم نوزان اور اس کا نائب طوغان اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں آ گئے۔ خلیل شلبی اپنے خیمہ کی طرف جلتے جاتے دیکھ کر گریا

نوزان اور طوغان قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے پھر آگے بڑھ کر وہ خلیل شلبی، نامق سری اور خانوف سے مصافحہ کر رہے تھے۔ خلیل شلبی کے محافظوں نے ان دونوں کے گھوڑوں کو دہاں باندھ دیا تھا۔ خلیل شلبی نے پھر اپنے خیمے کی طرف جاتے ہوئے نوزان اور طوغان کو مخاطب کر کے کہا: "تم دونوں بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔ ورنہ میں ابھی تھوڑی دیر تک تم دونوں کو بلانے ہی والا تھا۔"

نامق سری، خانوف، نوزان اور طوغان کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھنے کے بعد خلیل شلبی نے ان چاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "سب سے پہلے میں چاروں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں آج ہی رات یہاں سے ماسکوروانہ ہو جاؤں گا۔"

خلیل شلبی کے اس انکشاف پر ان چاروں کے منہ حیرت و پریشانی میں کھلے کھلے دھڑکنے پھر نامق سری نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا: "اے امیر! آپ ماسکوریوں جائیں گے۔ یہ جلتے ہوئے بھی کہ روسی آپ کی جان کے دشمن ہیں۔ وہ ایسے شخص کو کیوں کر برداشت کریں گے جو داغستان اور اب قازقستان کے محاذ پر انہیں کئی عبرت خیز شکستوں سے دوچار کر کے انہیں ہزاروں جنگجو جوانوں سے محروم کر چکا ہو۔"

نامق سری کے خاموش ہونے پر نوزان نے کہا: "اے میرے آقا! آخر آپ کس غرض سے دشمن کے اس مرکز کی طرف جانا چاہتے ہیں۔"

طوغان نے کہا: "اے امیر! میری آپ سے التجا ہے کہ آپ اپنا یہ ارادہ ملتوی کر دیں۔" خلیل شلبی نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں خانوف سے کہا: "تم بھی کچھ کہہ لو۔"

خانوف نے بڑی سنجیدگی میں کہا: "میں تو اس قدر جانتا ہوں کہ میرے امیر کے اس فیصلے میں اپنے اور قازقستان کے لیے کوئی مصلحت ہی ہوگی۔"

خانوف کے خاموش ہونے پر خلیل شلبی نے ماسکو جانے کا طریقہ دمدعا، شام تک ساکن، مارگن، اونیس اور تارسس کے ادفا پہنچنے، ان کے ساتھ ماسکو جانے، وہاں زائر روس نکولس سے ملنے، اسے روس کے لیے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور اس طرح سلا دونلز، کاسک اور بے مبت کی تحریکوں کے محل وقوع جاننے کے بعد ان

کے خلاف کارروائی کرنے کے اپنے سارے ارادے تفصیل سے بتا ڈالے تھے۔

خلیل شلبی کی گفتگو سن کر ان چاروں کے چہروں پر اب رونق آگئی تھی۔ نامتو نے اس بار قدرے مطمئن انداز میں کہا۔ ”یہ ایک قابل تعریف طریقہ کار ہے۔ پر میرے آقا آپ اس معاملے میں محتاط رہیے گا۔ آپ جانتے ہی ہیں آپ اہل قازقستان کی آخری امید ہیں۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”تم لوگ فکر مند نہ ہو۔ میں پوری پوری احتیاط برتوں گا۔ اب ایک مسئلہ تو طے ہو گیا کہ مجھے آج رات ماسکو کے لیے روانہ ہو جانا ہے اور میری غیر حاضری میں آپ لوگ پوری طرح چوکس رہ کر اپنا اپنا کام کریں گے۔ میں بہت جلد لوٹا گا اور قازقستان کے لیے بہتر حالات کی خوشخبری لے کر آؤں گا۔“

نامتو سری! تم اور خانقاہ کے مالی صبح اپنے شکروں کے ساتھ یہاں سے کوٹا کو جاتا۔ میں نے ہمہ وقت اپنے ساتھ کام کرنے کے لیے جو باشکیر کی شکر تیار کی ہے نامتو سری اس شکر کو مستقر میں منتقل رہائش مہیا کرنا۔ میں نے مستقر کی عمارتیں دی ہیں وہاں رہائش کے لیے کافی جگہ ہے اور اگر کم پڑ جائے تو اس کے لیے نئی عمارتیں تعمیر کرا لینا۔“

نامتو سری نے کہا۔ ”آپ اندیشہ نہ کریں یا امیر! میں اس شکر کے لیے سب سے عمدہ اور اچھی رہائش کا بندوبست کروں گا کہ اس شکر کے ساتھ آپ نے اہل قازقستان کے حوصلے بلند اور امیدیں بچھتر کر دی ہیں۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”اب بات مال غنیمت کی طرف آتی ہے۔ تو چاروں مجھے نو سے سنو! روسی علاقے سے جس قدر مال غنیمت اور جانور ہاتھ لگے ہیں۔ ان کے میں حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ میرے، نامتو سری اور قازان کے شکروں میں تقسیم کیا جائے۔ دوسرا حصہ اوقا اور اس کی عملداری کے لوگوں میں تقسیم ہو گا۔ تیسرے حصے کے مزید میں حصے کیے جائیں گے جن میں سے دو حصے قازان کے لیے اور ایک حصہ منزلتہ بھیجا جائے گا۔ قازان اور منزلتہ کے حصے نامتو سری اپنے ساتھ لے جائے گا اور ان کی تقسیم کا

بندوبست کرے گا۔ اب تم چاروں اٹھ کر میرے ساتھ آؤ تاکہ مال غنیمت کی اس تقسیم کو مکمل کر لیں۔ پھر ہو سکتا ہے قازان سے اسماعیل بے اور سائمن اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں اور میں اس کام میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں۔ کیوں کہ میں رات کے پہلے حصے میں ہی یہاں سے کوچ کر جانا چاہتا ہوں۔“ پھر وہ سب اٹھ کر خلیل شلبی کے ساتھ ہو لیے تھے۔

شام کی میز پھیاں اُترتی کر نہیں کوہتاؤں کے اندر ان گنت کھروں سے پتھروں اور چٹانوں کے اندر دم توڑنے لگی تھیں۔ دن کی بختی پلوں سے کسی تازہ دم ساز کی تارکیاں بھانکنے لگی تھیں۔ چرواہے ملائم، ریلے اور مدھر گیت گاتے اپنے ریوڑوں کو ہانکتے بستیوں کی طرف لوٹنے لگے تھے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ شفق موج در موج ہر سو رنگ بکھیرتی ہوئی آسمان کی طرح ہر شے کے جگر جگر اور لخت لخت میں اندھیروں اور رنگوں کی آمیزش بکھیرنے لگی تھی۔

دن بھر کے جگتے رستے اور ڈرے طاقی مزار کی طرح اونگھتے اور اُداس ہونے لگے تھے۔ کائنات کے اند کوئی تاسف کے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ کوئی خوشی و مسرت کے گیت گار رہا تھا۔ کہیں بجلیاں کو بندر ہی تھیں۔ کہیں چناروں کی طرح لوگ جل رہے تھے۔ اُٹتی شام خاک زاروں میں تعبیر خواب استوار کرنے لگی تھی۔ ساعت وصل کی طرح بدست رات اندھیروں کی چٹانوں سے لپٹتی اپنی حرمت کے چراغ روشن کرنے لگی تھی۔ خلیل شلبی مال غنیمت کی تقسیم کا کام تقریباً مکمل کر چکا تھا کہ لشکر کی طرف سے ایک لشکر ہی بھاگتا ہوا آیا اور اس نے خلیل شلبی سے کہا۔

”اے امیر! قازان سے اسماعیل بے، سائمن اور ان کے اہل خانہ اپنی گھبی میں لشکر میں پہنچ گئے ہیں اور اس وقت وہ آپ کے خیمے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

خلیل شلبی نے اس باشکیری لشکر سے کہا۔ ”تم جاؤ اور اسماعیل بے سے کہو ان کے کھانے کا انتظام کرے، میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔“

تب میں ذہن میں خلیل شبلی کو بہائے وقت کی ساری دوریوں، حالات کے سارے بعد ایک ہی جہت، ایک ہی زقند میں پھلانگ جانا چاہتی تھی اور اس کا یہی عمل اس کے لیے ایک ٹھوکر، ایک ممیز اور ایک تازیانہ ثابت ہو رہا تھا۔

حسین ادینس اسی طرح خلیل شبلی کو دیکھے جا رہی تھی کہ خلیل شبلی کی آواز پر وہ چونک پڑی۔ خلیل شبلی نے اس کے باپ سائمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”اگر میں آج رات کے پہلے جھٹے میں ہی یہاں سے ماسکو کی طرف کوچ کروں تو کیا آپ لوگ میرا ساتھ دے سکیں گے۔“

سائمن نے خوش طبعی سے کہا: ”ہم تو ابھی اسی وقت آپ کے ساتھ کوچ کرنے کو تیار ہیں۔ خلیل شبلی کے چہرے پر سکون اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ خلیل شبلی نے اس بار اسماعیل بے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”اسماعیل! اسماعیل! کیا تم نے سب کو کھانا کھلا دیا۔“

اسماعیل بے نے کہا: ”کھانا تو میں نے منگوا کر رکھا ہے لیکن میری بہن ادینس کی یہ خواہش تھی کہ آپ آئیں گے تو کھانا شروع ہوگا۔“

خلیل شبلی نے کہا: ”اگر ایسی بات ہے تو پھر لگاؤ کھانا اور سب مل کر کھائیں۔ اسماعیل بے اور ادینس نے اٹھ کر کھانے کے برتن لگا دیے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور پھر تھوڑی دیر سنانے کے بعد وہ وہاں سے ماسکو کے لیے کوچ کر گئے تھے۔

افداسے نکل کر وہ روسی علاقے سرائے میں داخل ہوئے۔ یہاں انہوں نے ایک دن آرام کیا پھر سرائے سے وہ دریائے دنیپر کے کنارے کنارے ماسکو کی طرف جا رہے تھے۔



۱۔ مسلمانوں کا قدیم شہر جس پر روسیوں نے قبضہ کر لیا تھا کبھی یہ تاتاری مسلمانوں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔

وہ شکر کی جب واپس چلا گیا تو خلیل شبلی نے کہا: ”نوزان اور طوغان! اب ہر کہ تقسیم ختم ہو گئی تم لوگ اپنے جھٹے کا مال اور جانور شہر میں لے جاؤ اپنے شکر کا ایک جھٹہ یہاں لے آؤ جو یہ سارا مال دشمن کے جانوروں پر لاد کر شہر میں لے جائے۔“

نامق سری اور خانوف! تم دونوں اپنے شکر، قازان اور منزلتہ شہر کا حصہ اپنے شکر میں پہنچاؤ۔ میں ابھی سے تم چاروں کو اعداء کہتا ہوں۔ پھر روانگی سے قبل میں تم لوگوں سے نہ مل سکوں گا۔“ خلیل شبلی نے ان چاروں سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔

خلیل شبلی اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اندر اسماعیل بے، ادینس، سائمن، مارگن اور نارس بیٹھے تھے۔ اسماعیل بے، سائمن اور مارگن سے مصافحہ کر کے خلیل شبلی ان کے قہر بیٹھ گیا۔ ادینس پھر بے چاری غلامی و مجبوری کی طرح افسردہ اور خوش فہمی کے میز پر مذاکرات کی طرح مایوس ہو گئی تھی۔ خلیل شبلی کے خیمے میں داخل ہوتے وقت اس کے دل انداز پر جو ہماروں اور خوشیوں کا رقص شروع ہوا تھا۔ وہ قسم کی آگ کے اندھن پر پڑتی ادھر ادھر کی مایوسی میں بدل گیا تھا۔ اس لیے کہ خیمے میں داخل ہونے کے بعد خلیل شبلی نے اس کی طرف دیکھا تاکہ نہ تھا۔ خیمے میں داخل ہوتے وقت وہ برگ سبز جیسی تھی پر اب وہ خشک چوب ہو کر رہ گئی تھی۔

وہ بے چاری ٹکٹکی باندھے لگاتار خلیل شبلی کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ گو اس کے باپ نے شروع میں ہی اسے تنبیہ کر دی تھی کہ عنقریب باقاعدہ طور پر اس کی منگنی کی مارگن کے ساتھ ہونے والی ہے اس کے باوجود وہ حسین و خوش تر و بے فکر لڑکی رہنے میں آنے والے حالات کے تق و توق کہرام کو پار کر کے اپنے سارے جذبے سارے تعلق سارے رُوپ، سارے رشتے خلیل شبلی سے منسوب کر بیٹھی تھی۔

وہ دوریوں کے اُس پار کو قریبوں کے اس طرف میں بدل دینا چاہتی تھی۔ جلدتے ہوئے بھی کہ حالات کے ظاہر و باطن اس کے لیے ایک جیسے نہیں۔ یہ دیکھتے ہی بھی کہ اس کے اور خلیل شبلی کے درمیان صرف فوریات ہی دوریاں ہیں، بس وہ اپنے

میت عمل سے کام لیتا ہوگا۔

اقل ترکی سلطنت کے روس نواز صوبوں بوسینیا، ہرزگووینا اور بلغاریہ میں نسلی عادات کھڑے کر کے لوگوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر اکسایا جائے۔

دوئم۔ ایسے جاسوس اور ایجنٹ ہندوستان روانہ کیے جائیں جو جگہ جگہ پوٹر لگائیں اور لوگوں میں تقریریں کر کے انہیں اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہاں سے برطانیہ والوں کو نکال باہر کیا جائے اور اس کام میں روس ان کے ساتھ ہے۔

وہاں ایسے لوگ روانہ کیے جائیں جو وہاں کی مقامی بولیوں اور زبانوں سے واقف ہوں۔ اور برطانیہ والوں کو غیر ملکی قرار دے کر وہاں کے لوگوں کو یہ پختہ یقین دلائیں کہ روس ان کا دوست اور ان کے ساتھ ہے۔ جب وہاں کے لوگ برطانیہ والوں کو نکالنے

میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہمارے لیے ہندوستان کی زرخیز اور گرم پانیوں والی سرزمینوں پر قبضہ کرنا آسان ہو جائے گا۔

یاد رکھو! ہمیں اپنے موجودہ کوششوں کے مقفل کمرے سے نکلنے کے لیے راستہ چاہیے۔ اس نوح نما سرزمین سے نکل کر ہم اپنی توسیع پسندی کے تاسخچی مشن کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اب ہمیں بہت جلد داغستان اور قازقستان پر قبضہ کر لینا چاہیے، ورنہ دو نوں علاقے ہمارے راستے میں ناسور بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔

نار روس نکولاس نے ذرا رگ کر جنرل آئڈے مالوف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

آئڈے مالوف! تم عنقریب ایک بہت بڑے شکر کے ساتھ داغستان پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لو خلیل شلیبی اس وقت قازقستان میں ہے۔ امام شامل اکیلے تمہارا سامنا نہ کر پائیں گے۔ داغستان پر قبضہ مکمل کرنے کے بعد قازقستان پر قبضہ انتہائی آسان ہوگا۔ اس کی پشت سے تم حملہ آوروں کو ہونا اور سامنے کی طرف سے جنرل فرلوسن ایک تانہ دم لشکر کے ساتھ دیاے یورال پار کر کے ان پر حملہ آور ہو جائے گا اور دونوں کے اندر قازقستان بھرا ہوگا۔

مگر رکھو! داغستان اور قازقستان سے نکل کر بہت جلد ہمیں بخارا، سمرقند،



ماسکو میں زار روس نکولاس اقل اپنے قصر میں اپنے وزیر الیگزینڈر جنرل اسکا

جنرل ٹاڈل مین، جنرل فرلوسن، جنرل آئڈے مالوف کے ساتھ داغستان اور قازقستان

کی صورت حال اور خلیل شلیبی کی کالکوں، جنگاریوں، سلاوونلز، کاسک اور خا

باقاعدہ روسی فوجوں کے خلاف حالیہ کامیابیوں پر سنجیدگی سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ

رہا تھا۔ یہ امر ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے کہ خلیل شلیبی داغستان سے نکل کر

قازقستان میں داخل ہوا ہے اور وہاں کے لوگوں کو اس نے ہمارے خلاف متحد کر دیا

اور اس کے ہاتھوں ہمیں ایک انتہائی بڑی شکست اور نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

تم لوگوں کو یاد ہوگا کہ ہمارے جد امجد ولاڈی میر سے ہی ہمارا آخری حد فضا

ہے۔ قسطنطنیہ جو کبھی مشرق میں عیسائیت کا مرکز تھا اس پر اس وقت ترک مسلمانوں

قبضہ ہے۔ ہم نے ہر صورت میں قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا ہے اور برنظینی سلطنت کی

سطوت و روایات کو بحال کرنا ہے اور وہاں سے آگے بڑھ کر گرم پانیوں اور مشرق

پر قبضہ کرنا ہے جہاں کبھی بازنطینی پرچم لہرایا کرتے تھے بلکہ یہی نہیں اب وقت آگیا

کہ ہم اپنے آپ کو ہندوستان کی سرزمین تک پھیلا دیں۔ اس لیے ہمیں بہت

ہیں۔ سائمن نے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا نام سائمن ہے۔“
 نکولاس نے پوچھا ”تم قسطنطنیہ سے کس غرض سے مجھے ملنے آئے ہو؟“
 سائمن نے کہا۔ ”میں ایک اہم ترین شے لے کر آیا ہوں اور وہ ہیں علیحدگی میں
 آپ سے کتنا پسند کر رہا ہوں گا۔“

نکولاس نے کہا۔ ”کمرے میں اس وقت میرے اور ان چاروں کے علاوہ اور
 کوئی نہیں اور یہ چاروں میرے سر نیل ہیں اور ان پر میں سلطنت کے تمام امور کا بھروسہ
 کرتا ہوں۔ ان کے سامنے کہو کیا کتنا ہے تم نے۔“

سائمن نے کہا۔ ”میں دس کی مقدس نصرانی سلطنت کے لیے مسلمانوں کے
 خلاف جاسوسی کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں داغستان اور قازقستان کی سرزمین سے
 نوب واقف ہوں۔ میں اپنا مکر قازقستان کے شہر قازان میں رکھ کر پورے داغستان
 اور قازقستان کی خبریں آپ کے لیے منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ قازان شہر
 کے سامنے دریائے یورال کے اس پار آپ کا کوئی ادارہ کوئی ایسی تحریک ہو جس تک میں
 ماری خبریں پہنچا سکیں۔“

نکولاس نے غور سے سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آخر تم یہ کام کیوں کرنا چاہتے
 ہو یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کام میں خطرات ہی خطرات ہیں اور تمہارا وہاں رہنا اور تبلیغ
 کرنا مشکل ہے۔“

سائمن نے کہا۔ ”میرے لیے کوئی مشکل نہیں۔ داغستان کا حاکم امام شامل اور
 قازقستان کا حکمران خلیل خلیبی میرے جلنے والے ہیں۔ مجھ پر بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہیں
 آپ اگر پسند کریں تو میں ان دونوں کے سر کٹا کر بھی آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔“
 نکولاس اپنی نشست پر اچھل پڑا اور انتہائی شوق اور دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے
 اس نے پوچھا۔ ”تم ان دونوں کا قتل کس سے کرواؤ گے؟“

سائمن نے اپنے قریب کھڑے خلیل خلیبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 ”اپنے اس محافظ سے۔ یہ سلاوی نصرانی ہے۔ اس کا نام واسیلی ہے۔ یہ زرتشت

فوقہ، خیرا، تاشقند اور دیگر بڑے بڑے اسلامی ملکوں پر اپنا قبضہ مکمل کرنا ہے۔“
 قسطنطنیہ کے گرد ایک مضبوط حصار قائم کر کے اسے اپنے سامنے سترنگوں سے گھیر
 کر دیا جائے۔

ہم کو ارض پر پھیلی ہوئی زمینیں، ملک اور سمندر چاہتے ہیں۔ معمولی
 زمینیں اور گرم پانیوں والے ملک۔ یہ ہے ہمارا مقصد۔

سن رکھو! چینی اس وقت ہندوستانی افسیم کے طلسماتی نشے میں ڈوبے ہوئے
 وہ ہمارے خلاف نہیں اٹھ سکتے۔ صرف یورپی ممالک ہی ترکی کے حق میں اور ہمارے
 پسندی کے خلاف حرکت میں آسکتے ہیں لیکن ہم انہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا
 کے فروغ کے لیے کر رہے ہیں۔

یاد رکھو! کیا ہمارے جد امجد ولاڈی میر کے بشپ ہلاریان نے اپنے وعظ میں
 تھا کہ ”دوسری خاقان اپنے گرد و پیش کے تمام ملکوں کو محکوم بنانے کا خدائی حق رکھتے
 چاہے پُر امن طریقوں سے کام لے کر چاہے تلوار کی نوک سے۔ بہر حال یہ کام ہمیں
 اور اس کام کی تکمیل کرنے والا آخر میں ہی کیوں نہ ہوں اس لیے کہ

نکولاس کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ اس کا حاجب اندر آیا تھا اور اس نے
 سر جھکاتے ہوئے کہا۔ ”مالک! قسطنطنیہ سے ایک پادری آیا ہے۔ اپنا نام
 بتاتا ہے۔ میں نے اس سے کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی
 ایک بیٹی، ایک ان کا محافظ، ایک ان کی بگھی کے گھوڑوں کا سائیں اور ایک
 کے ساتھ گانے والا ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔“

نکولاس نے دل چسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”ان سب کو اندر لاؤ۔“
 حاجب باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں خلیل خلیبی، خلیل
 سائمن، ادنیس، مارگن اور نارسس داخل ہوئے۔ ان سب کے گلے میں صلیبی ڈالے
 تھے۔ نکولاس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”تم میں سائمن نام کا پادری کون ہے کہ تم سب کے لباس تقریباً ایک جیسا

کے سورج، موسے کے عرفان اور ہاروت و ماروت کے سحر کی طرح ایک عجز و نفی ہے۔ یہ جب اپنے دشمن پر نازل ہوتا ہے۔ تو یوں لگتا ہے کہ نعرے لگاتی ہواؤں کی یلغار، سات سمندوں کا بے ساحل شور اور وقت کے کارواں کا خوفی ہواؤں کی ٹوٹ پڑا ہو۔ دشمنوں کے لیے یہ خون کا ہیکل، شام کا تابوت، دکھوں کا ایک اور سنگتے سورج کا تپتا کھن ہے۔

اپنوں کے لیے یہ کاہنوں کی نیاز، لاہوں کی مناجات، برف میں نہایا پر بت اور شبنم فشاں فطرت ہے۔

نکولاس نے پُر شکوک انداز میں سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”تم اسے اپنا محافظ جان کر اس کی تعریف کر رہے ہو، یا جو کچھ تم نے کہا ہے، یہ سچائی پر مبنی ہے“

سائمن نے کہا: ”اگر آپ شک کرتے ہیں تو آزاد دیکھیں۔ آپ کے پاس اپنی سلطنت کے عمدہ ترین جرنیل بیٹھے ہیں جس سے چاہے مقابلہ کرنا دیکھیں۔“

نکولاس نے کہا: ”تمہارا ایک ادنیٰ محافظ میرے ان چار سلطنت کے بہترین جرنیلوں میں سے کسی ایک سے مقابلہ کرے گا، یہ کیوں کر ممکن ہے؟“

سائمن نے کہا: ”آپ میرے محافظ کو ادنیٰ کہہ کر اس کی توہین کر رہے ہیں۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو آپ اپنے دو دو جرنیل بیک وقت اس کے سامنے لے آئیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ آپ کے سامنے دونوں کو کچھڑ کر رکھ دے گا۔“

نکولاس کا جرنیل آندے مالوف غصے میں بھرٹک اٹھا اور کہا: ”اے محترم پادشاہ، یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہارا یہ محافظ دو جرنیلوں کا بیک وقت مقابلہ کرے۔ میں اکیلا اسے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور اگر میں اس سے ہار گیا تو اس کا غلام کہلانا پسند کروں گا۔“

نکولاس نے فیصلہ کن انداز میں کہا: ”آندے مالوف! اپنا جنگی لباس پہن کر آؤ۔ تمہارا بھی اس سے مقابلہ ہوگا۔ آندے مالوف اٹھا اور غصے میں تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔“

آندے مالوف کے جانے کے بعد نکولاس نے سائمن کو مخاطب کرتے ہوئے

کہا: ”میرے محترم! مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ کے ساتھ کوئی گانے والا بھی ہے۔ کیا میں سنا سکتا ہوں اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں؟“

سائمن نے کہا: ”اس کے ذریعے میں مسلمان حکمرانوں کے دربار میں رسائی حاصل کرتا ہوں۔ یہ گانے والا میرے بائیں طرف کھڑا ہے۔ اس کا نام میخائیل ہے۔“

اپنی سلاوی زبان کے ساتھ ساتھ ترکی اور عربی زبانوں پر بھی پورا عبور رکھتا ہے اور ان کی مقدس کتاب کی بہترین قرأت کا فن بھی جانتا ہے۔ میرے محافظ وکیل کی طرح یہ بھی سلاوی ہے۔“

نکولاس نے کہا: ”اور اسی کی طرح ناقابل یقین حد تک تعریف کے قابل بھی ہوگا۔“

سائمن نے کہا: ”وہ تو ہے ہی، آپ آزاد دیکھیں، آپ کے سامنے کھڑا ہے۔“

نکولاس نے کہا: ”آپ سب لوگ پہلے بیٹھ جائیں۔“

جب خلیل شلمی، اسمعیل بے، ادین، مارگن، سائمن اور نارسس بیٹھ گئے تو نکولاس نے اسمعیل بے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”میخائیل! کوئی سلاوی گیت سناؤ کہ میں جانوں تم کیسے گانے والے ہو۔“

اسمعیل بے نے اپنی پیٹھ پر بندھی دف کھولی۔ تھوڑی دیر تک وہ دف بجاتا رہا صرف دف بجاتے بجاتے ہی اس نے ایک سماں باندھ دیا تھا کہ نکولاس تعریف میں سر ہلانے لگا تھا۔ پھر دف بجانے کے ساتھ ساتھ اسمعیل بے گا بھی رہا تھا۔

مسکودی سلطنت کے جواؤ! اوسمرت و انبساط کے ساتھ اپنا نعرہ بلند کریں یوہا! آؤ اپنے کو ہتانوں کے خول سے نکلیں۔

جہاں معاش کے ذرائع محدود ہیں۔ موسم شدید ہے۔ افسردہ خنک ہواؤں اور معاشی تنگنائیوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔ معاش کے محدود سلع، طبعی ماحول اور سخت جغرافیائی ماحول سے نجات پائیں۔

اُوروشن و درخشاں مستقبل کے لیے ایسا گزریں۔

دوسری قوم کو اپنی بے ہیت ذات کے ساتھ ہماری ذات میں ضم ہونا ہوگا۔
کاٹی اور گدلائیوں سے اٹی مشرق کی جھیلوں کو ہم صاف کریں گے۔

یہ ترتیب ساحلوں کو درست کریں گے

قربت کی خواہشمند روحوں کو تڑپتے کلبلاتے انسانوں کو۔

پیاںس کے ٹھہرے اندھیروں، صدیوں کی لہ گزروں کو۔

اپنے لہو کے نمکین ذائقوں سے، جبر کی چابکوں کی بجلی سے

اپنی شقت اور اپنی مہمیز سے سب عناصر کو اپنا غلام کریں گے

اس جھکے آسمان تلے۔

عکس درعکس صحیفوں کو تسخیر کریں گے

کوہساروں پر، دریاؤں میں

ہر بستی ہر گاؤں میں

نادریافت گزروں میں، نامعلوم منطقوں میں

روحوں کے تلزم میں، رات کے گھرے بادلوں میں

گو نچتے بھٹندوں میں، وقت کی گزریا ہوں میں

روسی عظمت و سطوت کو استوار کریں گے۔

پھر آہنی نظروں کی کمین گاہیں ختم ہوں گی

بربریت کے گھرے کتوئیں بھر جائیں گے

تاریخ اپنا اگلا درق اٹھے گی

جسموں پر محرومی کی کینچیاں

چروں کی سلوٹیں دُور ہوں گی

لوگ اپنی ثقافت کی مچاؤں سے اتر کر

ہماری روشنی و درخشندگی اور اپنا زوال و انحطاط دیکھیں گے۔

روس کے عدو اپنے زخموں کو کریدیں گے۔

جوہم سے بغاوت کریں گے۔ ان سزایافتہ شب و روز میں

پتھروں کی زبان سے اپنا جسم چلائیں گے۔

نادریافت زمینوں۔ انجیر اور زیتون کے کوہتانوں میں

ہمارے مستقبل کی روشنی اور ہمارے آدیش کا فروغ ہوگا۔

میرے سکوی ساتھیو!

ہزاروں ساعتوں کے لمحوں کو اپنا مقروض کریں۔

نسل اور احساس ذات سے جنم لینے والے قزولہ عقیدے مٹا دیں۔

اپنی مٹی کی نسکی گرو کو

جرات کے دل افروز لمحوں کے ساتھ۔

لافانی دیوتا۔ مستقبل کی روشنی کر دیں۔

ہمارے جذبہ برتری

ہمارے شعور و احساس کے خلاف جدوجہد کرنے والی قوتوں کو روکیں

ان کے منافقانہ ذہنوں میں چھٹکا کاٹنا بن کر گھس جائیں

آگے بڑھنے کی ہوس لے کر۔

کندھوں پر اپنے عدو کی خواہشوں کی صلیبیں اٹھائے۔

زمین سے آسمان کی طرف

پرانے خوابوں کے نہرے رنگ بکھیر دیں

یوڈال سے پامیر تک

صحرائے وقت کا سیلاب

آسمان کی گردش

بیلاری کا شعور

صدیوں کی رات

زمین کی کراہ بن کر چھا جائیں۔

انہیں بے خاموش ہو گیا۔ دف پر قص کرتے اس کے ہاتھ رک گئے۔ مگر بے خاموشی چھا گئی اور اس خاموشی میں نکولاس نے توصیفی انداز میں انہیں بے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے میخائیل! تم اپنے کام میں اس تعریف سے بڑھ کر ثابت ہوئے ہو۔ پادری سائمن نے تمہاری کی ہے۔"

پھر پادری سائمن سے مخاطب ہو کر نکولاس بولا۔ "اگر تمہارا محافظ واسیل اپنے کام میں ایسا ہی ثابت ہوتا تو اسے بزرگ سائمن! میں تم سے وہی کام لوں گا جس کی تم خواہش لے کر آئے ہو کہ اس میں تمہاری اور نصرانیت دونوں کی فلاح ہوگی۔ میں قازان کے سلسلے دیارے یورال کے مغربی منطقوں کے اندر تمہیں اپنی ایسی تحریکوں سے متعارف کراؤں گا جو تمہارے کام میں تمہاری مددگار ثابت ہونے کے علاوہ تمہاری ہر ضرورت کا خیال بھی رکھیں گی اور۔۔۔۔۔"

نکولاس کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ اس کا برنیل آندے مالوف واپس آ گیا تھا۔ اپنے جسم پر وہ بہترین زرہ، سر پر خود بازوؤں پر آہنی جوشن اور گھٹنوں اور شانڈ پر وہ آہنی خول پڑھائے ہوئے تھا۔ کمر سے اس کی بھاری تلوار اور کندھے پر ڈھال لٹک رہی تھی۔ کمرے کے وسط میں آکر وہ رکا۔ ایک غلط سی نگاہ اس نے خلیل شلبی پر ڈال پھر نکولاس سے اس نے کہا۔

"اے مالک! کیا یہ مقابلہ شروع نہ ہوگا۔ میں بہت جلد اس کا انجام اپنے حق میں لینے کا عزم رکھتا ہوں۔"

خلیل شلبی نے بیٹھے ہی بیٹھے اپنی عبا اتاری نیچے اس کی زرہ چمک رہی تھی پھر اس نے امامہ اتار کر بھی نشست پر رکھ دیا اور اس کے سر پر علمے کے نیچے خوبصورت اور چمکتا ہوا خود تھا۔ پھر خلیل شلبی نے اپنی پیٹھ پر لٹکتی ڈھال سنبھالی اور تلوار کھینچا۔ وہ اٹھ کر آندے مالوف کی طرف بڑھا تھا۔

اونیس نے اس کے عمامہ اور عبادوں چیزیں اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لی تھیں۔

نکولاس نے دیکھا خلیل شلبی کے اٹھنے میں ایک طوفان اور آگے بڑھنے میں ایک برق تھی۔ اسے ایسے لگا تھا جیسے تاریک زمانوں کا کوئی کاہن بکھرتے پھیلنے لگا ہوں کو لاہر کر کے بے اٹھ کھڑا ہوا ہو۔

آندے مالوف کے پاس جا کر خلیل شلبی نے مڑ کر موالیدہ انداز میں نکولاس کی طرف دیکھا۔ وہ شاید اس کا مدعا جان گیا تھا۔ لہذا اس نے فوراً کہا "ہاں، تم دونوں تقابلہ شروع کر سکتے ہو۔"

خلیل شلبی نے آگے بڑھ کر آندے مالوف سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنی بھاری زنی تلوار کو ہلکی بھکی چھڑی کی طرح لہراتا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے چٹانوں سے ٹکراتے نیلے سحر جیسی صدا میں کہا۔

آندے مالوف! میں تمہیں پہلے حملہ آور ہونے کا موقع دیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنے سامنے زیر کرنے کے لیے مجھے اپنی تلوار کا پھل حرکت میں نہ لانا پڑے گا۔"

آندے مالوف کا چہرہ غصے میں کسی بھڑکتے شہر اور شرر بار معبد جیسا ہو گیا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اپنی تلوار کا وار خلیل شلبی پر کیا۔ خلیل شلبی نے اپنے آپ سے دور ہٹ کر ہالی مار کر آندے مالوف کی تلوار کو دور ہٹا دیا تھا لیکن آندے مالوف بھی اپنی بہترین پھرتی کا مظاہر کر رہا تھا۔ اپنی تلوار کے پیچھے خلیل شلبی کے سر کو ہدف بناتے ہوئے اس نے اسے اپنی ڈھال بھی دے مارنے کی انتہائی خوفناک کوشش کی تھی لیکن خلیل شلبی نے آندے مالوف کی ڈھال پر اپنی تلوار کا دستہ مار کر اسے روک دیا تھا۔ آندے مالوف اب اپنی تلوار اور ڈھال سے خلیل شلبی پر اندھا دھند وار کرنے لگا تھا۔ جب کہ خلیل شلبی صرف اس کے حملوں کو روک رہا تھا۔ اس نے اب تک ایک بار آندے مالوف پر اپنی تلوار ڈھال سے جارحانہ حملہ نہ کیا تھا۔

خلیل شلبی کی اس حالت پر حسین اونیس کسی تاریک شہر، عمر گزشتہ کی پکار، جھواں زدہ زمین، لرزتے کانپتے سانس اور زمین پر رینگتی گہری سنان رات کی طرح اداں ہو گئی تھی۔ اس کی حالت قید خانے کی دیواروں پر انگلیوں کے نشانات اور ناخنوں

کی خراشوں جیسی تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ وہ اس روتی اوس کی طرح مغموم بیٹھی ہوئی تھی۔
کی بوندیں زمین کی غذا بننا شروع ہو گئی ہوں۔

وہ تو خلیل شبلی کو امنگوں کی بھڑکتی آندھی اور موت کی گدگدی طاری کر دینے والی
زلزلوں کی شکل میں دیکھنا چاہتی تھی۔ پرخلیل شبلی ابھی تک اپنے دفاع تک مجبور
تھا اور بے چاری اونیس پر بارش سے اٹھتے دھوئیں اور اندھیروں کی لامحدود پردہ دار
طرح بکھرتی جا رہی تھی۔

اپنا دفاع کرتے کرتے خلیل شبلی کی حالت بدلنے لگی تھی۔ کرب کے شعلے کی طرح
اس کی آنکھیں سلگنے لگیں۔ اس کے چہرے پر ایسی آگ برسنے لگی تھی جس سے مجبور
پگھل جائیں۔ پھر اس نے اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ڈھال اور تلوار کے
دستے سے اپنی جارحیت کا آغاز کر دیا تھا۔ وہ آندے مالوف کے خلاف اپنی تلوار
کا پھل استعمال نہ کر رہا تھا۔

اپنی ڈھال پر آندے مالوف کا ایک وار روکنے کے بعد خلیل شبلی نے اس
قوت سے آندے مالوف کے خود پر اپنی تلوار کا دستہ مارا کہ آندے مالوف کا خود دہان
سے بچک گیا اور اس کے سر پر ضرب لگی۔ اس سے آندے مالوف کو یوں لگا جیسے
کوئی غلام یا استبداد کا دیوتا اپنی شر بارداشتوں کے ساتھ اس کے خلاف حرکت میں
آیا ہو اور اس پر ضرب لگا کر اسے زندگی کی آگ کے سیلاب میں قصاکا زخمیوں کے
اندھ جکڑ کر رکھ دینے کا عزم رکھتا ہو۔

خلیل شبلی اب بکھرا گیا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا وہ ساحل کو تلاطم سے نقصان
اور کرتوں سے اندھیروں کی طنائیں کا شکار ہو گیا۔ وہ اب بھی آندے مالوف کے خلاف
تلوار کا پھل استعمال نہ کر رہا تھا صرٹ دستے اور ڈھال سے کام لے رہا تھا۔ ایک بار
آندے مالوف کو پھر یکدم دے کر خلیل شبلی نے اپنی بھاری تلوار کا دہنی دستہ اس کے شلے
پر پڑھے آہنی خول پر دے ملا اور خول کے کنارے دہرے ہو کر آندے مالوف کے جیم
میں گھس گئے تھے۔

آندے مالوف خلا میں منتشر ہونے والے پتوں کی طرح بکھر کر رہ گیا تھا۔ اسے یوں
جاکو ایسی نے اپنی دکھتی حکمت سے اس کے باہر اور اندر آگ ہی آگ لگا کر رکھ دی ہو
آندے مالوف کی حالت الاؤ کی سلگتی آگ کے دھوئیں اور آندھیوں کے اندر کسی خمیے میں
بننے منع جیسی ہو گئی تھی۔ اس کے دوش تھکنے لگے تھے شکم بربدہ اور بازوؤں کے
پٹھے جھکنے لگے تھے۔ لیکن اس کے مقابلے میں خلیل شبلی ابھی تازہ دم تھا اور قیامت
بدوش ہو کر غیب کے سائے، سلگتے سورج کے تپتے اُفتق، صحرائے وقت کے سیلاب
اور جلنے والی ماس کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔ آندے مالوف پر رفتگانِ خواب کی سی حالت
طاری ہوتی جا رہی تھی۔

خلیل شبلی کو اپنے بھراتی حملوں کے نقطہ عروج پر دیکھ کر وہ خوابوں کے دیار کی طرح
پسکون، افسانوی نگری کی طرح رنگین، درس دانش جیسی مطمئن، الفاظ و معنی کے نسب
بھی پرکشش، انجم و ثریا کی گفتگو کی طرح پُر آواز، لطیف نسوانی ہنسی جیسی خوشگوار
اور گامیں ٹھنڈے پانی جیسی پُر سرور ہو گئی تھی۔ اس کے بسوں پر بانگ ساحل لب
ب لب نغمہ اور گلوبہ گلوبہ تراتوں جیسی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ اپنی پوری جاہت و چمک
کے ساتھ خلیل شبلی کو دیکھے جا رہی تھی۔

دوسری طرف خلیل شبلی کے حملوں کے سامنے آندے مالوف کی حالت ٹوٹتے بُت
نارِ تھوئل، تاریک شہر اور شبستانوں کی کبھی ہونٹیں شمعوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ جب کہ
خلیل شبلی تمیر کے بیج و تاب، صحرائی بڑھتی تپش اور زہر آگیں جذبوں کی طرح پھیلتا
بکھرتا جا رہا تھا۔

اپنا ک خلیل شبلی نے آندے مالوف کے اسی زخمی شانے پر اپنی تلوار کا دستہ
دے مارا۔ آندے مالوف ڈالناں ڈول ہونے لگا تھا۔ اسی موقع پر خلیل شبلی نے
اپنا ڈھال سے آندے مالوف کی کن پٹی پر ضرب لگا دی۔ آندے مالوف کمرے میں کھچی
میز پر قائم رہ کر گر گیا۔ اس کے ہاتھ سے اس کی ڈھال اور تلوار گر گئی تھی اور وہ کراہتے
لگا تھا۔

خیلی شلیبی آگے بڑھا، قالین پر گرے ہوئے آندے مالوف کی چھاتی پر اس نے اپنا پاؤں رکھا اور ایک وحشی انداز میں اس نے قدیم دوسیلوں کی طرح اپنی فتح کا مارا "یورا"۔

اونیس مسکرا رہی تھی۔ سائمن، مارگن، اسمعیل بے اور نارسس کے چہروں پر گہری خوشی اور اطمینان تھا۔ نکولاس نے مسکراتے ہوئے خلیل خلیبی سے کہا۔

"اے اجنبی توجہ دیتا گیا۔ جو کچھ تو نے کہا اسے پورا کیا۔ یقیناً تو نے اپنی تلواریں استعمال کیے بغیر آندے مالوف کو زیر کر لیا ہے۔ حیرت اس کارگزاری پر میں تجھے کدی فوجوں میں ایک اعلیٰ ترین عہدے کی پیش کش کرتا ہوں اور اگر تو میرے ساتھ امام شال خلیل شلیبی کا سر لانے کا وعدہ کرے تو میں تجھے ایسی تحریروں دیتا ہوں جن میں تیرے وی فوج کے سالار اعظم مقرر کیے جانے کی ضمانت ہوگی۔ یہی نہیں تو جو مانگنے کا میں نکولاس اول تجھے وہی کچھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس دوران آندے مالوف اٹھ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔

خلیل خلیبی نے کہا۔ "میں آپ سے کوئی معاوضہ، کوئی ضمانت طلب نہیں کرتا۔ اپنے آقا سائمن کی خدمت پر خوش ہوں۔ یہ میں وعدہ کرتا ہوں، جو کام آپ مجھے پورے گئے، میں اسے پورا کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

نکولاس رکا پھر اس بار اس نے سائمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بزرگ سائمن جو تو نے اپنے محافظ واسیلی کی تعریف کی تھی، قسم یسوع مسیح کی اس نے اپنے آپ کو اس سے بھی قد آور اور بلند تر ثابت کیا ہے۔ سنو سائمن! میں مسلمانوں کے خلاف روس کے لیے تمہاری جاسوسی کی پیش کش قبول کرتا ہوں۔

سنو! میرا لالچو عمل یہ ہو گا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند دن یہاں حکومت کے مہمان بنانے میں آرام کرو۔ اس کے بعد تم خلیل شلیبی کے شہر قازان کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ اپنے پانچ ایسے مسلح جوان روانہ کر دوں گا جو قازان کے خلاف کام کرنے والی دوسری دہشت پسند تنظیم علاؤ قلزادہ کا سک کے علاوہ

سلمانوں کے باغی عالم بے بہت سے بھی ملاقات اور تعارف کرائیں گے۔ قازقستان اور داغستان میں داخل ہونے کے بعد تم واسیلی کے ہاتھ مسلمانوں کی خبریں سلاؤ قلزادہ کا سک یا بے بہت تیزیوں میں سے کسی کے پاس پہنچاؤ۔ وہ فوراً مجھے ان کی خبر کر دیں گے۔

نکولاس رکا۔ پھر اس نے اپنے قریب رکھا لوہے کا ایک متقل صدوق اور اس کے اندر سے اس نے ایک سنہری اور ایک چاندی کا سک نکالا اور خلیل شلیبی سے کہا۔

"واسیلی! واسیلی میرے قریب آؤ۔" خلیل شلیبی اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا، نکولاس نے دونوں سونے اور چاندی کے قرص خلیل کو ہتھ دئیے۔ خلیل شلیبی نے دیکھا ان دونوں قرصوں پر سلاوی حروف کندہ تھے۔

نکولاس نے پھر کہا۔ "ان میں سے جو سونے کا قرص ہے وہ سلاؤ قلزادہ کا نشان ہے اور جو چاندی کا ہے وہ کا سک تنظیم کا نشان ہے۔ ایسے قرص ان دونوں تنظیموں صرف سالار کے پاس ہیں۔ جب کہ ان کے کارکن اپنی شناخت کے لیے اور طرح کے قرص استعمال کرتے ہیں۔ جب ان کے علاقے میں داخل ہو کر یہ قرص انہیں دکھاؤ گے تو وہ اپنے سالاروں کی طرح تمہاری عزت اور تمہارا احترام کریں گے۔

خلیل شلیبی نے دونوں قرص لے کر سنبھال لیے۔ پھر نکولاس نے اپنے وزیر الیگزینڈر کو مخاطب کر کے کہا۔ "انہیں اپنے ساتھ مہمان خانے لے جاؤ اور ان کے کھانے اور آرام کا انتظام کرو، میں کل پھر ان سے ملاقات کروں گا۔" الیگزینڈر خلیل شلیبی اور اس کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر جا رہا تھا۔

الیگزینڈر کے ساتھ خلیل شلیبی اور اس کے ساتھی کمرے سے باہر نکلنے ہی والے تھے کہ نکولاس نے زور سے پکارتے ہوئے کہا۔ "واسیلی! رُک جاؤ۔"

خلیل شلیبی جب جو اور استغیا میرا انداز میں مڑ کر دیکھنے لگا۔ نکولاس نے پھر کہا۔ "جس طرح پہلے اپنی نشستوں پر بیٹھے تھے ایسے ہی بیٹھ جاؤ اور مجھے غور سے سنو۔" سب دوبارہ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ الیگزینڈر بھی واپس آ گیا تھا۔ نکولاس پھر کبہ رہا تھا۔ "تم لوگوں کے آنے سے قبل میں اپنے جرنیلوں کے ساتھ ایک اہم مسئلہ

ہیں۔ تم دشمن کے سینوں کو داغنے اور پٹانیوں پر شکست کے نشانات کندہ کرنے کا فن خوب جانتے ہو۔ اپنی ذات کے اندر تم آگے کا حصار اور اک کلیم طوق و سلاسل ہو۔ قسم یسوع مسیح کی تم ان جوانوں میں ہو جو ناکامیوں کی بنیاد پر بھی اپنی فتح اور فوز مندی کا قصہ غمیز کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ذرا جاؤ ان حالات میں اگر ہم داغستان پر حملہ کریں تو تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

خیل شلبی سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "ان حالات میں اگر آپ آندے مالوف کے ذریعے داغستان پر حملہ کر دیں تو یہ بہت سودمند ہو گا بلکہ مجھے یہ بھی بتائیں کہ آپ یہ حملہ کب تک شروع کریں گے تاکہ میں قازان میں داخل ہو کر پھر اودا کے راستے پہلے میں آکر آندے مالوف کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔ میں آندے مالوف کے لیے قیادت کا کوئی مسئلہ کھڑا نہ کروں گا بلکہ اس کے لشکر میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے کام کروں گا اور جب داغستان کے خلاف جنگ عین اپنے جوہن اور شباب پر ہوگی میں اپنا جنگی نیزہ مار کر امام شامل کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ امام شامل کی موت کے بعد داغستان پر قبضہ ایک سہل اور معمولی کام ہو کر رہ جائے گا۔"

آندے مالوف جو اس سے قبل خیل شلبی سے ہارنے کے باعث اسے غصے اور خستگیوں لگا ہوں سے دیکھ کر جا رہا تھا اب خیل شلبی کی اس پیشکش پر کہ وہ اس کے تحت ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے کام کرے گا، آندے مالوف کے چہرے پر رونق و خوشی اور خیل شلبی کے لیے اعتبار اور ہمدردی کے جذبات بکھرنے لگے تھے۔

"نکولاس نے انتہائی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "داسیلی! داسیلی! تم یقیناً بہادر اور فراخ دل ہو۔ اگر تم جنگ کے دوران نیزہ مار کر امام شامل کا خاتمہ کر دو تو تم یسوع مسیح کی میں تمہیں داغستان کا حاکم مقرر کر دوں گا اور تم ہر فیصلہ اپنی مرضی سے کر سکو گے۔"

خیل شلبی نے کہا۔ "جس طرح آپ چاہتے ہیں اسی طرح ہو گا لیکن میری یہ خواہش ہے کہ یہ حملہ کچھ تاخیر سے ہو تاکہ میں قازان میں داخل ہو کر وہاں خیل شلبی کے پاس

پر گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے سوچا تم لوگ ایک دن آرام کر لو تو پھر اس بارے میں تم گئے گفتگو کروں گا۔ پر میں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے اور سارے معاملہ پر ابھی اور اسی وقت تم لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں۔

شاید تم لوگوں کو خبر نہ ہوگی کہ جب سے خیل شلبی قازقستان کا حکمران ہو گیا ہے اس نے معجز نما اور حیرت انگیز کام انجام دیئے ہیں۔ اس نے دوبار وحشی بدھ قبائل کاٹل اور جنگاریوں کو ان کے علاقے میں گھس کر شکست دی ہے اور ایک طرح سے ان کی عسکری قوت کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔

اس کے علاوہ قازان شہر کے سامنے دریائے یورال کے مغربی کنارے کی چٹانوں کے اندر اس نے سلاو فلز اور کاسک تنظیم کے متحدہ لشکر کو ذلت آمیز شکست دے کر ان کی طاقت کو منتشر کر دیا ہے۔ اس نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا بلکہ اسی روسی لشکر کا بھی اس نے خاتمہ کر دیا جو اودا شہر کا محاصرہ کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا تھا۔ خیل شلبی جب داغستان میں تھا تب بھی وہ اسی طرح ہمیں نقصان اور ہزیمت پر ہزیمت پہنچاتا رہا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ فی الوقت قازقستان پر براہ راست ضرب لگانا طاقت ہوگی۔ داغستان میں خیل شلبی چونکہ امام شامل سے جدا ہو کر قازقستان آچکا ہے لہذا داغستان کا دفاع میں سمجھتا ہوں پہلے کی نسبت کمزور ہو گیا ہے۔ ان حالات میں ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک جبراً لشکر آندے مالوف کی سرکردگی میں داغستان پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا جائے جو داغستان پر حملہ آور ہوا وہ اس پر قبضہ کرے۔ نکولاس رکا پھر وہ خیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"داسیلی! آندے مالوف کے ساتھ تمہارے مقابلے کے دوران میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم عسکری مہارت اور جنگی تجربے میں خیل شلبی سے بھی بے مثل ہو گے۔ تم نے آندے مالوف کو گرا کر ثابت کر دیا ہے کہ تم شعلوں میں پنہاں ایک مربوط قوت دھن کے اندر تحلیل ایک طاقت ہو۔ تمہارے چلنے میں آندھیاں اور حملہ آور ہونے میں طوفان

اپنے قدم جلنے میں کامیاب ہو جاؤں اس طرح امام شامل کے بعد میں اس کا بھی نماز
کردوں گا۔ پھر قازقستان کی طرف سے آپ کو کوئی خطرہ نہ رہے گا۔
نکولاس نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو سن رکھو یہ حملہ آج سے ڈیڑھ ماہ بعد ہوگا۔
خلیل شلبی نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔

نکولاس نے اس موقع پر کسی قدر پریشانی اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
اس موقع پر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تم قازان شہر میں کیسے داخل ہو
سکو گے اور کس طرح وہاں خلیل شلبی کا قُرب حاصل کرو گے؟
خلیل شلبی نے کہا۔ یہ بالکل سیدھا سادہ اور آسان معاملہ ہے۔ ہم دوسل
کے باغیوں کی حیثیت سے قازقستان میں داخل ہوں گے اور روس کے خلاف مسلمانوں
کے لیے کام کرنے کی پیش کریں گے۔

نکولاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم بہت چالاک انسان ہو۔ اب میں سمجھا تم
قازان میں داخل ہو سکتے ہو۔ اب تم الیگزینڈر کے ساتھ جاؤ اور آرام کرو۔
خلیل شلبی اپنے ساتھیوں کے ساتھ الیگزینڈر کے ہمراہ باہر نکل گیا۔ ماسکو میں
تین دن قیام کرنے کے بعد وہ پانچ دوسری محافظوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے

اپنے ساتھیوں اور پانچ دوسری محافظوں کے ساتھ خلیل شلبی ایک روز جب کہ
رات کے ماتھے پر تاریکیاں ڈھلک رہی تھیں، ایک بلند کوہستانی سلسلے کے اندر سفر کر

رہا تھا۔ اب وہ ماسکو سے بہت دور اور قازان سے بہت قریب آچکے تھے۔ ان
وقت اندھیرے کی رگیں سمٹ رہی تھیں۔ قبروں کے آفتق جیسے کوہستان پر بندہ ہونے
لگے تھے۔ چاند کی کرنوں کی طنائیں کھینچنے لگی تھیں۔ خورشید غادر اپنے بے شکستہ
پروں کے ساتھ طلوع ہو کر اجالوں میں رنگ بھرنے لگا تھا۔ تاریکیاں بیکمل فضا

مادائے کمکشان و انجم بھاگ رہی تھیں۔ سحر کے فونے نادیدہ سفر، نئی منزلوں
راہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے تنہائی کا احساس ختم کر دیا تھا۔ فطرت کی شوخیال

ان راستوں کا بغور جائزہ لے رہا تھا جو مختلف سمتوں سے ان بستیوں کی طرف جاتے
تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بستیوں کے اندر سے گزرتے ہوئے ان کے مرکزی شہر کی
طرف جا رہے تھے۔

خلیل شلبی ایک ایک بستی اور ان کے ارد گرد کوہستانی سلسلے کو بڑے نہاک

سے دیکھتا اور ان کا محل وقوع اپنے ذہن میں نیچتہ کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ در
سلاد و فلز کے مرکزی شہر کے پاس جا پہنچے۔ خلیل شلبی نے دیکھا۔ شہر کے ارد گرد پتھر
اور کوہستانی پتھروں سے بنی ہوئی پختہ فصیل تھی۔

جب وہ شہر پناہ کے جنوبی دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا شہر کا
کھلا ہوا تھا اور لوگ اس میں سے آ جا رہے تھے۔ اس موقع پر خلیل شلبی نے در
محافظوں کے سرخیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا اس موقع پر دروازے کے
پرے داروں کو مجھے وہ سکہ دکھانا چاہیے جو سونے کا ہے اور سلاد و فلز والوں
لیے پہچان کا ایک نشان ہے۔“

روسی محافظوں کے سرخیل نے کہا۔ ”یہاں آپ کو وہ سونے کا قرضہ
کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ میں آپ سے عرض کر
ہم کوئی عام آدمی نہیں ہیں ہم پانچ وہ لوگ ہیں جو روسی حکومت کے احکامات
سلاد و فلز اور کا سک تنظیموں تک پہنچاتے ہیں امدان کی خبریں اور ضروریات
لے جاتے ہیں۔ ان کے سالار اور سب کارکن ہمیں خوب اچھی طرح جانتے اور
ہیں۔ بہر حال اس شہر پناہ کے دروازے پر پہرہ دینے والوں کے علاوہ ان کے سال
خونکی سے بھی آپ کو وہ نہری قرضہ دیئے جانے کا ذکر کروں گا تاکہ وہ آپ کا
اہمیت کو جان سکیں۔ ان علاقوں کی طرف ہم پانچوں کے علاوہ اور کئی لوگوں کا
اس کثرت سے آنا جانا ہوتا ہے کہ سلاد و فلز کی بیٹیوں والے بھی ہمیں جانتے
پہچانتے ہیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ ہمیں روک کر پوچھتے اور ہماری بات
تلاشی لے کر ادھر آنے دیتے۔“

روسی سرخیل نے فلاؤک کر پھر خلیل شلبی سے کہا۔ ”آپ تھوڑی دیر یہاں
رہیں، میں شہر پناہ کے ان محافظوں سے نکو لاس کی طرف سے وہ سونے کا قرضہ
دیئے جانے کا ذکر کرتا ہوں۔ پھر آپ دیکھنا یہ آپ کی کیسی عزت کیسا احترام
ہیں۔“ خلیل شلبی وہیں ساٹن کی گھبھی کے پاس رک گیا اور وہ روسی دروازے

محافظوں کے پاس جا کر گفتگو کرنے لگا۔

تھوڑی سی دیر بعد وہ محافظ سب بھاگتے ہوئے باہر آئے۔ وہ بڑے حقیقت مندر
انداز میں خلیل شلبی کو سلام کرنے لگے اور ان میں سے ایک خلیل شلبی کے گھوڑے کی
باگ بڑھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر دروازے کے محافظوں کے سربراہ نے خلیل شلبی کو طلب
کرتے ہوئے کہا۔ ”آقا واسیلی! آپ امداد تشریف لے چلیں۔ آپ کا یوں اجنبیوں
کی طرح باہر کھڑے رہنا آپ کی توہین اور ہماری شہر مندرگی کا باعث ہے۔“
خلیل شلبی نے اشارے سے مارگن کو گھبھی کے گھوڑے بانک دینے کو کہا اور
وہ شہر میں داخل ہو گئے۔

روسی سرخیل کی راہنمائی میں خلیل شلبی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتا رہا
یہاں تک کہ شہر کے وسط میں ایک بلند اور پتھروں کے بنے ہوئے مضبوط قصر کے
سامنے وہ روسی رک گیا۔ خلیل شلبی نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں اور مارگن
نے گھبھی کو روک دیا تھا۔

اس روسی نے کہا۔ ”آپ ذرا کہیں میں خونکی کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا
ہوں۔ خلیل شلبی اپنے گھوڑے سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ ساٹن۔ اونیس۔ اسمیل یے
مارگن اور نارسس بھی گھبھی سے اتر کر خلیل شلبی کے پاس آکھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد قصر سے اس روسی کے ساتھ دو آدمی باہر آئے، ایک جوان تھا
اور دوسرا دھلتی عمر کا ایک بار لیش شخص تھا۔ قریب آکر ان دونوں نے خلیل شلبی
کو سلام کیا۔ پھر دونوں نے خلیل شلبی، اسمیل یے، ساٹن اور مارگن سے مصافحہ
کیا۔ اس کے بعد اس جوان نے خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میرے عزیز! میرا نام خونکی ہے اور میں سلاد و فلز کا سالار ہوں۔ میرے
ساتھ یہ مشہور عالم دین بے مہمت ہیں۔ ان کا نام آپ نے فرود سن رکھا ہوگا۔
اٹل اندر چلیں، اس محافظ نے حماقت کی جویوں آپ کو باہر روک دیا۔ اسے آپ کو
بلورامست اندر لے جا کر امداد دیوان خانے میں بٹھا کر مجھے آپ کے آنے کی اطلاع

کرنی چاہیے تھی۔ کبھی کبھی یہ محافظ لوگ بالکل ہی اخلاقی تقاضوں اور انسانی قدردانوں کو فراموش کر جاتے ہیں۔ ان کی غلطی پر میں آپ سے مغذت خواہ ہوں کہ آپ کو میل اجنبیوں کی طرح باہر کھڑا ہونا پڑا۔

خونسکی نے خلیل خلیبی کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا خلیل خلیبی کے سب ساتھی بھی ساتھ ہو لیے۔ چار روسی خلیل خلیبی کے گھوڑے اور کئی کو اس قصر کے اصطبل کی طرف لے گئے تھے جب کہ پانچواں روسی جوان چارواں کا سرخیل تھا خلیل خلیبی کے ساتھ ساتھ خونسکی کے اس سرخ پتھروں کے مضبوط محل کے دیوان خانے کی طرف چلا گیا تھا۔

خونسکی اور بے بہت کے ساتھ جب خلیل خلیبی اور اس کے ساتھی دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے روسی محافظوں کے سرخیل نے اپنے لباس کے اندر سے ایک خط نکال کر خونسکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ آقا نکولاس کا آپ کے نام خط ہے۔“ خونسکی نے خط لے لیا اور پڑھنے لگا۔ خونسکی نے خط پڑھ کر بے بہت کو دے دیا اور وہ خط پڑھنے لگا۔ خونسکی کچھ دیر لمبی لمبی مسکراہٹ میں خلیل خلیبی کی طرف دیکھا اور پھر اس نے کہا۔

”داسیلی! میرے عزیز! آپ واقعی ایک عظیم انسان ہیں۔ آپ ایک مقابلے میں آندے مالوف کو بھی ہرا چکے ہیں۔ حالانکہ وہ سب روسی جرنیلوں کا استاد مانا جاتا ہے۔ میں نے جنگی تربیت خود اسی سے حاصل کی تھی کیوں کہ روسی افواج کا ایک جرنیل ہونے کے علاوہ آندے مالوف ماسکو کی حربی تربیت گاہ کا نگران بھی ہے۔ مجھے آپ کے ہاتھوں آندے مالوف کی شکست پر تعجب اور حیرت ہو رہی ہے اور اس پر مزید اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے اس کی خلاف اپنی تلوار کا پھل استعمال نہیں کیا۔“

خلیل خلیبی جواب میں خونسکی سے کچھ کہنے والا تھا کہ بے بہت نے خونسکی کا دیا ہوا نکولاس کا خط پڑھ کر فارغ ہو گیا تھا۔ اس نے سائمن کو مخاطب کرتے ہوئے

پوچھا۔ ”آپ قسطنطنیہ کے کس کلیسا میں پادری کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں؟“ سائمن نے کہا۔ ”میں بحرہ مارمرہ کے کنارے سینٹ سرجیوس کے کلیسا میں پادری تھا اور آپ جانتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں یہ کلیسا سب سے محترم و مقدس ہے۔“ سائمن کے جواب سے مطمئن ہو کر بے بہت نے اس بار خلیل خلیبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”قابل احترام داسیلی! آپ کہاں کہاں رہے؟“

خلیل خلیبی نے کہا۔ ”میرے ماں باپ جو سلاوی تھے۔ بلقان میں ہائی نگرہ کے رہنے والے تھے۔ میری پیدائش سے قبل ہی وہ ہجرت کر کے قسطنطنیہ میں سلاویوں کے اس کوچے میں آکر آباد ہو گئے جو کلاڈیوس کے نام سے مشہور ہے۔ میں وہیں بلا بڑھا۔ ان دنوں محترم سائمن سرجیوس کے گرجا میں پادری تھے اور میرے ماں باپ کا اکثر ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ پھر ایک روز میرے ماں باپ قناخ ندیں میں طوفانی لہروں سے کشتی الٹ جانے کے باعث ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ ان دنوں میں قسطنطنیہ میں عسکری تربیت حاصل کر رہا تھا جس کی تکمیل کے بعد محترم سائمن نے مجھے اپنا محافظ مقرر کر لیا۔ حالانکہ اس دوران مشہور ترک جرنیل ٹریا شانے ترک لشکر میں ایک اچھے عہدے کی پیش کش کی پر میں نے انکار کر دیا اور بدستور محترم سائمن کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دی۔“

بے بہت نے گہری نگاہوں سے خلیل خلیبی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”آپ نے عسکری تربیت کس سے حاصل کی۔ کون تھا وہ نایاب استاد جس نے تیغ زنی کے فن میں آپ کو کیتا وبے مثل بنا کر رکھ دیا۔“

خلیل خلیبی نے کہا۔ ”قسطنطنیہ میں رضا الدین نام کا ایک شخص تھا۔ وہ مسلمان تھا۔ عسکری تربیت میں نے اس سے حاصل کی۔ اب یہ شخص فوت ہو چکا ہے۔“

خونسکی کو نہ جانے کیا ہوا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اندولتوں کی نوک اس نے خلیل خلیبی کی گردن پر رکھتے ہوئے حکمانہ انداز میں کہا۔ ”کھڑے“

خونکی کی اس حرکت پر ادنیس بے چاری پیلی ہو گئی تھی۔ اسمعیل بے اسار
مارگن اور نارسس کے چہروں پر بھی پریشانیاں بکھر گئی تھیں۔



خونکی کے خلیل شلبی کی گردن پر تلوار کی نوک رکھتے ہی کمرے میں درودیار کا سا جمود
اور بے آواز گلیوں میں گزرتے خیالوں کا سا سکوت بکھر گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کمرے میں
گوگنوں اور ہروں کی کوئی انجمن ہو۔ سب لبوں کے اڈلین جو ہم کی طرح اداس اور یوں
فابوش تھے جیسے مستقبل کا سورج ان کے لیے طلوع ہونا بند ہو جائے گا۔

دوسری طرف خلیل شلبی کے دل میں صرصر صرصر کا طوفان، سحر کا کھرام، دوزخ کی
ایک آگ، آنکھوں میں اجنبی طوفان اور تقدیر کو حلقہ دام میں کر لینے والے جذبے ابھر
اُٹے تھے۔ پھر خلیل شلبی حرکت میں آیا، کمر دار کے اس مبلغ کی طرح جو اپنا ہاتھ نبضِ دولاں
پر رکھنے لگا ہو۔

اچانک خلیل شلبی کی ٹانگ اٹھ کر خونکی کے پیٹ میں لگی اور خونکی اپنی تلوار
میت اچھلتا ہوا کمرے کے دروازے کے پاس جا گرا تھا۔ خلیل شلبی کسی سیل بلاخیز
اندھ بکر کے طوفان کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور ایک جھکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے
نیام کر لی۔ اس کے چہرے پر جگر کوٹا سود اور آئینہ خانوں میں پتھروں کی برسات کر
دینے والے جذبے تھے۔ اس کا رنگ دآہنگ صدیوں کے جلال، گرجتے ابر، کوندتی

برق اور اٹھتے سورج کی لوجیا ہو گیا تھا۔
 اس کے چہرے پر صبح کے فروغ جیسی تازگی، ملائک کے درود جیسی دل کشی، سکوت
 رانجیم جیسا اطمینان اور اس کے دھکتے روپ پر رات کے ماتھے پر سحر کی لکیروں جیسی

خفیل شبلی کی یہ حالت دیکھ کر خوشنکی نے فوراً اپنی تلوار نیام میں کر لی اور غم
 سے کہا۔ 'واسیلی! واسیلی! میرے عزیز! غصے اور غضب میں نہ آؤ۔ میں تمہارا ہمتا
 لینا چاہتا تھا۔ تمہاری گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھ کر میں تمہارا ردِ عمل دیکھنا چاہتا
 اگر تم میرے اس طرح گردن پر تلوار کی نوک رکھنے پر بے بس سے ہر کر کھڑے ہو جانا
 تو میں سمجھتا تھا کہ تم میری طرح ہی ایک عام سے انسان ہو اور آندے مالوف کو زیر کر کے
 نے کوئی معرکہ سر نہیں کیا اور اس پر میں یہ بھی سمجھتا تھا کہ تم قازقستان اور داغستان میں جا
 روس کے لیے جاسوسی کرنے میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔'

لیکن تم نے اپنے عمدہ ترین ردِ عمل کا اظہار کر کے ثابت کیا ہے کہ تم
 عرفان و آہنگی کی قیمتی نہیں ہے۔ یقیناً تم دشمن کی سرزمین میں جا کر بھی اپنے
 جامہ و دستار کی حفاظت کر سکتے ہو۔ میرا دل کہتا ہے تمہارے جیسا کہ وہ صحرانورد
 اور ہاتھوں کی لکیریں بدل دینے والا جوان، اجالوں کا رسول اور فرارِ خاک بن کر
 کی ایک رنگی و ہم آہنگی کے لیے بہترین خدمات انجام دے گا۔

یسوع مسیح کی قسم! تم خارِ بد اماں، وقت کی پکار، آندھیوں کے حریف
 موت کی کھلی آغوش ہو۔ تمہاری گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھنا تمہارا امتحان لینا تھا۔ وہ
 تمہارا سامنا ایسے ہی ہے جیسے عقیدتوں کی جوانی اور خیالات کا بچپن ایک دوسرے کے
 سامنے آن کھڑے ہوئے ہوں۔ واسیلی! واسیلی! تم حوادث کی وہ لہر ہو جو برقِ فلک تاب
 طرح مکر کے ہر خلاق اور ضمیر کی ہرستی کا صفایا کر سکتی ہے۔

خفیل شبلی کے چہرے پر نفسِ نفسِ سجودوں کے ثبات اور نالوں کے
 وقت کا بہترین نغمہ سنانے والی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی
 تھی اور اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی تھی۔
 ادنیٰ سے چاری جو تھوڑی دیر قبل تک خفیل شبلی کی وجہ سے پلایے
 آندھیوں میں رکھے چراغ، سینوں کی خلش اور جبینوں کی طرح شکن شکن ہونے لگی تھی۔

خفیل شبلی نے کہا۔ 'اسی بات نہیں میرے دوست! میں نے خفیل شبلی کو دیکھا تو
 نہیں ہوا۔ پر اس کے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے۔ اس وقت سے جب وہ داغستان میں
 شامل کے ساتھ کام کیا کرتا تھا۔ اب جب کہ اس نے شمالی سائبیریا میں بدھ قبائل
 ملائک اور جنگاریوں کی قوت کو ختم کیا ہے۔ دیلے یورال کے کنارے ہماری اور کاسکول
 کے متعلقہ طاقت کو توڑا ہے اور ادا شہر سے باہر روس کی باقاعدہ فوجوں کو موت کے گھاٹ

ہیں کہ آپ کے سائے کا بھی سایہ بن کر رہا جائے۔ یقیناً آپ نے خلیل شبلی کو ذہن کی باتیں دینی کر دینے، اسے آسمان کی بندوبستوں پر لٹکا دینے اور اس کے دل میں کھرا کھڑا کر دینے والا کام کیا ہے۔

بزرگ بے مہمت! کپ تو بہت خانہ آذر ہیں۔ یقیناً آپ نے خلیل شبلی کی خاک پر خون کے دھارے چلا دیئے ہیں۔ آپ نے اس کے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو کہاں درکس جگہ قتل کیا؟

بے مہمت نے شہرت و کبر، گناہ و عصیاں اور اپنی تقدیر کی اتنا و پندار میں ڈوبی اور انہیں کہا۔ میں نے خلیل شبلی کے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو اس وقت اپنے دھوکے سے قتل کر دیا۔ جب وہ قازان سے داغستان کے مرکزی شہر غری کی طرف جا رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ قازان شہر میں کام کرنے والے میرے کارکنوں نے خلیل شبلی کو پہلے ہی دن جب وہ قازان شہر میں آیا تھا، ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شخص مافوق الفطرت قوتوں کا مالک لگتا ہے۔ وہ بچ گیا۔ میرے دونوں آدمی بڑے گئے اور بعد ازاں قتل کر دیئے گئے۔

خلیل شبلی نے بے پایاں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”پھر تو آپ میری بہت مدد کر سکتے ہیں، آپ مجھے قازان شہر میں اپنے مرکز سے متعارف کرا دیں۔ میں اسے رابطہ رکھوں گا۔ ہو سکتا ہے۔ میں اپنی تیغ زنی میں مہارت کے باعث خلیل شبلی کی لڑکائیوں میں عزت پا جاؤں۔ اس صورت حال میں بلا جھجک آپ کے کارکنوں میں مدد بھی کر سکوں گا اور کبھی میری راہ میں مجبوریاں حائل ہوں تو میں ان کے ذریعے آپ کو خوشی اور کریا کو ضروری صورت حال سے آگاہ بھی کر دیا کروں گا۔ امید ہے آپ میری اس تجویز کو رد نہ کریں گے۔“

بے مہمت نے کہا۔ ”واسی! تمہاری باتوں میں وزن ہے۔ ویسے بھی تم کام کے لئے ہر آدمی کو پھر آقا کو لاس نے جو تمہیں عزت اور احساس بخشا ہے اس کی وجہ سے میں تمہارا شکر کر سکتا ہوں۔“

اتار دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں وہ ایک حادثہ و اندھیرا، ایک برقی وزلزلہ ہے۔ اس کے عملوں میں زخموں کی خراشیں، معبود و میکیل کا ڈکھ اور کلیساؤں کا غم پوشیدہ ہے۔ وہ غم غماخوں کے لیے کالی رات کا طویل اور اہرن کا نزول ہے۔ میں نے اب تک اس کا تجربہ کیا ہے اس کے مطابق وہ ایک ایسا پیا سا دریا ہے جو ساحل کے خوبصورت دیکھنے والوں کا خون پی جاتا ہے۔ قبروں کی خاموشی، صحرائے سکوت اور مبہوس دریا کی طرح وہ حملہ آور ہوتا ہے اور برق و تلام بن کر وادیوں کو عتاب زدہ کر کے فضائل کو ہلاکتوں کے زہر میں ڈبو دیتا ہے۔

خلیل شبلی نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ خوشی یہ تم کیا کہہ رہے ہو، تمہارا گھر سے تو یہ پتہ چلتا ہے جیسے تم اس کے ایک معتقد ہو اور اس کی تعریف کر رہے ہو۔ تم مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو کہ میں کھل کر وہاں اپنا کام انجام دے سکوں۔ خوشی نے کہا۔ قسم خداوند کی یہ بات نہیں ہے۔ میں نے وہی کچھ کہا ہے میں نے دیکھا اور سنا۔ ہاں مجھے یہ بھی سخت صدمہ اور افسوس ہے کہ میں آج تک اس کے خلاف کچھ نہ کر سکا اور مجھے تو یہ بے مہمت ڈھلتی عمر کا ہونے کے باوجود بہتر انداز میں ہے اس لیے کہ اس نے خلیل شبلی کو وہ نقصان پہنچایا ہے، وہ غم اسے دیا ہے، ساری عمر اس کے لیے ایک لاعلاج روگ اور نہ مند مل ہونے والا ناسود بنا رہے گا۔ خلیل شبلی نے غور سے خوشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں بھی تو جاؤں ہمارے بزرگ بے مہمت نے خلیل شبلی کو کیا روگ لگا لیا ہے۔

خوشی نے کہا۔ ”بے مہمت نے اپنے آدمیوں سے خلیل شبلی کے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو قتل کر دیا تھا۔“

خلیل شبلی پر یہ انکشاف ایسے گرجا جیسے بربط کی نبض پر کسی ناکار کا اچھا جاکہ گوتا ہے۔ اس کے چہرے پر قفس کرتے پیام و سلام، وحشت و دوندگی میں لگے تھے۔ پر اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور بے مہمت کو مخاطب کر کے کہا۔ ”میرے بزرگ آپ نے خلیل شبلی کو کیا عمدہ ٹھوکر لگائی ہے۔ آپ قاتل

مغربی جتنے کے آدھے پل کی حفاظت روسی لشکری اور مشرقی آدھے جتنے کی حفاظت قازقستان
میں لشکری کرتے ہیں۔

دونوں طرف سے ایک ایک دو سپاہی پل پر ٹہلتے ہوئے پل کے وسط تک آتے
ہیں اور پھر لوٹ جاتے ہیں۔ دریائے یورال کے مغربی کنارے سے ڈرامیٹ کر روسی
لشکر یوں کا ایک بہت بڑا مشق ہے جس میں بیک وقت دس پندرہ ہزار لشکری رستے
ہیں۔ ان کے ذمے پل کی حفاظت ہے۔

قازقان شہر کی طرف سے جو لشکری پل کی حفاظت پر مامور ہیں ان میں میرے
آدمی مقسوم کے بھی کچھ کارکن ہیں۔ جب کوئی پیغام آنا ہو تو وہ اپنے پہرے کے دھان
ٹھٹھٹے ہوئے پل کے وسط تک آتے ہیں اور مقسوم کا پیغام روسیوں کے حوالے کر دیتے
ہیں جس کے ذریعے وہ پیغام مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور جب مجھے کوئی پیغام دینا ہوتا ہے
تو یہ روسی آدھے پل پر جا کر مقسوم کے کارکنوں کے حوالے کرتے ہیں۔ اس طرح میرے
اور مقسوم کے درمیان پیغام رسانی کا کام کسی خطرے اور وقت کے بغیر مکمل ہو جاتا
ہے۔

خلیل شلبی کے تعریف کرنے کے انداز میں کہا۔ ”پیغام رسانی کا یہ ایک بہترین
طریقہ ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ قازقان میں جتنے ہوئے میں مقسوم کے لیے کوئی
ملکہ کھڑا نہ ہونے دوں گا۔“

خونسکی نے آدمی کھانا لے آئے تھے، لہذا خلیل شلبی خاموش ہو گیا۔ سب نے
پل کو کھانا کی۔ اس کے بعد بھی خلیل شلبی نے کچھ دیر وہاں بیٹھ کر خونسکی اور بے
بست سے گفتگو کی پھر وہ وہاں سے اپنے ساتھیوں اور پانچ روسی محافظوں کے ساتھ
سلادونزہ تنظیم کے شہر سے کوچ کر گیا تھا۔

دوپہر کے قریب وہ پانچوں روسی محافظ خلیل شلبی کو لے کر کاسک تنظیم کی بتیوں
میں داخل ہوئے۔ سلادونزہ والوں کی طرح کاسک والوں کی بتیاں بھی پختہ کو بتانی تھیں۔

سنو! قازقان شہر کی جامع مسجد کے سامنے لال پتھر سے بنی ایک وسیع حویلی ہے
اس حویلی میں مقسوم نام کا ایک شخص رہتا ہے۔ عمر کے لحاظ سے وہ بچپن ساٹھ کے قریب
ہوگا۔ بظاہر بڑا عالم اور دین دار ہے پر یہی شخص قازقان شہر میں کام کرنے والے میرے
کارکنوں کا سربراہ ہے۔

مقسوم کی قازقان شہر کے اطراف میں وسیع زمین ادب باغات ہیں اور اعلیٰ
قدر زیادہ ہے کہ وہ ہر روز قازقان شہر کے غریب و مساکین میں کچھ نہ کچھ تقسیم کرتا رہتا
ہے۔ قازقان میں اس کی بڑی عزت اور وقار ہے۔ میرے سارے احکام اسی کے
پاس جاتے ہیں اور وہی ان پر عمل کرتا ہے۔ اس کی حویلی میں بہت سے ترخانے
ہیں جن میں وہ اپنے خطرناک کارکنوں کو پناہ دیتا ہے۔ مقسوم قازقان میں ایسا مقبول ہے
کہ آج تک اس پر کسی نے شک نہیں کیا۔

قازقستان کے سابق حکمران قازق سرے کو اسی مقسوم نے ہی قتل کر لیا تھا۔ میں تمہیں
اس کے نام تحریر لکھ دوں گا۔ وہ تم اسے دکھاؤ، وہ ہر کام میں تمہاری مدد کرے گا۔
پرواسیلی! غور سے سنو! مقسوم سے زیادہ میل جول بھی نہ رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو تم
اپنی مہم میں ناکام ہو جاؤ تو مقسوم کا اصل چہرہ بھی اہل قازقان کے سامنے آ جائے اور وہ
اس کا خاتمہ کر دیں۔ اس طرح قازقان سے میرا سلسلہ منقطع ہو کر رہ جائے گا۔

خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ اندیشہ نہ کریں میں اور انتہائی ضرورت کے علاوہ ان
سے ہرگز نہ ملوں گا۔ پر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ اس مقسوم سے پیام
رسانی کا سلسلہ کیسے کرتے ہیں۔

بے بہت نے موج میں آکر کہا۔ ”اب تم چل ہی نکلے ہو تو میں تمہیں پوچھا
تفصیل بتائے دیتا ہوں۔

سنو! روسی حکمرانوں اور قازقستان کے سابق حکمران سلطان قازق سرے کے
درمیان ایک غیر تحریری معاہدے کی نو سے قازقان شہر کے سامنے دریائے یورال پر
پل ہے اس کی حفاظت آدھی آدھی قازقستان اور روسی حکومت میں تقسیم ہوئی تھی۔

نہی کی اور بے مہمت میرا کافی وقت لے چکے ہیں مجھے اب مزید وقت ضائع کیے بغیر دن کی
دنیا میں ہی قازان شہر میں داخل ہو جانا چاہیے۔

کریکایا نے کہا۔ ”میں تو چاہتا تھا آپ بیٹھیں۔ اگر آپ جلدی جانا چاہتے
ہیں تو آپ کی مرضی۔ بہر حال جب بھی آپ ہمارے ہاں آئیں گے آپ کا ہر خوش خیر مقدم
کیا جائے گا۔ میں آپ کا مرتبہ، آپ کے نام کی نوعیت جان گیا ہوں۔ خلیل شلبی نے
کریکایا سے مصافحہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

کاسک تنظیم کے مرکزی شہر سے روانہ ہونے کے بعد تقریباً سہ پہر کے قریب خلیل
دریلے یوڈال کے پل کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں اگر خلیل شلبی نے اپنے چہرے پر اپنے خود
کافقہ بکرا دیا تھا۔

روسلی محافظوں کے سرخیل نے آگے جا کر پل پر پہرہ دینے والے روسیوں سے
جا کر کچھ کہا۔ وہ فوراً ایک طرف ہٹ گئے اور بڑی تعظیم کے ساتھ انہوں نے خلیل
شلبی اور اس کے ساتھیوں کو پل پر سے گزرنے دیا۔

بل پر سے گزرتے ہوئے خلیل شلبی اپنے گھوڑے پر سوار آگے آگے تھا۔
اداس کے پیچھے پیچھے گھبھی آرہی تھی جس میں ادیس، سامس، اسمعیل بے ادنا رسس
بیٹھے تھے۔ جب کہ گھبھی کے اگلے حصے میں مارگن بیٹھا گھبھی کے گھوڑوں کو ہانک رہا
تھا۔ قازقستان کے پریدارے گھبھی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر چوکس ہو گئے تھے۔

خلیل شلبی نے روسی محافظوں کو یہ کہہ کر پل کے مغربی کنارے پر ہی روک
دیا تھا کہ مبادا مسلمان انہیں دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ روسی محافظوں
نے خلیل شلبی سے اتفاق کیا اور پل کے اس سرے پر ہی رُک گئے۔ گھبھی کے آگے آگے
اپنے گھوڑے پر سوار خلیل شلبی جب پل کے وسط میں آیا تو اس کے اپنے سپاہی آئے
پہچان نہ سکے کیوں کہ اس نے اپنے چہرے پر اپنے خود کا نقاب گرارکھا تھا۔ تاہم وہ مارگن
کو پہچان گئے تھے اور مارگن سے وہ کچھ کہنے ہی والے تھے کہ خلیل شلبی نے اپنے چہرے
پر خود کا نقاب ہٹا دیا اور اپنے سپاہیوں کو اشارے سے خاموش رہنے کا حکم دیا سپاہی

سے بنی ہوئی تھیں اور ان کے وسط میں ان کا مرکزی شہر تھا جو سنگین شہر پناہ سے محفوظ رکھا
گیا تھا۔

ان روسی محافظوں کو دیکھتے ہی شہر پناہ کے محافظوں نے شہر کے دروازے پر
آکر ان کا استقبال کیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد روسی محافظوں کے سرخیل نے خلیل
کے قریب ہی کاسک تنظیم کے کارکنوں کو ہدایات جاری کرتے ہوئے ایک جوان
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”محترم داسیلی! فضیل کے پاس وہ شخص جو اپنے کارکنوں
کو ہدایات دے رہا ہے وہی کاسک تنظیم کا کماندار کریکایا ہے۔“

خلیل شلبی نے روسی محافظوں سے کہا۔ تم لوگ یہیں کھڑے رہو۔ میں
خود ہی اس سے مل لیتا ہوں۔ میں اب یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ میں
دن کے وقت ہی قازان شہر میں داخل ہو جانا چاہتا ہوں۔ اگر رات ہو گئی تو شاید مجھے
کوئی پل پار نہ کرنے دے اور میں قازان شہر میں داخل نہ ہو سکوں اور یہ بات میری
لائحہ عمل کے خلاف ہوگی۔“

خلیل شلبی کریکایا کی طرف جانا ہی چاہتا تھا کہ اس نے خود ہی انہیں دیکھ لیا
اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ جب وہ نزدیک آیا تو خلیل شلبی نے اپنے
گھوڑے سے اتر کر پرتیاک انداز میں اس سے مصافحہ کیا اور نکولاس کا دیا ہوا چاندی
کا قرص اُسے دکھایا۔

کریکایا خلیل شلبی کے پاس وہ قرص دیکھ کر انتہائی خوش ہوا اور اس نے
خوشی میں ایک بار پھر خلیل شلبی سے مصافحہ کیا۔ خلیل شلبی سے وہ کچھ کہنے ہی والا
تھا کہ روسی محافظوں کے سرخیل نے اس کے نام نکولاس کا خط نکال کر اسے ہٹھا
دیا۔ خط پڑھ کر کریکایا بڑے رشک و تعجب سے خلیل شلبی کو دیکھنے لگا۔ پھر
اس نے کہا۔ ”آپس میرے ساتھ میری تحویل میں بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔“
خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں بیٹھوں گا نہیں۔ آپ سے تعارف ہو گیا ہی کافی ہے
آقا نکولاس کا خط پڑھ کر آپ میرے کام کی نوعیت بھی جان گئے ہوں گے۔ پہلے ہی

خیل شلبی کو دیکھ کر خاموش اور مودب ہو گئے اور خلیل شلبی بھی کولے کو آگے بڑھ گیا جب وہ پل کے دوسرے سرے پر پہنچا تو اس نے دیکھا وہاں نامق سری اپنے محافظوں کے ساتھ اور اس کے ساتھ خانوت بھی کھڑا تھا۔

خیل شلبی نے نیچے اتر کر ان سے مصافحہ کیا۔ نامق سری نے کہا۔ جس وقت آپ کی گبھی پل کے اس سرے سے چلی تھی تو محافظوں نے شہر کے نقارے بجوا دیئے تھے۔ یہاں ہی ایک محافظ بھاگا گیا اور اس نے کہا کہ ایک گبھی پل پر ہماری طرف آرہی ہے۔ لہذا میں اور خانوت جان گئے کہ یہ آپ ہیں۔ اس طرح کامیاب لوٹنے پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ خانوت سے تعزیت بھی کریں کہ اس کے باپ محترم شریف منازوت فوت ہو چکے ہیں اور ان کی بیٹی موسان اب حویلی میں خانوت کے ساتھ رہ رہی ہے۔

خیل شلبی چونک پڑا اور پریشانی میں اس نے پوچھا۔ کیا بڑا شریف منازوت کو؟ اس بار نامق سری کے بھائے خود خانوت نے بولتے ہوئے کہا۔ آہ! اپنے لشکر پڑ کو تربیت دے رہے تھے کہ گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا جس سے انہیں جان یوا چوٹیں لگیں وہ ہم سے ہمیشہ کے لیے روٹھ گئے۔

خیل شلبی کی گردن جھک گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کسی سے کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ مارگن نے بھی شریف منازوت کی مرگ کا سن لیا تھا اور اس نے گبھی کے اندر سامن کو بتا دیا تھا۔ اب خود مارگن، سائمن، اسمیل بے، اونیس اور نارمنس بھی گبھی سے اتر کر خانوت سے تعزیت کرنے لگے تھے۔

اونیس بے چاری بڑے انہماک و تاسف سے خلیل شلبی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کے چہرے پر اس سے قیدِ ظلمات کی سی اداسی، سینہ دریا پر بکھرنے والے اندھروں کی فکر گیری اور اس شبنم جیسا غم اور دکھ تھا جس کا لہو تیز کردوں نے پینا شروع کر دیا۔ پھر خلیل شلبی نے گردن اٹھا کر خانوت کی طرف دیکھا۔

”آہ شریف منازوت! تو ایک دودمند، وطن پرست، انصاف اور مذہب پند

انسان تھا۔ کاش تو نے کچھ اور ہمارا ساتھ دیا ہوتا۔“

پھر خلیل شلبی نے خانوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”خانوت! خانوت! میں تمہیں ایک کام سونپنے والا تھا۔ پر اب تم چاکر آرام کرو۔ یہ کام میں خود اور نامق سری کر لیں گے۔ تم جاؤ میرے بھائی! تمہیں آرام و سکون کی ضرورت ہے۔“

خانوت نے کہا۔ ”یا امیر! میرے باپ کو فوت ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ دن ہو گئے ہیں۔ آپ جو کام مجھے سونپنا چاہتے ہیں، اسی میں میرا آرام و سکون ہے۔ آپ بے فکر رہیں، میں اسی پرلے جذبے اور جہد کے ساتھ کام کر دوں گا۔ آپ مجھے کام کی نوعیت بتائیے۔ جو کام میرے کرنے کا ہے، یا امیر وہ میرے ہوتے ہوئے آپ کیوں کریں گے؟“

اسی دوران نامق سری نے بولتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! میں آپ سے ایک بات کہنا تو بھول ہی گیا تھا۔ آپ کے جانے کے بعد قسطنطنیہ سے ہمارے اور امام شامل کے لیے کچھ حرب و ضرب کا سامان اور خوراک کے ذخائر بھیجے گئے ہیں۔ یہ سب اشیاء پہلے واغستان میں امام شامل کے پاس آئی تھیں۔ آدھا سامان انہوں نے واغستان کے لیے رکھ لیا ہے اور آدھا ہمیں بھیج دیا ہے۔ اس سامان کے ساتھ کچھ ہندوستانی جوان بھی آئے ہیں اور ہمارے ساتھ مل کر روس کے خلاف جنگوں میں حصہ لینے کا جذبہ لے کر آئے ہیں۔ یہ جوان جن کی تعداد سو کے قریب ہے ہندوستان سے حج کی غرض سے آئے تھے۔ حج کے بعد یہ لوگ قسطنطنیہ آئے اور وہاں سے ادھر ہماری طرف چلے آئے ہیں۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”ان ہندوستانی جوانوں سے میں بعد میں بلوں گا۔“ خلیل شلبی کہتے کہتے رُک گیا اور سامنے دیکھنے لگا۔ اس کا محافظ دستہ اپنے گھوڑے دوڑاتا ہوا اس طرف آیا اور خلیل شلبی کے گرد ایک گھیرا سا بنا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خلیل شلبی نے سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ لوگ جا کر آرام کریں۔ میں ابھی ٹھہر کر آؤں گا۔ کچھ کام نمٹانے میں مجھے دیر ہو جائے۔ اسمیل بے اہم بھی جاؤ۔“

سائمن، نارسن اور اسمعیل بے گہمی میں بیٹھ گئے اور مارگن گھوڑوں کو باہر کر گہمی کو شہر کی طرف لے گیا تھا۔ جیلر شیلی نے کہا - ”خانوف! خانوف! انم اپنے باشکیری لشکر سے ایک ایک ہزار جوانوں پر مشتمل دو لشکرے کرے گا اور ایک مستقل طور پر اس پل کی حفاظت کے فرائض انجام دے گا اور دوسرا لشکر پل پر ہمہ پہرہ دینے والے موجودہ دستوں کو اپنی نگرانی میں حویلی کے سامنے والے کھلے میدان میں لائے گا۔ ان میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو بے بہت کے لیے کام کرتے ہیں اور ہماری ساری خبریں ان تک پہنچاتے ہیں۔“

بے مہبت کے آدمی صرف سلطان فائز سری کے ہی قاتل نہیں بلکہ میرے ال
باپ اور بہن بھائیوں کو بھی انہوں نے ہی قتل کیا تھا۔ میں بے مہبت سے مل کر ا
رہا ہوں اور یہ سارے انکشاف اسی نے مجھ پر کیے ہیں۔

پُل کے حفاظتی دستوں میں بے مہیت کے کارکن ہونے کے انکشاف پر ناقد سرری حیران اور پریشان ہو گیا تھا۔ خلیل شبلی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "نامن سرری! کیا تم کسی ایسے شخص کو جلتے ہو جس کا نام مقسوم ہوا اور قازان کی جامعہ مبد کے سامنے اس کی حو بی ہو۔"

نامت سرنے کہا۔ "ہاں میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ شکر امیر ترین انسان ہے۔ اپنے دروازے پر ہر روز صدقہ و خیرات تقسیم کرتا ہے۔ وہ بڑا پرہیزگار و دینک انسان ہے۔ میں اسے فاقی طور پر جانتا ہوں۔"

خلیل شلبی نے کہا - 'اس مقصوم کی پرہیزگاریاں اور نیکیاں ہی ہمیں لے دوں گی۔ قاتنان شہر میں بے محبت کے لیے کام کرنے والے سب لوگوں کا سربراہ ہی مقصوم ہی ہے اور یہی شخص پل پر پہرہ دینے والوں میں شامل اپنے کارکنوں سے ہمارے خلاف جاسوسی کا کام لیتا ہے اور بے محبت کے ساتھ پیغامات کا تبادلہ کرتا ہے۔'

نامق سری! تم ابھی ایک دستہ لے کر جاؤ اور مقسوم کی حویلی کے ارد گرد لے متعین کر دو۔ اس دستے کا ایک سرخیل مقرر کرو اور اسے ہدایات دو کہ جو شخص بھی

غلیل شلبی کی اس ہمدردی پر موسان بے چاری سسک سسک کر رونے لگی

تھی۔ جب کہ خانو بے چارہ آگے بڑھا اور اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ اٹھے۔
 تسلی و تسفی دینے لگا تھا۔
 خلیل شلبی نے کہا: خانو! اسے اندر لے آؤ۔

خلیل شلبی نے اپنے دیوان خانے میں داخل ہوا اس کے پیچھے پیچھے اونٹنیں
 دیوان خانے میں آگئی۔ پھر خانو بھی سوسان کو سہارا دے کر وہاں لے آیا خلیل
 نے ابھی اپنے سر سے عمامہ اور خود اُتار کر رکھا ہی تھا کہ اسمعیل بے، سامن مارگن اور
 نارسس بھی وہاں آکر بیٹھ گئے تھے اور سب خانو اور سوسان سے ہمدردی کرنے
 لگے تھے۔

مقسوم نے کہا: "یہ میرے ذاتی محافظ کے طور پر کام کرتے ہیں۔"
 خلیل شلبی نے پھر پوچھا: "آپ کو کس سے خطرہ ہے؟"
 مقسوم خاموش رہا اور اس سے کوئی مناسب جواب نہ بن پڑا۔
 خلیل شلبی نے چند لمحوں تک زہر بھری نگاہوں سے مقسوم کو گھورا، دوبارہ
 اس نے پہلے کی طرح نرم لہجے میں پوچھا: "مقسوم! میرے بزرگ! آپ قازقان
 کے غدار بے منت کو کب سے جانتے ہیں؟"

مقسوم نے چونک کر کہا: "یا امیر! میں ہرگز بے منت کو نہیں جانتا۔"
 خلیل شلبی نے پھر نرمی میں کہا: "نہیں جانتے ہوں گے، اچھا یہ بتائیں آپ کب
 سے بے منت کے لیے کام کر رہے ہیں؟"
 مقسوم نے چلا کر کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ الزام ہے۔ میں نے کبھی بھی بے منت
 کے لیے کام نہیں کیا۔"

خلیل شلبی نے پھر بھی نرمی ہی سے کہا: "نہیں کیا ہوگا لیکن بس پل پر
 ہر دینے والے ان جوانوں کی نشاندہی کس درجن کے ذریعے تم بے منت کے ساتھ
 پیغام رسانی کرتے رہے ہو؟"
 مقسوم نے کہا: "یا امیر! آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ میرا ایسے کسی کام سے
 نفاذ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

خلیل شلبی کی حالت اب بدلنے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں غلیمتوں کے سیل
 اور مدیول کے آن گنت طوفان رقص کرنے لگے تھے۔ اس کے چہرے کے بدلتے
 چہرے میں حواش کا رقص، بجلیوں کا ضمیر، انتقام کے فانوس اور کچی ہوئی بغاوتوں
 میں داخل ہوئے۔ میرے دو آدمیوں کو قتل کر دیا اور باقی کو میرے ساتھ زبردستی ہال
 تھوڑی ہی دیر بعد نامق سری کرے میں داخل ہوا اور بڑی عقیدت کے ساتھ
 اس نے خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "یا امیر! میں مقسوم کو لے آیا ہوں
 اس کے ساتھ اس کی حویلی اور تہ خانوں سے دس مسلح جوان بھی ملے ہیں۔ اس کے علاوہ
 دو جوان مارے بھی گئے ہیں۔ کیوں کہ ان لوگوں نے مزاحمت کی تھی۔"
 خلیل شلبی نے کہا: "ان دس جوانوں کو باہر ہی کھڑا رہنے دو اور ان پر
 پھر لگا دو کہ کوئی بھاگنے نہ پائے اور مقسوم کو اندر لے آؤ۔"
 نامق سری باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس لوٹا اس کے ساتھ ادھر
 کا ایک باریش اور بڑے علمے والا آدمی بھی تھا۔ نامق سری نے اس کی طرف اشارہ
 کرتے ہوئے کہا: "یا امیر! یہ مقسوم ہے۔"
 خلیل شلبی نے مقسوم کو مخاطب کر کے اور ایک خالی نشست کی طرف
 اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میرے بزرگ آپ بیٹھ جائیں۔"
 مقسوم بیٹھ گیا پھر اس نے زہر اگلتے لہجے میں کہا: "اے امیر! میرے
 ساتھ انتہائی زیادتی کی گئی ہے۔ نامق سری کی سرکردگی میں ان گنت لشکر میری حویلی
 میں داخل ہوئے۔ میرے دو آدمیوں کو قتل کر دیا اور باقی کو میرے ساتھ زبردستی ہال

کا انتقام تھا۔ لگتا تھا کوئی طوفانِ تندرو لمحہ بہ لمحہ اس کا محرم و دساز بنتا جا رہا تھا۔ خلیل شبلی کسی راستہ بھٹکے بے رنگ طوفان کی طرح اُٹھا۔ اپنا دایاں ہاتھ اس نے مقبرہ کی گردن پر رکھا۔ اپنی گرفت مضبوط کی پھر ایک جھٹکے کے ساتھ خلیل شبلی اس سے اُٹھا کر کمرے کی دیوار کے ساتھ بیٹھ دیا۔ ساتھ ہی دیوانِ خلنے میں اس کی ہوتی آواز بلند ہوئی۔ "تعبات کے ناخدا، جمل مرکب کے فقور، تم لوگوں کا قول فعل کچھ، روپ کچھ رنگ کچھ، ہم دروغ و گناہ اور تصاددِ کردار کے علمبردار ہو۔ دیوار سے ٹکرانے کے بعد مقصوم جب فرش پر گرنا تو خلیل شبلی نے پھر اس کی گریبان پکڑ لیا اور بری طرح اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں کے ہاتھ ملت سے تھڑے ہوئے ہیں۔ تم لوگ ہی میرے مالِ باپ، بہی بھائیوں کے علاوہ سلطانِ قائل سری کے بھی قاتل ہو۔"

مقصوم کے عمل کے پیچ بکھر کر زمین پر گر گئے تھے۔ خلیل شبلی نے بالوں سے پکڑ کر اُپر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ کیا اب تک جوازِ نام میں نے تم پر ہلا کیے ہیں تم انہیں تسلیم کرتے ہیں۔"

مقصوم نے زبان سے تو کچھ نہ کہا۔ "اے اس نے اپنا سرفی میں ہلا دیا تھا۔ خلیل شبلی نے مقصوم کو چھوڑ دیا اور خانوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ خانوف! یہ مجھے پُرانا اور عادی مجرم لگتا ہے۔ یہ یوں نہیں مانے کا تم پانی گرم کرنے کا انتظام کرو۔ جب کھولتا ہوا پانی اس کے جسم پر ڈالا جائے گا اور اس کی چوڑی جھڑنی شروع ہوگی تو یہ خود ہی سب کچھ بتا دے گا۔"

خانوف جب پانی گرم کرنے کے لیے باہر نکلنے لگا تو مقصوم رعشے کے مریض کی طرح کپکپانے لگا۔ امد چلا کر اس نے کہا۔ "یا امیر! مجھ پر بٹا ہوا پانی ڈالیں میں سب کچھ آپ کو بتا دیتا ہوں۔ جو انعامات آپ نے لکائے ہیں وہ دین ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو کچھ پوچھیں گے میں آپ سے سچ سچ کہہ دوں گا۔"

خلیل شبلی نے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ابو جہل کے مزار پر اذان دینے

والو! کعبہ کو دامِ صلیب اور تثلیث کی زنجیروں میں بستہ کرنے والو! تمہاری قیدِ ظلمات اور علقہ زنا میں، رنگ و بو، ضمیر احساس اور نیکی بدی کی کوئی تمیز نہیں۔ تم لوگ اپنی ملت کے خون سے کلیاں کرنے والے۔ گناہ آلود تشبیہ و کنایات کے حروف و الفاظ کے خالق اور مجرم صداؤں کی دیواریں کھڑی کرنے والے لوگ ہو۔ آہ! ہر انسان اپنی ذات اپنے کردار میں فرشتہ بھی ہے، رسول بھی، جانور بھی ہے انسان بھی۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "اے مقصوم یہ جو دس آدمی تمہاری حویلی سے پکڑے گئے ہیں ان کی کیا کیفیت ہے؟"

مقصوم نے کہا۔ "یہ لوگ میرے ساتھ بے مروت کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔ خلیل شبلی نے کہا۔ "تو پھر اُٹھ جاؤ اور میرے ساتھ حویلی کے سامنے والے میدان میں چلو۔ وہاں پل پر پہرہ دینے والے سب لشکری کھڑے ہیں۔ ان میں سے چل کر نشانہ بنی کر دو کہ کون کون تم لوگوں کے لیے کام کرتا رہا ہے۔"

مقصوم اُٹھ کھڑا ہوا۔ خلیل شبلی نے کہا۔ "نامق سری ان دس جوانوں کو بھی میلان میں لے آؤ جو مقصوم کی حویلی سے پکڑے گئے ہیں۔ سب دیوانِ خلنے سے نکل کر خلیل شبلی کے ساتھ ہو لیے تھے۔"

آسمان پر گھرے بادل گھل مل کر جھک رہے تھے۔ برف باری کا بھی امکان تھا۔ مقصوم اور اس کے دس ساتھیوں کو ایک باشکری دستے کی حفاظت میں حویلی کے سامنے والے کھلے میدان میں لایا گیا۔ جہاں پل پر پہرہ دینے والے دستے کھڑے تھے۔ وہاں آکر خلیل شبلی نے مقصوم سے کہا۔ "اب میں پل پر پہرہ دینے والوں میں سے خود ہی نکال لوں گا کہ کون کون تمہارے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اس لیے کہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو سزا ست میں دیکھ کر ان کے رنگ بدلنے لگے ہوں گے۔" پھر خلیل شبلی نے وہاں کھڑے جوانوں کے اند گھس کے اور ان کے اندر چڑھ لگا لگا کر اس نے وہاں سے پندرہ کے قریب جوان نکال کر علیحدہ کھڑے کر دیئے پھر وہ مقصوم کو ان کے پاس لایا اور کہا۔ "ذرا دیکھو تو میں نے صحیح لوگوں کی نشانہ بنی

کی ہے۔“

مقصود نے ایک بار ان سب کا بغور جائزہ لیا۔ پھر کہا۔ ”بخدا یہ وہی لوگ ہیں جو میرے ساتھ بے محبت کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔“

غصے اور غضب میں خلیل شلبی کا رنگ بھر بدلنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس کے اندر آسمان پر کندیں پھینک دینے والا کوئی بے امان طوفان اور اندھیول کا فتنہ گری اٹھ کھڑی ہوئی ہو۔ پھر اس نے کھولتے لہجے اور کسی قدر بھرائی آواز میں کہا۔ ”قسم ہے مجھے رسولوں کے ضمیر اور اپنے رب علی کی، میں ہر قوت کے سامنے سیدہ پلائی دیوار بنوں گا۔ جو قازقان اور داغستان میں لوگ خون سے لکھی جانے والی تاریخ میں ضمیر کے مجرم، غدار اور گناہوں کے خالق کا کردار ادا کرے۔“

کاش! ان لوگوں کو بہت جلد پہلے عیاں کر کے انہیں ٹھکانے لگا دیا گیا ہوتا تو یہ سرزمین سلطان قائن سری کی راہنمائی سے محروم نہ ہوتی اور میں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے محروم نہ ہو جاتا۔

عارضی طور پر خلیل شلبی کے لہجے میں رقت اور آنکھوں میں نمی آگئی تھی پر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور وہاں کھڑے باشکیری دشتے کو اس نے چلا کر حکم دیا۔ ”ان سب کی گردنیں کاٹ کر ان کی لاشوں کو دریائے یول میں بہا دو ایسے لوگوں کو ہمارے ساتھ رہنے کا کوئی حق نہیں جو اپنے گلوں کا رنگ چڑا لیں اپنی سرزمین کے شگوفوں کی لالہ سامانی کو لہو لہو کریں۔ ہماروں پر دم کشی طاری کریں اور گلی کے نفس پر خزان بن کر چھا جائیں۔ ان کے دل پتھر تھے، ان کا ضمیر بے رحم تھا۔“

باشکیری دشت فوراً حرکت میں آیا اور ان سب کا خاتمہ کرنے کے بعد ان کی لاشیں اٹھا کر دریا کی طرف لے جا رہے تھے۔

اس کام سے فارغ ہو کر خلیل شلبی میدان میں اس طرف آیا جہاں نامق سری، خانوف، سائمن اور نارسس آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کے پاس ہی ذرا ہٹ کر انیس سوسان، اسماعیل بے اور مارگن کھڑے تھے۔ فضاؤں میں اب ہلکی ہلکی برف باری شروع

ہو گئی تھی۔

خلیل شلبی جب نامق سری، خانوف، سائمن اور نارسس کے پاس آیا تو سائمن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر ہم لوگوں نے باہم مل کر ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ اس سے اتفاق کریں گے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ کہیں اگر بہتری کی کوئی بات ہوئی تو میں کیوں کر آپ لوگوں سے اتفاق نہ کروں گا۔“

سائمن نے کہا۔ ”آپ جانتے ہیں محترم شریف منازوت کی موت کے بعد ان کی بیٹی اور خانوف کی بہن جو نامق سری کی منگیتر بھی ہے یہاں قازقان آگئی ہے اور ہمارے ماسکو جانے کے دوران نامق سری نے قازقان شہر کے معززین کے ہاں خانوف کی شادی کے لیے بھی بات کئی کر لی ہے۔ آپ چونکہ آج آئے ہیں تو ان دونوں کی خواہش ہے کہ آپ کے آنے کی خوشی میں یہ دونوں شادیاں ہو جائیں۔“

وہ کہہ رہے تھے شادی صرف ساہم طریقے سے نکاح پر مبنی ہوگی اور ان کی خوشی میں حصہ دار بننے کے لیے میں اس طرح شامل ہو رہا ہوں کہ میں بھی آج ہی اپنی بیٹی انیس اور مارگن کی منگنی کی رسم ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان دونوں کی شادی میں قسطنطنیہ واپس جا کر کروں گا۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”یہ بہت اچھا فیصلہ ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں لیکن میری شرط یہ ہے کہ یہ سارے کام سوچ غروب ہونے سے پہلے انجام پا جائیں کیونکہ مغرب کی نماز کے بعد میں آپ لوگوں کو یہاں نہ ملو گا۔“

خانوف نے چونک کر پوچھا۔ ”آپ کہاں جائیں گے یا امیر!“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”تم فکر مند نہ ہو، میں صرف تھوڑی دیر کے لیے ایسی جگہ پر جاؤں گا جس میں پورے قازقان کی بہتری ہے۔“

خانوف نے کہا۔ ”یا امیر اہم آپ کو اکیلانہ جانے دیں گے۔“

خلیل شلبی نے ٹٹلنے کے انداز میں کہا۔ ”اچھا اس سلسلے میں مغرب کے بعد میں

تم سے گفتگو کروں گا۔

پھر وہ سب حویلی کی طرف جا رہے تھے۔ شام سے پہلے پہلے نامتو سری اور غلاموں کی شادی اور اونیس کی مگنی کی رسم مارگن سے ادا ہو گئی تھی۔

برف باری تیز ہو گئی تھی۔ غلامات و دست و من میں برف کی سفید چادر پھنے لگی تھی۔ اپنے لہو میں ازل سے تحلیل حیات خاموش تھی۔ ہر جاندار گویا اپنے آشیانوں میں اسیر ہو گیا تھا۔ سیاہ رات اندھیرے میں چھپی ہر شے کی عریانی کو تھپک تھپک کر نیند سے ہم آغوش کر کے بے موج سمندر کی طرح پُر سکون کرنے لگی۔ ازل کی صبح سے اُلجھے ہوئے نور و ظلمات ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے۔

پورا ماحول رات کے کانڈھوں پر رکھی اجالے کی لاش اور تابوت میں بڑی کھل کی طرح خاموش اور اُداس تھا۔ حسین اونیس خلیل شلبی اور اسماعیل بے کے لیے جب کھانا لے کر آئی تو اس نے دیکھا خلیل شلبی اپنے دیوان خانے سے نکلا تھا۔ وہ اپنے جنگی لباس میں تھا۔ اس کے ایک کندھے پر کمان اور چمڑے کی ایک چادر تھی۔ پشت پر تیردس بھرا ترکش اور ڈھال تھی۔ جب کہ اس کے ہاتھوں میں ایک ہتھوڑا اور لوہے کے دو بڑے بڑے کھونٹے تھے۔

اس موقع پر اونیس خلیل شلبی سے کچھ کہنا اور پوچھنا چاہتی تھی پر خلیل شلبی نے ایک سرسری سی نگاہ اونیس پر ڈالی اس کے بعد وہ تیز جیز قدم اٹھاتا ہوا حویلی سے نکل گیا تھا۔ اونیس دیوان خانے میں آئی اور وہاں بیٹھے اسماعیل بے سے اس نے فکر مندی میں پوچھا۔ "اے میرے بھائی! امیر اس وقت کہا جا رہے ہیں۔"

اسماعیل بے نے بھرائی ہوئی سی آوازیں کہا۔ "اے میری بہن! امیر اس وقت دریائے یورال کے اس پار ایک مہم پر گئے ہیں۔"

اونیس بے چاری رو دینے والی آواز میں کہا۔ "دریائے یورال کے اس پار رات کے اس وقت اور وہ بھی اکیلے مگر کیوں؟"

دیوان خانے میں جلنے شعل کی روشنی میں اسماعیل بے چند ثانیوں تک غور سے مگنی کی اس بڑی کھوپڑی کو دیکھتا رہا۔ جو وہ اپنے ہاتھ میں پنے ہوئے تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "اونیس! میری بہن! امیر خلیل شلبی نے مجھے جس قدر بتایا ہے وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ رات کے وقت جانے سے میں نے بھی انہیں روکا تھا لیکن وہ چلے گئے۔ امیر خلیل شلبی ان جوانوں کی جیسی وقت بھی بیکار بیٹھا پسند نہیں کرتے اور ہر وقت۔"

چانک اسماعیل خاموشی ہو گیا کیوں کہ بات کرتے کرتے اس کی آواز بھرا گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

اونیس کھانے کے برتن دیوان خانے میں رکھ دیئے اور بے تاب ہو کر اس نے اسماعیل بے سے پوچھا۔ "تم سو کیوں رہے ہو میرے بھائی!"

اسماعیل بے نے کھل کر روتے ہوئے کہا۔ "آج امیر نے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے کہ میرا جی چاہتا ہے۔ میں چیخوں چلاؤں، نعرہ زور سے بین کرو۔ تاہم کروں ان حالات کا، سر کو بی کروں وقت کے ان مظالم کی۔"

اونیس نے اسماعیل کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ڈھارس دینے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ "تجھے کیا کہہ دیا ہے امیر خلیل شلبی نے؟"

اسماعیل بے نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "امیر خلیل شلبی جب جانے لگے تو میں نے ان سے نہ جانے پر اصرار کیا۔ اس کے جواب میں ہتھ سے انہوں نے مجھے کیا

کہا۔ "انہوں نے بڑی شفقت اور نرمی میں کہا۔" اسماعیل بے! مجھے کسی مہم پر جانے سے روکا نہ کرو۔ میں اگر کسی مہم میں مارا بھی گیا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میرے مرنے پر کسی کو پروا نہ ہوگا۔ کون میری موت پر آنسو بہائے گا۔ نہ ماں، نہ باپ، نہ بہن، نہ بھائی، بس خاموشی

سے کٹی میری لاش کو لحد میں اتار دے گا اور بس۔"

اونیس بے چاری بھی رد پڑی۔ پھر اس نے کچھ سوچا اور اچانک سنبھلتے ہوئے اس نے اپنے آنسو پونچھے اور اصطبل کی طرف بھاگی لیکن ابھی وہ اصطبل سے دُور ہی تھی کہ اس نے دیکھا خلیل شلبی اپنے گھوڑے پر سوار حویلی کے بیرونی دروازے سے باہر نکل رہا تھا۔ اونیس

اپنی ہوں اور ان سے بات کر کے جاؤں گی اور سنو اسماعیل بے! میری مارگن کے ساتھ یہ
شہنشاہ غریب شہلی کے غلط رویے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

اسماعیل بے نے دل چسپی لیتے ہوئے کہا۔ ”وہ کیسے! میری بہن! میں سمجھا نہیں ہوں۔“
ادنیس نے کہا۔ ”اگر سننا ہی چاہتے ہو میرے بھائی! تو کھل کر سنو، میں امیر خلیل شہلی
کو اسے داغستان میں پہلی ملاقات پر بھی پسند کرنے لگی تھی۔ پھر یہ پسند یہاں قازقستان
میں آکر ایک پختہ محبت میں بدل گئی اور میں یہ سمجھنے لگی کہ میں امیر خلیل شہلی کے لیے ہی
پیدا ہوئی ہوں۔ لیکن میں نے جس قدر امیر سے قریب ہونے کی کوشش کی اتنا ہی وہ مجھ سے
دور بھاگتے رہے۔ میں خوش تھی کہ میں ان کے ساتھ ماسکو جا رہی ہوں اور میں نے ارادہ
کر لیا تھا کہ ان پر اپنے دل کا حال کھول دوں گی لیکن میں حیران ہوں پہلے تو وہ پھر میرے ساتھ
نہوڑی بہت بات کر لیتے تھے لیکن منزلتہ کی طرف سے واپسی کے بعد انہیں نے مجھ سے
ننگوٹنگ کرنی بند کر دی تھی۔ اس لیے مجھے آج تک یہ حوصلہ نہ ہو سکا کہ میں ان سے یہ کہہ
سکوں کہ یا امیر! میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور یہ کہ آپ میرے ہیں۔“

سنو اسماعیل! میں نے اپنے دل میں سوچ رکھا تھا کہ میرا اور امیر خلیل شہلی کا سنگ ہے
یہ ہوگا جیسے زمان و مکان کی تقدیر کا، جیسے پیٹے دن اور ان کی یادوں کا، جیسے سانکی آہنگ
اور آواز کا، میں سمجھتی تھی کہ چہرہ بازار، دشت و بیاباں، واعظ و تبلیغ، ہونٹ اور کلمہ موج
ادجالا، چاند اور اس کا ہالہ، کائنات اور اس کی روح اور وقت اور اس کے ضمیر کی طرح میں
اور امیر خلیل شہلی یہ مستعار زندگی اکٹھے گزار دیں گے۔ امیر خلیل شہلی تو میرے لیے چاند ہیں
برائے حیف میں اپنے اس چاند کا ہالہ نہ بن سکی۔

اسماعیل! اسماعیل! امیر خلیل شہلی میرے لیے ایک بندھن تھے ہیں۔ کاش کوئی یہ بند
نہوڑی کھول دے اور میں اس میں جھانک کر یہ دیکھ سکوں کہ اس کے اندر میرے لیے تقدیر
کے کیا الفاظ مرقوم ہیں۔

امیر خلیل شہلی میرے عزم کے رہبر! میری بے انت چاہتوں کی خوشبو اور میرے ضمیر کا
نہوڑی بدل میں۔ کاش میری یہ باتیں کوئی ان کے ذہن میں بھی ڈال سکتا۔

بے چاری وہاں کھڑی ہو کر اپنی آنسو بہاتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ جب وہ اس کی
نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو وہ واپس چلی گئی۔

ادنیس دوبارہ اسماعیل بے کے پاس آئی۔ اتنی دیر تک مارگن بھی ادھر رہا تھا پر وہ
ادنیس کو دیوان خانے میں داخل ہونے دیکھ کر اندھیرے میں ہو گیا اور دیوان خانے کے دروازے
کے قریب دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر وہ ادنیس کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔
دیوان خانے میں آکر ادنیس نے اسماعیل بے سے کہا۔ ”اے میرے بھائی! میں امیر
خلیل شہلی کو دیکھنے اصطبل کی طرف گئی تھی لیکن میرے وہاں پہنچنے سے قبل ہی وہ اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر حویلی سے باہر نکل گئے تھے۔ اب میں اپنے آپ کو ملامت کر رہی ہوں
کاش، میں ان کے پیچھے بھاگ کر انہیں روک سکتی اور اس ہم پر نہ جانے دیتی۔ کاش
میں نے انہیں آواز دے کر ہی روک لیا ہوتا۔ اچھا میں یہ کھانا واپس لے جاتی ہوں اور
جب وہ آئیں گے تو دوبارہ گرم کر کے لے آؤں گی۔“

اسماعیل بے نے کہا۔ ”ادنیس! میری بہن! اب تو میرے اور امیر خلیل شہلی
کے لیے کھانا نہ لایا کر، ورنہ امیر میرے ساتھ خفا ہوں گے۔“

باہر دیوار سے لگ کر کھڑا مارگن دونوں کی ساری گفتگو سن رہا تھا۔ ادنیس نے ہر
ہو کر پوچھا۔ ”میں کیوں نہ کھانا لایا کروں اور امیر میرے اس طرح کھانا لانے پر خفا کیوں
ہوں گے؟“

اسماعیل بے نے کہا۔ ”ادنیس! میری بہن! پہلے اور بات تھی! اب مارگن سے تمہاری
منگنی ہو گئی ہے۔ اس لیے امیر کہہ رہے تھے کہ اب ادنیس کو ہمارے پاس نہیں آنا چاہیے۔
انہوں نے مجھے سختی سے کہا کہ ادنیس کو کھانا لانے سے منع کر دینا۔ وہ کہہ رہے تھے، اس
طرح مارگن کے دل میں خباہت جنم لیں گے اور اس کی دل شکنی ہوگی۔ جب کہ وہ ایسا نہیں
چاہتے۔ انہوں نے اپنے محافظ دستے کے سالار سے آج کہہ بھی دیا ہے کہ وہ لوگ میرا
امیر شہلی کا بھی کھانا تیار کر لیں۔“

ادنیس دوسری نشست پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ”میں امیر خلیل شہلی کے آنے تک یہاں

اٹھیل بے نے دُکھ سے کہا - ”اب اس سے کیا حاصل کہ اب تو تمہاری منگنی مار گئے
 طے ہو گئی۔ اگر تم ایسی گفتگو پہلے کرتیں تو میں ضرور امیر سے کہہ دیتا کیوں کہ امیر تمہیں پرکرتے
 ہیں، میری بہن!“
 ادنیس نے چونک کر کہا - ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو، میرے بھائی! کیسے امیر خلیل شلبی مجھے
 کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اپنی گفتگو اپنے کو دار اور سلوک سے اس کا اظہار نہیں ہونے
 یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا میرے بھائی!“

اسمعیل نے کہا - ”میری بہن! جب سے تم امیر خلیل شلبی کا خیال رکھنے لگی تھیں ان
 کے لیے کھانا لانے لگی تھیں تب سے ہی وہ تم کو پسند کرنے لگے تھے لیکن وہ کردار کے
 پختہ ہیں۔ کبھی اس کا اظہار انہوں نے نہیں ہونے دیا۔ ہاں ایک روز باتوں باتوں میں انہوں
 نے میرے سامنے تم سے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ میرا خیال تھا شمالی سا میرا میں کا لکھوں
 اور جنگاریوں کو شکست دینے کے بعد شاید وہ سائیں سے تمہیں اپنے لیے مانگ لیتے لیکن
 جب وہ کالکوں اور جنگاریوں کی سرکوبی کے بعد قازان لوٹے تو میری موجودگی میں سائیں نے
 ان سے کہا تھا کہ وہ ادنیس اور مارگن کی منگنی بہت جلد کر دینا چاہتے ہیں۔

اس بنا پر، ہاں میری بہن! اس بنا پر امیر خاموش ہو گئے اور انہوں نے چپ سا وہ
 فی اور اس واقعہ کے بعد انہوں نے تمہاری طرف دیکھنا اور تم سے بات کرنا بند کر دیا تھا۔
 حالانکہ اس سے قبل وہ تم سے کھل کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد وہ بالکل ہی
 مجھ کر رہ گئے۔“
 ادنیس نے کہا - ”اسمعیل بے! میرے عزیز بھائی! اگر یہ بات ہے تو سن رکھو۔
 موت کے سوا دنیا کی کوئی طاقت مجھے امیر خلیل شلبی سے جُدا نہیں کر سکتی۔ میں اپنے آپ کو
 تنہا، خاموش، اداس اور چپ نہ رہنے دوں گی، میں ان کی ہنسی، مسکراہٹ اور خوشبو
 بن جاؤں گی۔ میں ان پر شربت کر دوں گی کہ ادنیس ان کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ آج کے
 بعد میری نظروں کا سجد، میری خواہشوں کا رنگ، میرے عرفان کی آہنگی، میرے ہونٹوں کی
 تسبیح، میری انا، میرا پندار اور میری ہستی کا فروغ و فراز ہیں۔

اسمعیل بے نے کہا - ”لیکن اب تو تمہاری منگنی ہو چکی ہے۔ اب کیا ہوگا۔“
 ادنیس نے کہا - ”منگنی ہی ہوئی ہے نکاح تو نہیں ہونا اور منگنیاں اور بستیاں ہونے
 دینے کے لیے ہی تو ہوتی ہیں۔ اگر میرا نکاح بھی ہو گیا ہوتا تو اس انکشاف کے بعد کہ امیر
 خلیل شلبی مجھے پسند کرتے ہیں، میں اس نکاح کے خلاف بھی بغاوت کر کے امیر خلیل شلبی
 اس کی نیت اور ان کے اجالوں کا ضمیر بن جاتی۔“
 اسمعیل بے! میں امیر خلیل شلبی کو ان کی خاموشی کے جرم کی سزا نہ ملنے دوں گی۔ گواہ
 باپمیل ہے! آج کے بعد امیر خلیل شلبی میرے لیے شبنم اور میں ان کا جگر ہوں۔ وہ میری خنق
 باز ہے کی افی، میرے ہاتھ پر میرے ضمیر کی تحریروں کا عکس اور میری اپنی ذات کے ہونے
 اور ہیں۔ امیر خلیل شلبی اب میری رگ رگ کا لہو اور میری آنکھوں کی روشنی ہیں۔ میں مارگن
 ہوائے ہمدردی کے کچھ نہیں دے سکتی۔
 میرے باپ نے امیر خلیل شلبی سے میری اور مارگن کی منگنی کا قبل از وقت ذکر کر کے
 ہاں ذات کو مغلوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب میں خود ہی کسی مناسب موقع پر اس منگنی
 ذکر کر اپنے باپ سے معذرت کر لوں گی۔ یہاں تک سُننے کے بعد مارگن وہاں سے چلا گیا تھا۔
 ادنیس اچانک چوٹ کی اور اسمعیل بے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا - ”اسمعیل بھائی
 مارگن کیسی احمق ہوں۔ کتنا وقت یہاں بیٹھ کر میں نے ضائع کر دیا۔ ہم بول کیوں نہ کریں کہ
 قریبی اور خانوف کو امیر خلیل شلبی کے اس طرح اکیلے دریائے یورال کے اس پار جانے
 نہ بڑھیں۔ تاکہ وہ ان کے پیچھے جا کر انہیں وہاں جانے سے روکیں یا کم از کم وہاں جانے
 کا راز معلوم کر کے کوئی اس مہم میں ان کے ساتھ ہی جائے۔“
 اسمعیل بے! میرے بھائی! امیر خلیل شلبی تو میرے لیے پہلے ہی ایک قیمتی متاع تھے۔
 اب تمہارے انکشاف نے انہیں میری عزیز ترین ہستی اور میرا اثاثہ الہیت بنا کر رکھ دیلے۔
 ان کے دیکھ بھال اور ان کی نگرانی میری زریعت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔“
 اسمعیل نے متنبہ کرنے کے انداز میں کہا - ”ان کے جانے کا ذکر کسی سے نہ کرنا
 نہ نہ حفاظتوں گے کیوں کہ وہ مجھے ایسا کرنے سے منع کر گئے تھے۔“

میں گھر قمار ہو گئے تو ہم زندگی بھر اس نقصان کی تلافی نہ کر سکیں گے اور
والی آئندہ نسلیں امداد آئندہ کی تاریخ رقم کرنے والی آنکھ ہمیں شک و شبہ سے
خائف نے کہا۔ ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔ اگر امیر کو کچھ ہو گیا تو میں اپنے ہاتھوں
اپنی گردن کاٹ دے گا۔

اونیس کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ چلیے میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلتی ہوں۔
اسٹیل بے بھی کھڑا ہو گیا امد کہا۔ تو پھر میں کیوں پیچھے رہوں گا، میں بھی ساتھ
ہوں گا۔

چاروں بھاگتے ہوئے اسٹیل میں آئے اور پھر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر سے باہر
لے کے بعد شمال کی طرف جا رہے تھے۔

خیل شیلی اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا قازان شہر سے ایک میل شمال میں اپنی پہلی
دکان میں داخل ہوا۔ چوکی میں متعین سارے جوان امدان کا سرخیل خیل شیلی کو دیکھتے ہی
ٹوٹ پڑے ہوئے تھے۔ چوکی کے سرخیل کے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔
بل شیلی نیچے آتا امد چوکی کے جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ سنو!
بے عزیزو! میں رستے کے ذریعے یہاں سے دیا کو پار کر کے اس طرف جاتا ہوں
اندیر رستہ دیا کے اندر مستقل طور پر بندھا رہے گا۔ اس رستے کے ذریعے دریائے یورال
کے اس پار سے ایک لڑکی آیا کرے گی۔ تم لوگوں کا فرض یہ ہو گا کہ وہ لڑکی جو خبریں دے وہ
ذرا جھوٹا ہوتا ہو جائیگی۔

پھر خیل شیلی نے اپنے گھوڑے کی غرجیں سے لوہے کا ایک کھوٹا اور تھوڑا نکالا
اور اس تھوڑے کی ضربیں لگا کر اس نے لوہے کے اس کھونٹے کو پانی کے اندر ڈوبی
ایک جہان میں ٹھونک دیا تھا پھر اپنے گھوڑے کی زین سے بندھا ایک مضبوط اور
لویل رستہ خیل شیلی نے کھولا اور اس کا ایک سر اس کھونٹے کے ساتھ باندھنے کے بعد
لے کر چوکی کے سرخیل سے کہا۔

”تم میرے ساتھ آؤ جس قدر دیا کا پاٹ ہے اس سے کچھ زیادہ میں شمال میں

اونیس نے کہا۔ ”تم خاموش ہو کر بیٹھ رہو! میں خود نامق سری اور خانوں
چوں اور اگر امیر خیل شیلی نے پوچھا تو یہ ساری ذمہ داری میں سنبھال کر لوں گی۔ میں نے تم
کہا نا کہ میں اب امیر کو کسی خطرے میں نہیں دیکھ سکتی۔“

اونیس اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکلنے سے قبل اس نے پھر پوچھا۔ ”اسٹیل بے! کیا
محافظوں کا پکا کھانا کھا کر تو نہیں گئے۔“

اسٹیل نے کہا۔ ”نہیں، انہوں نے کہا تھا وہ واپس آ کر کھانا کھائیں گے۔“
نے یہ بھی کہا تھا کہ۔

اسٹیل کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ باہر کسی کے قدموں کی آواز سنا دی تھی۔ تھوڑے
دیر بعد نامق سری اور خانوں کمرے میں داخل ہوئے اور کھانے کے برتن وہاں پڑے
کر خانوں نے پوچھا۔ ”امیر کہاں گئے۔“

اونیس نے شکوہ اور طنز کے انداز میں کہا۔ ”امیر خیل شیلی تو کسی مہم پر اکیلے
دریائے یورال کے اس پار چلے گئے اور آپ دونوں کو خبر تک نہیں ہے۔“

خانوں نے پریشان اور کبھری ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ منقسم امد
اس کے ساتھیوں کو سزا دینے کے بعد امیر خیل شیلی نے کسی مہم پر جانے کا ذکر ضرور کیا
لیکن میں نے ان کے اکیلے جلنے پر احتجاج کیا تھا امد انہوں نے مغرب کے بعد مجھے
مہم سے آگاہ کرنے کے لیے کہا تھا۔“

اس بار اونیس کی بجائے اسٹیل نے بولتے ہوئے کہا۔ ”تو پھر امیر کب کے اس
پر جا چکے ہیں۔ انہوں نے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ دیا کے اس پار اپنے لیے جاسوسی کا نظام
کریں گے امد انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ منزلت کی طرف اپنی پہلی چوکی سے دیا پار کر
کی کوشش کریں گے۔“

اس بار نامق سری نے پوچھا۔ ”کیا امیر اپنے ساتھ اپنا محافظ دستہ بھی لے کر گئے ہیں
اسٹیل بے نے کہا۔ ”نہیں وہ اکیلے گئے ہیں۔“

نامق سری نے فکر مندی اور پریشانی میں کہا۔ ”ہمیں فوراً امیر کے پیچھے جانا چاہیے۔“

تھی اور برف باری خوب تیز ہو گئی تھی۔

رستے کا دوسرا سرا پکڑ کر دریا کے اندر ایک نیم دائرہ سا بناتا ہوا خیل شبلی دریا کے دریا کے دوسرے کنارے جا لگا تھا۔ اس کا لباس مجری طرح بھیگ گیا تھا۔ دوسرے کنارے پر جا کر اس نے پہلے رستے کو ایک چٹان سے بانڈھا پھر اپنے ترکش سے کھونٹا اور تھوڑا نکال کر اس نے پانی کے اندر چھپی ایک چٹان میں کھونٹے کو محسوس کر کے اس کے ساتھ بانڈ دیا تھا۔ اب رستہ دریا کے دونوں کناروں پر کھونٹوں سے بندھا ہوا تھا لیکن رستہ چونکہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا اس لیے وہ نہ کناروں سے اور نہ ہی دریا کے اندر دکھائی دیتا تھا۔

خیل شبلی نے تھوڑا دہریں رکھ دیا۔ قریب پڑا ایک خوب بڑا ٹوک دار پتھر اٹھا کر نشانی کے طور پر اس نے اس جگہ رکھ دیا جہاں لوہے کا کھونٹا ٹھکا تھا تاکہ واپسی پر رات کے وقت وہ آسانی سے اسے تلاش کر سکے۔

چٹانوں پر برف جم کر انہیں سفید کرتی جا رہی تھی۔ بھوکے گیدڑ اپنی غاروں کے اندر بڑی طرح چیخ چلا رہے تھے۔ بتنے میں اپنی فوجی چوکی سے اسے عشاء کی اذان سنائی دی دریا کے کنارے بیٹھ کر اس نے وضو کیا۔ کمرے چڑے کی چادر کھول کر اس نے ہوا زین پر بچھائی اور وہاں وہ عشاء کی نماز ادا کرنے لگا تھا۔ چاروں طرف ساکت دیواروں اور کھتے در پتھوں اور سرسبز ہزاروں کا سا ایک سکوت اور خاموشی تھی۔

نماز کے بعد خیل شبلی نے بڑی رقت کے ساتھ رات کی گہری گچھاؤ، افلاک کے پُر تفکر اور کمکشان کے سکوت آمیز ماحول میں رورور کر اور گڑگڑا کر اپنے رب کے حضور دعائیں انداز میں فریاد کناں ہو گیا تھا۔

میرے اللہ !

تو کہ دردِ ناچیز کو صحرا کا حریف اور

قطرِ بے مایا کو بحر کا مخفف بناتا ہے۔

تو نگاہِ ظاہرین کو باطن کا علم عطا کرتا ہے

تو ہی میرے مولیٰ ! سفلی کو عالی کرنے والا ہے۔

جا کر اس کھونٹے سے بندھے رستے کے دوسرے سرے کو پکڑ کر دریا کے اس پار چلا جانے اور تم وہاں سے میرا گھوڑا واپس لے آنا۔ رستے کا دوسرا سرا میں دریا کے اندر چنانچہ ایک اور کھونٹے کے ساتھ بانڈھا آؤں گا۔ اس طرح یہ رستہ متقل طور پر دریا میں رہے گا اور وہ لڑکی اس رستے کے ذریعے دریا کو پار کر کے ہمیں دریا کے اس پار لے کرے گی۔“

اس عسکری چوکی کے اس سرخیل نے کہا۔ ”یا میرا ! اس قدر سردی، برف باری اور رات میں کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اپنے دریا کے اس پار جانے کو کسی مناسب وقت میں دیں۔“

خیل شبلی نے کہا۔ ”ایسا ممکن نہیں، تم میرے ساتھ آؤ۔“

فوجی چوکی کا وہ سربراہ خاموشی سے خیل شبلی کے ساتھ ہو گیا۔

اپنی اس چوکی سے شمال کی طرف جلتے ہوئے خیل شبلی کھونٹے کے ساتھ بندھے ہوئے رستے کے بل کھول کر دلا کرتا جا رہا تھا۔ مناسب فاصلے پر جا کر خیل شبلی گھوڑے کو روکا اور کھونٹے کے ساتھ بندھے ہوئے رستے کا دوسرا سرا پکڑ کر وہ گوا سے نیچے اتر گیا۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کی غرجین سے تھوڑا اور لوہے کا کھونٹا نکال کر دونوں چیزیں پشت پر بندھے اپنے پیروں کے ترکش میں ڈال لی تھیں اور اس سے اس نے چمڑی چادر نکال کر بھی اپنی کمر سے بانڈھ لی تھی۔ پھر اس نے چوکی کے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”اب تم میرا گھوڑا لے کر چلے جاؤ، میں دریا کے اندر بانڈھے جانے والے ہوں گے ذریعے سیدھا تمہاری چوکی کی طرف آؤں گا اور سنو، نامق سری، خاتون یا کئی اور میری تلاش میں اس طرف آئے تو میری طرف سے انہیں سختی کے ساتھ منع کر دینا کہ کوئی رستے کی مدد سے دریا کے اس پار میرے تعاقب میں جانے کی کوشش نہ کرے۔“

خیل شبلی رستے کا سرا پکڑ کر دریا میں کود گیا۔ جب کہ اس چوکی کے اس کا سرخیل خیل شبلی کے گھوڑے کو لے کر چوکی کی طرف واپس جا رہا تھا۔ چلتے چلتے گہری

ذہنوں کی فکر و ہوش، انسانیت کی دھوپ
سب تیرے ہی کئی سے ہیں
یہ ہوا، یہ دھوپ، یہ برسات اور یہ گرتی برف
یہ سورج کا فروغ، یہ اندھیرے کا کفن پھاڑ کر نکلتی کریمیں
میرے مولیٰ! یہ سب تیری ذات کے شاہد ہیں
سر کُسار بادلوں میں تُو
نمک گھٹاؤں میں تُو
ملائک کی جبینوں کے سجود میں
ستاروں کی مناجات میں
کمکشان کی مسکراہٹ میں
مہ و سال کے اس جلتے الاؤ میں
زندگی کی دھوپ و سایوں میں
جھوم کر اٹھتے سجاووں میں تُو ہے -
عرفان و دانش کا غرور تیرے لیے
اقوام کی تقدیر، تقدیر کے پندار اور قطرے کی اناجھ سے
کائنات کی ہر شے تیرے سامنے حقیر
صحراؤں میں ہواؤں میں
تلاطم کے غرور میں تُو
گنگنائے سورج گلتے قمر
سربراہ شفق لبِ بامِ سحر میں تُو
اندھیوں کی نیک نیت کی چادر میں پھیلتی صبح میں
برستے بادلوں میں دھواں دھار گھٹاؤں میں تُو ہے
خلیلِ شبلی دعا مانگ رہا تھا - برف باری اسی طرح تیزی سے ہو رہی تھی - ماحول

اے قادر و قیوم!
تُو چاہے تو آفتاب کو ذرے کا شکار کر دے
شبِ نیم کو نیل و دجلہ کا حریف کر دے -
تُو چاہے تو خاشاک کو طوفانوں پر سوار کر دے
اور آندھیوں سے شرر کو ابجھا دے
تیری رضا ہو تو جس طوفانوں پر حملہ آور ہوں
اور پرتوں کے ساتھ غبارِ مکر ا جائیں
تو سحر کو دامِ انگنِ شب کر دے -
پورا غوں کو طوفانوں کا محرم بنا دے -
سفینوں کی موج سامانی میں
تقدس کے ہر الاؤ میں تُو ہے
ابنِ آدم کی جہاں بانی خوا کا سہاگ تجھ سے ہے
یہ صحرا یہ گھٹائیں
بچھکے بادل بھرے کھیت
گیت گاتے بنگھٹ، تر و تازہ فصائیں تیرے دم سے ہیں
تُو چاہے تو صدیوں کے جلتے وقت کے چراغ
تاریخ کی صرف ایک پھونک سے بجھا دے -
میرے اللہ!
مجھے اطاعت میں لافِ عبادت میں گزاف سے بچا
میں اس وقت سے خوفزدہ ہوں
جب تُو سورج کو ظلمت کو ہتانوں کو دھنکی روئی کر دے گا -

خیل شلبی کی آنکھوں سے آنسو گر کر گرفت میں جذب ہوتے جا رہے تھے اور برف
سے بھرے ہاتھوں، برف باری اور تاریک رات میں موسم کی سختی سے بے نیاز لگتا جا رہا
میرے اللہ !

میرے کذب و عصیاں کو معاف فرما۔

دشمن کی سختیوں، اس کے جرم و جہل سے مجھے بچا

جس طرح تو ذروں کو صبح کی وسعت و بے

جس طرح تو نالوں کی رگوں سے قہقہے کشید کرتا ہے

جس طرح تو تاریخ کی آنکھ میں برق و تلاطم بھرتا ہے۔

اے میرے مولیٰ !

مجھے اسلام دشمن قوتوں کے سامنے طوفانوں کا محرم

عارفِ بحر اور برق کی تب و تاب بنا۔

مولیٰ کریم ! مجھے استطاعت دے

کہ میں نناک آنکھوں کی نمی

حدی تحانوں کی جولان گاہیوں کا محافظ بن جاؤں

مجھے ہمت دے کہ میں اپنے دین کے دشمنوں کے سامنے

تیری فطرت کا مرتع اور سیمہ پلائی دیوار بن کر کھڑا ہو جاؤں

اے دلوں کا بھید جاننے والے

اے اندھیروں کے اندر کرنوں کی مہر بن کر ثبت کرنے والے !

میں تجھ سے دین کے دشمنوں کے خلاف اپنی کامیابی اور فتح کی جھبک مانگتا ہوں

میری مدد فرما میرے پروردگار !

و خاتم کرنے کے بعد خیل شلبی نے دعا کے لیے اٹھے اپنے ہاتھوں میں بھری ہر

جھاڑ دی۔ پھر اپنے گیلے لباس سے اپنی آنسوؤں سے تر آنکھیں پر چھیں اور اٹھ کھڑے ہوئے

بائیں ہاتھ میں اس نے ڈھال تھام لی اور تلوار اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر وہ کوہستانوں

بچ دیج گزرنے والے درے پر مغرب کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اس کا رخ سو فار کی بستی
خشاہت کی طرف تھا۔ وہی حسین و خوب صورت سو فار جس نے کالمکوں اور جنگاریوں کی سرکوبی
کے بعد دریائے یورال کے مغربی کنارے کناڑے قازان کی طرف آتے ہوئے خیل شلبی کو
سلاؤ فلز اور کاسکول کے لشکر اس کی گھات میں پیٹھنے کی اطلاع کی تھی اور ساتھ ہی اس
نے خیل شلبی کے لیے دریائے مغربی کنارے کی جاسوسی کرنے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد شمال کی طرف سے خیل شلبی اس بستی میں داخل ہوا اور اس دو منزلہ
مکان کے سامنے آکھڑا جو جس کی نشاندہی اسے سو فار کے باپ احمد مروان نے کی تھی۔ خیل شلبی
نے اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا پھر آگے بڑھ کر اس نے اس مکان کے دروازے پر ہلکی سی دستک
دی۔ اندر سے حسین سو فار کی رم و قہقہے مسلسل، پیالوں کی کھنک اور صبح کی صدا جیسی آواز سنائی
دی۔ کون ہے ؟

منہ سے کچھ کہے بغیر خیل شلبی نے پھر ہلکی سی دستک دی اور جواب میں پھر سو فار
کی اک جلاہل اور دھت و چنگ کی صدا و ساز جیسی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھ لے، کون
ہے، بولتے کیوں نہیں؟

اتنے میں خیل شلبی کو احمد مروان کی آواز سنائی دی "تو خفا کیوں ہوتی ہے بیٹی !
میں خود دیکھتا ہوں کون ہے ؟"

اب خیل شلبی کو دروازے کی طرف دھت بڑھتی دکھائی دی خیل شلبی نے اندازہ لگا
لیا کہ احمد مروان مشعل لے کر دروازہ کھولنے آ رہا ہے پھر خیل شلبی کے دیکھتے ہی دیکھتے
احمد مروان نے دروازہ کھولا۔ اس کے ہاتھ میں واقعی جلتی ہوئی مشعل تھی۔

دروازے پر خیل شلبی کو دیکھ کر احمد مروان نے حیرت و تعجب میں کہا : یا امیر ! اس
قدتیز برف باری اور رات کے اجاڑ میں آپ اکیلے یہاں۔

شاید سو فار نے احمد مروان کی گفتگو سن لی تھی۔ وہ پشت کی طرف سے بھاگتی ہوئی آئی
اور دروازے پر گیلے اور برف سے اٹے ہوئے لباس میں خیل شلبی کو دیکھ کر اس نے دکھ اور
تعجب میں کہا۔ "میرے اللہ ! آپ اس حالت میں یہاں ؟"

پراس برف باری میں یہاں آیا ہوں۔“

احمد مروان نے کہا: ”یا امیر! سفار نے کوئی وعدہ نہ بھی کیا ہو تو بھی آپ اس گھر میں جب اور جس وقت چاہے آ جاسکتے ہیں۔ آپ کی ہمتی ہمارے لیے انتہائی محترم و ذہنی شہمت ہے۔ کیا سفار کے وعدے سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اس نے اس مقبوضہ روسی علاقے میں آپ کے لیے جاسوسی کرنے کا وعدہ کیا تھا؟“

خلیل شلبی نے کہا: ”ہاں، میرا یہی مطلب تھا۔“

اس بار احمد مروان کے بھائے خود سفار نے بولتے ہوئے کہا: ”یا امیر! آپ کی اس خدمت کے لیے تو ہم ہمہ وقت تیار ہوں اور آپ دیکھیں گے کہ اس کام میں نوجوان مردوں کو بھی میں پیچھے چھوڑ جاؤنگی۔ لیکن میرے سامنے ایک مسئلہ ہے یا امیر! اس علاقے کی خبریں میں کہاں، کیسے اور کس طرح آپ تک پہنچاؤں گی۔ ظاہر ہے ضرورت کے وقت میں پہل کے راستے تو قازان شہر جا کر آپ سے مل نہیں سکتی۔ کاش کوئی ایسا طریقہ ہو کہ میں آسانی سے آپ تک پہنچ سکوں اور ایک امن طریقے سے آپ کے لیے خدمات انجام دے سکوں۔“

خلیل شلبی نے کہا: ”اس کام کے لیے میں سارا بندوبست کر کے آیا ہوں۔“ سفار نے خوشی میں چونک کر پوچھا: ”یا امیر! کیا بندوبست کیا ہے آپ نے اور پھر میری سمجھ میں تو یہ بات بھی نہیں آرہی کہ آپ اکیلے اس علاقے میں کیسے داخل ہو گئے۔ کیا کہیں دریائے یووال کے کنارے آپ نے اپنا لشکر بھی بٹھا رکھا ہے۔“

خلیل شلبی نے کہا: ”نہیں میں اکیلا ہوں۔ آپ دونوں مجھے غور سے سنیں آپ کی بستی کی عین سیدھ میں دریائے یووال کے اندر میں نے ایک رستہ دونوں کناروں پر پانی کے اندر لہے کے مضبوط کھونٹے ٹھونک کر ان سے باندھ دیا ہے اور یہ رستہ باہر سے نظر بھی نہیں آتا۔ اس رستے کا دوسرا سرا ہماری ایک فوجی چوکی کے سامنے پانی کے اندر بنھا ہوا ہے۔ اگر تم ہمت سے کام لو تو اس رستے کے ذریعے میرے ساتھ پیغام رسانی کر سکتی ہو۔ اگر تم قازان شہر کی طرف نہ آنا چاہو تو اپنا پیغام میری اس عسکری چوکی کے سرخیل کو دے دیا

مشعل کی تیز لڑائی میں خلیل شلبی نے دیکھا، اسے دیکھ کر سفار حیران و پریشان منور ہوئی، لیکن جلد ہی اس کے چہرے پر سکتے لب و رخسار، تپتے بدن، صبح کے پھولوں کے ریں، چاند کی نرم لوار بند کلیوں کے قنار جیسی اور غسل نور، تطہیر قلب، گل پیراہن اور من پوش و گل انداز شفق رنگوں جیسا سکون و لطینان بکھر گیا تھا۔

خلیل شلبی نے یہ بھی دیکھا۔ سیاہ زلفوں کے سایہ جیسی رات میں سفار کا پرمشعل کی روشنی میں دکھتی آگ کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ ساکت و مہربان کھڑی تھی۔ صدیوں کے شکستہ اہرام کی طرح چپ۔ لگتا تھا اس میں نہ تکلم ہو نہ تقسیم، نہ تقاضا ہو نہ طلب یا یہ کہ اپنے اندر کے تلاطم سے رستہ کشی کر رہی ہو۔ پھر شاید کوئی فیصلہ کرنے کے بعد سفار چونکی اور خلیل شلبی کا بازو پکڑ کر اس نے فوراً اسے اندر کھینچتے ہوئے کہا: ”یا امیر! آپ اس برف جنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہیں، اندر آئیں نا۔“

خلیل شلبی مکان میں داخل ہوا اور احمد مروان نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی سفار اور احمد مروان خلیل شلبی کو دائیں طرف کے ایک کمرے میں لائے جس کے اندر آتش دان میں آگ جل رہی تھی اور کمرہ خوب گرم ہو رہا تھا۔ احمد مروان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشعل دیوار کے ساتھ لٹکا دی تھی۔

سفار نے فوراً آتش دان کے پاس لکڑی کی ایک چوکی رکھی اور خلیل شلبی سے اس نے ٹپکتے گلو جیسی ادا اور کوئل کی پکار جیسی آواز میں کہا: ”یا امیر! آپ یہاں اس چوکی پر آتش دان کے پاس بیٹھیں۔“

خلیل شلبی چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا۔ احمد مروان اور سفار دونوں باپ بیٹی بھی خلیل شلبی کے سامنے بیٹھ گئے پھر احمد مروان نے پوچھا: ”یا امیر! آپ مسلمانوں کا ہمتی ہیں۔ آپ کو اس برفانی اور اندھیری رات میں دشمن کی سرزمین میں یوں اکیلے نہیں آنا چاہیے میرے منہ میں خاک اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو سلاخ و فلز، کاسک، کالمک اور جنگاری بے محابا قازان شہر پر چڑھ دوڑیں گے۔“

خلیل شلبی نے احمد مروان سے کہا: ”میرے بزرگ! میں سفار کے ایک وعدے

وہ مجھے پہنچا دیا کرے گا اور اس سے متعلق میں نے اسے تفصیل سے سمجھا بھی دیا ہے۔

دریا کے اندر بندھے رستے کے ذریعے دریا کو پار کرنا اتنا ہی آسان ہے لیکن اس لیے نہیں ایک زحمت کرنا ہوگی۔ ابھی میرے ساتھ جا کر یہ دیکھنا ہو گا کہ رستہ کہاں بندھا ہوا ہے۔ اگر تم اس وقت نہ جانا چاہو، تو میں پھر کسی وقت آ جاؤں گا اور تمہیں اس رستے کی نشاندہی کرادوں گا۔

سوفار نے کہا۔ "نہیں نہیں! یا امیر! آپ کا یوں بار بار اس طرف اکیلے آنا پُر از خطر ہے۔ آپ قازقستان کے مسلمانوں کے لیے ایک شعل ہیں اور اس شعل کو روشن رہنا چاہیے۔ میں ابھی آپ کے ساتھ جاؤں گی اور اس رستے کو دیکھ کر آؤں گی۔"

خلیل شلبی نے احمد مروان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ رات کے وقت اور وہ بھی برفباری میں وہاں تک جلتے ہوئے تکلیف اور وقت محسوس تو نہ کریں گے؟" احمد مروان نے کہا۔ "سوفار تو آپ کے ساتھ جا رہی ہے، میں بوڑھا آدمی کیا لینے جاؤں گا۔"

خلیل شلبی تے حیرت اور پریشانی میں کہا۔ "تو کیا رات کے اس وقت سوفار وہاں تک میرے ساتھ اکیلی ہی جائے گی؟"

احمد مروان نے کہا۔ "یا امیر! سوفار کو آپ کے ساتھ اکیلی بھیجتے ہوئے میں مطمئن و پُر سکون ہوں۔ خدا کی قسم خلیل شلبی کی ذات پر مجھے اس قدر بھروسہ اور اعتماد ہے کہ اگر سوفار رات کے گھپ اندھیروں میں مشرق سے مغرب تک امیر خلیل شلبی کے ساتھ اکیلی سفر کرے تو مجھے کوئی خدشہ کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔"

یا امیر! یہ اعتماد اور بھروسہ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ ہر باپ اپنی بیٹی کے لیے خلیل شلبی سے متعلق ایسا ہی اعتبار اور اطمینان کر سکتا ہے۔ سوفار آپ کے ساتھ اکیلی جائے گی اور دریا میں بندھا ہوا وہ رستہ دیکھ آئے گی اور پھر میں آپ سے پہلی ملاقات میں بھی کہہ چکا ہوں کہ میں نے سوفار کی تربیت بیٹا بنا کر کی ہے۔ آپ کے لیے جاسوسی کرتے ہوئے میں اس سے متعلق فکر مند نہ ہوں گا۔ اس لیے کہ میری بیٹی سوفار اپنا دفاع کرنا

دوب جاتی ہے۔"

سوفار نے تنہا حقیقت و احترام سے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یا امیر! میں آپ کے لیے کوئی خشک لباس لاؤں، یہ جھیکا لباس اتار دوں۔ ورنہ اس برفباری میں ٹھنڈ لگ جانے کا اندیشہ ہے۔"

خلیل شلبی نے کہا۔ "میں رکوں گا نہیں بلکہ ابھی یہاں سے کوچ کروں گا۔ پھر لباس تبدیل کرنے کا فائدہ؟"

سوفار نے پھر پوچھا۔ "آپ نے شام کا کھانا کھایا ہے یا نہیں؟" خلیل شلبی نے کہا۔ "میں جھوٹ نہیں بولوں گا، میں کھانا کھائے بغیر چلا تھا لیکن میں کھانا واپس جا کر کھاؤں گا۔ میں کسی کو اس طرف گئے کا بتا کر نہیں آیا۔ صرف میرے بچپن کے نگران اسماعیل بے کو بتا ہے۔ وہ داغستان سے میرے ساتھ یہاں آیا ہے۔ اور ہمارے گھر کا پڑانا خدمت گار ہے۔ ایک اچھا سیاح ہی ہونے کے علاوہ ایک عمدہ قاری اور بہترین رامس گر بھی ہے۔"

سوفار نے دل چسپی لیتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! آپ یہاں قازان میں گھر کے کتنے افراد ہیں؟"

سوفار کے اس سوال پر خلیل شلبی بے آباد معبود میکدے اور اساس مرگ جیسا دیران منعم خانے کی اجاڑ شام اور کرب مسلسل جیسا دکھی، ستائے میں بچتے چراغ، ٹوٹ کے کنوئیں، پنجرے کے قیدی، سائے کے ان بادلوں کی طرح اداس ہو گیا تھا جن کے اندر بارش مر گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں سورج کی آخری شام کی سی بیابانی اور بڑے پرشام کے لباس جیسا ہلاکت خیز سماں تھا۔

خلیل شلبی کی آمد پر محض لالہ رخاں اور انجمن گل بنان کی طرح خوش کن ہوجانے والی سوفار خلیل شلبی کی حالت پر غروب ہوتے چاند، افکار و نظر کے تلم، دوش بہ ظلمت انداز کردہ ملاقات کی یادوں کی طرح بکھری بکھری اور منتشر ہو کر رہ گئی تھی۔ غم لاطیفانی اور کوئی حیران کلی بنی چند ثانیوں تک وہ خلیل شلبی کی طرف دیکھتی رہی پھر

اس نے مفدرت طلب نگاہوں سے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید آپ میرے اس سوال کا بُرا مان گئے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو میں آپ سے مفدرت نخواہ ہوں۔ خلیل شلبی نے پہلی بار اسے اس کے نام سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں سو فار! ایسی کوئی بات نہیں، میں نے تمہارے سوال کا بُرا نہیں مانا، میں کچھ کھو گیا تھا۔ دراصل میرے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو غدار بے مہبت کے آدمیوں نے کوئی ڈیڑھ سال قبل اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ قازان سے غمری کی طرف جا رہے تھے۔ اُن میں لاکھوں طوفانوں کے اس غم، پریشانیوں کے لامعدود صحراؤں جیسے ماحول میں اکر ہوں۔ صرف اسمعیل بے ایک ایسا شخص ہے جو میرا ہمدرد و یریز ہے۔ کاش کوئی کاعتب، قلم کا نقیہ، مفتی شہزاد کوئی بازار کا قاضی بہت پہلے بے مہبت کے خلاف حرکت میں آچکا ہوتا۔

بہر حال یہ خنزیر اب زیادہ عرصہ مجھ سے روپوش ہو کر نہ رہ سکے گا۔ میں۔۔۔ قازان کے شہریوں کے حملے کروں گا۔ تاکہ وہ اسے عبرت ناک سزا دیں۔ جبل سامانی، خرو کی موت کا متمنی یہ بے مہبت اب اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے۔ یہ کار فریب کا اجارہ دار اور دولت سے ہم آغوش رہنے والا بندہ زراب بہت جلد میرے ہاتھوں ظلمت کی لمح میں اتر جائے گا۔"

سوفار نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر اس نے خلیل شلبی سے کہا۔ "یا امیر! یہاں سے آپ کو کھانا کھانے بغیر نہ جانے دوں گی۔ میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں اور آپ کے کھانا کھانے تک میں بھی اپنا جنگی لباس پہن کر تیار ہو جاؤں گی۔" سوفار اٹھ کر باہر نکل گئی۔ پہلے اس نے خلیل شلبی کو گرم گرم دودھ پلا پھر شلبی کے سامنے کھانے کے برتن رکھ کر اپنا لباس تبدیل کرنے چلی گئی تھی خلیل شلبی گردن جھکائے خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔



نامتق سری، خانوف، اونیس اور اسمعیل بے اپنے گھوڑوں کو میرپٹ دوڑانے

بڑے قازان کے شمال میں اپنی پہلی چوکی میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی چوکی کا سارا عملہ اٹھ کھڑا ہوا۔

نامتق سری نے اپنے گھوڑے سے اترتے ہی ان سے پوچھا۔ "اس طرف امیر خلیل شلبی تھے ہیں؟"

چوکی کے سرخیل نے کہا۔ "میدی! امیری خلیل شلبی دریا کے اس پار گئے ہیں۔ وہ یہاں دریا کے اندر رتا بھی باندھ گئے ہیں اور اسی رستے سے انہوں نے دریا کو پار کیا ہے۔" ساتھ ہی اس نے نامتق سری اور خانوف کو پانی کے اندر چٹان میں ٹھککا ہوا وہ کھوٹا بھی دکھا دیا جس کے ساتھ رتا بندھا ہوا تھا۔

نامتق سری نے پھر پوچھا۔ "کیا وہ تم لوگوں کو کچھ بتا کر گئے ہیں کہ وہ دریا کے اس پار کیوں جا رہے ہیں؟"

اس سرخیل نے کہا۔ "ہاں، وہ دریا کے اس پار کسی ایسی لڑکی کے ساتھ معاملہ طے کرنے گئے ہیں جو دوس کے خلاف ہمارے لیے جاموسی کیا کرے گی۔ امیر کہہ رہے تھے دریا کے اندر بندھے اس رستے کے ذریعے وہ لڑکی دریا کے اس طرف آیا کرے گی اور جو خبریں وہ ہتیا کرے وہ فوراً مجھ تک پہنچادی جائیں۔"

سحر لالہ و نسرن کی سہیلیں اونیس اس انکشاف پر گزرے وقت کے دھارے کی طرح دھم، طاق حیات میں جل کر بجھ جانے والی شمع کی سی اُداس سسکتے آنچل کی طرح پریشان کی ہو گئی تھی۔ اسے اس لمحے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کسی نے اس کی ساری خواہشوں کو ہلاک، ساری تمنائوں کو گلوبیدہ کر کے اسے تعصب کی میزبان میں ڈال دیا ہو۔

اونیس بے چاری کی حالت برسوں سے پڑی اس زمین کی طرح ہو گئی تھی جسے اچانک دھقان کے ہل نے چیر کر رکھ دیا ہو۔ وہ اپنے سینے میں کچھ اس طرح دھبے آگ محسوس کر رہی تھی گویا اس کا سینہ بگھیل کر رہ جائے گا۔

اتنے میں نامتق سری نے خانوف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "خانوف! خانوف! امیر خلیل شلبی کا تو دریا کے اس پار کوئی جاننے والا بھی نہیں۔ پھر یہ اس پار کون لڑکی ہے جس

کے ذریعے امیر اپنے لیے خبر رسائی کا کام لیں گے۔ میں خوف زدہ ہوں کہ امیر کے ساتھ کیا دھوکا ہی نہ کیا جا رہا ہو۔

خانوف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ "نامق سری! میرے بھائی! مطمئن رہو۔ مندی کی کوئی بات نہیں۔ امیر خلیل شلبی کسی سے یوں دھوکا کھانے والے نہیں ہیں۔ اس بار ایک لڑکی ہے، اس کا نام سوفار ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اس نے امیر خلیل شلبی کے ساتھ ہمارے لیے خبر رسائی کا کام کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ جب میں اور امیر خلیل شلبی کا ملکوں اور جنگاریوں سے نمٹ کر دریائے یورال کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ سفر کی طرف آرہے تھے اور ہم پر اچانک حملہ آور ہونے کے لیے سلاوونلز اور کاسکوں کے لشکر گھات میں بیٹھے تھے تو اس سوفار نام کی لڑکی نے امیر خلیل شلبی کو یہ اطلاع کی تھی کہ سلاوونلز اور کاسکوں کے لشکر آپ کی گھات میں ہیں۔ وہ بڑی بہادر لڑکی ہے، میں جانتا ہوں۔"

نامق سری نے پھر اندیشوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن رات کے اس وقت جب کہ برف باری تیزی سے ہوج رہی ہے، دریا اور دلت اپنی پوری ہولناکی پر میں ایسے میں امیر خلیل شلبی کو دریا کے اس پار نہیں جانا چاہیے تھا۔ خانوف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "یہی تو وقت ہے۔ دریا کے اس پار جانے کا اس سے بہتر اور کون سا وقت ہو سکتا ہے۔ کیا امیر وہاں دن کے وقت جاتے تاکہ لوگ انہیں دریا پار کرتے ہوئے دیکھ لیتے اور پھر پوچھ گچھ کر کے یہ جان لیتے کہ یہ امیر خلیل شلبی ہیں۔ اس وقت رات گہری اور سنسان ہے، برف باری زوروں پر ہے، لہذا امیر خلیل شلبی کسی خطرے کے دباں کام کر سکیں اور کوئی یہ نہ جان سکے گا کہ کوئی وہاں گیا ہے۔ جہاں وقت ہم کھڑے ہیں۔ اس کی تقریباً بالکل سیدھ میں دریا کے اس پار ششام نام کی ایک ہے۔ سوفار اس بستی کی رہنے والی ہے اور اس کے باپ کا نام احمد روان ہے۔ میں اس کے باپ کو بھی جانتا ہوں۔ دریائے یورال کے کنارے اپنی میٹی کے ساتھ وہ بھی امیر خلیل شلبی ملا تھا۔"

نامق سری نے پھر اندیشوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ "آؤ پھر یہاں بیٹھ کر امیر کی دلچسپی انتظار کرتے ہیں۔" نامق سری، خانوف، اونیس اور اسٹیل بے وہاں چوکی کے اند بیٹھ گئے۔ ان کے محافظ نے ان چاروں کے گھوڑوں کو اس جگہ باندھ دیا تھا۔ جہاں امیر خلیل شلبی کا گھوڑا

نامق سری نے پھر اندیشوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن رات کے اس وقت جب کہ برف باری تیزی سے ہوج رہی ہے، دریا اور دلت اپنی پوری ہولناکی پر میں ایسے میں امیر خلیل شلبی کو دریا کے اس پار نہیں جانا چاہیے تھا۔ خانوف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "یہی تو وقت ہے۔ دریا کے اس پار جانے کا اس سے بہتر اور کون سا وقت ہو سکتا ہے۔ کیا امیر وہاں دن کے وقت جاتے تاکہ لوگ انہیں دریا پار کرتے ہوئے دیکھ لیتے اور پھر پوچھ گچھ کر کے یہ جان لیتے کہ یہ امیر خلیل شلبی ہیں۔ اس وقت رات گہری اور سنسان ہے، برف باری زوروں پر ہے، لہذا امیر خلیل شلبی کسی خطرے کے دباں کام کر سکیں اور کوئی یہ نہ جان سکے گا کہ کوئی وہاں گیا ہے۔ جہاں وقت ہم کھڑے ہیں۔ اس کی تقریباً بالکل سیدھ میں دریا کے اس پار ششام نام کی ایک ہے۔ سوفار اس بستی کی رہنے والی ہے اور اس کے باپ کا نام احمد روان ہے۔ میں اس کے باپ کو بھی جانتا ہوں۔ دریائے یورال کے کنارے اپنی میٹی کے ساتھ وہ بھی امیر خلیل شلبی ملا تھا۔"

خلیل شلبی کھانا کھا چکا تو سوفار اس کمرے میں داخل ہوئی۔ خلیل شلبی نے دیکھا،

ایک بہترین اور نیا جنگی لباس پہنے ہوئے تھی جس میں وہ انتہائی چمکتی اور خوبصورت لکڑی تھی اپنے جسم پر اس نے زندہ سر پر خود اور کمرے اس کی تلوار لٹک رہی تھی۔ خلیل شلبی ہی کی طرح اپنی پشت پر اس نے تیروں سے بھرا ہوا ترکش اور ڈھال باندھ رکھی۔ ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں دو دھسے بھرا گلاس تھا۔ دودھ کا وہ گلاس حسین

خلیل شلبی نے خلیل شلبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ یہ گرم گرم دودھ پی لیں۔ بہت باری کی ساری کاہلی اطمینانی جاتی رہے گی۔ خلیل شلبی نے خاموشی سے گلاس لے لیا اور سارا دودھ پی گیا پھر اس نے گلاس

دھسے بھرا گلاس سے کہا۔ "اب چلنا چاہیے، میں تمہیں دریا میں بندھا رہا تھا۔"

خلیل شلبی نے خلیل شلبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ یہ گرم گرم دودھ پی لیں۔ بہت باری کی ساری کاہلی اطمینانی جاتی رہے گی۔ خلیل شلبی نے خاموشی سے گلاس لے لیا اور سارا دودھ پی گیا پھر اس نے گلاس

خدیجہ شلبی ذرا رکھو دو بارہ کہہ رہا تھا۔ مجھے اب جلدی واپس جانا پڑے۔ پر میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔
میرے ساتھی نامق سری اور خالوت کو میرے اس طرح اکیلے نکلنے کا علم ہو گیا تو وہ بھی میرے ساتھ آئے۔
سوفار نے کہا۔ اٹھیں پھر چلیں۔ میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈال دی۔

احمد مروان بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ "جاؤ فی امان اللہ!"
تینوں باہر آئے۔ گلاس رکھ سوفا ہطبل سے گھوڑا نکال لائی۔ خدیجہ شلبی نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر سوفا کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اسے پیچھے بٹھا لیا۔

پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گہری رات اور برف باری میں وہ باہر نکل گیا۔
احمد مروان گھر کا دروازہ بند کر کے پھر آتش دان کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔
تاہم انتظار اور اجڑی اجڑی بستیوں کی طرح ویلان رات بھاگتی جا رہی تھی۔

برف باری اسی طرح جاری تھی۔ تنہائیوں کی فوکل میں زمین پر ٹپٹپی رات نے باری کے ساتھ مل کر ہر شے کو مہرلب ہر جذبے کو پانچ اور ہر چیز کو مکمل ادا کر دیا تھا۔
اندھیرے کے اندموت کے تھپیڑے مارتی برفانی تباہیوں میں نہر پڑنے لگی تھیں۔

رات کی طویل خاموشی جبرئیتی جا رہی تھی۔ ہاں کبھی کبھی بھوکے گیدڑ یوں جھنجھٹے گویا مٹی کی ہتھیلی پر سمند کراہ اٹھا ہو۔ ہر شے ٹھنڈا رہ رہی تھی خدیجہ شلبی نے اپنے گھوڑے کو رات کی تیرہ و تار فضاؤں میں اس جگہ آرو کا جہاں وہ رستے کے نشانی کے طور پر ایک پتھر رکھ کر لگایا تھا۔

پھر وہ گھوڑے سے اُترا۔ سوفا اور نوجوان اور کھلنڈرے لڑکوں کی طرح چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اتر گئی تھی۔
پھر خدیجہ شلبی نے مہم آواز میں کہا۔ سوفا! سوفا! اس پتھر کے ساتھ

سوفار نے فوٹا ہاتھ ڈال کر دیکھا پھر وہ کھڑی ہوئی اور کہا۔ "ہاں یہاں ہے" ایک مضبوط کھونٹے کے ساتھ رتا بندھا ہوا ہے۔ اس رستے کی نشاندہی

سوفار نے فوٹا ہاتھ ڈال کر دیکھا پھر وہ کھڑی ہوئی اور کہا۔ "ہاں یہاں ہے" ایک مضبوط کھونٹے کے ساتھ رتا بندھا ہوا ہے۔ اس رستے کی نشاندہی

سوفار نے فوٹا ہاتھ ڈال کر دیکھا پھر وہ کھڑی ہوئی اور کہا۔ "ہاں یہاں ہے" ایک مضبوط کھونٹے کے ساتھ رتا بندھا ہوا ہے۔ اس رستے کی نشاندہی

تو رتہ خود بخود تن کر سطح آب پر آجائے گا اور تمہیں بہت کم زور لگانا پڑے گا۔

سوفار نے کہا۔ ”یا امیر! میں آپ کی اس راہنمائی کی ممنون ہوں۔ آپ میرے لئے زیادہ فکر مند نہ ہوں۔ میں ایک اچھی تیراک بھی ہوں۔“ خلیل شلمی طشتن ہو گیا پھر وہ دروازے کی مدد سے دریائے یروال کو پار کر رہے تھے۔

نامق سری، خانوت، اسمعیل بے اور ادنیس خلیل شلمی کے انتظار میں فوجی چوکی پر بیٹھے تھے۔ چوکی سے باہر جلتی مشعل نے دریا کے اس حصے کو خوب روشن کر رکھا تھا۔ خلیل شلمی نے پانی کے اندر رتا باندھا ہوا تھا۔

اچانک خانوت اٹھ کھڑا ہوا اور چونک جانے کے انداز میں اس نے کہا ”کبھی کم پانی کے اندر ایک ہلچل کی سی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ میرا دل کہتا ہے امیر خلیل شلمی آ رہے ہیں پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پانی میں ہاتھ ڈال کر رستے کو پکڑا پھر وہ چلا اٹھا۔“ چوکی پر آ رہا ہے اور یہ امیر خلیل شلمی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ ان کے آنے کی وجہ سے ہل رہا ہے۔“ نامق سری، اسمعیل بے، ادنیس اور اس چوکی کا سرخیل اٹھ کر دریا کے کنارے اکھڑے ہوئے تھے۔

ایک بار پھر خانوت نے چونکتے ہوئے کہا۔ ”سنو! میرے ساتھیو! غور سے سوچو! دوں پر دریا کے اندر سے کسی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں! خیال ہے۔ امیر خلیل شلمی اس لڑکی کو اپنے ساتھ لارہے ہیں۔ شاید اس احتیاط کے کہ وہ ایک بار امیر کے ساتھ دریا عبور کر کے بے باک ہو جائے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس لڑکی کو کہ جس کا نام سوفار ہے اپنی یہ چوکی دکھانا چاہتے ہوں۔“

نامق سری نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ ”خانوت میرے بھائی! امیر خلیل شلمی کے ساتھ رہ رہ کر تمہاری بھی حیات تیز اور اندازے نہایت پختہ ہو گئے ہیں۔ نامق سری کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ ان کے سامنے پانی کے اندر آوازیں واضح ہو کر انہیں سنائی دینے لگی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد جلتی مشعل کی تیز روشنی کے ہلے میں انہیں خلیل شلمی اور سوفار

بچے۔ خانوت نے خوشی میں چلا کر کہا۔ ”میرے اندازے درست ہوئے۔ امیر خلیل شلمی آئے ہیں اور سنو! ان کے ساتھ سوفار بھی ہے۔“

اتنی دیر تک خلیل شلمی سوفار کے ساتھ پانی سے نکل کر کنارے پہنچا۔ ایک غلطابو پٹان سی نگاہ اس نے نامق سری، خانوت، اسمعیل بے اور ادنیس پر باری باری ٹالی پھر ان نے نامق سری کو مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر جواب طلب لہجے میں پوچھا۔ ”تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو اور کس نے تمہیں بتایا کہ میں دریا کے اس پار گیا ہوں۔“

ایک عقیقت اور احترام میں نامق سری کی گردن جھک گئی تھی اور اس نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ لیکن اس موقع پر خانوت نے انتہائی بہت و جرات کا مظاہرہ کیا اور خلیل شلمی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”یا امیر! اگر آپ ایسا سوال کر سکتے ہیں تو ہم بھی آپ سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ آپ اس طرح اکیلے دریا کے اس پار جانے کے لیے کیوں آئے؟“ اس لیے کہ آپ ہمارے جسم کا ایک حصہ ہی نہیں، قازقان کے حکمران اور اس کے محافظ بھی ہیں۔ اس لحاظ سے آپ ہماری آخری پونجی ہیں۔ پھر آپ کے اس طرح اکیلے آنے پر ہم کیوں فکر مند ہوں۔“

ایسی گفتگو پر نامق سری نے گھور کر خانوت کی جانب دیکھا تھا۔ پر اس موقع پر خلیل شلمی نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور پیار سے خانوت کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اس نے کہا۔ ”ایک باشکیری سے مجھے ایسی ہی گفتگو کی امید تھی۔“

نامق سری کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پکھر گئی اور اس نے خلیل شلمی سے کہا۔ ”یا امیر! ہم آپ سے متعلق بہت فکر مند تھے۔ میں تو آپ کو وہ سامان دکھانا چاہتا تھا، تو وسط ظن سے آیا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوستان سے آنے والے جوانوں میں سے دو انسانی زندہ دل اور پرجوش جوان ہیں۔ وہ دونوں آپ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں جس وقت میں اور خانوت آپ کی طرف آئے وہ حویلی کے مہمان خانے میں بیٹھے آپ کے منتظر تھے۔ میرے خیال میں آپ سے ملنے کے لیے وہ اب بھی جاگ رہے ہوں گے۔“

خلیل شلمی نے کہا۔ ”اگر وہ جاگ رہے ہوئے تو میں ابھی ان سے مل لوں گا۔“ پھر

وزوں کے سرخیل ہیں۔ دائیں جانب والے کا نام غلام غوث اور دوسرے کا نام اللہ بخش ہے۔
نبی شہابی نے آگے بڑھ کر دونوں کے ساتھ بڑے تپاک سے مصافحہ کیا اور ان کے ساتھ
پڑ گیا۔

غلام غوث نے کہا: "یا امیر! ہم ہندوستان میں سب انگریز کی فوج میں سپاہی تھے
یہ افغانستان کے خلاف جنگ کرتے ہوئے ہماری آنکھیں کھلیں کہ انگریز مسلمانوں سے مسلمانوں
کو ہی مردانا چاہتا ہے۔ لہذا ہم سو جوان صلاح مشورہ کر کے ان کے لشکر سے بھاگ گئے
پلے ہم نے حج کیا۔ پھر قسطنطنیہ کی طرف آئے۔ وہاں سے رسد کا کچھ سامان آپ کی طرف آ رہا
تھا ہم اس کے ساتھ ادھر چلے آئے۔

یا امیر! ہم نے امام شامل اور آپ سے متعلق افغانستان میں قیام کے دوران بہت
کچھ سنا تھا۔ اسی لیے ہم نے ادھر کا رخ کیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ دنیا بھر میں برطانیہ والے
ای روح و تن کے موہا اگر امداد کی بدترین سلاخوں پر انسانیت کو لہو بہا کر دینے
کے واسطے ہیں۔ ہندوستان میں روس کو اچھا خیال کیا جاتا ہے اور وہاں کے لوگوں کا
فان خیال یہ ہے کہ انہوں نے اگر کبھی برطانوی استبداد کے خلاف ہتھیار اٹھائے، تو
روس ضرور ان کی مدد کو آئے گا لیکن یہاں آکر پتہ چلا کہ روس تو برطانیہ والوں سے بھی زیادہ
اتروں کا خون اور ابن آدم کا لہو بہانے والا ہے۔ ان دودن فائدہ اور برفانی سرزمینوں میں
بیروں کی طرح جگر میں گھس جانے والے روس کے مظالم سناؤں اور گمنامی کی آوازوں میں ڈھل
جاتے ہیں۔ کاش بیرونی دنیا جانتی کہ ان کوتاہانوں کے اندر روسی مسلمانوں پر کیسے کیسے
مظالم ڈھارہے ہیں۔

خلیل شہابی نے کھولتے ہوئے لہجے اور غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "دنیا بھر میں روس
انسانیت اور مسلمانوں کا سب بڑا اور بدترین دشمن ہے۔ یہ بدی کی خواہش اور منحوس راتوں
کا وہ پلاقمذہم ہے جو سینوں میں رنگ و نسل کی آگ بڑھکا کر انسانیت کو آوازوں کے بدن
کی طرح چٹاکے دھوئیں میں تحلیل کر دیتا ہے۔

میرے عزیزو! روس اندھیروں اور گناہوں کی دہلیز کا وہ دیوتا ہے جس نے ان

خلیل شہابی نے نامق سری، خافوت، اسماعیل بے، ادینس اور فوجی چوکی کے محافظوں سے سفار
کا تعارف کرایا۔ پھر اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام سوفار ہے۔ یہ گھر کے صوف دو افراد ہیں ایک یہ اور ایک اس کا پاپا
اس کا نام احمد مردان ہے۔ یہ ہمارے لیے کام کرے گی اور دریائے یوڈال کے کنارے
کی ساری خبریں ہمیں پہنچایا کرے گی۔"

سوفار نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! میں نے آپ کی یہ فوجی چوکی بھی
دیکھ لی ہے اور یہ بھی جان لیا ہے کہ دریا کیسے پار کرنا ہے۔ اب میں واپس جاتی ہوں۔
خلیل شہابی نے کہا۔ "چلو میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔"

سوفار نے کہا۔ "میں آپ اب جا کر آرام کریں۔ میں اب اکیلی ہی جاؤں گی
کیونکہ آئندہ مجھے اکیلے ہی آنا جانا ہے اور پھر دریا کے کنارے میرا گھوٹا بندھا ہے میں
پار کر کے فوراً گھر پہنچ جاؤں گی۔ اس کے ساتھ ہی سوفار دریا میں اُتری اور رستے کو کام
کر اس نے دوسرے کنارے کی طرف جانا شروع کر دیا تھا۔ خلیل شہابی، نامق سری، خافوت
اسماعیل بے اور ادینس اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر کی طرف جارہے تھے۔

جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو نامق سری نے پوچھا۔ "یا امیر! وہ ہندوستان
سے آنے والے جوانوں کے دونوں سربراہ میرا خیال ہے ابھی تک مہمان خانے میں آپ کے
منتظر ہیں گے۔ میرا خیال ہے۔ آپ انہیں مل لیں۔

خلیل شہابی نے اسماعیل بے کو اپنے کمرے میں جلنے کو کہا اور خود وہ حویلی کے
خانے کی طرف بڑھا۔ جب وہ تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر مہمان خانے میں داخل
ہوئے تو امداد واقعی دو جوان ان کے منتظر بیٹھے تھے۔

نامق سری نے خلیل شہابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان دونوں کو مخاطب کر
کہا۔ "یہ امیر خلیل شہابی ہیں۔ یہ اپنی ہم سے لوٹنے کے بعد ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے
میں شہر سے باہر چلے گئے تھے۔ اب آپ دونوں سے ملنے آئے ہیں۔"

پھر نامق سری نے خلیل شہابی سے کہا۔ "یا امیر! یہ ہندوستان سے آنے والے

علاقوں میں مسلمانوں کے آنسوؤں کی قیمت اُن کے ہی خون سے ادا کی ہے۔ کاش دُنیا بھر کے مسلمان اپنے اس مشترک دشمن کا مکروہ چہرہ پہچان سکتے۔

ہند کے مسلمان پہلے ہی سہل نگاری، غفلت اور بے اتفاقی کا شکار ہو کر برطانویوں کے غلام ہو چکے ہیں اور آج وہ قوم کی عظمت اور سطوت کے ماتم میں سیاہ پوش ہیں۔ ایران کے ممکنہ خطرات کے خلاف تیاریاں کرنے کے بجائے دوسرے مسلمان علاقوں کو بڑبڑا کر دیکھ رہے ہیں۔ اکیلا ترکی ظلم و جبر کے اس خالقِ رعب کے خلاف کیا کر سکتا ہے۔ جب کہ اس کی پیٹھ میں اُن گنت قومیں چھرا گھونپنے کے درپے ہیں۔ ایسی صورت حال میں بہتری کہاں سے کی جاسکتی ہے۔

غلامِ غوث نے کہا۔ ”کاش دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کوئی متحد کرنے والا ہوتا۔ کوئی ایسا کی ان بے ترتیب لہروں کو منظم کرنے والا ہوتا۔“

خلیلِ شلبی نے کہا۔ ”روس خون کا بھوکا سمندر اور لہو میں گونجی ہوئی مٹی کی وہ فزین ہے جو صرف مسلمانوں کے درپے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ مسلمانوں کے وسیع علاقوں پر تفرقہ جابر رہا ہے اور اس کے سامنے مسلمان کھوکھلے پیر کی طرح نیند کے پھندوں میں غفلت اور بے خبری کی گہری نیند سو رہے ہیں۔ اب تو دُعا ہے کہ میرا رب جو صورتِ گر لوحِ ظلم اور مولا کے جمال ہے ان مسلمانوں کو سنبھالنے کی توفیق دے۔“

پھر خلیلِ شلبی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔ ”اب تم لوگ آرام کرو۔ میں کل تم لوگوں سے بچ بلوں گا۔ میں تم لوگوں کو اپنے ہاشکیری لشکر میں شامل کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ تم لوگ خانوت کے ساتھ کام کرو گے۔ پھر خلیلِ شلبی نامقِ سری اور خانوت کے ساتھ خانوت خانے سے باہر نکل گیا تھا۔

نامقِ سری اور خانوت اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔ خلیل جب اپنے دیوانِ خانے میں آیا تو وہاں اسماعیل بے اس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ خلیلِ شلبی اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پوچھا۔ ”اسماعیل بے! تم نے کھانا کھا لیا؟“

اسماعیل نے کہا۔ ”یا امیر! میں تو آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ آپ آئیں تو کھانا کھا لیا۔“

خلیلِ شلبی نے کہا۔ ”میرے عزیز! تم نے کھانا تو کھا لیا ہوتا۔ کیا محافظ دستے والوں نے تمہیں کھانا تیار کر کے نہیں دیا۔“

اسماعیل بے نے کہا۔ ”یا امیر! وہ تو کھانا لائے تھے پر وہ واپس کر دیا گیا اور اُنہی نے کھانا لانے سے منع کر دیا گیا ہے۔“

خلیلِ شلبی نے غصے اور غضب کی حالت میں پوچھا۔ ”کھانا کیوں واپس کر دیا گیا اور کس نے انہیں کھانا لانے سے روکا۔“

عین اس وقت حسین اوینس دیوانِ خانے میں داخل ہوئی ہے اس کے ہاتھوں کھانے کا طشت تھا اور اس نے خلیلِ شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے زوردار آواز میں کہا۔ ”یا امیر! میں نے انہیں کھانا لانے سے منع کیا ہے۔ جب میں آپ دونوں کے لیے کھانا لاتی ہوں تو پھر اس میں تبدیلی اور ترمیم کیوں؟“

خلیلِ شلبی کی برہمی جاتی رہی اور اس نے نرم ہو کر کہا۔ ”اب تم کھانا نہ لایا کرو انیس! پہلے ادب بات تھی۔ اب تمہاری منگنی ہو گئی ہے اور تمہارے اس طرح کھانا لانے اور ہمارے پاس آنے سے شکوک و شبہات اور مارگن کے دل میں ایک کدورت سی پیدا ہو سکتی ہے۔“

اسی وقت مارگن دروازے پر اوینس کے پیچھے نمودار ہوا اور اس نے کہا۔ ”یا امیر! یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں خود اوینس کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ پہلے کی طرح آپ کے کھانے کا انتظام کرتی رہے۔ یا امیر! بخدا میرے دل میں کوئی کدورت نہیں۔“

خلیلِ شلبی مارگن سے کچھ کتنا چاہتا تھا کہ مارگن وہاں سے چلا گیا۔ مارگن کی گفتگو اور پھر اس طرح فی الفور چلے جانے پر خلیلِ شلبی کسی اُن جانے سنگِ میل کے مسافر اور دروازوں پر جمی دستکوں کی طرح سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی ایسا گستاخِ زندان کی داستانِ الم کی طرح افسردہ سامان، شکست خوردہ اور ناماقِ کبھر بادلوں اور کمر میں گھرے در و بام جیسا ہو گیا تھا۔

اس سکوتِ شب میں خلیلِ شلبی تھوڑی دیر تک کسی روحانی کرب میں مبتلا رہا۔ اس دوران اوینس نے کھانے کا طشت ایک طرف رکھ دیا تھا اور خلیلِ شلبی کے سامنے

دوسری نشست پر وہ بیٹھ گئی تھی۔

پر عیاں کر دیتی۔

یا امیر! بلند میرے ساتھ ایک دھکاری ہوئی لاش کا سا سلوک نہ کریں۔ کاش
بہن اس قابل اس حالت میں ہوتی کہ اپنے متعلق آپ کے رنگ آلود تیور اس بگھٹ کے
پھولوں اور نعل و نگار حروفوں میں تبدیل کر سکتی۔

یا امیر! خدا کے لیے آپ میرے متعلق فیصلوں کو فاصلوں سے نہ ناپیں۔ اگر
آپ نے کھانا نہ کھایا تو پھر میں ہر روز کھانا تیار کر کے یہاں رکھ جایا کروں گی اور یہ کام میں
اپنے لیے سعادت و عبادت جان کر کروں گی۔

خلیل شلبی نے صرف ایک لمحہ کے لیے اونیس کی طرف ایک ستیاح کی سی متلاشی
آنکھوں سے دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔ "اونیس! اونیس! بخدا میرا اللہ تمہاری دل شکنی نہ
تھا اور مجھے یہ بھی اُمید نہ تھی کہ تم اس معاملے کو اس قدر سنجیدہ بنا لو گی۔ گو میں سو فار کے ہاں سے
کھانا کھا کر آیا ہوں۔ لیکن جو تم کھانا لائی ہو اس میں بھی میں اسمعیل بے کا ساتھ ضرور دوں گا
تم صبر دستور کھانا لاتی رہو ہم کھائیں گے۔ بخدا جو لذت تمہارے پکے کھانے میں ہے
وہ محافظوں کے تیار کیے کھانے میں کہاں؟"

خلیل شلبی کے ان الفاظ پر اونیس کی حالت؛ انا! جیسے اس کے چہرے پر نقموں کا جلال
و حال، اُبے چشموں کی چاندنی۔ چلاخوں کا عروج، دقت کی طوفانی ہنسی۔ اس کے چہرے پر
محبوبوں کے بادل، بیلوں کے نم آلود تپوں کی شگفتگی، آلو پچے کے پھول کی سی تانگی اور
چیری کے شگوفوں کی سی رونق آگئی تھی۔ لگتا تھا خلیل شلبی کے وہ الفاظ دوڑتی خوشیاں
ہیں کہ اس کے لمبوں میں شامل ہو گئے ہوں۔ وہ دریاؤں کے تعاقب میں سنہری دھلوانوں سے
اُڑنے والے آجبار جیسی پرکشش ہو گئی تھی۔ اس کے گالوں کا رنگ خوشی میں ایسا ہو گیا تھا
گو یا کسی جامِ یاقوت میں گلابی رنگ گھول دیئے گئے ہوں۔ پھر اس نے جھومتے ہوئے خلیل
شلبی سے کہا۔ "آپ کو گ کھانا کھائیں۔ میں تھوڑی دیر تک آکر برتن لے جاتی ہوں۔ اونیس
ابہر نکل گئی، خلیل شلبی اور اسمعیل بے کھانا کھا رہے تھے۔



خلیل شلبی کی اس سنجیدگی اور کرب پر وہ بے چاری بھی زخمی شاخوں، مجروح پھولوں
کلیاں میں رکھے بجھے چراغ، آنکھیں مانگتی تاریکی جیسی پریشان اور گلیوں گلیوں اُڑنے کا
کھنڈر آجبار پناہ گاہوں، صراب ہونٹوں کی جستجو جیسی منتشر ہو کر رہ گئی تھی۔ تاہم وہ کسی مہل
مجسمے اور اس پرست لڑکی کی طرح خلیل شلبی کو دیکھے جا رہی تھی جس کی کوئی شکستہ کوئی مسرت
نہ رہا ہو۔

خلیل شلبی نے آہستہ آہستہ گردن سیدھی کی اور اونیس کی طرف دیکھتے ہوئے اس
نے کہا۔ "اونیس! اونیس! مارگن کو اپنے ساتھ لا کر اداس سے یہ کھلو کر کراسے تمہارے
اس طرح کھانا لانے پر کوئی اعتراض نہیں تم نے اچھا نہیں کیا۔ اونیس! کیا اس سے میری تحریریں لوبہ
طبع، ہوس اور لالچ و حرص کا نظارہ نہیں ہوتا۔ اونیس! اونیس! کاش تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔
تمہارے اس اقدام سے میں نہ صرف سائن اور مارگن کی نگاہوں میں گر جاؤں گا بلکہ خود اپنی
ذات کا مجرم بھی بن جاؤں گا۔"

خلیل شلبی کی اس گفتگو پر اونیس اُجلے کی تقسیم، بصیرت کی تیزی جیسی ہو گئی تھی۔
ایسا لگتا تھا۔ فائقوں کو بدروح کر دینے والی آن گنت آنکھیں اس کے سہم سے اُلجھ گئی ہوں۔
چند ثانیوں تک وہ تپتی تپتی چتا سی خلیل شلبی کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "یا امیر!
قسم مجھے اپنے اس رب کی جو آسمانی کتب کو تقدس عطا کرتا ہے۔ آیات و علوم کو ناموس عطا
کرتا ہے اور لوح و قلم پر تمدن کی اساس رکھتا ہے۔

قسم مجھے اپنے اللہ کی جس نے انسان کی خاک میں پیغمبری کا نمیر ڈالا۔ یہ سب آپ کا
حسن ظن ہے۔ میں مارگن کو اپنے ساتھ نہیں لائی۔ وہ خود آیا ہے۔ میرے منہ میں خاک
آگ اگر میں نے سنگنی کی رسم کے بعد اس سے گفتگو بھی کی ہو۔ جو کچھ اس نے کہا ہے انہی صف
سے آکر کہا ہے۔ کیوں کہ وہ بھی آپ سے انتہا درجہ کی عقیدت اور اذیت مندی رکھتا ہے۔
کاش میں آپ کو احترام و عقیدت کی وہ تحریریں پڑھ کر سنا سکتی جو آپ کے لیے میرے دل
میں مرقوم ہیں۔ کاش میری آنکھیں آواز ہوتیں تو میں اپنے سارے راز، سارے جذبے آپ

ہاں نے خلیل شلبی کو اپنے ساتھ لا بٹھایا اور کہا -

”اے فرزند عزیز! تُو نے قازقستان میں کیا خوب کام کیا۔ تُو نے کالکوں اور
بناریوں کے خوشی و رقص کی بساط ان کے مظالم کے صوف و آہنگ، ان کی خونخواری
کے رد کی کک اور ان کی درندگی کی خواہش عالم گیری کو اپنے انقلابی آہنگ و گونج
کے ساتھ کیا مناسب طریقے سے اُٹا -

تُو نے اے فرزند! ایک عمدہ چارہ گرد اور موج تلام کی شورش کی طرح دریائے یومال
کے کنارے کاسکول اور سلاو فلز والوں کو کیا خوب رگیدا اور ادا سے باہر باقاعدہ
یوٹاکر کو شوریہ سرزمین اور موسم کی تشنگی کی طرح بے حال کر دیا -

اے فرزند نیک خو! تیری ساری خبریں تیرے سارے احوال مجھ تک پہنچتے رہے
ہیں۔ میری دعا ہے تو دشمن پر ابر کی طرح برستا رہے۔ تیرا وجدان تیری تربیت کرتا رہے
ان کا گواہ شیشہ گراں میں تیری منطق و حکومت، تیرے تلام کی گودہری رہے اور تو دشمن
کی غفلت میں فوڈ کا حصار بن کر اُترتا رہے۔“

خلیل شلبی نے کہا: ”سیدی! شاید آپ کو خبر نہ ہوئی ہو، میں ماسکو سے بھی ہو کر
آتا تھا۔“

امام شامل نے چونک کر پوچھا: ”کیسے، کب اور کیوں؟“
پھر خلیل شلبی نے وہاں جانے، زار روس نکولاس سے ملنے، آندے مالون کے
ترفع حملے اور واپسی پر بے مروت سے ملاقات کے علاوہ کاسکول اور سلاو فلز کے مراکز
بلکے کی ساری تفصیل سنادی تھی۔

امام شامل نے خوش ہوتے ہوئے کہا: ”یہ یقیناً تم نے ایک بہت بڑا معرکہ سر
بلایا ہے۔ حیرت ہے بے مروت کے آدمی قازان شہر میں بھی کام کر رہے تھے۔ میرا
قبال ہے سلطان قان سری نے بے مروت کے خلاف سخت دعوینہ رکھا تھا۔“

اے فرزند! تم جہاں کہیں بھی قوم و ملت کے غدار دیکھو ان کا خاتمہ کر دو کہ
ان کے غدار خداوندی ہے۔ دینہ کل کو یہی لوگ ہماری معصومیت کو مجروح کریں گے اور



شام ہری بھری پیاس اور زرخیز بھوک کی طرح پھیل گئی۔ ٹھنڈ زاروں میں بھوک کی
شفق نے خلاؤں کے اندر رنگ رنگ کی دھول اُڑادی تھی۔ کُسا رکھ آلو ہو گئے آسمان
پر تیرتے ہوئے سرمئی کاسنی بادل رات کے سیاہ جنگل میں چھپنے کی تیاری کرنے لگے تھے۔

عمری شہر میں امام شامل مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اوطاق میں آکر بیٹھے ہی تھے
کہ اُن کا خادم کشم خان بھاگتا ہوا اوطاق میں داخل ہوا اور اپنی پھولی ہوئی سانسوں میں اس
نے کہا: ”سیدی! سیدی! امیر خلیل شلبی آگئے ہیں۔ ان کے ساتھ سمیل بے بھی ہے۔ امیر
بے امیر خلیل شلبی کے محافظ دستے کو لے کر مہمان خانے کی طرف گیا ہے جب کہ امیر خلیل شلبی
سیدھے آپ کے اوطاق کی طرف آ رہے ہیں۔ میں ان دونوں سے مل کر آ رہا ہوں۔“

امام شامل کے چہرے پر زندگی کی دوامی قدروں اور روح عصر کی سی مسکراہٹ بکھر
گئی۔ اپنی نشست سے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کشم خان سے کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ
خلیل شلبی اوطاق میں داخل ہوا۔

امام شامل تقریباً بھاگنے کے انداز میں اس کی طرف بڑھے اور اسے گلے لگا کر اس
کی پیشانی چومتے ہوئے انہوں نے کہا: ”خوش آمدید فرزند مہربان! خوش آمدید۔ پھر امام

ہماری قبروں کے پیرا غوں سے ہاتھ تاپیں گے۔

منعوفرزند ابے مبت ایک مطرب دسے خوار انسان ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تارکیوں سے نکل کر جالوں میں آگیا ہوں اور سنو! جو بھی شخص اجالوں سے زیادہ زبرد ہوگا آنکھیں اسی کی چکا چوند ہوں گی۔ قوم سے غداری کر کے اس پر امارت کا خزام سوار ہے لیکن ایک روز وقت اسے کسی کوزہ گر کی طرح اپنے دام میں لائے گا۔ اس روز یہ کاسر زر کا غلام اپنی قسمت اپنی تقدیر میں مہ و سال کے بیتاب سیلاب اور تمدن کے غرقاب سفینوں کے علاوہ کچھ بھی نہ پائے گا بے مبت ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی قوم کے گلے پر پھیری جانے والی پھریاں زمزم میں دھو کر کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

امام شامل جب خاموش ہوئے تو خلیل شبلی نے پوچھا۔ ”آندے مالوف کے متوقع حملے سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ کیوں کہ میرے یہاں آنے کی صرف دو ہی وجوہات تھیں۔ ایک آپ سے ملاقات اور دوسرے آندے مالوف کے متعلق صلاح مشورہ۔“

امام شامل نے پوچھا۔ ”تم خود اس بارے میں کیا خیال رکھتے ہو۔“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”میرا دل کہتا ہے۔ آندے مالوف جب آپ پر حملہ آور ہوگا تو روسی مجھے نظر انداز نہ کریں گے۔ وہ مجھے قازقستان میں مصروف رکھ کر آندے مالوف کو آپ کی طرف بڑھائیں گے۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ جب آندے مالوف آپ پر حملہ آور ہوگا تو میں دریائے یورال کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھوں گا اور آندے مالوف جب آپ سے ٹکرائے گا تو میں اس کی پشت پر حملہ آور ہو جاؤں گا لیکن بعد میں مجھے اپنا یہ ارادہ خود ہی کھوکھلا سا لگا۔ اس لیے کہ جب آندے مالوف آپ پر حملہ آور رہا ہوگا۔ روسی اپنے کسی اور شکر کو قازقستان کی طرف بھی بڑھا چکے ہوں گے۔“

امام شامل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے اندازے درست ہیں خلیل شبلی! روسی ضرور ہمارے لیے دو علیحدہ علیحدہ محاذ کھولیں گے۔ لیکن تم آندے مالوف کی طرف سے فکر مند نہ ہو۔ آندے مالوف کی پشت پر سے حملہ آور ہونے کا کام بھی محی الدین سے لوں گا۔ وہ بہت اچھا جرنیل ہے۔ گو وہ میرے پاس تمہاری کمی کو تو پورا نہیں کر سکتا لیکن!

پھر بھی ضرورت کے وقت وہ اپنی جان تک بچا کر دینے والا مجاہد ہے۔“

امام شامل کہتے کہتے خاموش ہو گئے کیونکہ کمرے میں اسماعیل بے اور اس کے ساتھ ایک اور جوان داخل ہوا تھا۔ امام شامل اٹھ کر اسماعیل بے سے بغل گیر ہوئے جب کہ خلیل شبلی اسماعیل بے کے ساتھ آنے والے اس جوان کو گلے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”محی الدین! ابھی ابھی سیدی میرے ہاتھ تمہارے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے۔“

محی الدین نے پرجوش انداز میں خلیل شبلی سے پوچھتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! ایسا لگتا ہے گویا آپ سے کچھ بڑے ہوئے کئی برس ہو گئے ہیں۔“

امام شامل نے اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے محی الدین سے کہا۔ ”محی الدین! تمہارا کیا خیال ہے خلیل شبلی کو قازقستان گئے اگر کئی برس نہیں ہوئے تو کیا اس نے وہاں جا کر اس مدت میں برسوں کا کام نہیں کر دیا۔“

محی الدین نے خلیل شبلی کے ساتھ بیٹھتے ہوئے امام شامل سے کہا۔ ”آپ سچ کہتے ہیں، سیدی!“

خلیل شبلی نے کہا۔ ”سیدی! پھر آپ آندے مالوف کے متوقع حملے سے متعلق کیا فیصلہ کرتے ہیں۔“

امام شامل نے کہا۔ ”آندے مالوف کی طرف سے تم بے فکر ہو جاؤ۔ اگر وہ داغستان پر حملہ آور ہوتا ہے تو میں اور محی الدین اس سے نمٹ لیں گے۔ میں آج ہی جاموسوں کو چوکس کر دوں گا کہ وہ دو روز تک دشمن پر نگاہ رکھیں۔ تم اسے فرزند! اپنی پوری توجہ قازقستان پر رکھو۔ پھر امام رے کے بعد انہوں نے محی الدین کو وہ سب حالات کہہ دیئے جو خلیل شبلی نے ان سے کہے تھے۔“

محی الدین سے سارے حالات کہنے کے بعد امام شامل نے پھر خلیل شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”خلیل شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”خلیل شبلی ہمارے سامنے تو صرف آندے مالوف آرہا ہے جب کہ تمہارے سامنے کالماک، جنگاری، کاسک، سلادفلز اور دوسرے باقاعدہ لشکر ہیں۔ تمہارے لیے ہماری نسبت زیادہ مشکلات ہیں۔“

خمیل شلبی نے کہا۔ "سیدی! میں یہاں زیادہ دیر نہ رکوں گا۔ آج رات کے پچھلے پہاڑوں سے کوچ کر جاؤں گا۔ اب یہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہے کہ آپ اور محمد علی آئندے مالوت سے منٹ لیں گے اور میں قازقان کے دفاع میں مصروف رہوں گا۔"

امام شامل نے کہا۔ "ہاں! یہ امر اب طے شدہ ہے۔ پر تم مجھے یہ بتاؤ تم سلاؤفلز اور کاسکوں کا محل وقوع جاننے کے لیے ماسکو گئے تھے۔ اس میں کیا بے کامیاب بھی رہے ہو۔ اب ان دونوں تحریکوں سے متعلق تم کیا اقدام کرو گے؟"

خمیل شلبی نے کہا۔ "سیدی! سلاؤفلز اور کاسکوں سے میں کسی مناسب وقت پر نمٹوں گا۔ براہ راست قازقان کے پل کو پار کر کے ان سے بمینا انتہائی دشوار اور خطرناک ہوگا اگر ہم دن کو یا رات کے وقت پل کو پار کرتے ہیں تو دشمن کو فوراً خبر ہو جائے گی اور ایسی صورت میں ہمیں بیک وقت تین قوتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک ہزاروں سپاہ پر مشتمل روسی لشکر جو پل کی حفاظت پر مامور ہے۔ دوسرے کاسک اور تیسرے سلاؤفلز والے۔"

میں جب بھی ان سے نمٹوں گا منزلتہ یا ادفا کی طرف سے دریا پار کر کے ان پر ضرب لگاؤں گا۔ مجھے اُمید ہے میں ان کے خلاف کامیاب رہوں گا۔ میرے اپنے انداز کے مطابق سلاؤفلز اور کاسک عسکری قوت میں ایک جیسے ہیں۔ تاہم سلاؤفلز اور کاسکوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں بے مہمت کو وہاں سے نکالنا کہ اور قازقان میں لا کر اس کی غداریوں اور وطن دشمن سرگرمیوں کی سزا ضرور دوں گا۔"

خمیل شلبی خاموش ہو گیا کیوں کہ شتم خاں کھانائے آیا تھا اور صبح خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔ رات کے پچھلے پہر خمیل شلبی اور اسماعیل بے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

امام شامل سے مل کر جاننے کے ایک ماہ بعد خمیل شلبی، ایک روز اپنے دیوان خانے میں اسماعیل بے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت شام گری ۱۲ بج چکی تھی۔ افق پر شفق کے ہونٹوں کی لولہ کی سی سرخی مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک کے جنازے اندھیروں کے جنوبی نقوشوں پر دفن ہو گئے تھے۔ آگ کے بجھے الاؤ اور ساکت جھوم کی طرح ہر شے خاموش تھی۔ آسمان پر

بہار قدم جاری زنجیروں کی طرح اٹھ رہا تھا۔ کائنات کی ہر شے زمین کو نظر انداز کر رہی تھی۔ تیر گنتے ہوئے دُک گئی تھی۔ رات کے اس سیاہ جنگل میں ایک لامحدود زندگی کی ایک اسیری اور صبروں سے روحوں کے جد امجد کی نیند بھری عمت تھی۔

خمیل شلبی اور اسماعیل بے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ حسین ان دونوں کا اہلے آئی۔ ابھی اس نے وہاں کھا ہی تھا کہ خمیل شلبی کا ایک محافظ وہاں تقریباً بھاگتا آیا اور اس نے خمیل شلبی کو مخاطب کر کے کہا۔

وہ امیر! اپنی شمال کی پہلی چوکی کا ایک محافظ سو فار نام کی اس لڑکی کو اپنے ساتھ ہے جس سے متعلق آپ نے حکم دے رکھا ہے کہ وہ جب بھی آئے اسے فوراً آپ کے لایا جائے۔ وہ اور چوکی کا محافظ باہر کھڑے ہیں۔"

خمیل شلبی نے کہا۔ "اسے مت روکا کرو۔ وہ اکیلی ہو یا اس کے ساتھ ہماری چوکی کا محافظ ہو اسے فوراً ہمارے پاس لے کر آیا کرو۔"

وہ محافظ بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ محافظ اپنے ساتھ سو فار اور چوکی کے محافظ کو لے کر آیا سو فار کہتے ہی خمیل شلبی اور اسماعیل بے دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ سو فار کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ خمیل شلبی نے چڑھے کی گدی وار ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ سو فار!"

سو فار جب بیٹھ گئی تو خمیل شلبی نے اپنے اور چوکی کے محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم دونوں جاؤ۔"

جب وہ دونوں چلے گئے تو اسماعیل سو فار کے پاس بیٹھ گئی اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سو فار! میری بہن! میں انہیں ہوں۔ ایک بار تم سے پہلی چوکی کے وقت ملاقات ہو چکی ہے جب امیر خمیل شلبی پہلی بار تمہیں دریا کے اس پار لے کر لے گئے۔ میں اس حویلی میں رہتی ہوں اور میرے ذمے امیر خمیل شلبی اور اسماعیل بھائی کا اناکار کرتا ہے۔"

سوفار نے مسکراتے ہوئے کہا - "میری بہن! میں تمہیں خوب پہچانتی ہوں۔"

نام اونیس ہے۔ بلکہ جس طرح امیر خلیل شلہی نے مجھے بتایا تھا۔ تمہارے باپ کا نام "ساکھن" ماں کا نام نارسس ہے اور تم برطانوی نسل کی مسلمان ہو۔ تمہارے ماں باپ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ہاں تم اور تمہارا منگیترا مارگن اسلام قبول کر چکے ہو کیا میری یاد تازہ درست نہیں ہیں؟

سوفار کا لباس گیلیا ہونے کے باوجود اونیس نے اسے اپنے ساتھ لٹایا اور کہا "سوفار! سوفار! بھدا تم ایک عظیم لڑکی ہو۔ میں اس گھر کو سلام کرتی ہوں جس میں تم رہتی ہو، ان جولان گاہوں کو جہاں تم اپنا گھوڑا دوڑاتی ہو، ان وادیوں کو جہاں تم بکریاں چراتی ہو اور ان راستوں کو سلام کرتی ہوں جن سے ہو کر تم ادھر آئی ہو۔ جو طرح تم دریائے یورال عبور کرتی ہو واللہ ایسا ہر لڑکی نہیں کر سکتی۔"

سوفار نے مسکراتے ہوئے کہا - "اونیس! اونیس! تم تو میری بیل تعریف کرنا لگوں گی۔ روس کے جنرل ٹاڈل مین اور اسکار لیٹ عظیم شکر لے کر قازقان کی طرف ہو گیا میں نے کوئی بہت بڑا معرکہ نہ کر لیا ہے۔ میں نے تو ابھی اپنی قوم اپنی ملت کی خدمت کرنے کی ابتدا کی ہے۔ رہا سوال اس وقت اکیلے دریا عبور کرنے کا تو یہ ایک ہولناک مزدور لگتا ہے لیکن جب میں اپنے کام کی نوعیت اور اس کی افادیت سامنے رکھتی ہوں تو یہ صداقت پرستی کے جذبے میرے سارے خوف اور رکاوٹیں آگ کے سامنے دھوئیں کی طرح اڑ جاتے ہیں۔ کاش! میں اپنی سرزمین، اپنے مذہب اور اپنی ملت کے لیے اس بڑھ کر کوئی کام انجام دے سکتی۔"

اونیس نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا - "کاش! تمہاری جگہ میں ہوتی۔"

سوفار نے درزیدہ فصول جیسی رعنائی میں کہا - "تم مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہو کر تم امیر خلیل شلہی جیسے عظیم مجاہد کی خدمت کرتی ہو۔"

سوفار کی پھر اس نے خلیل شلہی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا - "یا امیر!"

آپ کے لیے انتہائی اہم خبریں لے کر آئی ہوں۔ روسی جنرل آندے سے مل کر ایک جبران کے ساتھ امام شامل پر حملہ آور ہونے کے لیے داغستان کی طرف کوچ کر چکا ہے۔ وہ امام

ہو کے میں رکھ کر داغستان کے لیے سائل کھڑے کرنا چاہتا ہیں۔

بظاہر روسی زار نکولاس ہی تا فردے گا کہ صرف آندے مالوف داغستان پر حملہ آور ہو رہا ہیں۔ لیکن آندے مالوف اپنے لشکر کے ساتھ جا رہا ہیں جاکر رگ جائے گا اور پھر کچھ دن بعد ان فوجوں کی سرکردگی میں ماسکو سے ایک اور لشکر روانہ ہوگا۔ یہ لشکر فروسن کی کمانداری میں بظاہر صرف راتوں کو سفر کرتا ہوا داغستان کی طرف بڑھے گا۔

یہ دونوں جنرل امام شامل کو مجبور کریں گے کہ وہ جنوبی قفقاز کے کھلے میدانوں میں سے جنگ کریں۔ بظاہر آندے مالوف ہی اپنے لشکر کے ساتھ امام شامل کے مقابلے کے لیے نکلا، پر فزوسن گھات میں بیٹھا ہے گا اور مناسب وقت پر وہ امام شامل کے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو کر جنگ کے نتائج کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے گا۔

یا امیر! یہ خطرات تو داغستان کے لیے ہیں۔ اب میں آپ سے قازقان سے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔ روس کے جنرل ٹاڈل مین اور اسکار لیٹ عظیم شکر لے کر قازقان کی طرف ہو گیا میں نے کوئی بہت بڑا معرکہ نہ کر لیا ہے۔ میں نے تو ابھی اپنی قوم اپنی ملت کی خدمت کرنے کی ابتدا کی ہے۔ رہا سوال اس وقت اکیلے دریا عبور کرنے کا تو یہ ایک ہولناک مزدور لگتا ہے لیکن جب میں اپنے کام کی نوعیت اور اس کی افادیت سامنے رکھتی ہوں تو یہ صداقت پرستی کے جذبے میرے سارے خوف اور رکاوٹیں آگ کے سامنے دھوئیں کی طرح اڑ جاتے ہیں۔ کاش! میں اپنی سرزمین، اپنے مذہب اور اپنی ملت کے لیے اس بڑھ کر کوئی کام انجام دے سکتی۔"

اس کے علاوہ روسی وزیر ایگنر انڈر شمالی کوہستان یورال کے بدھ قبائل کا ملک اور مغربیوں کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور وہ انہیں ایک تنظیم کے ساتھ منزلہ شہر پر حملہ آور ہونے پر تیار کرے گا۔ روسی اس جنگ کو داغستان اور قازقان پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوج سمجھ کر لڑیں گے اور یہ جنگ تقریباً ایک ماہ بعد شروع ہوگی۔

خلیل شلہی نے توصیفی انداز میں سوفار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - "سوفار! سوفار! فوج انتہائی اہم اور کام کی خبریں لے کر آئی ہے۔ ابھی خبریں تجھے کس طرح اور کہاں سے ملے گی؟ تم میرے اندازوں سے بڑھ کر سرگرم ثابت ہوئی ہو۔"

سوفار نے کہا۔ یا امیر! یہ سب کچھ شیخ شہاب الدین المرجانی کی وجہ سے
خلیل شلبی نے چونک کر پوچھا۔ شیخ المرجانی کی وجہ سے۔ لیکن وہ کیسے
سوفار نے کہا۔ یا امیر! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ شیخ المرجانی روسی مقبوضہ علاقوں
عیسائی مشنریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ وہ میرے بابا کے پارلر
والے ہیں اور ہمارے ہاں ان کا اکثر آنا جانا ہے۔ چند دن پہلے جب وہ ہمارے پاس
توئیں نے ان سے آپ کے لیے کام کرنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے میری بڑی تعریف کی
وہ آپ کے بڑے معتمد ہیں۔

سوفار ذرا رک کر پھر کہہ رہی تھی یا امیر شیخ المرجانی نے اس کام میں میری
کا وعدہ کیا اور یہ وعدہ انہوں نے خوب وفا کیا۔ وہ اس طرح کہ ہماری بستی سے مورا
ریمل شمال میں یہودیوں کا ایک ٹھکانہ ہے۔ وہاں ایک بوڑھا یہودی کہ جس کا نام سولہ
شراب خانہ چلاتا ہے۔ شراب خانے میں اس کی بیٹی بھی اس کے ساتھ کام کرتی
اس کا نام لودکیہ ہے۔

شیخ المرجانی کی تبلیغ سے دونوں باپ بیٹی مسلمان ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں
بیٹی شراب خانے کا کام ترک کر کے روزی کا کوئی باعزت سلسلہ شروع کرنے
ارادہ رکھتے تھے کہ شیخ المرجانی سے جب میں نے آپ کے لیے کام کرنے کا ذکر کیا
شیخ نے ان دونوں باپ بیٹی کو شراب خانے کا کام جاری رکھنے کا مشورہ دیا
انہیں یہ بھی کہا کہ وہ میرے ساتھ رابطہ رکھیں اور مقبوضہ علاقے کی تمام خبریں مجھ تک
رہیں۔ شیخ ایک بار ان دونوں باپ بیٹی کو ہمارے گھر بھی لے کر آئے تھے۔
خلیل شلبی نے بڑی جستجو سے پوچھا۔ لیکن وہ دونوں باپ بیٹی ایسی خبریں
سے حاصل کرتے ہیں۔

سوفار نے ہلکی ہلکی سہانی مسکراہٹ میں کہا۔ یا امیر! آپ بے چینی کا
کریں۔ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ سولہ اور لودکیہ شراب
چلاتے ہیں۔ روسی افواج کے باقاعدہ لشکری، سلاو و فلز اور کاسک تنظیم کے جنگ

سوفار نے ہلکی ہلکی سہانی مسکراہٹ میں کہا۔ یا امیر! آپ بے چینی کا
کریں۔ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ سولہ اور لودکیہ شراب
چلاتے ہیں۔ روسی افواج کے باقاعدہ لشکری، سلاو و فلز اور کاسک تنظیم کے جنگ

سوفار نے ہلکی ہلکی سہانی مسکراہٹ میں کہا۔ یا امیر! آپ بے چینی کا
کریں۔ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ سولہ اور لودکیہ شراب
چلاتے ہیں۔ روسی افواج کے باقاعدہ لشکری، سلاو و فلز اور کاسک تنظیم کے جنگ

سوفار نے ہلکی ہلکی سہانی مسکراہٹ میں کہا۔ یا امیر! آپ بے چینی کا
کریں۔ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ سولہ اور لودکیہ شراب
چلاتے ہیں۔ روسی افواج کے باقاعدہ لشکری، سلاو و فلز اور کاسک تنظیم کے جنگ

تھے۔ چند بانیوں تک سب خاموش رہے۔ پھر خلیل شبلی نے پوچھا۔ تم دونوں اس بار میں کیا فیصلہ کرتے ہو؟

نامق سری نے کہا۔ ہمارا کوئی فیصلہ نہیں یا امیر! اس معاملے میں جو آپ کا حکم ہوگا۔ وہی میرا اور خانوت کا فیصلہ ہوگا۔

سوچتے ذہن کے لہروں کی طرح خلیل شبلی نے اپنی گردن چند ثانیوں تک جھکے رکھی پھر اس نے نامق سری اور خانوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسماعیل بے! آنے والی صبح یہ سارے حالات امام شامل سے کہنے داغستان کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ تاکہ وہاں میں بیٹھنے والے روسی لشکر سے چوکتا رہیں۔ تم دونوں منزلہ اور اودنا کی طرف قاصد بھیجا دو۔ میری طرف سے فزنان اور دولگر کو کو تنبیہ کر دو کہ وہ متوقع حملے سے نمٹنے کے لیے اپنی جنگی تیاریوں سے دن رات کو ایک کر دیں۔

ان دونوں کو پیغام بھجواد کہ وہ کالمکوں، جنگاریوں اور باقاعدہ روسی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی اپنی شہر پناہ پر پتھروں اور تیرہوں کے ڈھیر لگا دیں۔ شہر کے اندر لکڑی کے انبار لگا دیں۔ اس لکڑی کو پانی گرم کرنے کے لیے کام میں لایا جائے گا۔ یہ کھولتا پانی اور اس سے جو لکڑی کے انکارے نہیں گئے یہ دونوں چیزیں فسیل کے اوپر سے دشمن کی سپاہ پر پھینکی جائیں گی۔ مٹی کے دستہ لگے کھلے مٹے والے ایسے برتن تیار کیے جائیں جن میں کھولتا پانی اور انکارے بھر کر دشمن پر پھینک دیے جائیں۔

یاد رکھو! ہمارے لیے یہ ایک انتہائی اہم اور پُر از عذاب مرحلہ ہوگا اور یہ ہماری توجہ ہمارے عزم اور ہماری مہارت کا امتحان بھی ہے۔ خداوند دو جہاں جو کارسانوں کے لیے ایک رات روانائی ہے ہماری نصرت و مدد کرے گا۔ ان دونوں کو یہ بھی کہنا بھجواد کہ اپنے علاقے میں نئے جوانوں کو عسکری تربیت دے کر اپنے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ کریں۔

نامق سری! جنگ کی صورت میں تم مستقل طور پر قازان میں رہو گے اور شہر کا دلا تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ میں اور خانوت دونوں ہنگامی حالت میں رہا کریں گے اور

ایک ادا خان منزلہ میں سے جہاں بھی ضرورت ہوئی ہم وہاں ہوں گے۔ ویسے میرے یا خانوت کے لیے کوئی ہر وقت اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے پاس رہا کرے گا۔ یہ معاملہ تو طے ہوا، اب تم سے یہ کہنے والا ہوں کہ میں ابھی سو فار کے ساتھ دریائے یورال کے اس پار جا رہا ہوں۔ میں بے بہت کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گا اور گناہوں کی اس امیر بیل کو یہاں لاکر گا۔

نامق سری نے فکر مندی سے کہا۔ یا امیر! رات کے اس وقت آپ کا اکیلے اپنے پوتل کے اس پار جانے سے میرے دل پہ بوجھ بنتا ہے۔

خلیل شبلی نے کہا۔ تم فکر مند نہ ہو مجھے وہاں کوئی خطرہ نہیں، میں بہت جلد رات آؤں گا۔ اسماعیل بے! اپنی چوکی تک میرے ساتھ جائے گا اور وہاں رک کر میرا انتظار کرے گا۔ اب تم دونوں جاؤ جا کر آرام کرو۔ میں جب بے بہت کو لایا تمہیں بتا دوں گا۔ نامق سری اور خانوت خلیل شبلی کے کہنے پر اٹھ کر چلے گئے۔ خلیل شبلی نے

اس بار ادنیس سے کہا۔ ادنیس! تم بھی جا کر آرام کرو۔

ادنیس بھی چلی گئی۔ خلیل شبلی نے اپنا جنگی لباس پہنا۔ پھر وہ اسماعیل بے اور سو فار کے ساتھ اسماعیل میں آیا۔ خلیل شبلی نے سو فار کو اپنے گھوڑے پر بٹھا یا خود وہ اسماعیل بے کے ساتھ اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ اسی طرح وہ حویلی سے نکل گئے تھے۔

جب وہ تینوں اپنی چوکی میں داخل ہوئے تو سارے محافظ اور ان کا سرخیل اٹھ کھڑا ہوا اور انہوں نے دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ لی تھیں۔ خلیل شبلی نے سو فار کے لیے دریا کی طرف جلتے ہوئے کہا۔ اسماعیل بے! میرے آنے تک میرا نہیں انتظار کرو۔ اسماعیل بے وہاں جلتی آگ کے پاس بیٹھ گیا۔ محافظوں نے دونوں گھوڑوں کو اسماعیل میں باندھ کر چارہ ڈال دیا۔

خلیل شبلی نے دریائے یورال کے کنارے کھڑے ہو کر سو فار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ سو فار! سو فار! سولاک اور لو دیکھ دوںوں باپ بھٹی اپنا شہر اب خانہ کس

وقت تک کھلا رکھتے ہیں۔

سوفار نے کہا۔ ”وہ شراب خانہ عشاء کی نماز کے بعد تک کھلا رکھتے ہیں۔ اگر آپ نے ان سے ملنا ہوا تو یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔ شراب خانہ بند ہونے کے بعد بھی ان سے مل جاسکتا ہے۔ کیوں کہ شراب خانے کے پھوپھو اڑے میں ان کی رہائش بھی ہے۔ وہ صرف دو ہی فرد ہیں باپ اور بیٹی۔“

سوفار نے ذرا رک کر پھر کہا۔ ”ویسے اس وقت تو شاید آپ شیخ المرجانی سے بھی مل سکیں گے۔ کیوں کہ جب ہیں آپ کی طرف آنے کے لیے روانہ ہوتی تھی تو شیخ المرجانی ہمارے ہاں ہی تھے۔ میں کھانا تیار کر کے دے آئی تھی۔ میرا خیال ہے وہ کھانا کھا کے بعد ابھی تک گئے نہ ہوں گے بلکہ ابھی تک ہمارے گھر پر ہی ہوں گے۔“

یا امیر! ایک لحاظ سے شیخ المرجانی قابل تقلید اور تعریف ہیں کہ وہ نماز مشنریوں کے مقابلے میں انتہائی بے خوفی و بے باکی سے اپنا تبلیغی فرض ادا کرتے ہیں اور پھر کسی کے ہاں قیام بھی نہیں کرتے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ راتیں بھر میں بسر کرتے ہیں۔ تاہم مقبوضہ علاقوں کے مسلمان اپنا فرض جان کر ان کی خدمت کرتے ہیں اور اکثر لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب انہیں شیخ المرجانی اور ان کے ساتھیوں کا کھانا پکانے کی سعادت حاصل ہوگی۔ اس لیے شیخ المرجانی اور ان کے ساتھی اپنی زندگی سے بے فکر ہیں۔ لوگ انہیں ضرورت کی ہر شے مہیا کرتے ہیں۔

یا امیر! میں ایک بات سے پریشان اور خوفزدہ ہوں کہ آپ بے محبت گریح و ہاں سے نکال کر لائیں گے۔ جب کہ آپ اکیلے بھی ہیں اور بے محبت مسلمان فلز والوں کے شہر میں ہے۔ جہاں داخل ہونا اور پھر نکلنا اور وہ بھی بے محبت کے ساتھ، یا امیر! یہ ایک بظاہر ناممکن کام لگتا ہے۔“

خلیل شلبی نے ”تم فکر مند نہ ہو، میں نے اس ناممکن کو ہی تو ممکن بنانا ہے آؤ اب دریا پار کریں۔ سوفار خلیل شلبی کے پیچھے پیچھے دریا میں اتر گئی تھی۔ گریز پالات میں خلیل شلبی اور سوفار رستے کو پکڑ کر دریا پار کر رہے تھے۔“

دون طرف ایک محبوب سی سرد گرم پھیلی تھی۔ محبتوں سے نا آشنا جھللاتے سنا دوں پائیں فضاؤں کے اندر نور کا جال بن رہی تھیں۔ دریا میں زیر لب کسی گیت کی طرح بدل کی توڑ پھوڑ جاری تھی۔ نیلگوں آسمان کی دستیں سراپوں کے فاصلوں سے نکل کر تھیں، خلیل شلبی اور سوفار نے جوں ہی دریا پار کیا اور وہ کھنکھتے ساحل پر اترے ایک خزاں میں غم دریا کے کنارے درختوں کے ایک جھنڈ کے پیچھے سے شب کی لڑائی فضاؤں میں ایک مولناک آواز ابھری۔ کسی نے خلیل شلبی اور سوفار کو دیکھ لیا تھا اور اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ”مٹھرو! تم دونوں کون ہو؟ اگر جھگڑنے کی کوشش کی تو میرے تیر زہریلے اور میرا نشانہ بے خطا ہے۔“

بلک جھپکتے ہیں خلیل شلبی نے اپنی بیٹی سے اپنی ڈھال اتار کر اپنے سامنے کر لی تھی اور ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار کھینچ لی تھی۔ موتیے کی طرح نرم و شو، برگ نیلوفر اور حشیم نرگس جیسی حسین سوفار کی حالت خالی کشکول اور دلِ افسردہ کے دوسوں جیسی ہو گئی تھی۔ خلیل شلبی کو وہ کوئی اپنے ساتھ درو آشنا فرشتہ جان کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

خلیل شلبی کے چہرے پر وقت کی شوریدہ سری اور قطرہ قطرہ زہر برساتے جذبات بھر گئے تھے۔



کے ہنکے لگاتے ہیں اور شعور میں لہو لہان آوازوں کو ان کی گویائی دیتے ہیں۔ ہم وہ لوگ
 وطن کے بدن سے محبت کرتے ہیں اور دشمن کو کنکر کنکر لہو کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم
 ان کے لیے فرشتوں کے سجدوں کا بھرم رکھنے والے، منیرانِ جمال قائم کرنے والے و
 معذروں کو ساحلوں سے ملانے والے ہیں۔
 خلیل شلبی نے پھر سچائیوں کے گوہر تراشتی آواز میں پوچھا۔ پر تم ہم سے

کیا چاہتے ہو۔

دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ ”ہم سوفار کے محافظ ہیں اگر تم یہ سمجھتے
 ہو کہ اس پر قابو پا کر تم نے ایک معرکہ کر لیا ہے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ سوفار ہماری
 ہی ہے۔ اس کی آزادی اس کی رہائی کی خاطر ہم دھوئیں میں آگ لہو میں زنگ کی
 دھار لگا دیں گے۔ تمہارا جسم کیسا ہی بٹا ہوا کیوں نہ ہو ہم اس سے تمہارے دل کو ادھیڑ
 دیں گے اور عمر بھالے جانے والے دعدوں کی طرح تمہاری آوازوں کو ہم کاٹ دیں گے
 ہم نہیں جانتے تم کون ہو، پر چاندنی کے ساتھ چاندنی اور اپنے شکار کے ساتھ اس
 کے محافظوں کی بھی امید رکھا کرو۔ سوفار کو چھوڑ دو ورنہ ہم وقت کا تھوڑا اور دھڑل
 بکاتی آگ کی طرح تم پر نازل ہوں گے۔

خلیل شلبی چند ثانیوں تک خاموش رہا۔ ان گنت آسمانوں پر داغا ہوا چاند
 خاموشی سے چادرِ کائنات پر چاندنی کے پھول گرا رہا تھا۔ پھر خلیل شلبی نے سوفار سے
 پوچھا۔ ”سوفار! سوفار! کیا تم جانتی ہو یہ کون لوگ ہیں جو تمہارے محافظ اور بھائی ہونے
 کا دعویٰ کر رہے ہیں۔“

سوفار نے اپنی پریشانی سی آواز میں کہا۔ ”یا امیر! میں نہیں جانتی یہ کون
 لوگ ہیں۔“

خلیل شلبی کچھ کہنے والا تھا کہ چار مسلح جوان دریا کنارے کے خزاں زندہ
 درختوں کے جھنڈے نکلے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ ”سوفار بہن! تمہارے ساتھ
 یہ کون ہیں جنہیں تم یا امیر کہہ کر پکار رہی ہو۔ ہم شیخ الرحمانی کے ساتھی ہیں اور تمہاری



خلیل شلبی نے اپنی ڈھال اپنے سامنے ہی رکھی اور تلوار بھی اس نے بائیں ہاتھ میں لے
 لی۔ پھر اس نے سوفار کو اپنے دائیں ہاتھ میں اُچک کر پُر جوش روجوں، نوائے راز اور
 نقشِ ماویا کی طرح شب کے اندھیروں کی یورش میں ایک چٹان کے پیچھے چھلانگ لگا دی تھی۔
 سوفار کے چہرے پر ابھی تک دریاؤں کی نمی سے نا آشنا زمین کی طرح احساسِ اورد
 پریشانی تھی حالانکہ خلیل شلبی اسے اُچک کر اور ایک چٹان کی اوٹ میں چھلانگ لگا کر
 اسے محفوظ کر چکا تھا۔ پھر بھی اس کی حالت ایسی تھی جیسے اس کے وجدان کے سارے گوہر
 گم ہو گئے ہوں۔ شاید وہ ایسے خطرات سے پہلی بار دوچار ہو رہی تھی۔

چٹان کی اوٹ میں ہو کر خلیل شلبی سنبھلا پھر ان چٹانوں کے بے نیاز سکوت کے
 اندر اس کی کرب آفرینش جیسی آواز بلند ہوئی۔ ”تم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو۔“
 سرسئی شام کی فضلے دہر کی بیگانگی میں ایسا لگتا تھا جیسے خلیل شلبی کی آواز
 میں چشم و نظر کو شکستہ اور بدن کو لہو لہو کر دینے والے دھارے ہوں۔ جواب میں کسی کا
 آواز سنائی دی۔

”ہم وہ لوگ ہیں جو وحدت کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ زخموں میں تقریظ

حفاظت کی خاطر ادھر آئے ہیں۔

خیل شلبی نے فوراً اپنی ڈھال اپنی پشت پر ڈال لی۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی تلوار نیام میں کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”میں خلیل شلبی ہوں۔ تم لوگوں نے حماقت کی جو اس طرف چلے آئے۔“

وہ چاروں بھاگ کر آگے بڑھے اور خلیل شلبی سے مصافحہ کرنے لگے۔ سوفار بھی اٹھ کر خلیل شلبی کے پہلو میں کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر ان میں سے ایک نے عقیدت و احترام کے ساتھ خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”یا امیر! آپ کے اس وقت یہاں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو اس طرح دیکھنے کے اس طرف نہیں آنا چاہیے۔ آپ مسلمانوں کے لیے زندگی اور حسن فطرت کے ہیں۔ آپ ہمارے لیے جواں بہاروں کا سبزہ زار ہیں۔“

یا امیر! آپ ہمارے لیے نایاب تلامذہ، ساحلوں کے نقیب، آندھروں کا قائد اور خیموں کے غلیف ہیں، یا امیر! آپ احتیاط برتا کریں۔“

خیل شلبی نے نرم اور شفقت آمیز لہجے میں کہا۔ ”تم لوگ میرے متعلق نا منینہ ہو۔ مجھے ان کو بہت مانوں کے اندر داخل ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہے لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے ادھر آنے کا کیا مقصد و مدعا ہے۔“

اسی جوان نے پھر کہا۔ ”یا امیر! شیخ المر جانی سوفار کے باپ احمد مردانہ پاس کے ہوئے ہیں۔ احمد مردانہ نے انہیں رات اپنے ہاں گزارنے پر آمادہ کر لیا ہم لوگ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ احمد مردانہ کے گھر کے ایک کمرے میں بزمِ بوریات محسوس کر رہے تھے۔ سوفار بہن چونکہ ہماری موجودگی میں آپ کی طرف سے کسی لیے رعایت ہوئی تھی لہذا ہم چاروں اپنے دوسرے ساتھیوں سے صلاح مشورہ کر کے اس طرف چلے آئے۔ ہمارا اس طرف طرف آنے کا مدعا یہ تھا کہ ہم سوفار پر نگاہ رکھیں گے اور اسے اپنی نگرانی میں لے کر گھر جائیں گے۔“

ہم نے جب سوفار کے ساتھ آپ کو دیکھا تو ہم یہ سمجھے کہ شاید کسی

بے عید کا علم ہو گیا ہے جو آپ نے اس دریا میں باندھ رکھا ہے اور کوئی رستے کے ذریعے دریا کے اندر جا کر سوفار کا انتظار کرتا رہا ہے اور اب اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”تم لوگ کیسے احمق اور نادان ہو۔ تم لوگوں نے یہ تو سوچا تھا کہ اگر کسی نے سوفار پر قابو پا لیا ہوتا تو کم از کم اس نے اسے پکڑ رکھا ہوتا یا اس کے ہاتھ ہی جکڑ رکھے ہوتے۔ سوفار کے میرے ساتھ آنا دمی اور بے تکلفی سے چلتے ہوئے بھی تم نے یہ اندازہ نہ لگایا کہ سوفار کے ساتھ کوئی اس کا ہمدرد ہی ہو سکتا ہے۔“

اس جوان نے کہا۔ ”یا امیر! اس طرف سے سوفار کے ساتھ کسی کے آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ لہذا ہم اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ ہم اپنے رویے پر نادم ہیں اور مذمت خواہ ہیں۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”دوبارہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ تم لوگوں کا یوں اس طرف آنا اس رستے کے راز کو فاش کر دے گا اور اگر رستے کا راز فاش ہو گیا تو سن رکھو تم سوفار کو خطرے میں ڈال دو گے اور مجھے امید ہے تم لوگ نہیں چاہو گے کہ ایسا ہو۔“

اس جوان نے کہا ہم پھر کبھی اس طرف نہ آئیں گے ہم کیسے پسند کریں گے کہ ہماری بہن سوفار کسی خطرے سے دوچار ہو۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”اب تم لوگ جاؤ۔ ہم دونوں تمہارے پیچھے فاصلہ رکھ کر آئیں گے۔ ہم سب کا بستی میں اکٹھے داخل ہونا مناسب نہیں ہے۔“ وہ چاروں خیل شلبی کے کہنے پر وہاں سے چلے گئے۔ خیل شلبی اور سوفار وہاں تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہے۔ پھر وہ بھی بستی کی طرف چارہے تھے۔

سوفار کے ساتھ جو بہن خلیل شلبی سوفار کے گھر داخل ہوا بیرونی دروازے کے قریب ہی احمد مردانہ اور شیخ شہاب الدین المر جانی نے اپنے ساتھ بیٹھا لیا۔ پھر وہ دونوں خیل شلبی کو دیوان خانے میں لائے اور شیخ المر جانی نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”میں قازقستان کے اپنے خیر دل حکمران کو اس علاقے میں خوش آمدید

کہتا ہوں۔ امیر! میرے چار جوان سوفا کو حفاظت سے لانے گئے تھے انہوں نے واپس آکر مجھے بتایا تھا کہ سوفا کے ساتھ آپ بھی آرہے ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ نے رات کے اس وقت دریا کے اس طرف آنے کی زحمت کیوں اٹھائی اور سوفا یوں اکیلے اور تنہا۔

خلیل شبلی نے کہا: میں آج رات بے بہت کہلنے ادھر آیا ہوں۔

شیخ المر جانی نے فکر مندی اور پریشانی میں کہا۔ "یا امیر! میرا مشورہ ہے کہ اس کام سے باز رہیں۔ بے بہت سلاؤ فلز والوں کے شہر میں رہتا ہے۔ اس شہر میں آپ کا داخلہ ہونا مشکل اور وہاں سے بے بہت کو لے کر نکالنا ناممکن ہے۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "یا شیخ! میں خلیل شبلی آج اس ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دوں گا۔" اسی لمحہ سوفا اندر داخل ہوئی۔ وہ اپنا لباس بدل چکی تھی اور بھیگے لباس کی جگہ وہ نئے سفید لباس میں نغموں کے سحر سے مسحور، لبریز شیشہ سے لگائی جاڑ کی چاندنی، عنبرین شام کا فائز نور، فوہاروں کا سرخ آنچل اور برگ ریزل کی نکھری نکھری بکھری بکھری چاندنی لگ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک فالتو لباس تھا اور خلیل شبلی کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "یا امیر! آپ اپنا گیلہ لباس اتار کر یہ پہن لیں۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "یہ کوئی اندیشہ اور خدشہ کی بات نہیں ہے۔ سلاؤ فلز والوں کا سالار خوشکی اور بے بہت دونوں بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کریں گے۔ ایک راز ہے کہ وہ میرا استقبال کیوں کریں گے اور یہ راز میں ابھی نہیں کسی اور مقام پر آج آپ دونوں سے کہہ سکتا ہوں۔"

سوفا باہر نکلتی ہوئی بولی "یا امیر! میں آپ کے لیے گھوڑا تیار کرتی ہوں۔"

سوفا کے جانے کے بعد اس کے باپ احمد مروان نے خلیل شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "یا امیر! یہ روس والے داغستان اور قازقستان کے خلاف عنقریب جو بڑے حملوں کی ابتدا کرنے والے ہیں اس سے تعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

خلیل شبلی نے کہا۔ "روسیوں نے داغستان اور قازقستان میں داخل ہونے کا کوشش کرتی ہے اور ہم نے انہیں وہاں سے بھگانے کی کوشش کرنی ہے اور مجھے ایسے، ہمارا رب ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے گا۔"

احمد مروان نے دُکھ سے کہا۔ "یا امیر! کبھی کبھی جب میں یہ سوچتا ہوں کہ دریا کے پار کے اس طرف کا علاقہ بھی کبھی قازقستان کی مملکت میں شامل تھا اور یہ کہ روس نے اس پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا تو ایسا لگتا ہے جیسے ہماری سرزمینوں کے لباس ریزہ ریزہ، گیتوں کا رنگ مدھم، اشجار وطن کی شاخیں بیدہ، تنہاؤں کا رس خود بستا اور

خلیل شبلی نے ذومعنی سی مسکراہٹ میں کہا۔ "میں یہاں اعتراضات کرنے نہیں آیا۔ سوفا! کیا ایسا ممکن ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے یہاں سے ایک گھوٹالہ جا اس گھوڑے کی زمین کے نیچے کوئی ایسی رنگ دار چادر ڈال دی جائے جو گھوڑے کے گھٹنوں تک کے حصے کو ڈھانپ لے اور اس چادر میں زمین کے تنگ کے لیے دو سو داغ کر دیئے جائیں تاکہ چادر نیچے لٹکتی رہے اور اس گھوڑے کی خرچین میں کچھ ریشیاں بھی ڈال دی جائیں اور پھر گھوڑے پر کچھی چادر کو یوں بھگو دیا جائے جیسے میں اس گھوڑے سے ہی دریائے یورال پار کر کے اس طرف آ گیا ہوں۔ اس گھوڑے پر سوار ہو کر میں سلاؤ فلز والوں کے شہر میں داخل ہوں گا۔ بے بہت

ہم ساری عمر جاگ سکتے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کے آنے تک ہم جاگ کر آپ کا انتظار کریں
نے اور یہ بیداری، یہ انتظار کیسا سعادت بھرا ہوگا۔“
خسب شلبی جھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

لالہ گوں روشنی کی طرح ساکت اور سایوں کی طرح منجمد رات میں خسب شلبی اس کمریلے
راتے پہاڑی گھوڑے کو دوڑا رہا تھا جو سوفا کی بستی سے یہودیوں کے غیتوں کی طرف جاتی تھی۔
رات کے سیاہ پوش سایوں میں نزاں کے برہنہ درخت، لطیف چاندنی میں سسکتے پھولوں
کی باس اور بہاروں کے اولین نغمے اور صبح کی روشنی کے لیے نوحہ خواں تھے۔ کارگاہوں کے
دھڑیں جیسی کمریلی فضاؤں میں کسی مہراز آشنا کی طرح نیلگوں و سعتیں چپ تھیں۔
خسب شلبی غیتوں کے مغربی حصے میں سولاک اور لودیکہ کے شراب خانے کے پاس آیا۔
ملنے سے شراب خانے کی طرف جانے کے بجائے وہ پھوڑے میں سکونتی حصے کی
طرف گیا اور وہاں گھوڑے سے اتر کر اس نے دروازے پر دستک دی۔ پر کسی نے
دروازہ نہ کھولا۔ کچھ انتظار کے بعد اس نے پھر دستک دی لیکن دروازہ پھر بھی بند ہی
رہا۔ آخر اس نے تیسری چوٹھی پھر یا چوٹی بار دستک دی پھر دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے
والی لڑکی تھی۔ سرخ بلور پر مرقوم حروف، پھلے نیلم اور سراب ہونٹوں کے ساغر کی طرح
صمیم تھی۔

دروازہ کھولتے ہی اس لڑکی نے بیزاری سے کہا۔ ”آپ کون ہیں اور سامنے
کی طرف سے کیوں نہیں آئے۔ یہ سکونتی حصہ ہے اور اس طرف کے دروازے ہم کسی
کے لیے نہیں کھولتے۔“

خسب شلبی نے کہا۔ ”میں ایک ایسا مسافر ہوں جسے اس رات سے ہی آنا
چاہیے تھا جس طرح سوفا نے مجھے بتایا ہے اس کے مطابق اگر میں غلطی پر نہیں تو
نام لودیکہ ہے۔“

لودیکہ کسی صوفشاں خواب آمیز منظر اور سرنگوں مضمحل ہی ٹپ ٹپ ٹپ

دل کا ٹپٹپ ہو گئے ہیں۔

پھر احمد مروان ان مظالم کی داستان سنا رہا تھا جو وسیلوں نے اس علاقہ
پر قبضہ کرتے وقت ڈھائے تھے۔ احمد مروان ابھی اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے
تھا کہ سوفا اندر داخل ہوئی اور خسب شلبی سے اس نے کہا۔ ”یا امیر! آپ کے لیے گھر
تیار ہے۔“

خسب شلبی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔ ”میں بہت جلد بے محبت کو لے کر یہاں
آؤں گا۔“ خسب شلبی اٹھ کر باہر آیا۔ اس نے دیکھا کہ مکان کے بیرون دروازے
کے قریب گھوڑا کھڑا تھا۔ اس پر نیلے رنگ کی چادر زین کے
اور اس میں سوراخ کر کے زین کے تنگ اس کے بیچ میں سے نکال دیئے گئے تھے۔
خسب شلبی نے آگے بڑھ کر گھوڑے کا جائزہ لیا۔ گھوڑے، اس پر کچھ
چادر اور زین کو بھی خوب بھگودیا گیا تھا۔ پھر خسب شلبی نے خرچین میں ہاتھ
ڈالا۔ سوفا نے اس میں رتیاں بھی ڈال دی تھیں۔ پھر خسب شلبی نے سوفا کی
طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”سوفا! سوفا! سلا دونوں والوں کی طرف جاتے ہوئے
اگر میں یہودیوں کے غیتوں میں سے ہو کر گزروں تو کیا ہیں اس وقت سولاک اور
لودیکہ سے مل سکوں گا اور یہ کہ ان کا شراب خانہ غیتوں کے کس طرف ہے۔“
سوفا نے کہا۔ ”یا امیر! اس وقت شراب خانہ کھلا ہوگا اور وہ دونوں

باپ بیٹا وہاں اپنے کام میں مصروف ہوں گے۔ لہذا آپ ان دونوں سے مل
سکیں گے۔ ان کا گھر اور شراب خانہ غیتوں کے مغرب میں شہر کے تقریباً برابری
حصے میں ہے۔“

خسب شلبی نے احمد مروان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”واپسی پر اگر آپ
چلے ہوں اور میں آکر آپ لوگوں کو جگاؤں تو بڑا نہ مانئے گا۔ کیونکہ مجھے یہ گھوڑا آپ
کو واپس کر کے جانا ہے۔“

احمد مروان نے کہا۔ ”یا امیر! آپ کسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ کی خاطر

خلیل شبلی نے کہا: "سلادونفلز والوں کے ہاں اور کدھر۔"

لودیکہ نے کہا: "یا امیر! بے محبت ان دنوں کا سکوں کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔"

ہمارے شراب خانے میں وہ روزانہ شراب پینے آتا ہے۔ اس وقت بھی وہ اپنے دو محافظوں کے ساتھ شراب خانے میں بیٹھا شراب پی رہا ہے۔"

خلیل شبلی لودیکہ سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لودیکہ بھاگ کر عمارت کے شراب خانے والے حصے کی طرف جاتی ہوئی بولی: "آپ بیٹھیں میں بابا کو بلا کر لاتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد لودیکہ جب لوٹی تو اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا شخص بھی تھا۔ جس نے قریب آکر بڑی گرم جوشی سے خلیل شبلی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "یا امیر!

میں لودیکہ کا باپ سولاک ہوں اور اس گھر میں آپ کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

لودیکہ نے پوچھا: "یا امیر! میں آپ کے لیے کھانا لاؤں۔"

خلیل شبلی نے کہا: "کھانا میں کھا کر آیا ہوں میری بہن! ہاں، تو تم کہہ رہی تھیں

کہ بے محبت اس وقت اپنے دو محافظوں کے ساتھ تم لوگوں کے شراب خانے میں ہے۔"

اس بار لودیکہ کے بھائی سولاک نے مدغم آواز میں بولتے ہوئے کہا: "یا امیر!

بے محبت پچھلے چند روز سے کاسکوں کے پاس آکر ٹھہرا ہوا ہے اور یہاں روزانہ شراب پینے آتا ہے۔ اس وقت تک ہم شراب خانہ بند کر چکے ہوتے ہیں لیکن آج بے محبت

دیر تک بیٹھا ہوا ہے۔ اس وقت شراب خانے میں بے محبت اور اس کے دو محافظوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

خلیل شبلی نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "بے محبت کے یہاں

بڑے سے میرا سارا ہی کام اب آسان ہو گیا ہے۔ اب مجھے سلادونفلز والوں کی طرف نہ جانا پڑے گا۔ آج رات کی قربتوں کے نشے میں بے محبت کی تمناؤں کے سمندر

اس کے فلاکت زدہ ذہن کے اندر میں ایک پمپل پیدا کر دوں گا۔ اسے اجنبی نقش قدم سمجھ کر مٹاؤں گا۔ وقت کا گم شدہ دیا جان کر بچاؤں گا۔ اس نے اپنے مذہب، اپنی ملت

کے خلاف انتہائی گھناؤنے کام سرانجام دیے ہیں۔ آج کی رات، ہاں آج کی رات

پھر اس نے کھوئے ہوئے پرندوں کی سی صدا میں پوچھا: "آپ کون ہیں اور سونف کو کیے جانتے ہیں؟"

خلیل شبلی نے کہا: "تم فکر مند نہ ہو میری بہن! میں خلیل شبلی ہوں۔"

وہ لڑکی بہاروں کے نوخیز خواب اور شاخ یا قوت کی طرح خوش ہو گئی اور سہی سرگوشی میں اس نے کہا: "یا امیر! میں لودیکہ ہوں، آپ نے یوں اجنبیوں کی طرح باہر کھڑے رہ کر مجھے گناہ گار کیا ہے۔ آپ کو اتنے ہی اپنا نام بتا دینا چاہیے تھا تاکہ میں فوراً آپ کو اندر لے جاتی۔ گو میں سونف کا یہ گھوڑا پہچان گئی تھی تاہم میں ڈر رہی تھی کہ یہ دھوکہ ہی نہ ہو۔"

پھر لودیکہ نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے اندر لے جاتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں خلیل شبلی سے کہا: "یا امیر! آپ اندر آجائیں۔ آپ کا یوں باہر کھڑے رہنا خطرناک ہے۔"

خلیل شبلی مکان میں داخل ہو گیا اور لودیکہ نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی۔ وہاں سے ہٹ کر لودیکہ نے گھوڑے کو صحن میں باندھا اور اس کے آگے دانہ ڈالا یا پھر اس نے خلیل شبلی سے کہا: "یا امیر! آپ میرے ساتھ آئیں، خلیل شبلی اس کے پیچھے پیچھے ہوا۔"

خلیل شبلی کو دیوان خانے میں لا کر بٹھاتے ہوئے لودیکہ نے کہا: "یا امیر! میں بے انتہا خوش ہوں کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں لیکن ساتھ ہی میں خوفزدہ بھی ہوں کہ آپ اکیلے اس طرح دریائے یورال کے اس طرف کیوں آئے؟"

خلیل شبلی نے کہا: "کیا تم مجھے اپنے باپ سولاک سے نہ بلاؤ گی؟ سونف مجھ سے تم دونوں کی بہت تعریف کی تھی۔ لہذا میں بے محبت کی طرف جاتے ہوئے دونوں سے ملنے چلا آیا۔"

لودیکہ نے چونکتے ہوئے پوچھا: "یا امیر! آپ بے محبت سے ملنے کہاں جا رہے

اس کے سارے ارادے درد کے لمحوں کی آتشا زوں اور نظر کے ایک فصول میں بدل جائیں گے۔ اس نے آج تک اپنی کامیابیوں پر ہی نگاہ رکھی ہے لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اس کے عرق عرق کو لہو لہو اس کے ناموس اور نمکنت کو غم زندگی، اس کی غلیظ خاموشیوں کو نکل آوے اور اس کے بدن کے اطمینان کو درد کی دھند میں بدل دوں۔

خلیل شبلی رکا پھر اس نے لودیکہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی نرمی میں کہا: "لودیکہ! کیا رات کے اس وقت تم میرا ایک کام کرو گی؟"

لودیکہ نے کہا: "یا امیر! آپ میری رضا مندی نہ پوچھیں صرف مجھے حکم دیں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

خلیل شبلی نے کہا: "اگر ایسا ہے تو سو فار کے پاس چلی جاؤ اور اسے میرا پیغام دو کہ وہ مجھے تھوڑی دیر تک دریا کے کنارے بیٹے اور وہاں سے اپنا گھوڑا لے جائے؟"

لودیکہ نے خوشی میں چٹکی بجاتے ہوئے کہا: "یا امیر! میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آتی ہوں۔ اب آپ یہ سمجھ لیں کہ سو فار کو آپ کا پیغام مل گیا۔"

لودیکہ بھاگ کر گھر کے صحن میں گئی۔ خلیل شبلی کے گھوڑے کے قریب بندے اپنے گھوڑے کو کھول کر وہ عقبی دروازے سے نکلی اور سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئی تھی۔

اتنے میں شراب خانی کی طرف سے بے مہمت کی سخت اور کڑخت آواز سنائی دی: "سولاک! سولاک! کہاں مر گئے ہو؟"

سولاک نے کہا: "یا امیر! میں بے مہمت کی طرف جاتا ہوں۔ شاید اب وہ اٹھ کر جانے والا ہے۔"

خلیل شبلی بھی اٹھ گیا اور اس نے کہا: "میں بھی اب رخصت ہوتا ہوں۔ میں دونوں سے رخصت ہوں تو عقبی دروازہ بند کر لینا۔ شراب خانی سے نکل کر کاسکول لودیکہ نے: "یہ بے مہمت جب اس غیتو سے نکلے گا تو میں اس پر دروازہ ترے جاؤں گا۔"

سولاک بھاگتا ہوا شراب خانی کی طرف چلا گیا۔ خلیل شبلی اٹھ کر صحن میں آیا۔ اپنا قدم کھول کر وہ سولاک کے مکان سے نکلا اور ایک تاریک کونے میں کھڑا ہو کر بے مہمت پر نگاہ رکھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بے مہمت شراب خانی سے نکلا۔ وہ سفید رنگ کے عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے دونوں محافظوں کے پاس سیاہ رنگ کے گھوڑے تھے۔ خلیل شبلی نے ذرا فاصلہ رکھ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔

اپنے محافظوں کے ساتھ بے مہمت جب یہودیوں کے اس غیتو سے باہر نکلا، تو خلیل شبلی اپنے گھوڑے کی رفتار تیز کر کے ان کے قریب ہوا۔ پھر اس نے رات کی تاریکی میں بے مہمت کو آواز دی: "سیدی بے مہمت!"

خلیل شبلی کی آواز پر بے مہمت نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ اس کے دونوں محافظ بھی روک گئے تھے۔ خلیل شبلی جب قریب گیا تو حسن متاب منو میں خلیل شبلی کو دیکھتے ہوئے بے مہمت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "اوہ واسیلی! تم کیسے ہو؟"

تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔ میں ان دنوں بڑا پریشان ہوں اور تم سے کچھ اطلاعات پتا تھا۔ قازان شہر سے میرا پیغام رسانی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، مقصوم نہ جانے کہاں رہا ہے اور اسی کے محافظ روسیوں نے مجھے بتایا ہے کہ قازان کی طرف سے پل کے محافظ

تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تبدیلی کیونکر رونما ہوئی اور اس تبدیلی کی وجہ سے میں بالکل اندھیروں میں بھٹکنے کو رہ گیا ہوں۔ واسیلی! یہ سب کیا ہے؟"

خلیل شبلی نے کہا: "سیدی! نہ جانے خلیل شبلی کو کیسے خبر ہو گئی۔ اس نے مقصوم اور ان کے سارے ساتھیوں کو پکڑ کر قتل کر دیا ہے اور اب پل پر ہاشکیریوں کا پہرہ لگا دیا ہے اور یہ ہاشکیری خلیل شبلی کے احکامات پر جان چھڑکتے ہیں۔"

بے مہمت نے حیرت میں کہا: "یہ خلیل شبلی کیا چیز ہے۔ یہ انسان ہے یا کوئی نژاد اور روح ہے۔ اس نے روسیوں کو مجھ جگہ نیچا دکھانے کے علاوہ کالوں، جنگاریوں اور فلک اور کاسکول کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے اور اب قازان شہر کے اندر اس نے میرے تمام

بے مہمت نے بے چینی میں کہا۔ ”چلو پھر چلیں دیر کا ہے کی۔ تم یقیناً ایک لمحہ

خانیہ“
خلیل شلبی نے اپنے گھوڑے کو دریا کی طرف ہانک دیا۔ بے مہمت اپنے دونوں
معاظفوں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

●
خلیل شلبی بے مہمت اور اس کے دونوں معاظفوں کو لے کر دریا کے کنارے
اس جگہ آیا جہاں اس نے رستہ باندھ رکھا تھا۔ جب وہاں خلیل شلبی نے اپنے گھوڑے کو
روکا اور وہ نیچے اترتا تو بے مہمت اور اس کے دونوں محافظ بھی نیچے اتر گئے۔ پھر بے مہمت
نے خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”واسیلی! واسیلی! کیا تم ہمارے ساتھ
بلا کر رہے ہو۔ تم نے تو کہا تھا کہ یہاں دریا کے کنارے تمہارے آدمی کھڑے ہیں جن
سے تم میرا تعارف کراؤ گے لیکن یہاں تو کوئی بھی نہیں۔“

خلیل شلبی نے یکسر اپنا رویہ بدلتے ہوئے کہا۔ ”بے مہمت! زیادہ تیز بھاگنے
کی کوشش نہ کرو۔ جلد بازی کرو گے تو گر جاؤ گے۔ پھر ساری عمر اٹھنا نصیب نہ ہوگا۔“
اس کو ڈی کیسی رات میں بے مہمت نے غور سے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا
”واسیلی! تمہارے حواس میں تو ہو۔ یہودی کے غیب سے باہر مجھ سے گفتگو
کرتے وقت تمہارا لہجہ ایسا تھا جیسے تم میرے غلام اور میں تمہارا آقا ہوں۔ لیکن یہاں
دریائے یورال کے کنارے تمہاری گفتگو کا انداز ایسا ہے گویا میں تمہارا غلام اور تم
میرے آقا ہو۔“

خلیل شلبی نے اس بار غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تم جیسے ننگِ ملت کو
اپنا غلام کہنا سب سے بڑا گنہگار ہونے کے مترادف ہے۔ تم سے قازان شہر کے
وہ آدمی مکتے اچھے ہیں جو رات کے وقت شہر کی حفاظت کرتے ہیں۔“

بے مہمت نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا۔ ”تم ہوش میں رہو واسیلی!
میرے ایک اشارے پر میرے محافظ تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔ تم نے

ساتھیوں کا بھی صفایا کر دیا ہے۔ میں ابھی تک اس خلیل شلبی کو نہیں سمجھ پایا۔ واسیلی! واسیلی!
کیا تم نے اب تک خلیل شلبی سے کوئی ملاقات کی ہے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں نے ابھی تک اس سے ملنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور
نہ ہی میں فی الوقت اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ تاہم میں نے ایک بار اسے قتل کرنے
کی کوشش ضرور کی تھی۔ لیکن اسے قتل کرنا بھی آسان کام نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کے رات
ہر وقت اس کا محافظ دستہ رہتا ہے۔“

سیدی بے مہمت! میں قازان شہر سے آپ کا پیغام رسائی کا سلسلہ ختم نہ ہونے
دوں گا۔ وہاں قازان میں لالچ لوجھ دے کر میں اپنے کچھ ہم نوا اور ساتھی بنا لیے ہیں۔ انہیں
میں نے رستوں کی مدد سے دریائے یورال کو عبور کرنا بھی سکھا دیا ہے۔ اب میرے یہ ساتھی
آپ کے ساتھ پیغام رسائی کا سلسلہ شروع کریں گے اور ان کی مدد سے آپ پھر پہلے کی
طرح قازقستان اور داغستان کے خلاف حرکت میں آسکیں گے۔ کیا آپ ابھی میرے ساتھ
دریا کے کنارے تک جاسکیں گے۔ میں اپنے ان ساتھیوں کو وہاں کھڑا کر آؤں۔
آپ ان سے مل لیں۔ وہ بھی آپ سے متعارف ہو جائیں گے۔ اس طرح ہم مستقبل میں
ماضی کی نسبت قازقستان اور داغستان کے خلاف زیادہ سرگرمی سے کام کرسکیں گے۔
بے مہمت نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”واسیلی! واسیلی! یہ
بھی تم نے خوب کہی میں تمہارے ساتھ دریا کے کنارے تک کیوں نہ جاسکوں گا۔ تمہارا
کہنے پر تو میں دریا کے اس پار جانے کو بھی تیار ہوں۔ واسیلی! واسیلی! میرے لیے تم بہت
کام کے آدمی ثابت ہوئے ہو۔ پرمیری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تم نے اپنے ان ساتھیوں
کو رستوں کی مدد سے اس خوشخوار دریا کو عبور کرنا کیسے سکھایا ہے۔ میں تم سے دریا عبور کرنے
کا یہ طریقہ جانتا چاہوں گا۔“

خلیل شلبی نے بڑی عاجزی اور انکساری میں کہا۔ ”سیدی بے مہمت! آپ
وہاں دریا کے کنارے تک میرے ساتھ چلیے وہاں آپ کو میں رستوں کی مدد سے دیا
کرنے کا عملی مظاہرہ دکھاؤں گا۔“

میرے ساتھ اپنی حدود سے تجاوز کر کے گفتگو کی ہے اور اس کی سزا بہر حال تمہیں ملے گی۔

بے مبت کی اس سخت گفتگو پر اس کے دونوں محافظوں کے ہاتھ اپنی اپنی تلوار کے دتے پر چلے گئے تھے۔ خلیل شلبی نے آبشاروں کی لے کے سے انداز میں حرکت کی۔ اپنی ڈھال سنبھالی۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار نکالی اور آگے بڑھتے ہوئے حملہ آور ہوا۔ اس نے بے مبت کے ایک محافظ کی گردن کاٹ دی تھی۔ دوسرے محافظ نے خلیل شلبی پر حملہ کر دیا۔ اس کا وار خلیل شلبی نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ ایسی قہرمانیت سے اس نے تلوار برساتی جیسے وہ روک نہ سکا اور کٹ کر رہ گیا۔

ایک بھیا نک انداز میں اپنے دونوں محافظوں کو قتل ہوتے دیکھ کر بے مبت ایسے انداز میں خلیل شلبی کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی فضاؤں میں کھڑے محبسے کا ٹکڑا لہزاؤں اور کاسنی بادلوں کی ڈھلوانوں سے اترنے والا نیلی لہروں کا میو لا ہو جس پر کسی کی تلوار اثر ہی نہ کر سکتی ہو۔

سردرات کی بے کساں خاموشی میں اپنے دونوں محافظوں کے قتل اور خلیل شلبی کا رویہ یکسر تبدیل ہو جانے پر بے مبت شعلوں پر قفس کرتے فوجوں، ٹھکے ٹھکے چشم و نظر، بے تعبیر خواب، شب گزیدہ تمدن کی پیاسی آنکھوں اور دفنگار حال کے سے انداز میں پریشانی اور خوف کے ملے جلے انداز میں خلیل شلبی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں قفس رنگ اور سیاہ چہرے پر نقشِ راحیل اور اپنے ادھورے پن پر ردی بے آسودہ روجوں جیسی مایوسی تھی۔

آخر اس حبسِ رات میں بے مبت نے اپنے آپ کو مجتمع کیا اور خلیل شلبی کو وہ مخاطب کرنے ہی لگا تھا کہ اسے اپنی پشت پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ بے مبت سمجھا کہ شاید کاسک تنظیم کے کارکن اس کی تلاش میں دھڑا آ گئے ہیں۔ بلنا فرقت کی اس تیرہ شبی میں اس کی حالت دھستِ فراموشی میں اچانک پرواز کر جانے والے طیور جیسی ہو گئی تھی۔

لیکن تھوڑی دیر بعد جب وہاں شیخ المرجانی، ان کے کارکن اور اس کے علاوہ سو فار دیگر جو ایک ہی گھوڑے پر سوار تھیں ایک ہجوم کی شکل میں وہاں آ کر اپنے گھوڑوں سے بے مبت کی حالت پھر جس شام اور امادس رات جیسی ہو گئی تھی۔ اب اس کی بے مبت ایسا لگتا تھا جیسے قدرت کے انتقامی عناصر نے اسے زمہریر فضاؤں سے کسی بے دیا میں پھینک دیا ہو۔ پھر اس نے آزادی و غلامی کی تکرار اور بے سوچہ جستجو بے انداز میں پوچھا۔ واسیلی! واسیلی! یہ المرجانی اور اس کے ساتھی یہاں کیوں آئے ہیں۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن سے تم میرا تعارف کرانا چاہتے ہو؟

خلیل شلبی نے اس بار دھڑا قی ہوئی آواز میں کہا۔ بے مبت! اپنی زبان لگام دو، تیں واسیلی نہیں خلیل شلبی ہوں۔

بے مبت نے پریشانی حیرت اور تعجب میں ایک طرح سے استفہامیہ انداز میں کہا۔ آپ خلیل شلبی ہیں؟

خلیل شلبی نے کہا۔ ہاں میں خلیل شلبی ہوں۔ سلام و فز کے شہر میں واسیلی کے نام سے میں ہی تمہیں ملنے گیا تھا۔ میں تمہارے قیام کی جگہ دیکھ کر تمہیں وہاں سے اٹھانے لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن تمہاری بدبختی کہ مجھے زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور مجھے آج سولاک کے شراب خانے میں ہی مل گئے اور میں تمہارے تعاقب میں آیا۔ اب میں تمہیں دریا کے اس پار لے کر جاؤں گا اور وہاں تمہیں تمہارے اعمال کی سزا ملے گی۔

اس موقع پر شیخ المرجانی نے بے مبت کو مخاطب کر کے کہا۔ بے مبت! اپنے نائب اپنی ہمت کے خلاف تم نے اپنی رشتی بہت دلاڑ کر لی تھی۔ اب اگر یہ رشتی کٹ تو تم ہو رہی ہو تو اس پر افسوس کیسا؟

خلیل شلبی نے شیخ المرجانی کے کارکنوں سے کہا کہ وہ دونوں مرنے والوں کی انہیں اٹھا کر دریا میں پھینک دیں اور وہاں سے خون کے دھبے مٹا دیں جو خلیل شلبی نے بے مبت کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھنے لگا تھا۔ شیخ المرجانی کے

سب کی نگاہوں سے دریائے اودھ پھیل چلا اور تاریکی میں غائب ہو گیا تو وہ سب بھی
نے وہاں سے خون کے دھبے بھی صاف کر دیئے تھے۔

رات دکھ کے شگون بھلائی، سوگ کی آج کو تیز کرتی، یادوں کے جھنڈ جلاتی اور
کون رسیدہ کرتی بھاگتی جا رہی تھی۔ چشم خورشید کی بجلی، رخسار لب کے رنگین عکس،
ننگ حانی، جھیلوں کے گرد مبرزے کے حصار، نگار زلیست، دل و نظر کی جستجو
بازروں کے گیتوں سے اٹی دادیاں شاخساروں سے ابھر کر ڈوب جانے والے نوجوں کی
چوکی میں آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھا اسماعیل بے ایک دم چونک کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
ہانی کے اندر ایک تلاطم کی سی آوازیں سنائی دی تھیں۔

وہ بھاگ کر کنارے پر آ کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا تین گھوڑے اور ان کے پیچھے
بے بہت کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے خلیل شلبی گھوڑوں کو ہانکتا آ رہا تھا۔ کنارے کے قریب آ کر
خلیل شلبی نے وہاں کھڑے اسماعیل کو دیکھ لیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: اسماعیل!
ہاں! اگلے گھوڑے کی لگام رستے کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ اسے کھول کر ان گھوڑوں کو
اسے پر لے جاؤ۔

اسماعیل نے فوراً اگلے گھوڑے کی لگام کھولی اور تینوں گھوڑوں کو وہ کنارے پر
لایا۔ خلیل شلبی بھی بے بہت کو اٹھائے کنارے پر آیا اور بے بہت کو اس نے زمین پر ڈال
چوکی کے سارے محافظ بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔

اسماعیل نے تعجب سے خلیل شلبی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "یا امیر! یہ آپ کے
نائب ہیں۔"

خلیل شلبی نے کہا: "یہ تو قازقستان کا سب سے بڑا غدارا و دشمن بے بہت ہے۔"
ہاں! بے بہت چوکی کے محافظ آگے بڑھ کر آگ کے الاؤ کی روشنی میں غور سے بے بہت کو دیکھنے
لگے۔

کارکونوں نے دونوں لاشوں کو اٹھا کر دریا میں پٹخ دیا اور دیا کا پانی پھینک کر
نے وہاں سے خون کے دھبے بھی صاف کر دیئے تھے۔

بے بہت کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھنے کے بعد خلیل شلبی نے سفر
طرف دیکھتے ہوئے کہا: "سوفار! سوفار! تم اپنا یہ گھوڑا اب واپس لے جاؤ۔"
بہت اور اس کے ساتھ ان تینوں گھوڑوں کو بھی اپنے ساتھ دریا کے اس پار لے
ہوں۔

سوفار نے فکر مندی اور پریشانی میں پوچھا: "یا امیر! آپ بے بہت کے
اس کی پشت پر باندھ کر اور پھر ان تینوں گھوڑوں کو بھی اپنے ساتھ رستے کی مدد
دریا کے اس پار کیسے لے جائیں گے۔"

خلیل شلبی نے کہا: "یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تم دیکھتی جاؤ۔"
کوتا ہوں!

خلیل شلبی نے تینوں گھوڑوں کو لگاموں کے ساتھ ایک دوسرے
جکڑ دیا پھر اگلے گھوڑے کی لگام اس نے دریا میں ڈالے رستے کے ساتھ ایسی
گانڈھ سے باندھ دیا کہ جب گھوڑے دریا میں آگے بڑھیں تو لگام رستے کے ساتھ
کر گھوڑوں کے آگے بڑھنے میں رکاوٹ پیدا نہ کرے۔ اس کے بعد خلیل شلبی
بے بہت کو اپنی پیٹھ پر باندھا اور دریا میں اترتے ہوئے اس نے ان سب
کرتے ہوئے کہا۔

"اب آپ لوگ جائیں۔ میں آپ سب کے اس تعاون کا ممنون ہوں
لودیک! تم اپنے بابا سے بھی اس تعاون پر میری طرف سے شکریہ ادا کرنا۔"

لودیک نے کہا: "یا امیر! شکریہ کیسا! یہ تو ہمارا فرض تھا۔"
اس کے ساتھ ہی خلیل شلبی نے گھوڑوں کو ہانک دیا۔ تینوں گھوڑے
دریا میں اترے اور رستے کے ساتھ ساتھ دریا میں آگے بڑھنے لگے۔ گھوڑوں
پیچھے پیچھے خلیل شلبی بھی بے بہت کو اٹھائے اب رستے کو کپڑ کر آگے جا رہا تھا۔

بنے قتل کیا تھا۔

بے مبت نے کہا۔ "ہاں اسے میرے ساتھیوں نے ہی جان سے مار دیا تھا۔"
خلیل شبلی نے پھر پوچھا۔ "میرے ماں باپ، بہن اور بھائیوں کو کس نے قتل کیا تھا؟"

بے مبت نے کہا۔ "آپ کے ماں باپ کو قتل کرنے والے پل کے محافظ دستوں

نے قتل کیے تھے جنہیں آپ نے مقسوم کی نشاندہی پر قتل کر دیا ہے۔"

"کیا یہ بھی سچ ہے کہ تم نے سلطان قان سہری کو خط لکھا تھا اور اس میں تم نے سلطان قان سہری کو دھمکی آمیز لہجے میں کہا تھا کہ وہ اپنے علاقوں پر روس کے تسلط کو تسلیم کرے ورنہ نتائج اس کے حق میں انتہائی برے ہوں گے۔"

بے مبت نے کہا۔ "ہاں، ایسا ایک خط میں نے سلطان قان سہری کو ضرور لکھا تھا۔"

خلیل شبلی نے میری بات نہ مانی تھی۔

خلیل شبلی نے پھر پوچھا۔ "تم سلاووفلز اور کاسکوں کے ساتھ کب سے کام کر رہے ہو؟ بے مبت نے کہا۔ "پچھلے دو برس سے سلاووفلز اور کاسک تنظیم کو میرا مکمل تعاون مل رہا ہے۔ خلیل شبلی کی گردن جھک گئی اور وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد خلیل شبلی سنبھلا اور بے مبت کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "بے مبت! تم وہ نام کے مسلمان ہو جو نالہ قرآن اور کعبہ کی چیخوں پر تہقے لگانے والا ہو تم زمین کی لہجہ بولتے ہو، تم ماور زائد اندھے ہو اور تمہارے دل میں اٹھیں اور ہونٹوں پر قرآن رتبہ ہے۔ ظاہر تمہارے چہرے پر غیظوں کا گلاز، ہونٹوں پر تسبیح، پیشانی پر مساوات اور اخوت کا سبق ملتا ہے! میں تم کیساؤں میں لوٹنے والے سانپ ہو۔ بے مبت! تو مسلمانوں کے اندر تفرقوں کے رنگ و نسل کا امام ہے۔"

میرے جیسے اپنےٹھ اور لہرتے بل پر چلنے والے ہی کم نظر و کم ظرف ہیں۔ آہ، کیا بات ہے میرے جیسے دہریے سانپ نماز پڑھ کر می ڈستے ہیں۔ بے مبت! تمہارے ان

خلیل شبلی نے کہا۔ "اسمعیل بے! تم بے مبت کو اپنے ساتھ اپنے گھوڑے پر بٹھائے اور چلو چلیں۔" چوکی کے محافظ بھاگ کر خلیل شبلی اور اسمعیل بے کے گھوڑے لے آئے۔ اسمعیل بے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور خلیل شبلی نے زمین پر پڑے بے مبت کو اٹھا کر اسمعیل بے کے آگے بٹھا دیا تھا۔ اسمعیل بے نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ہلک دیا۔ خلیل شبلی بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان تینوں گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے وہ اسمعیل بے کے پیچھے پیچھے شہر کی طرف جا رہا تھا۔

جب خلیل شبلی حویلی میں داخل ہوا اور اس کے محافظوں نے جب دیکھا کہ ان کے بے مبت کو لے آیا ہے تو انہوں نے حویلی میں ایک ایک کو یہ خبر بتا کر ایک ہنگامہ مچا کر ان کو تاق سہری، خانوت، ان دونوں کی بیویاں، اونیس، سائن، مارگن، نارسس سب خلیل شبلی کے دیوان خانے میں جمع ہو گئے تھے۔

گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر خلیل شبلی نے بے مبت کے بندھے ہاتھ کھول دیئے اور اسمعیل بے کے ساتھ وہ بے مبت کو پکڑ کر دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اندر سب اپنے انتظار میں بیٹھا دیکھ خلیل شبلی حیران رہ گیا۔ پھر اس کے بول پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ ہوئی اور اس نے کمرے میں بیٹھے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے بے مبت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میرے عزیزو! یہ وہی بے مبت ہے جو قازقان کا غدار ہے اور مسلمانوں کے لیے سب سے زہریلا سانپ ہے۔ حالانکہ یہ خود بھی مسلمان کہلانا پسند کرتا ہے۔"

سب لوگ حیرت و تعجب سے بے مبت کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ خلیل شبلی نے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ بے مبت۔"

جب بے مبت چپ چاپ اور خاموشی سے اس نشست پر بیٹھ گیا تو خلیل شبلی نے کہا۔ "بے مبت! میں تم سے کچھ پوچھتا ہوں۔ میرے سوالوں کا سچا جواب دینا اگر تم نے کوئی بات پھپھنے کی کوشش کی تو نہیں بیٹھے بیٹھے زندہ کی چمڑی بکرنے کی طرح تیار ہاتھ میں دے دوں گا۔"

بے مبت نے جب اثبات میں سر ہلایا تو خلیل شبلی نے کہا۔ "کیا سلطان قان

اعمال کے عوض میں تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ کاش تیرے گناہ معمولی ہوتے تو میں تمہیں معاف بھی کر سکتا تھا۔"

خلیل شلبی نے اس بار خانوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "خانوف! اصطیل میں لے جا کر بے بہت کا کام تمام کر دو اور اس کی نعش اٹھا کر دریائے یورال میں پھینک دو۔ خلیل شلبی کے محافظوں کے ساتھ خانوف بے بہت کو حویلی کے اصطیل میں لے گیا۔ وہاں اس نے تلوار مار کر بے بہت کا کام تمام کر دیا اور اس کی نعش دریائے یورال میں پھینکوا دی تھی۔ اگلے روز اسمعیل بے امام شامل سے سارے واقعات کہنے داغستان کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ اگلے روز نامق سری نے ادفا اور منزلتہ شہ کی طرف بھی قاصد بھیجا تھا۔ تھے تاکہ توڑاں اور دو لگہ دو کو نئی صورت حال سے آگاہ کیا جاسکے اور وہ اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر لیں۔"



ماسکو میں زار روس نکولاس اپنے قصر شاہی میں اپنے سلسلے بیٹھے اپنے وزیر ایگزائٹڈ کرچاکو کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ایگزائٹڈر عقرب ہمارے عسکر اب قازقان اور داغستان پر حملہ آور ہونے والے ہیں اور ہمیں قوی امید ہے کہ یہ دونوں علاقے ہمارے سانسوں میں لوٹیں ہو کر ہماری سلطنت کا ہی ایک حصہ بن جائیں گے۔ اس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت ہمیں خیر اور بخارا پر قبضہ کرنے سے روک نہ سکے گی۔"

ایگزائٹڈر ہمارا اصل مقصد قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا ہے تاکہ ہم قدیم بازنطینی سلطنت کے وارث ہوتے ہوئے اس کی سطوت و عظمت کو بحال کر سکیں۔ داغستان اور قازقان کے خلاف متوقع جنگ میں ٹرکی کو ان کی مدد سے دُور رکھنے کے لیے اسے علیحدہ مصروف بنانا چاہیے۔

ایگزائٹڈر! آج ہی تیز رفتار قاصد قسطنطنیہ کی طرف روانہ کرو جو قسطنطنیہ کے سلطان عبدالحمید کے سامنے ہمارے دو مطالبات پیش کرے۔

"اول: ہنگری اور پولینڈ کے وہ باغی عناصر جو ہجرت کر کے سلطان کی

لے کچھ اقوام نے ہنگری اور پولینڈ میں ان کی ناجائز سختیوں کی وجہ سے بغاوت کر (بقیہ صفحہ ۲۸۲ پر)

سلطنت میں آباد ہو رہے ہیں۔ انہیں واپس کیا جائے۔

سلطان نے اس سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ 'تم کس غرض کے تحت ماسکو
یہاں قسطنطنیہ آئے ہو؟'

روسی سفیر نے کہا۔ 'میں اپنے زار نکولاس کی طرف سے دو مطالبات لے کر آیا ہوں
اور امید رکھتا ہوں کہ آپ انہیں پورا کرنے کا حکم دیں گے۔ اس طرح ماسکو اور قسطنطنیہ آپس
کے مکر اور سے بچ سکیں گے۔ سلطان نے اپنے اندر اٹھتے ہوئے ایک اہل کو ضبط کرتے
ہوئے کہا۔ 'اپنے دونوں مطالبات کہو جو تم لے کر آئے ہو۔'

روسی سفیر نے کہا۔ 'اول یہ کہ ہنگری اور پولینڈ کے اندر کچھ قبائل نے بغاوت کر
رکھی ہے اور یہ قبائل آسٹریا اور روس میں بھی آباد اور ان سے بھی کسی وقت بغاوت کی
امید کی جاسکتی ہے۔ لہذا روس اور آسٹریا، ہنگری اور پولینڈ کے اندر اٹھنے والی ان
بندوؤں کو فرو کرنے میں تعاون کر رہے ہیں۔ یہ باغی قبائل ہنگری اور پولینڈ میں خون خرابہ کرنے
کے بعد آپ کی سلطنت کی حدود میں داخل ہو کر پناہ حاصل کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ان باغی قبائل کے نامور سردار کو ستھر، بیم اور ڈمینسکی بھی یہاں
قسطنطنیہ میں امان حاصل کر چکے ہیں۔ لہذا ہماری حکومت کا فیصلہ ہے کہ ان سب باغی
سرداروں کو ہمارے حوالے کیا جائے۔'

سلطان نے پابجولان کر دینے والی ایک نگاہ روسی سفیر پر ڈالی اور کہا۔ 'تمہارا
پہلا مطالبہ ختم ہو چکا۔ اس کا جواب ہم سے سن لو پھر اپنا دوسرا مطالبہ پیش کرنا۔'
سنو ہجرت کر کے ترکی کی سلطنت میں آباد ہونے والے قبائل کا تعلق ہنگری اور
پولینڈ سے ہے۔ ان دونوں حکومتوں نے آج تک ہم سے ان لوگوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔
بھرنیہ کر ان لوگوں کو ہم تمہارے حوالے کر دیں جب کہ روس اور آسٹریا کا ان سے کوئی تعلق
ہی نہیں ہے اور پھر جو تحقیق ہم نے کی ہے۔ اس کے مطابق ان لوگوں نے بغاوت نہیں کی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲) تھے۔ اس لیے روس یہ بہانہ کرتا تھا کہ مسلمان ان پر جبر کر رہے ہیں۔ روس صرف کسی
بہانے وہاں مداخلت چاہتا تھا۔

دوئم۔ سلطان کے ذہن میں یہ بات ڈالی جائے کہ اس کی سلطنت میں زیادہ تر
قسطنطنیہ، فلسطین اور ملحقہ علاقوں میں جو ایک کروڑ بیس لاکھ یونانی کلیسا کے لوگ آباد ہیں۔
ان کی طرف سے ہم فکر مند ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ان پر آئے دن تشدد کیا جاتا ہے۔
ہمیں ان کی حفاظت کا یقین دلایا جائے۔ بصورت دیگر ان کی حفاظت و کفالت کے لیے
ہم خود میدان میں کودیں گے اور ان سارے مسائل کو اپنی مرضی سے حل کریں گے۔

نکولاس رکا پھر وہ ایگزائٹرز کو مخاطب کر کے دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ایگزائٹرز اگر
ترکی نے ہمارے یہ مطالبات ماننے سے انکار کر دیا تو ہم جنگ کی تیاری کریں گے اور ان ہی
عوامل کو بہانہ بنا کر ترکی پر حملہ کر دیں گے۔ اگر قسطنطنیہ پر ہمارا قبضہ ہو گیا تو دنیا کے بہترین
گرم پانی کے سمندروں تک ہماری رسائی ہو جائے۔ اب تم جاؤ اور قسطنطنیہ کی طرف توجہ
کو رو۔ ایگزائٹرز اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

قسطنطنیہ کے باب عالی میں سلطان عبدالحمید اپنے جرنیل عمر پاشا اور موسیٰ پاشا
کے علاوہ برطانوی سفیر لارڈ کینگ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک روسی سفیر کو ان کے سامنے پیش
کیا گیا۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۱) دی تھی۔ ان اقوام کے لوگ چونکہ روس اور آسٹریا میں بھی تھے۔ لہذا روس اور آسٹریا
ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں ہنگری اور پولینڈ کی مدد کر رہے تھے۔ یہ باغی چونکہ ترک سلطنت
میں پناہ گزین ہو رہے تھے۔ اس لیے روس نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تاکہ ان بغاوتوں
پر قابو پایا جاسکے۔

فلسطین اور ملحقہ علاقوں میں نصرانیوں کے تین فرقے آباد تھے۔ لاطینی کلیسا، یونانی کلیسا
اور آرمینی کلیسا۔ لاطینی کلیسا کی سرپرستی فرانس کرتا تھا۔ یونانی کلیسا کی روس اور آسٹریا
پرست برطانیہ تھا۔ یہ فرقے ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے (باقی صفحہ ۲۸۳)

میرا یہ پیغام سمجھا دینا کہ اگر ان وجوہات کو بنیاد بنا کر اس نے ترکی کے خلاف لشکر کشی کی تو برطانیہ اپنی پوری قوت سے ترکی کا ساتھ دے گا اور میں تمہیں مزید تنبیہ کرتا ہوں کہ چوں کہ قسطنطنیہ میں فرانسیسی امور کی دیکھ بھال بھی میں ہی کرتا ہوں۔ لہذا اس معاملے میں ہمیں فرانس کی بھی مکمل حمایت حاصل ہوگی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ترکی کے خلاف حرکت میں آکر تم لوگ ناقابلِ اندیشی کا مظاہرہ نہ کرو گے۔“

لارڈ کیننگ جب خاموش ہوا تو سلطان نے روسی سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم لوگوں کے اعمال و گفتار میں کس قدر گھٹاؤنا تفاوت ہے۔ تو لوگ ہماری سلطنت میں یونانی کلیسا کے نصرائیوں کا محافظ ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہو لیکن تم لوگ اپنے آئینے میں اپنی شکل نہیں دیکھتے کہ تم لوگ وسط ایشیا میں کس قدر قبیح افعال کے مرتکب ہو رہے ہو۔ کیا تم لوگوں نے کُل جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جارحانہ کریمیا کا وسیع علاقہ، آستراخان اور دریائے یورال کے مغرب میں ان خطوں پر قبضہ نہیں کر لیا جو کبھی قازقستان کی سلطنت میں شامل تھے اور تم جانتے ہو کہ یہ سارے علاقے مسلمانوں کے تھے اور پھر تم لوگ آئے دن داغستان اور قازقستان پر حملے کر رہے ہو۔ اگر داغستان میں امام شامل اوقازقستان میں تم لوگوں کے سامنے خلیل شہلی جیسا آہنی جوان نہ ہوتا تو اب تک تم ان خطوں پر بھی قبضہ کر چکے ہوتے، کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ان خطوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم بھی ان کے حقوق کا دعویٰ دار ہونے کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور جن مسلمانوں کے لیے تم لوگوں نے غلاموں سے بھی بدتر حالات پیدا کر رکھے ہیں۔ ان کے لیے علیحدہ اور آزاد و خود مختار سرزمین کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اب تم جا سکتے ہو اور اپنے زار نکولاس کو کہلا بھیجو کہ آگ کی طرف نہ بڑھے۔ ہاتھ ہمیشہ وہی جلے گا جو آگ میں جلے گا۔ روسی سفیر سر کوتم کرتا مہلہ باہر نکل گیا تھا۔

روڈ مشرکان کے نرم دھارے کی طرح بہتی رات کا کاندان گلابی جاڑول کی شہر کی صبح سے بغل گیر ہو رہا تھا۔ غرب کی یادوں کی بکھری دھنک شبنم کے دیدہ حرمیں ڈوب گئی تھی رات کے خود شکن جذبے، سحر کی تجلّی میں ڈھلنے لگے تھے۔ سورج مشرق سے طلوع

بلکہ اپنے حقوق کا مطالبہ کیا ہے جس کی بنا پر انہیں کچلنے کی کوشش کی گئی۔ ان لوگوں میں مسلمان بھی ہیں اور نصرانی بھی۔ اس کے علاوہ ہم ان لوگوں کو امان دے چکے ہیں۔ ہم مجبور ہیں۔ ہم اسلامی روایات کی خلاف ورزی کر کے ان لوگوں کو روس یا آسٹریا کے حوالے نہیں کر سکتے اور نہ ہی کریں گے۔ باغیوں کے جن انقلابی سرداروں کو تھر، ہم اور ڈینسکی کا تم نے ذکر کیا ہے وہ بھی قسطنطنیہ میں امان حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں بھی ہم واپس نہیں کر سکتے۔ اب تم اپنا دوسرا مطالبہ کہو۔“

روسی سفیر نے کہا۔ ”ہمارا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ فلسطین اور ترکی سلطنت کے دیگر مقامات پر جہاں یونانی کلیسا کے نصرانی آباد ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی طرف سے ان پر سختیاں اور مظالم کیے جا رہے ہیں۔ یونانی کلیسا کے نصرانیوں کا قتل ایک معمول بن چکا ہے۔ لہذا ہمارا مطالبہ ہے کہ یونانی کلیسا پر مظالم بند کرانے جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو روس مداخلت کرنے پر مجبور ہوگا۔ ہم چوں کہ یونانی کلیسا کے علمبردار ہیں لہذا ہم ان لوگوں کے حقوق کی خاطر اٹھیں گے اور اگر ہو سکا تو ان لوگوں کے لیے ایک آزاد اور خود مختار خطّہ زمین حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ زار روس نکولاس اور ہمارے وزیر الیگزینڈر اس معاملے کو بڑی سخت نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“

روسی سفیر کے خاموش ہونے پر سلطان کچھ کہنا چاہتے تھے کہ برطانوی سفیر لارڈ کیننگ نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”سلطان محترم! اگر آپ اجازت دیں تو اس مطالبے کا جواب روسی سفیر کو میں دوں۔“

سلطان نے اثبات میں گمرون بلا کر جب اجازت دی تو لارڈ کیننگ نے روسی سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ترک سلطنت میں یونانی کلیسا کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے زیادتیاں ہو رہی ہیں تو وہ فساد اور شر پسند ہے۔ کلیساؤں کا مسئلہ ماضی میں احسن طریقے پر طے ہو چکا ہے۔ اب یہ تینوں کلیسا آپس میں دست و گم زبان ہیں اور مقامات مقدّسہ پر اپنا اپنا قبضہ جانے کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی اس لڑائی میں مسلمانوں کا کوئی حصّہ نہیں اور سنو! اپنے زار نکولاس کو

میرے آقا!

آج رات کے پہلے جیتے میں ایک بہت بڑا روسی لشکر جنرل اسکار لیٹ کی کمانداری میں دریائے یورال کے کنارے ایک وسیع وادی کے اندر آکر خیمہ زن ہوا ہے۔ کچھ روسی سپاہی شراب خانے میں شراب پیئے آئے تھے لودیکہ نے ان سے بڑی قیمتی معلومات حاصل کی ہیں۔ لودیکہ آپ کے شہر آنا چاہتی ہے۔ کبھی میں اسے اپنے ساتھ لے کر آؤں گی۔

یہ روسی لشکر دریائے یورال کے پل سے صرف ایک فرلانگ جنوب میں خیمہ زن ہوا ہے۔ یہ پورے ڈوہتے تک علاقے سے درخت کاٹ کاٹ کر دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ لکڑی کا پل تعمیر کرتے رہیں گے پھر اس پل کو دریائے یورال میں فہ سیٹھا کر کے اور اس کے ذریعے اپنے لشکر کو دریا کے اس پار لے جا کر قازان شہر پر حملہ کر دیں گے۔

یا امیر! اس روسی لشکر کی تعداد ان گنت ہے۔ ایسا لگتا ہے گویا حیرت الارض نکل کھڑے ہوئے ہوں۔

میرے آقا! کاش میں اس حالت میں ہوتی کہ آپ کے دوش بدوش اس دشمن دیں سے جنگ کر سکتی۔ دریائے یورال کے اس طرف بیٹھ کر میں آپ کے لیے دعاؤں کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی۔

خداوند دو جہاں دشمن کے ان سیاہ رات کے سے حملوں میں سے آپ کو نرم سہنے پر پہنکتے خون رنگ گلابوں کی طرح تروتازہ، بہری گھاس پر نرم گلابی پاؤں جیسا شاداب اور چاندنی راتوں میں کھلتے پھولوں جیسا پر سکون رکھے۔

یا امیر! دشمن کی شوریدہ تمناؤں کے سامنے آپ اپنی قوم کا بیکراں حصار زندگی کی سخت گیری، تنوں کی چٹان، صبحوں کی روشنی اور عقیدتوں کی جھلک ہیں۔ ان کو ہمتانوں کے اندر بزم گل عذراں کی سحر طرازی اور شمعوں

ہونے والا تھا۔ رات بھر کے محبوس پرندے نکل رنگ صدائیں بلند کرتے اور اپنے پروں سے ریشمی لباسوں کی سی موبہم لہر زشیں پیدا کرتے ہوئے نہ جلنے کن گناہ سر زمینوں کی طرف جہنم لگے تھے۔

فجر کی نماز قازان کی جامع مسجد میں ادا کرنے کے بعد خلیل شلبی، نامق سری، خانوف اسماعیل بے اور مارگن کے ساتھ جب اپنے دیوان خانے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ دیوان خانے میں ادینس، خلیل شلبی اور اسماعیل بے کا صبح کا کھانا اپنے سامنے رکھ کر ان دنوں کا انتظار کر رہی تھی۔

خلیل شلبی نے بڑی فراخ دلی سے نامق سری، خانوف اور مارگن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”آؤ تم تینوں بھی ہمارے ساتھ ہی کھانا کھا لو۔“ نامق سری نے مسکرتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! یہ تو مشکل آپ اور اسماعیل بے کے لیے ہی ہوگا۔ ہم اپنے کمروں میں جا کر کھاتے ہیں۔“

نامق سری، خانوف اور مارگن اپنے کمروں کی طرف جہنم ہی لگے تھے کہ تینوں فوراً رک گئے کیوں کہ ایک سپاہی بھاگتا ہوا آیا اور اس نے خلیل شلبی سے کہا۔ ”میرے آقا! میرا تعلق اپنی شمال کی پہلی چوکی سے ہے۔ میں آپ کے نام دریائے یورال کے اس پار کی بہن سوفار کا ایک خط لے کر آیا ہوں۔“

پھر اس سپاہی نے خط نکال کر خلیل شلبی کو ہاتھماتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! سوفار بہن فجر کی اذان سے کچھ دیر قبل دریا عبور کر کے آئی تھی اور آپ کے نام یہ خط دے کر واپس چلی گئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی میں امیر سے ضرور ملتی لیکن اس طرح سورج طلوع ہو جاتا اور مجھے سارا دن رات شہر میں رکنا پڑا جس کی وجہ سے میرے بابا کو میرے متعلق پریشانی اور تشویش ہوتی۔

یا امیر! ہمیں فخر ہے کہ ہماری اس بہن نے تہجد کی نماز ہماری چوکی میں ادا کی تھی۔ یا امیر! وہ ایک ایسی بہن ہے جس کی باتوں میں خلوص اور دردمندی ہے۔ کاش ہم ان سب مسلمانوں کی مدد کر سکتے جو مقبوضہ روسی علاقوں میں کس پرہیزی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

خلیل شلبی نے سوفار کا خط کھولا اور پڑھنے لگا:

کی لالہ زاری آپ کے دم سے ہے۔ آپ قازقستان میں انسانی عظمت اور سچائی کا ضمیر ہیں۔

میرے آقا! میں ایک بے بس اور معبور لڑکی ہوں۔ میری خاموش بیگی اور روتی آنکھوں کی ہر دُعا آپ کے لیے ہے۔ میری گوشہ گیری کی ہر مناجات آپ کی فتح مندی کے لیے ہے۔ کاش میں عملی جہاد میں آپ کے ساتھ شریک ہو سکتی۔

سوفار کا خط پڑھ کر خلیل سلیبی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ ایسے اُنہر جن کا کوئی مول، کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی۔

اونیس جو مشکبورا، گنڈر، شاخ، مرجان، مقدس خوشبو اور اپنی سطوت میں شہزادیوں طرح پر سکون بیٹھی تھی۔ خلیل شلیبی کے آنسو دیکھ کر اس کے اندر بھیل مچ گئی تھی اس کی ساری ضیاء غیزی اور لرزاں خوشبو کی سی رعنائی جاتی رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمکتے گلاب اور پُرشوق محبت کا گلزار کا نور ہو گیا تھا وہ مضاعف تنویر اور صحن زنداں کے چہرے کی طرح افسردہ سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ رو دینے والی تھی اور اس کی حالت سے ایسا لگ رہا تھا گویا کسی نے اس کے لیے مصلوب کیے جانے کا حکم دے دیا ہو۔

اونیس آگے بڑھ کر خلیل شلیبی سے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ خلیل شلیبی نے بند آواز میں کہا۔ ”سوفار! سوفار! تو عظیم ہے۔ اے میری قوم کی ناموس! میری رلت! آبرو! تو اس جہاد میں عملی طور پر شامل ہے جو ہم قازقستان کے لیے کر رہے ہیں۔ سوفار! سوفار! تو اہل قازقستان کے لیے چشم و نظر کی مافرتگی اور دقت کی دہ توڑ ہے جو مغمو آنکھوں کے اندر چاندنی کی طرح دھیمے دھیمے سلگنے والے نغمے اُٹا رہی ہے خلیل شلیبی نے سوفار کا خط نامق سری کو تھا دیا۔ نامق سری خط پڑھنے لگا۔

اونیس، خانوف، مانگن اور اسماعیل بے بھی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر خط پڑھ رہے تھے۔ نامق سری نے جب وہ خط پڑھ کر خلیل شلیبی کو تھا دیا تو اونیس خلیل شلیبی کے

زب آئی اور کہا۔ ”کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ سوفار بہن کا یہ خط مجھے دے دیں۔

یا امیر! سوفار ایک محب وطن لڑکی ہے۔ وہ خوش قسمت ہے جس کا خط پڑھ کر پندل شلیبی جیسے مجاہد کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔ میں اکثر سوچتی ہوں۔ کاش سوفار اب تک یہی ہوتی تو میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی خیال کرتی۔

یا امیر! سوفار ہمارے لیے ایک ابر باراں ہے جو اپنے لبوں کی ایک مونہم سی لرزش بہ دہل و فرات کو رنگین اور غم دہر کو ماحول کی رعنائی میں بدل دیتا ہے۔ سوفار ہمارے لیے خزاں بہارتوں میں بہاروں کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔ سوفار! سوفار! میں تیرے کام، تیری ذات کو سلام کرتی ہوں۔“

خلیل شلیبی نے سوفار کا خط اونیس کو تھا دیا۔ نامق سری نے کہا۔ ”تم یہ خط رکھ سکتی ہو۔“ اونیس نے کہا۔ ”یا امیر! میں اس خط کو اپنے پاس دریا ئے یورال کے اس پار رہنے والی اپنی ایک عزیز ترین بہن کا قیمتی تحفہ جان کر رکھوں گی۔“

خلیل شلیبی نے اس بار نامق سری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”نامق سری! ہمارے امتحان کا وقت شروع ہونے والا ہے۔ روسی اپنی پوری قوت کو ہمارے خلاف حرکت میں لارہے ہیں۔ وہ ہمیں اور امام شامل کو الگ الگ محاذوں پر بیک وقت مصروف رکھنا چاہتے ہیں اور اس سے وہ فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔“

نامق سری! جتنی فالتو روٹی اور ادون تمہیں ملتی ہے خرید لو۔ لیکن اس مقدار میں کہ قازقستان میں اس کا تحوط نہ پڑے، نہ ہی اس کی قیمتیں بلند ہوں۔ اس کے علاوہ شکر کے مح قدر گھوڑے اور اونٹ ہیں ان کے بال اور روئیں اقوالیے جائیں۔ پھر اے نامق سری! ادون اور روٹی کو دوسیدہ کپڑوں کے بوروں میں سی دیا جائے لیکن ان یوروں کے اندر ادون اور روٹی کو زیادہ دبا کر نہ بھرا جائے بلکہ اس کے ڈھیلے ڈھالے بورے باندھ کر تیار رکھے جائیں۔ روٹی اور ادون دباؤں سے بھرے یہ بورے ہی دشمن کے لکڑی کے پل کی تاباں کا ایش بن جائیں۔

نامق سری اور خانوف دونوں ہی پریشانی سے اسماعیل بے کی طرف دیکھنے لگے تھے، کہ

ہم کوں اور جنگاریوں کو اور اونا سے دوسرے روسی لشکر کو مار بھگنے میں کامیاب ہو جائیں
تے۔ کیا اب آؤں اور روٹی کے بورول کا معاملہ صاف نہیں ہو گیا۔

خانوف مارگن، اسمعیل بیے اور اونس تو صفی انداز میں خلیل خلیبی کی طرف دیکھ
ہے تھے جب کہ نامق سری نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! دانش پل کو آگ
لگانے کا ایسا آسان اور واضح طریقہ کم از کم میرے ذہن میں نہ آ سکتا تھا۔ یا امیر! میں نامق سری
کمال کہاں اور کیسے کیسے آپ کا شکریہ ادا کر سکوں گا۔"

خلیل خلیبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت
ہی نہیں کہ میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ اور سنو جہاں روٹی اور اوں کے بورے رکھے
جائیں وہاں کافی گڑھے کھود لیے جائیں گے۔ ان گڑھوں کے اندر تیر انداز بٹھا دیسے
جائیں اور اگر پل آگ پکڑنے میں دیر لے یا روسی روٹی اور اوں کے جلتے بورول کو دریا
میں پھینکنے کی کوشش کریں تو ان پر تیر اندازی کر کے انہیں دور ہی رکنے پر مجبور کر دیا جائے
یہی تیر انداز پل بدر روٹی اور اوں کے بورے اور اوں پر جلتی ہوئی مشعلیں پھینکنے کے بعد اپنے
گڑھوں میں بیٹھ جائیں گے اور بورول میں پھینکنے سے قبل جلتی ہوئی مشعلیں بھی گڑھوں
میں رکھی جائیں گی تاکہ دشمن انہیں دیکھ نہ سکے۔"

نامق سری! روٹی ہمیشہ آگ پر بجتی ہے۔ روسیوں کو دریائے یوڈال عبور کر کے
قازان شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے ایسے ہی آگ کے ایک طوفان میں سے ہو کر گزرنا
پڑے گا۔

نامق سری نے اپنا اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! کہیں ایسا نہ ہو کہ
دشمن ہمیں دھوکہ دے وہ دریا کے کنارے کنارے ہمیں نیا پل تعمیر کرنے کا چکر دے کر
برائے پل پر سے دریا کو پار کر کے قازان شہر پر حملہ ہی کر دے۔"

خلیل خلیبی نے کہا۔ نہیں نامق سری ایسا ممکن نہیں۔ جنرل اسکار لیٹ روس کا
بہترین جرنیل ہے۔ وہ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا فیصلہ کرے گا تو دنیا کا احمق
توین جرنیل ہوگا۔ دریائے یوڈال پر لکڑی کا پڑا نا پل تنگ ہے۔ وہاں ایک لشکر امن کی حالت

شاخ خلیل خلیبی کی بات اس کی سمجھ میں ہی آگئی ہو لیکن اسمعیل بیے اپنا سرفی میں ہلکا سا ہنسی لائے
کا اظہار کر رہا تھا۔

اونیس اور مارگن بھی پریشانی کی حالت میں خلیل خلیبی کی طرف دیکھ رہے تھے۔
نامق سری نے پوچھ ہی لیا۔ "یا امیر! میں بالکل نہیں سمجھا کہ آپ آؤں اور روٹی کے بورول سے
کیا کام لیں گے۔"

خلیل خلیبی نے کہا۔ "سوفار کے پیغام سے تم لوگ یہ تو سمجھ گئے ہو کہ روسی دریائے
اس پار جہاں خیمہ زن ہوئے ہیں وہاں سے درخت کاٹ کاٹ کر دریا کے اپنے کنارے کے
ساتھ ساتھ لکڑی کا پل تعمیر کریں گے اور پل کے دونوں سرے وہ کنارے سے بانڈھے
رکھیں گے اور جب انہوں نے ہم پر حملہ کرنا ہوا تو وہ پل کا اوپر کا حصہ کھول کر اسے دریا
میں آگے کی طرف دھکیں دیں گے اور دریا کا تیز بہاؤ پل کے اس اوپر کے حصے کو دریائے
اس کنارے سے آگے لگائے گا۔ اس طرح پل جب دریا پر محیط ہو جائے گا تو روسی اس پر سے
گزر کر ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اب تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ جب پل کا اوپر کا حصہ ہوا
طرف دے کر کنارے سے آگے لگے گا تو تم روسیوں کی یلغار روکنے کے لیے کیا جتن کرو گے۔"

نامق سری نے کہا۔ "یا امیر! بخدا میں نے ابھی تک اس کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔
خلیل خلیبی نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو سنو! جب روسی اپنے کنارے پر پل تعمیر
کریں گے تو اس کنارے سے وہ پل ہمیں دکھائی دیتا رہے گا۔ اب ہم اندازہ لگائیں گے کہ
کا اوپر کا حصہ ہماری طرف کہاں آکر گرے گا۔ اس جگہ ہم آؤں اور روٹی کے یہ بورے ڈھیر کر دیں
گے۔ جب پل کا سر اس طرف آکر لگے گا تو یہ بورے پل پر پھینک کر ان کے اندر جلتی ہوئی مشعلیں
پھینک دی جائیں گی۔ اس طرح ان بورول کو فوراً آگ لگ جائے گی اور یہی آگ لکڑی کے پل
کو بھی پکڑ لے گی۔"

اس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو آگ پل پر سے گزر کر آنے والے روسیوں
کی راہ روک دے گی۔ دوسرے پل جل کر راکھ ہو جائے گا اور اگر روسیوں نے دوسرا پل
تعمیر کرنے کی کوشش کی تو اس کے لیے انہیں دقت درکار ہوگا اور اس وقت تک ہم منزلت

میں تو گزر سکتا ہے لیکن حملہ آور ہونے کے لیے اگر کوئی لشکر اس پل پر سے گزرتا ہے اور اس کے لیے ایسا کرنا موت کے منہ میں کودنے کے مترادف ہے۔

پل تنگ ہونے کی وجہ سے حملہ آور لشکر کھل کر اس پل پر سے یلغار نہیں کر سکتا۔ زیادہ سے زیادہ تین تین یا چار چار گھوڑ سوار اکٹھے آگے بڑھ سکتے ہیں جو انتہائی خطرناک ہے۔ کیونکہ ایسے میں ان پر تیروں کی بارش کرے ان کی ترکاڑیوں کی موت میں مبتلا جاسکتا ہے۔ اگر روسی ایسا کرتے ہیں تو ہم انہیں صرف ان ایک ہزار باغیگیری تیراندازوں سے ہی مار بھگا سکتے ہیں۔ جو مستقل طور پر وہاں پل کی حفاظت کے لیے رہتے ہیں۔

خلیل شلبی کا پھر اس نے نامق سری کا شانہ چھینچھپاتے ہوئے کہا: "نامق سری تم اس پل کی طرف سے نکر مند نہ ہو۔ تمہارے اطمینان کی خاطر اس پل پر تیراندازوں کی تعداد آج ہی ایک ہزار سے ہم تین ہزار کر دیں گے۔ بہر حال آج سے شہر سے دو میل جنوب تک کم از کم دس ہزار جوان دوسرے کنارے پر روسیوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے بٹھا دو۔ ان جوانوں کے کام ٹی ٹیگٹا خانوف کرے گا اور میں آج دوپہر کے وقت ان جوانوں کی کارکردگی کا جائزہ لوں گا اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو لشکر کی تعداد میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

اسمعیل بے! تم کھانا کھانے کے بعد داغستان کی طرف کوئی قاصد روانہ کرو اور سوفاس کے اس نئے پیغام کی روشنی میں سارے حالات امام شامل سے کہے۔ تاکہ امام شامل ہمارے اور اپنے دونوں کے حالات سے پوری طرح مطلع رہیں؟

خلیل شلبی نے اس بار نامق سری اور خانوف سے کہا: "تم دونوں جاؤ اور کھانا کھا کر اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ۔" نامق سری، خانوف اور مارگن وہاں سے چلے گئے خلیل شلبی اور اسمعیل دونوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے اور اونیس نے ان کے آگے کھانا رکھ دیا تھا۔ دونوں خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے جب کہ اونیس سامنے بیٹھ کر خلیل شلبی کو ایک لگن ایک مٹھاس سے دیکھ رہا تھا۔



روسی دس بارہ روز تک دریائے یورال کے کنارے کے ساتھ ساتھ لکڑی کا پل تعمیر کرتے رہے اور پل تعمیر ہونے کی جگہ سے اندازہ لگا کر خلیل شلبی نے اپنی طرف دریائے کنارے گڑھے کھدوا کر وہاں اپنے تیرانداز بٹھا دیئے تھے اور اس جگہ روٹی اور اداں سے بھرے ہوئے بورے بھی رکھوا دیئے گئے تھے۔

تیرہویں روز جب گلابی جاڑوں کا سست سورج اپنے سلگتے لبوں کے ساتھ طلوع ہو رہا تھا۔ آسمان کے چشم و لب پر شفق کے شوخ نارنجی گلزار رنگ بکھرنے لگے تھے ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے شعلہ زاروں میں برت پگھلنے کا عمل شروع ہو گیا ہو۔

خلیل شلبی، نامق سری، خانوف اور اسمعیل بے دریائے یورال کے کنارے روٹی اور اداں کے بورے کے پاس کھڑے گڑھوں میں بیٹھے اپنے تیراندازوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ ایک سوار اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ان کے پاس آیا۔ خلیل شلبی اسے پہچان گیا وہ چوکی کا دہی جوان تھا جو پہلے بھی ایک بار سوفاس کا پیغام لے کر آیا تھا۔

قریب آ کر وہ سوار اپنے گھوڑے سے کودا اور خلیل شلبی سے اس نے کہا۔ "یا امیر! گزشتہ شب بھی فجر کی اذان سے قبل ہماری بہن سوفاس آپ کے نام پیغام لے

کے ساتھ تھے۔ پیچھے ہٹ کر خلیل شلبی نے فوراً اپنے جوانوں کو اپنا کام شروع کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ آن کی آن میں جوانوں نے بڑے بڑے روٹی اور اون سے بھرے بورے اٹھالیے اور ان بوروں کی اوٹ میں کچھ جوان جلتی مشعلیں اٹھائے ہوئے تھے۔ جو نبی لکڑی کے اس پل کا اوپر کا سرا کنا رس سے آکر لگا مجاہدین نے پل کے اندر روٹی اور اون کے بورے پھینک کر ان میں جلتی ہوئی مشعلیں پھینک دی تھیں۔

اون اور روٹی نے فوراً آگ پکڑ لی اور جب روسی اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے دریا عبور کرنے کے لیے آگے بڑھے تو آگ نے ان کا راستہ بند کر دیا تھا۔ کیوں کہ روٹی اور اون کے بوروں کے ساتھ اب پل نے بھی آگ پکڑ لی تھی اور جو روسی آگے بڑھنے کو آئے تھے۔ وہ اب پدک کر واپس بھاگ گئے تھے۔ پل کو اب دور دور تک آگ لگ گئی تھی۔ پل جلتا رہا اور روسی دوسرے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھتے رہے۔ جب سورج طلوع ہوا تو روسیوں کا لکڑی کا پل جل کر راکھ ہو گیا تھا۔

پل جب جل گیا تو خلیل شلبی نے اپنے پاس کھڑے نامق سری اور خانوت کو مخاطب کر کے کہا۔ اے ندیمان شب! اب جب کہ پل جل کر ختم ہو گیا ہے میں یہاں سے افا کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔ روسی قازان پر پڑھ دوڑنے کے لیے اگر دوسرا پل بناتے ہیں تو اس کے لیے انہیں کم از کم دس باہون درکار ہیں۔ اس وقت تک ہم افا اور منزلتہ سے دشمن کا دباؤ کم کر چکے ہوں گے اور قازان کے دفاع کے لیے ہم اپنی قوت و طاقت کو مربوط کر سکیں گے۔

خانوت! تم بھی یہاں نامق سری کے ساتھ رہو گے دونوں بل کر دشمن پر دن رات کڑی نگاہ رکھو۔ ابھی تمہارے پاس روٹی اور اون کے کافی بورے ہیں۔ اگر روسی میری فی موجودگی میں پل پہلے تیار کر کے دریائے یورال کو عبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا دیا ہوا ہتھیار جیسا اب ہوتا ہے۔

پھر خلیل شلبی اسماعیل بے کے ساتھ وہاں سے جتا اور اپنے بیس سزائے شکاری لشکر کے ساتھ وہ افا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

گئی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آنے والی شب کے پچھلے پہر جب قازان شہر میں فجر کی اذانیں ہوں گی روسی اپنے لکڑی کے پل کو کچھا کر دریائے یورال عبور کریں گے اور قازان شہر پر حملہ آور ہوں گے اور یہ حملہ قازان افا اور منزلتہ شہروں پر ایک ساتھ ہوگا۔ وہ سپاہی جب خاموش ہوا تو خلیل شلبی نے پوچھا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اس نے کہا۔

اس سپاہی نے کہا۔ 'یا امیر! وہ لڑکی اپنے مذہب، اپنی ملت سے عجیب عقیدت و خلوص رکھتی ہے۔ یہ پیغام دینے کے بعد وہ روٹی اور آپ کی فتح مندی کے لیے دعا مانگ رہی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔'

سوفار کی حالت کا سن کر خلیل شلبی اُداس سا ہو گیا۔ ان بچوں کی طرح نہیں تیرا نے جھلسا کر رکھ دیا ہو۔

رات اپنے حشر نشاط کی بساط لپیٹتی معبد کے مجھ جلنے والے دیپ کی طرح ہے انجام کے قریب آگئی تھی۔ اندھیروں کے سینوں کی محرابیں لرزنے لگی تھیں۔ ارض و سماء بخود تھکے۔ کوئی گل، کوئی شبنم، کوئی طائر اپنی موجودگی کا پتہ نہ دے رہا تھا۔ ظلمت کی لہ میں جرم کے چراغوں کا سیلاب برپا ہونے کو تھا۔

خلیل شلبی، نامق سری، خانوت اور اسماعیل بے کے ساتھ اس جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں روسی پل نے آکر گنا تھا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دریا کے اندر دیکھ رہا تھا۔

اسی لمحہ قازان کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں سنائی دیں۔ اذانیں جب ختم ہوئی تو خلیل شلبی نے نامق سری، خانوت اور اسماعیل بے سے کہا۔ 'اے ندیمان شب! فوج سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ سامنے دریا کے اندر دیکھو۔ روسی پل کا شمالی سرا بڑی جیڑی سے ہٹا کر طرف آ رہا ہے۔ عنقریب وہ سرا اس کنارے سے آگے گا اور روسی ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ خلیل شلبی بھاگتا ہوا پیچھے ہٹا۔ نامق سری، خانوت اور اسماعیل بے بھی اس

نیا۔ اگر محافظ احتیاط کو نہ نظر رکھتے ہوئے تم دونوں کے لیے شہر کا دروازہ نہ کھولیں تو تم انہیں
نہایت تفصیل کے اور پر سے رتوں کی میٹھیالیں نیچے پھینکو۔

بہر حال جس طریقے سے بھی جو تم دونوں شہر میں داخل ہو کر حاکم شہر نوزان کو یہ ایفام
چنانچہ اسے کہنا۔ میں کل صبح ہی بیچ دشمن کو کھانا کھانے کی مہلت نہ دوں گا اور ان کے
مانے مشرق کی طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا اور جب دشمن اپنے سارے لشکر کو اکٹھا کر کے
مجھ پر باؤ ڈالے گا تو میں اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کے کوہستانی سلسلے کی طرف بھاگوں گا
جب دشمن میرا تعاقب کرے تو نوزان اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر ان کی پشت پر حملہ کر دے
اور جب دشمن نوزان کی طرف متوجہ ہو تو نوزان اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کر شہر میں داخل
ہو جائے اور میں دشمن کی پشت پر حملہ کر دوں گا۔

یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک وہ ہمارے ہاتھوں تباہ نہ
ہو جائے یا یہاں سے بھاگ نہ جائے۔
ان دونوں محافظوں میں سے ایک نے کہا۔ "یا امیر! جس طرح آپ نے حکم دیا
ہے۔ ہم ایسا ہی کریں گے۔"

خیلی شبہی کی گردن سجدے کے انداز میں زین کے ہنر پر جھک گئی۔ پھر وہ
بڑی عاجزی اور انکساری سے کہہ رہا تھا۔

"اے رب عظیم! میں تیرا عاجز و گناہ گار بندہ تیرے ہی نام سے
ابتدا کرتا ہوں۔ تیرے سامنے میرا سب کچھ انکساری کے اور کچھ نہیں
ہے۔ تو بندہ حرفت کے فضل کھولنے والا ہے۔ ہم من و تو کی تفریق
مٹا کر تجھ سے نصرت کے طلب گار ہیں۔ تو زمانے اور وقت کو کہ جو
تیری طرف سے نقش گر شب و روز ہیں۔ اس تاریک رات میں
ہمارے لیے نویدِ سحر کا امین اور مہربان بنا۔

میرے اللہ! تو صدف صدف کو گھر عطا کرتا ہے۔ غریب کا ماہ مہین
مشرق کا مہر منور۔ تیرے دم سے ہے۔ فضا کے لاہوت، آفاق کی بے

رات بھر کی طرح گہری اور وسیع ہو گئی تھی۔ بہر طرف علمی جزیروں اور خیالات کی
دادیوں جیسی خاموشی اور شیر مادر ذائقہ اور مستی کے میکدوں میں سرشاری جیسا سکون تھا۔
بقلمے آفریں اور منزلوں کا امین وقت بھاگ رہا تھا۔

خیلی شبہی افنا شہر سے مشرق میں کوہستانی سلسلے میں داخل ہوا۔ وہاں اس نے
اپنے لشکریوں اور گھوڑوں دونوں کو سستانے کا موقع دیا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کو
حکم دیا کہ گھوڑوں کے منہ پر ڈھلٹے باندھ دیئے جائیں تاکہ رات کے وقت گھوڑوں کے
منہ نہانے یا نتھنے پھڑ پھڑانے کی آوازیں دشمن کو ان کی طرف سے چونکا نہ کر دیں۔ پھر
اس کوہستانی سلسلے سے افنا شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

روسی جرنیل ٹاڈل مین نے چاروں طرف سے افنا شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا اور
بھراؤ فاکے لشکر سے جنگ کرنے کے بعد اب شہر کے ارد گرد اس کا لشکر محاصرہ کر
تھا۔ تاہم ٹاڈل مین نے انتہائی احتیاط برتتے ہوئے چاروں اطراف میں پہرہ دار
مقرر کر رکھے تھے۔ جو گھوم پھر کر اپنے لشکر کی حفاظت کر رہے تھے۔

ان پرہ دینے والے دستوں کی تعداد جنوب میں کم اور شمال مشرق میں زیادہ تھی۔
جب کہ مغربی طرف دیکھ لے لو ال تھا اور وہ سمت محفوظ تھی۔ یہ محافظ دستے ہاتھ پا
جلتی مشعلیں لیے بڑی تندہی سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے نکل کر خیلی شبہی نے جلتی مشعلوں سے
اندازہ لگا لیا کہ افنا شہر کے شمال اور مشرق میں پرہ دینے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لہذا
جنوب کی طرف بڑھا تھا۔ دشمن سے مناسب فاصلے پر جا کر خیلی شبہی نے اپنے لشکر
روکا۔ پھر اس نے اپنے دائیں بائیں کھڑے اپنے محافظ دستے کے سپاہیوں کو مخاطب کر
ہوئے کہا۔

"تم دونوں مجھے غور سے سُنو! میں ابھی دشمن پر شب خون ماروں گا اور
کاٹا ہوا تفصیل تک چلا جاؤں گا۔ اس دوران تم دونوں افنا شہر کے اندر داخل ہونے کی کوشش

میں گم ہر شے تیرے کُن سے وابستہ ہے۔ تو آتش عصیاں میں قربوں کے پھول کھلانے والا ہے۔ جسموں میں مقید روحوں، لوحِ احساں پر مومسوں اور ان کی سختیوں کی کندہ کاشی سب تیرے اذن سے ہے۔ تو ہی احساسات کو زبان کے چوڑ بنانے والا ہے۔ اس دشمن کے مقابلے میں میری مدد فرما کہ بجز ترے میں کسی کو اپنی نواز منہ کے لیے نہیں پکارتا۔ میری دعاؤں میں تیرے اللہ کہ کو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔

پھر خلیل شلبی نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور دشمن کے نزدیک جا کر اس کا حکم پر اس کے لشکریوں نے اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑا دیا تھا۔ پھر خلیل شلبی کی بائیں ہاتھ کی لشکر شب کی سفاکی، عناد محول، خواب و مذاب اور ورد کی قربانیت کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

خلیل شلبی جو اپنے لشکر کے آگے آگے تھا دشمن پر ابر باران کی طرح چھا گیا تھا۔ چند لمحوں کے اندر ہی اندر اس نے دشمن کے پہرے دینے والے دستوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب اس نے دشمن کے سوئے ہوئے اور محو استراحت لشکریوں پر حملہ آور ہو کر ایک ہجیان، ایک خلفشار اور ایک ہنگامہ برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

اپنے لشکر کے خلیل شلبی دشمن کے انگ پر، روم روم میں اور نس میں خوف کن تحریریں اور جھرتوں کا عذاب نصب کرنے لگا تھا۔ خلیل شلبی کے زہریلی ہواؤں، طرح حملوں کے سامنے روسی اپنی ساری ازب و غائیں مھول گئے تھے۔ ان کے سارے عقیدے ان کی ساری کڑکمتی انا میں، تمام بوسیدہ آرزوئیں اور چہروں کی ساری شادابی اس طرح تھکی جس طرح سورج کی حدت کے سامنے برف پگھل کر بہہ جاتی ہے۔ خلیل شلبی نے اسیر ہاتھوں کی رہائی کے گیتوں کی طرح تکبیریں بلند کرتے ہوئے ایک طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ نیند سے ہر بڑا کر اٹھتے روسیوں کی حالت لباس دریوزہ گری اور حرف و قلم بدغین جیسی ہو رہی تھی۔ خلیل شلبی نے کھل کر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

ایسے میں جب کہ شہر کے جنوبی دروازے کے سامنے خلیل شلبی نے دشمن کا قتل عام شروع کر رکھا تھا۔ اس کے دونوں محافظوں نے اونا شہر کے جنوبی دروازے پر رور دار بنگ دی۔

اندر سے کسی پہرہ دار کی کڑکمتی ہوئی آواز سنائی دی۔ تم کون ہو۔ رات کے اس وقت دشمن پر کون حملہ آور ہوا ہے اور تم کس غرض سے دروازے پر دستک دے رہے ہو۔ ایک محافظ نے کہا۔ آقا خلیل شلبی نے دشمن پر شب خون مارا ہے۔ ہم تعداد میں دو ہیں اور آقا خلیل شلبی کے محافظوں میں سے ہیں۔ دروازہ کھولو ہم آقا کی طرف سے شہر کے حاکم نوزان کے لیے ایک اہم پیغام لے کر آئے ہیں۔

پہریدار نے کہا۔ ہم حاکم شہر سے اجازت لیے بغیر رات کے اس وقت دروازہ کھولتے نا خطرہ مول نہیں لے سکتے

اس محافظ نے پھر کہا۔ اگر تم دروازہ نہیں کھول سکتے تو دروازے کے اوپر والے برج سے رستوں کی ایک سیڑھی نیچے گرا دو۔ ہم دونوں اس کے ذریعے اوپر آ جاتے ہیں۔ یاد رکھو! ہمارے پاس آقا خلیل شلبی کا نوزان کے نام ایک اہم پیغام ہے۔ اگر تم نے سوال اور پس و پیش سے کام لیا تو نتائج کے ذمہ وار تم ہو گے۔

اندر سے دروازے کے پہرے دار کی پھر گھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ تم حفاظت بردار آقا خلیل شلبی کا حکم نہ کرنا کھوں پر لیکن ایسے میں شہر کا دروازہ کوئی دھوکہ دہی سے بھی کھلا سنا ہے۔ تم انتظار کرو۔ میں برج کے اوپر جا کر رستوں کی سیڑھی نیچے پھینک دوں گا۔ تم دونوں اس سے اوپر چڑھ آنا۔ شہر کے حاکم نوزان بھی اس وقت اسی برج میں ہیں۔ لہذا تم ان سے پیش قدمی کر سکو گے۔

تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد خلیل شلبی کے محافظوں نے دیکھا رستوں کی ایک سیڑھی نیچے پھینکی گئی تھی جس کے ذریعے وہ دونوں اوپر چڑھ گئے۔ شہر کی فسیل پر ان کے بعد جس شخص نے ان دونوں سے مصافحہ کیا وہ شہ کا حاکم نوزان تھا۔ اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ تم میرے نام آقا خلیل شلبی کا کیا پیغام لے کر آئے ہو۔

جنوبی سمت کے پہرے داروں اور سوئے ہوئے روسی لشکر کو اس نے رات کے پہلے

ایک محافظ نے کہا۔ "جیسا کہ آپ کو خبر ہو گئی ہوگی کہ اس وقت دشمن پر مشر بننے والے آقا خلیل شبلی ہیں۔ انہوں نے آپ کے لیے کہلا بھیجا ہے کہ آئے والے دشمن کو کھانا بھی نہ کھانے دیں گے اور ان پر حملہ آور ہوں گے۔

وہ دشمن پر بھر پور ضرب لگائیں گے اور جب دشمن اپنے سارے لشکر کو ہرا کر ان پر حملہ آور ہو گا تو وہ مشرقی کوہستانی سلسلے کی طرف پسا ہوا شروع ہو جائیں گے۔ ایسے میں آپ شکر کا شرقی دروازہ کھول کر دشمن کی پشت پر حملہ کر دیں اور جب دشمن آپ پر حملہ آور ہو گا تو آپ شہر میں داخل ہو کر شہر پناہ کے دروازے بند کر لیں۔ اس موقع پر آقا خلیل شبلی دشمن کی پشت پر حملہ آور ہو کر اسے روند ڈالیں گے۔

اس طرح امیر خلیل شبلی اور آپ کی طرف سے باری باری دشمن پر یہ حملے وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک دشمن یہاں سے بھاگ نہیں جاتا۔ یا وہ ہمارے ہاتھوں سے تیغ نہیں ہو جاتا۔

بس ہم نے یہی پیغام آپ کو پہنچانا تھا۔ اب ہم جا کر اپنے لشکر میں شامل ہیں۔ نوزان نے ان دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم دونوں کو شہر کے باہر حاکم طوغان سے بھی ملاتا لیکن وہ شمالی فصیل پر دشمن کی نگرانی کر رہا ہے۔ آقا سے میرا سلام کہنا اور میری طرف سے عرض کرنا کہ ہر کام ان کی خواہش کے مطابق ہو گا۔"

دونوں محافظ نیچے اتر گئے۔ جب وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے تو رتوں کی سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی تھی۔ نوزان اب اس جنوبی برج میں کھڑا ہو کر جنگی نظارہ کر رہا تھا۔

خلیل شبلی ابھی تک باشکیریوں کے ساتھ، شام، ابدی، نصیبی، بیکران و جان کے جوش طغیان اور سنسنائے تازیانوں کی طرح دشمن پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ وہ سب کی حالت ریزہ ریزہ وصال گھڑیوں، نحیف جسموں میں سسکتی روجوں اور رنگ بدیلی کی جلیبی کی سی تھی۔

پر اپنے خود کا نقاب گرا رکھا تھا۔ نوزان اور طوغان فوراً اپنے لشکر کی طرف نیچے اتر گئے تھے۔ روسی جرنیل ٹاڈل مین نے جب خلیل شلبی کے لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے فوراً جنگ کے تقاررے بجا دیئے تھے۔ روسی لشکر میں ایک افراتفری اور لڑائی سی مچ گئی تھی۔ کیوں کہ اس وقت تو وہ کھانے کی تیاری کر رہے تھے اور ان کے کچھ لشکر اپنا جنگی لباس اتارے منہ ہاتھ دھونے دریا کی طرف جا رہے تھے۔ ٹاڈل مین سمجھ گیا تھا کہ وہی عفریت جان دشمن ہے جس نے رات کے پہلے حصے میں خوفناک شب خون مارا ہے اس کے لشکر کے تقریباً تیسرے حصے سے محروم کر دیا تھا۔ لہذا اس نے اپنے سارے لشکر کو مشرق کی طرف آنے کا حکم دے دیا تھا۔

ٹاڈل مین کے حکم پر دو دوڑ دوڑ تک پھیلے اس کے لشکر شمال، جنوب اور مغرب سے سمت کر مشرق کی طرف بھاگنے لگے۔ وہ دل برداشتہ سے تھے کیوں کہ رات کے شب خون کی مولنا کی ابھی تک ان کے دلوں پر تازہ تھی۔

خلیل شلبی نے رقص میں مسرت بھر کتے طوفان کی طرح دشمن پر حملہ کر دیا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کی صفوں کو خوب پھیلارکھا تھا۔ تاکہ دشمن خوفزدہ ہو کر اپنے سارے لشکر کو اس کے سامنے لائے اور ٹاڈل مین نے ایسا ہی کیا تھا۔

کافی دیر تک خلیل شلبی روسیوں کے سامنے جم کر لڑتا رہا اور اپنے شعلہ و نذر حملوں سے ان پر مفلسیوں کی سی بے بسی اور اضطراب و کرب ظاہر کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ روسی لشکر جو اس سے کئی گنا زیادہ ہے اس پر اپنا زور بڑھا رہا ہے تو اس نے اپنے لشکر کو جھنڈی کا اشارہ دیا۔ اس کے لشکر کی صفیں فوراً گتھ اور سمت گئیں پھر لشکر آہستہ آہستہ جنگ کو جاری رکھتے ہوئے پچا ہونے لگا تھا۔

جب خلیل شلبی اس قدر پیچھے ہٹ گیا کہ ٹاڈل مین کے لشکر اور مشرقی شہر کے درمیان کے درمیان کافی جگہ بن گئی تو چانگ شہر کا دروازہ کھلا اور نوزان نے اپنے لشکر کے ساتھ بیل کی پشت پر حملہ کر دیا تھا۔ جب کہ طوغان شہر پناہ کی حفاظت کے لیے اندر ہی رہا۔ روسیوں کے لیے یہ ایک نیا قدم تھا۔ اس دو طرفہ حملے نے ان کے ذہنوں کو

بے ہوشی پر خوف طاری کر دیا تھا۔ ٹاڈل مین جو اپنے لشکر کے وسط میں تھا۔ اس نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا عمل شروع کر دیا تھا۔ اس طرح اس کے لشکر کی کارکردگی متاثر ہو گئی تھی اور اس پر مزید یہ کہ خلیل شلبی نے اپنی پسپائی روک دی۔ یہ کی طرح اس نے اپنے لشکر کو صفیں پھیلانے کا اشارہ کر دیا اور زمانے کے لیے دس عبرت بنے والا عملہ اس نے روسیوں پر کر دیا تھا۔

خلیل شلبی کا ارادہ تھا کہ کبھی وہ پسپا ہو جایا کرے گا اور کبھی نوزان شہر میں گھس کر بیلوں کے دباؤ سے بچتا رہے لیکن یہاں نتائج خلیل شلبی کی امیدوں کے برعکس نمودار ہوئے۔ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے وقت روسیوں کی جنگی تنظیم بگڑ گئی، ان کی صفیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئیں اور روسی لشکر خلیل شلبی اور نوزان کے حملوں سے اپنی جان بچانے کی خاطر ادھر ادھر گھسنے لگے تھے۔

ایک طرف روسی جرنیل ٹاڈل مین لشکر کو تقسیم کرتے ہوئے دشواری کا شکار تھا دوسری طرف خلیل شلبی اور نوزان نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر لی تھی۔

ٹاڈل مین تقسیم کے عمل میں ہی مصروف رہا۔ جب کہ خلیل شلبی اور نوزان نے اپنے نیر اور جام نیم شبی اور صبح کے نمار جیسے اپنے تازہ حملوں سے دشمن کو کاٹ کاٹ کر ان کی نواہر بڑی طرح کم کرنی شروع کر دی تھی۔

خلیل شلبی کے قریب اسماعیل بے دشمن سے برسر پیکار تھا۔ وہ قاری، وہ مغنی نغمہ گراں سمے و شہت کی سی مستی اور کیف ذات کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ اس کی سانپوں کی نظر میں راز ہائے نغمہ و رقصاں تھے۔

خلیل نے ایک تحسین آمیز نگاہ اپنے قریب لڑتے اسماعیل بے پر ڈالی پھر اس نے اپنے ایک محافظ کو مخاطب کر کے کہا۔ ”جنگ کا نقشہ میری امیدوں سے کہیں پہلے بارے حق میں تبدیل ہو رہا تھا۔ تم فوراً نوزان کی طرف جاؤ اور اسے میرا پیغام پہنچاؤ کہ دشمن پر شمال مغربی کونے سے حملہ کرے۔ جب کہ میں اس پر شمال مشرقی کونے سے حملہ آور ہوں گا۔ ان طرح دشمن کو ہم دونوں کے تیز حملوں سے بچنے کی خاطر جنوب کی طرف جانے کے لیے

ہامان بھی تیار ہو۔ میں شام تک قازان پہنچوں گا اور وہاں رُکے اور قیام کیے بغیر منزلتہ کی دُلت روانہ ہو جاؤں گا۔ تاکہ کالک اور جنگاری قبائل یہ نہ سمجھیں کہ ان کے مقابلے میں دو لگرو بلایے اور محاصرے کو طول دے کر وہ اس پر قابو پا سکتے ہیں۔ خلیل شلبی اسی وقت اپنے ساتھ دو سپاہیوں کو لے کر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

نوزان کے ساتھ مل کر خلیل شلبی نے روسیوں پر دباؤ اور تیز کر دیا تھا۔ روسی چیتے چلاتے اور آہ و زاری کرتے ہوئے جب فیصل سے پیچھے ہٹتے تو خلیل شلبی اور نوزان کے حملے انہیں موت کے ساحلوں اور مرگ کے گہواروں کی طرف لے جاتے تھے۔

خلیل شلبی طوفان بہ طوفان جذبات اور خاموشیوں میں ابھرتی زہریلی ہیر گشتیوں کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔ روسیوں کا اس نے سارا روپ اُوپ، لغزش زدہ قدموں کی ساری نشاط اڑا کر ان پر نیم خواب کی سی حالت طاری کرنا شروع کر دی تھی۔

خلیل شلبی اور نوزان کے یتیم فروش تازہ دم حملوں اور فیصل کے اوپر سے تیروں، بھروسوں، کھولتے پانی اور انگاروں کی صورت میں گرتے عذاب کے سلسلے ٹاڈل میں اپنے لشکر کو زیادہ دیر تک ثابت قدم نہ رکھ سکا اور بھاگ گھڑا ہوا۔ خلیل شلبی اور نوزان نے جنوب میں دوڑ تک روسیوں کا وہاں تک تعاقب کیا جہاں کھلی وادیوں کے اندر دریائے یولال قتلعت حائل میں بٹ کر قابل عبور ہو جاتا تھا۔ وہاں تک روسی لشکر کی اکثریت تریخ ہو گئی۔ صرف ایک غنقرے حصے کے ساتھ روس کا جنرل ٹاڈل میں اپنی جانیں بچا کر اورد دیا پار کر کے بھاگنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ تاہم اودا شہر سے باہر ہونے والی اس جنگ میں وہ اپنے لشکر کا بہترین حصہ گنوا چکا تھا۔

خلیل شلبی اور نوزان دونوں واپس اودا آئے اس حالت میں کہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار آگے آگے تھے اور دونوں لشکر نعرے بلند کرتے اور اپنی فتح پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے تھے۔

شہر کی فیصل کے قریب آکر نوزان نے خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! میں چاہتا ہوں آپ کے لشکر کے لیے آرام کرنے کا انتظام شہر کے اندر کیا جائے۔"

شہر کی فیصل کے قریب ہونا پڑے گا اور نوزان سے یہ بھی کہو کہ وہ اپنے نائب طوفان سے کہے کہ جب ہم دشمن کو دھکیل کر شہر کی فیصل کے قریب لائیں تو ان پر انگاروں، پتھروں کھولتے پانی اور تیروں کی بارش کر دی جائے۔ وہ محافظ وہاں سے چلا گیا تھا۔

خلیل شلبی کا پیغام پہنچتے ہی نوزان نے اپنے لشکر کے ساتھ شمال مغربی سرسبز دشمن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے خلیل شلبی کا پیغام طوفان کو بھی پہنچا دیا تھا۔ خلیل شلبی نے بھی دشمن پر شمال مشرق کی طرف سے حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اس دو طرفہ زوردار حملوں کے سامنے ٹاڈل مین نے اپنے لشکر کو فیصل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ اس کے لشکر پر خلیل شلبی اور نوزان کے حملوں کا کم ہوا ورنہ اپنے لشکر کو سنبھال کر دوبارہ منظم کر سکے لیکن فیصل کے نزدیک جانا روسیوں کے لیے ایک قیامت برپا کر گیا تھا۔ فیصل کے اوپر سے طوفان نے ان پر ایسی زوردار تیر اندازی اور سنگ باری کرانی تھی کہ روسی بوکھلا کر رہ گئے تھے۔

ٹاڈل مین مزید دشواریوں کا شکار ہو گیا تھا اور اس کا لشکر اس افراتفری اور بد نظمی کی ہی حالت میں تھا کہ تیروں اور بھروسوں کے ساتھ ساتھ اب فیصل کے اوپر سے ان پر انگارے اور کھولتا ہوا پانی بھی گرنا شروع ہو گیا تھا۔ جب کہ ان کی پشت کی طرف سے اب خلیل شلبی اور نوزان ان پر ایسی ضربیں لگا رہے تھے جس نے ان کی ساری تعمیر کو خراب میں تبدیل کر دیا تھا اور اپنے شعلہ و شر حملوں سے روسیوں کی بعیرت کی ساری راہیں بند کر دی تھیں۔ روسیوں کی حالت اب ریت پر گرتی اوس اور تنہائی و اذیت کاری جیسی ہو گئی تھی۔ خلیل شلبی کو اب یقین ہو گیا تھا کہ روسی صرف تھوڑی دیر اور ان کے سامنے ٹھہر سکیں گے لہذا وہ اپنے محافظ دستے کے ساتھ دشمن پر کاری ضربیں لگا رہا تھا۔ اس طرف

آیا جہاں اسٹیل بے جنگ کر رہا تھا۔ خلیل شلبی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اسٹیل بے! تم دو سپاہیوں کے ساتھ بھی اور اسی وقت قازان شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اتنی سہری سے کہو۔" میرے لشکر کے لیے تازہ دم گھوڑے تیار رکھے۔ اُن پر زینیں ڈالی ہوئی ہیں اور خرچینوں میں لشکریوں کے لیے ضروری سامان مودا تازہ دم چھروں پر لشکر کے لیے خوراک

خلیل شبلی نے کہا۔ "نوزان! نوزان! میں یہاں رکوں گا نہیں۔ ابھی اور اسی درخت یہاں سے کوچ کروں گا۔ اسمعیل بے کو نامق سری کے نام یہ پیغام دے کر میں نے پہلے ہی یہاں سے روانہ کر دیا تھا کہ میں شام تک قازان پہنچوں گا اور میرے وہاں آنے تک میرے لشکر کے لیے تازہ دم گھوڑے تیار ہونا چاہئیں۔

قازان میں گھوڑے تبدیل کرنے کے بعد میرا رخ منزلتہ کی طرف ہو گا جہاں کالکول اور جنگاریوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ روسی جرینل ٹاڈل میں کو اب اتنی جرات نہ ہو گی کہ تازہ دم لشکر لے کر دوبارہ حملہ کرے۔ تم شہر کے اندر جاؤ۔ طوفان سے میرا سلام اور ابل اوفان فوج کی مبارک باد دینا۔ نوزان اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ جب کہ خلیل شبلی اپنے بشکیری لشکر کے ساتھ قازان کی طرف کوچ کر رہا تھا۔



سورج غروب ہونے کو تھا۔ آسمان کے مانشیوں پر شفق کے نور کا دریا موجزن ہونے لگا تھا۔ دریائے یورال کے ساحل کسی پر جمال منظر کی طرح حُن کا گوارہ بننے لگے تھے۔ گل پڑ مرده اور بنم تخیل و رنگ کے نقوش کی طرح سُکرانے لگے تھے۔

قازان شہر سے مشرق میں اُن گنت گھوڑے جن پر زینیں ڈلی ہوئی تھیں، تیار کھڑے تھے اور چاک و چوبند سواران گھوڑوں کی حفاظت کے لیے ان کے گرد پہرہ دے رہے تھے۔ ان گھوڑوں کے نزدیک ہی ایک جگہ نامق سری، خانوف، اسمعیل بے اور شہر کے کچھ معززین کھڑے تھے اور ان سے ذرا فاصلے پر حسین اونیس اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے گھوڑے پر زین ڈال رکھی تھی اور دونوں طرف کی عزیمتوں میں اس نے تازہ بھنا گوشت، پنیر اور تازہ موسمی پھل بھر رکھے تھے۔ اونیس نے اپنا یہ گھوڑا خلیل شبلی کے لیے تیار کر رکھا تھا اور وہاں سب لوگ کھڑے اسی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ناگاہ جنوبی افق پر تیزی سے گرد و غبار اٹھتے دکھائی دیے اور اسمعیل بے چلا اٹھا۔

"میرے ساتھیو! آقا خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ آگئے ہیں۔" سب لوگ چوکنے ہو کر جنوب کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جنوب کی



نے کہا۔ "یا امیر! میں اوقاف سے باہر روسیوں کے خلاف آپ کو فتح کی مبارک باد دیتی ہوں۔ خداوند قادر و قدیر آپ کا ویرج ٹریا اور فضلے لاہوت کی سی رفعت عطا فرمائے۔ میرا رب کرے آپ قازقستان کے لیے روئے آسمان پر چمکتے ستاروں کی طرح روشن رہیں۔
ذرا رک کر اور اپنے آپ کو سنبھال کر اونیس پھر کہہ رہی تھی۔ میں یہ اپنا گھوڑا آپ کے لیے تیار کر کے لائی ہوں مجھے فخر ہوگا جب آپ اس پر بیٹھ کر یہاں سے منزلتہ کی طرف روانہ ہوں گے۔"

خیلی شبلی نے ایک اچھٹی سی نگاہ اونیس پر ڈالی پھر اس نے کہا۔ "اونیس! اونیس! تمہارا اس طرح اکیلے اپنا گھوڑا میرے لیے لے کر آنا تمہیں مارگن، سائنس اور تمہاری ماں نارسس کی نگاہوں میں مشکوک بنا دے گا۔ میں پہلے ہی اس امر کو اپنے لیے ایک بوجھ تصور کرتا ہوں کہ تم میرے اور اسمعیل بے کے لیے کھانا تیار کرتی ہو آئندہ میری ذات کے لیے تم کوئی ایسا کام نہ کرو گی جس میں مارگن یا تمہارے ماں باپ تمہارے ساتھ نہ ہوا کریں اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو میں تم سے کھانے کا کام لینا بھی بند کر دوں گا اور سولی چھوڑ کر میں اسمعیل بے کے ساتھ اپنے شکریوں کے ساتھ مستقر میں جا رہوں گا۔"

اونیس! اونیس! میں نہیں جانتا تم کس جذبے کے تحت میری خدمت کرتی ہو، پر یہ مت بھولو کہ تم مارگن کی منسوبہ ہو اور عنقریب تم دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاؤ گے۔ آئندہ اس طرح مجھ سے اکیلی نہ ملنا۔

خیلی شبلی نے اونیس سے گھوڑے کی باگ لے لی اور دوبارہ اس طرف چلا گیا جہاں نامق سری، خانوت، اسمعیل بے اور دیگر لوگ کھڑے تھے۔ اونیس بظاہر چپ اور خاموش تھی لیکن اندر ہی اندر وہ بے چاری بھسم ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ مفلس کی بننے کی طرح افسردہ لہر کی گھمبیر شام، سردیوں کی دھندلی صبح کی طرح اداس پھٹے پرانے بوسیدہ کبل اور وقت کے طویل گزروے انتظار کی طرح طویل ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا وہ لفظوں کے خوفی نائنگ میں مردہ افراتفری کا شکار ہو گئی ہو۔

وہ بے چاری آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اسمعیل بے کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔ اسمعیل بے

طرف سے اٹھنے والے اس گرد و غبار کے اندر سے خیلی شبلی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ وہ اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور سورج کی لہر بلوہ ماند ہوتی سرخ شعاعوں کے باعث اس کے سر پر آہنی خود چمک رہا تھا اور تیز ہوا میں اس کی عمالہریے لے رہی تھی۔ ان کے قریب اکثر خیلی شبلی اپنے گھوڑے سے اُترا پھر وہ وہاں کھڑے سب لوگوں کے ساتھ مصافحہ کر رہا تھا۔

جب وہ فارغ ہوا تو نامق سری اور خانوت نے اسے اوقاف میں فتح کی مبارک باد دی پھر نامق سری نے بڑی عقیدت کے ساتھ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! اسمعیل بے کہہ رہا تھا کہ آپ یہاں رکھیں گے نہیں۔ کیا یہ درست ہے۔ ویسے آپ کے لشکر کے لیے گھوڑے تیار ہیں اور ان گھوڑوں کی خرچینوں میں ہر شکری کے لیے آج شام کل صبح اور پھر دوبارہ کے لیے خوراک بھی ڈال دی گئی ہے۔"

خیلی شبلی نے کہا۔ "اسمعیل بے نے ٹھیک کہا تھا۔" میں یہاں رکوں گا نہیں اور گھوڑے تبدیل کر کے یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

اسمعیل بے آگے بڑھا اور خیلی شبلی سے کہا۔ "یا امیر! اونیس ایک عقیدت کے تحت اپنا گھوڑا آپ کے استعمال کے لیے تیار کر کے لائی ہے۔ یہ گھوڑا اس نے یہاں قازان میں آنے کے بعد خریدھا اور اس کی اس نے بڑی دیکھ بھال کی ہے، آپ اونیس سے اپنا گھوڑا لیں۔ وہ آپ سے کچھ کمنا بھی چاہتی ہے، اتنی دینا کہ ہم لشکر کے گھوڑے تبدیل کرتے ہیں۔"

خیلی شبلی نے گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر وہ ذرا فاصلے پر کھڑی اونیس کی طرف بڑھا خیلی شبلی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اونیس کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ بظاہر وہ کچھ بھی ہوئی رات کی طرح خاموش تھی لیکن جوانی کے روپ اوپ میں اس کے چہرے پر حدیث محبت کی تہذیبیں روشن تھیں۔ نشاطِ چاہت میں اس بے چاری کے قدم لغزش زدہ ہو رہے تھے اور تہم ماضی میں سوا دایمن و برق جیسے مناظر عیاں ہو کر بکھر رہے تھے۔ اونیس ہلکی نشیلی گرمی میں لفظوں کی بھول بھلیوں، بہاروں کے تازہ سیل اور نظر نظر رازِ نعمت کی طرح خیلی شبلی کو دیکھ رہی تھی۔ خیلی شبلی جب اس کے سامنے آیا تو اونیس نے اپنے آپ کو مجتمع کرتے اور اپنی ساری مٹھاس کو اپنی آواز کے دس میں گھولتے ہوئے کہا کہ گنجے شیریں نعروں جیسی صدا میں اس

ہے تھے۔ اس موقع پر دو لگرو نے فیصل کے اوپر ایک بُرج کے پاس کھڑے ہو کر شہر کی طرف منہ کر کے کہا۔

’اے اہل منزلتہ! میں دو لگرو تمہیں ایک خوشخبری دیتا ہوں۔ آقا خلیل شلمی اپنے لڑکے کے ساتھ پہنچ گئے ہیں اور وہ اس وقت شہر کے شمال مغرب میں خمیر زن ہیں۔ اب کا ملک اور جنگادی اپنے کیے کی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔“

یہ خوشخبری سن کر اہل منزلتہ خوشیاں منانے لگے تھے۔ دو لگرو کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دو مسلح جوان فیصل پر اس کی طرف آرہے تھے۔ اس نے دیکھا ایک تو جنوبی دروازے کے محافظوں کا سرخیل اور دوسرا اس کے لیے کوئی اجنبی تھا۔ قریب آ کر جنوبی دروازے کے اس سرخیل نے دو لگرو کو مخاطب کر کے اور اپنے ساتھ آنے والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”سیدی! یہ امیر خلیل شلمی کے محافظوں میں سے ہے اور آپ کے لیے امیر کا کوئی پیغام لے کر آیا ہے۔ یہ اندھیرے منہ ہی شہر میں داخل ہو گیا تھا اور فجر کی نماز اس نے یہیں ادا کی ہے۔“ خلیل شلمی کے اس محافظ نے آگے بڑھ کر دو لگرو سے پُرجوش مصافحہ کیا پھر اس نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ دو لگرو نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔ ”کیا تم مجھ سے قازان اور افنا کے حالات کہو گے کہ مجھے اطمینان ہو۔“

اس محافظ نے کہا۔ ”قازان پر روسی جرنیل اسکار لیٹ نے حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی۔ اس نے چاہا تھا کہ دریائے یورال کو کٹری کے پُل سے پار کر کے قازان پر حملہ کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک بہت بڑا پُل بھی تعمیر کرایا۔ پر امیر خلیل شلمی نے اس پُل پر روٹی اور آون سے بھرے بورے پھینکوا کر اور انہیں آگ دکھا کر پُل کو جلادیا اور اسکار لیٹ کے سارے ارادے ناکام ہو گئے۔“

روس کے دوسرے جرنیل ٹاڈل مین نے افنا کا محاصرہ کیا تھا۔ قازان میں پُل کو آگ لگانے اور اسکار لیٹ کی تدبیر کو ناکام کرنے کے بعد امیر خلیل شلمی افنا کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ رات کے کچھ حصے میں انہوں نے جنوب کی طرف سے افنا کا محاصرہ کرنے والے

بھی اس کی حالت دیکھ کر افسردہ سا ہو گیا تھا۔ اوئیس وہاں سے بھی بڑی اور سویلی کی طرف پہڑی خلیل شلمی نے ناتیق سری کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ”میری غیر موجودگی میں سویلی نے پھر دریا پار کرنے کی کوشش تو نہیں کی۔“

ناتیق سری نے کہا۔ ”وہ ابھی تک خاموش ہیں یا امیر! ایسا لگتا ہے وہ ایک پل کی تباہی کے بعد دریا پار کرنے کی دوسری کوئی کوشش نہ کریں گے۔“

خلیل شلمی نے کہا۔ ”ایسی بات نہیں ہے۔ قازان کے سامنے روسی جرنیل اسکار لیٹ متعین ہے اور وہ سارے روسی جرنیلوں میں زیادہ غضب ناک اور انتقامی طبیعت کا انسان ہے۔ وہ ضرور کسی بھی وقت دریا پار کر کے قازان پر حملہ آواز ہونے کی کوشش کرے گا۔ اگر ایسا کوئی معاملہ ہو تو میرے لیے منزلتہ کی طرف قاصد روانہ کر دینا۔“ اس کے ساتھ ہی خلیل شلمی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

اوئیس بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی جب سویلی میں داخل ہوئی تو سامنے ناتیق سری کی بیوی سوسان کھڑی تھی اس کے ساتھ اس کے بھائی خانوف کی بیوی آمیس بھی تھی شاید وہ دونوں اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

سوسان آگے بڑھی اور اوئیس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ”آؤ، ہمیں اپنے امیر خلیل شلمی کی آمد دعا کی اور افنا میں ان کی کارکردگی کے حالات سناؤ۔“ سوسان اور آمیس اسے اپنے ہمراہ کی طرف لے جانے لگی تھیں اور اوئیس چُپ چاپ ان کے ساتھ چل دی تھی۔

آگے روز جب نیلی فضاؤں کے اندر سورج اپنی کرنوں کا جال بکھیرتا، خوابوں میں ڈوبی نیندوں کو توڑتا اور پھولوں کے رنگین دستے روشن کرتا طلوع ہوا تو منزلتہ شہر کا محاصرہ کرنے والے بڑھکا ملک اور جنگاری قبائل کے متحدہ لشکر نے دیکھا خلیل شلمی اپنے لشکر کے ساتھ کوئی ٹولہ کاوا کاٹ کر منزلتہ شہر کے شمال مغرب میں ان راستوں کے آس پاس اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا جن راستوں سے کا ملک اور جنگاری دریائے یورال کو عبور کر کے منزلتہ کی طرف آتے تھے۔ منزلتہ شہر کا حاکم دو لگرو اور اس کے لشکر بھی خلیل شلمی کو شمال مغرب کی طرف پڑاؤ لے دیکھ

جانب سے کسی نہیں کمزور اور بے نظم کر دیا جائے گا اور اس صورت حال کے تحت کالک اور جنگاری زیادہ دیر میدان جنگ میں جم نہ سکیں گے۔

خسلی شلبی کا محافظ جیب خاموش ہوا تو دو لوگوں نے کہا: ان علاقوں کے اندر امیر خلیل شلبی یقیناً اسلامی احیاء کی ایک لہر اور سرفروشنوں کی ایک زریں جدوجہد ہیں۔ انہوں نے ہانان اور افان میں روسیوں کو ہزیمت سے دوچار کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ہم جاگ رہے ہیں تم واپس جا کر امیر سے میرا سلام عرض کرو۔ انہیں افان اور قازان میں کامیابیوں پر میری اور ان منزلت کی طرف سے مبارک باد پیش کرو اور انہیں یقین دلاؤ کہ ان کا ادنیٰ خادم دو لگرو ان کی خواہش کے مطابق کالک اور جنگاریوں پر ضرب لگائے گا۔ وہ محافظ دو لگرو سے مصافحہ کے رخصت ہو گیا۔ جب کہ دو لگرو خود بھی تفصیل سے نیچے اتر رہا تھا۔

دو لگرو شہر سے نکل کر کالکوں اور جنگاریوں کے شمال مشرق میں آکر اپنی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ جب کہ خلیل شلبی شمال مغرب کی طرف اپنی صفوں کو خوب پھیلا پھیلا کر انوار کر رہا تھا تاکہ دشمن اس کے لشکر کی اصل تعداد کا اندازہ نہ کر سکے۔

دوسری طرف کالک اور جنگاریوں پر خوف و ہراس طاری ہو گیا تھا کیوں کہ تفصیل کے اوپر پکڑے ہو کر جیب دو لگرو نے اہل شہر کو خلیل شلبی کے آنے کی اطلاع کی تھی، تو اس کی آواز کالک اور جنگاریوں نے بھی سن لی تھی اور خلیل شلبی کا نام ہی ان کے لیے خوف و ہراس کی ایک علامت تھا۔

اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد خلیل شلبی اپنے لشکر کے وسط میں بچھراپنے گھوڑے پر سوار اور اپنی تیز دھاری تلوار فضا میں بلند کر کے وہ بلند آواز میں اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

اے جوانانِ وطن !

تم ان دشت و دیا کے امین ہو

ان کو بہتانوں و مکرانوں کے محافظ ہو۔

روسیوں پر شبنخون مارا اور ٹاڈل میں کے لشکر میں سے ایک بڑے حصے کو ادھیر کر رکھ دیا۔ پھر سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے مشرق کی طرف سے روسیوں پر حملہ کیا جب کہ ان کے حکم پر افان کے حاکم نوزان نے بھی شہر سے اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر مدد پر دھاوا بول دیا تھا۔ اس دو طرفہ حملے میں ان گنت روسی مارے گئے اور انجام کار ٹاڈل میں نیچے کچھے لشکر کو لے کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

ٹاڈل میں کو بجگانے کے بعد امیر خلیل شلبی نے دم لیے بغیر قازان کی طرف کوچ کیا۔ وہاں انہوں نے صرف اپنے گھوڑے تبدیل کیے جو نامتق سری نے ان کے حکم پر پہلے سے تیار رکھے تھے۔ امیر خلیل شلبی نے قازان میں رُکے اور قیام کیے بغیر منزلت کی طرف کوچ کر لیا۔ انہوں نے اور ان کے لشکریوں نے اپنا شام کا کھانا اپنے گھوڑوں کی بٹھیوں پر بیٹھے بیٹھے کھایا تھا اور یہ کھانا ان کے لیے نامتق سری نے پہلے سے گھوڑوں کی خرچینوں میں ڈال رکھا تھا اور آپ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پچھلے دو دنوں میں ایک لمحہ بھی آرام کیے بغیر امیر خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ منزلت کے شمال مغرب میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکے ہیں۔ انہوں نے دائرہ طور پر ان راستوں کے قریب پڑاؤ کیا ہے جن سے دریا پار کرنے کے بعد کالک اور جنگاری اس طرف آتے ہیں۔

اس کے علاوہ انہوں نے ان راستوں کے کنارے ان چٹانوں اور پہاڑیوں کے اندر اپنے دو ہزار تیر انداز بھی بٹھا دیے ہیں جو دریائے یورال کے کنارے ہیں۔ کالک اور جنگاری جب میدان جنگ سے متہ موڑ کر واپس بھاگیں گے تو یہ تیر انداز انہیں چھید کر رکھ دیں گے۔

امیر خلیل شلبی تھوڑی دیر تک دشمن سے جنگ کرنے کے لیے اپنی صفیں درست کریں گے، آپ کے لیے انہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں۔ آدھا لشکر شہر کے اندر ہی رہنے دیں اور دوسرے آدھے لشکر کے ساتھ آپ دشمن کے شمال مشرق میں پڑاؤ کریں۔ اس طرح امیر خلیل شلبی کا خیال ہے کہ آپ کی صفیں ان کی صفوں سے متصل بھی رہیں گے اور دشمن پر دو اطراف سے دباؤ ڈال کر ان کی قوت اور توجہ کو دو حصوں

آؤ اپنی اس زمین کے محافظ بنیں۔
 جس کی شام مطلع صد قمر ہے۔
 جس کی صبح سوا دایمیں و برق ہے۔
 جس کے ماہ و سال زمانہ گر
 جس کے پانی رقص میں مست ساگر
 جس کی زمین زر و جواہر و گہرا گلشن ہے
 آؤ اپنے وطن کی آبرو کے امین بنیں
 اپنی جان گنوا کر اپنا خون بہا کر
 اس کے چو بان بن جائیں
 لوریاں دیتے ہوئے ہاتھوں کے لیے
 پھولوں کی طرح ہنستے پتھوں کے لیے
 کلی کلی پر شبنم جیسی بہنوں کے لیے
 کچی عمروں کے لیے کوئل ہاتھوں کے لیے
 نازک اُجلے دوپٹوں کے لیے
 جذبوں کی اُجلی سچائی کے لیے
 اسے پاس بان سرن زمین
 آؤ مردہ الفاظ کو زندہ کریں۔
 آؤ ان وحشیوں کو اپنی سرن زمین سے دور کریں۔
 ورنہ یہ کا ملک یہ جنگاری تمہارے لیے پھانسی کا پھندہ
 اور سردیوں کا ٹھٹھرا ہوا اندھارا بن جائیں گے۔
 تمہاری سرن زمین کے پھولوں کو مسلیں گے
 دیواروں کو گرائیں گے، افسوں کو کچلیں گے۔
 تمہیں ستم کی آگ کا ایندھن

اور گلیوں میں مٹھ کی مجبوری بنائیں گے۔
 مجبوری جو سسکتی آہوں کے اندر ہوتی ہے۔
 مجبوری جو بہتے آنسوؤں کے اندر ہوتی ہے
 ملت کے جان نثارو!
 قبل اس کے یہ ہمارے غمخیز سبزل کو کچلیں
 ہماری آخری قندیل کو گل کر دیں
 قبل اس کے سب کے سرو ہاتھ بن کر یہ ہماری کوئل چاندنی کو ماند کریں
 ہماری حرمت کے چراغ گل کر کے ہمارے آنسوؤں کی ریم جھم بنیں
 قبل اس کے یہ ہمیں مظلوموں، مجبوروں کا مسکن بنائیں
 ہماری گلیوں میں ہمارے ہی مردہ بچوں کی لاشیں بکھیر دیں۔
 قبل اس کے یہ ہماری سانسوں کی خوشبو کو آوارہ کھنڈر کریں
 ہمارے دل کے ورق اُلٹیں ہمیں سنگتے ہوئے تراشے بنائیں۔
 قبل اس کے یہ ہماری گلیوں میں تعفن بھریں۔
 نوئی کیچڑ سے راستوں کو لت پت کریں
 آؤ وقت کا پُر خطر شدید موسم
 اذیت خانے اور زہریلے لمحے بن کر اٹھیں
 صحرا کے آنسوؤں کو گلزار کریں۔
 افسردہ کو ہستاتوں کو دل شاد کریں۔
 جہون کی آہوں کو نشاط بخشیں
 رُتوں کی وحشت کو نور کے آفتاب بخشیں
 سن رکھو!
 کہ انقلاب اسباب و علل کے بغیر نمودار نہیں ہوتے
 آنسوؤں کی اُمید و خواہشوں کو

مستقبل میں حقیقت کا روپ اس وقت دیا جاسکتا ہے
اگر ماضی کے تجربات سے سبق سیکھ لیا جائے
میں اس جہادِ حرمت میں اپنے رب کے حضور
فتح و نازِ مندی کا خواستگار ہوں
دشمن کے سامنے میرے باجبروت ساتھیو!
نعرہ مارو کے دشمن کو خبر ہو
کہ ہم اپنی قوم کے لیے زندہ اور بیدار ہیں۔

اپنے لیے موت و شکست کی علامت جانتے تھے۔ خلیل شبلی اپنے گھوڑے کو موڑ
دیا۔ چلا گیا تھا۔

اپنے لشکر میں واپس جا کر خلیل شبلی نے ہر مرہم کو زخم زخم اور ہر تریاق کو زہر کر
نے والا حملہ کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ دو لکرو بھی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن پر حملہ آور
کیا تھا۔ کالمکوں اور جنگاریوں نے اپنی زیادہ تو جہ خلیل شبلی کی طرف مبذول رکھی۔ دو لکرو
اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور وہ بھسم کر تے سنڈے، فرسودہ کر دیئے دلی کڑی سوچوں،
اور نفرت کی بجلیوں اور لفظوں کے انبار کی طرح دشمن کی صفوں کے اندر گھسٹا چلا
گیا تھا۔

کالمکوں اور جنگاریوں نے جب دیکھا کہ دو لکرو تو ان کے لیے ایک ناسور
باجار ہے تو انہوں نے خلیل شبلی کی طرف سے اپنے کئی دستے دو لکرو کی طرف منتقل کر

نعرے بلند کیے کہ اندر رو کے کوہستان ان کی آوازوں کی بازگشت سے بھر گئے اور ان لایا تھا۔
نعروں کے جواب میں قریب ہی دو لکرو کے لشکر میں بھی بلند آوازوں کے ساتھ
ہونے لگی تھیں۔

ان جنگاڑی آوازوں، ان پرجوش نعروں پر کالمک اور جنگاری پریشان اور بے تھے۔
پراگندہ ذہن سے ہو گئے تھے۔

اس کا ایک فائدہ انہیں ضرور ہوا کہ ان کی صفوں کو برباد کر کے دو لکرو کی
اپنے لشکر سے نکل کر خلیل شبلی اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا اپنے اور دشمن کے اندر گھسنے کی پیش قدمی پہلے کی نسبت سست ہو گئی تھی لیکن دوسری خلیل شبلی
کے درمیانی حصے کے وسط میں آیا اور اس نے اپنی تلوار فضا کے اندر لہراتے ہوئے بلند آواز میں کہے یہ ایک ابدی لشکار، ظلم و ستم کا کوہ گزراں، روجوں کا اضطراب، گھائل مر دیئے
کہا۔ "کالمکو! اور جنگاریو! میں قازقستان کا حاکم خلیل شبلی ہوں۔ تم میں کوئی ایسا مسافر نہیں ہے جو میرے مقابلے پر آمے۔ میرے ساتھ انفرادی جنگ کرے۔
جو میرے مقابلے پر آمے۔ میرے ساتھ انفرادی جنگ کرے۔

سنو! میرے مقابلے میں وہ آئے جسے اپنی زندگی عزیز نہ ہو۔ جو اپنے آپ کو نہ
میں چور اور اپنی ذات کو لہو میں ڈوبتا ہوا دیکھ سکتا ہو۔ میرے ساتھ انفرادی جنگ
کے لیے وہ نکلے جو اپنی جان گنوانے اور اعضاء کٹوانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ کوئی ہے
جو ان جو ایسا جذبہ رکھ کر باہر نکلے اور میری بھاری تلوار تلے موت کی دادی میں زندہ
خلیل شبلی کافی دیر تک وہاں کھڑا ہو کر انتظار کرتا رہا لیکن کالمکوں اور جنگا
میں سے کسی نے بھی اس کے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔ اس لیے کہ وہ تو خلیل شبلی

لگے تھے۔
 خلیل شلبی اور دو لگرو کے دو طرفہ حملوں کے سامنے کا ملک اور جنگاری اپنے
 دلت کی دادیوں میں دھنستا، تقدیر کی خونی شاخوں سے ٹکنا اور درد و اذیت کی تیر
 اسیری میں مبتلا دیکھ رہے تھے۔ خلیل شلبی اور دو لگرو نے ان کے ہر جذبے کو کچل
 رکھ دیا تھا۔
 خلیل شلبی اب دشمن کے اندر اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتا ہوا، سحر و شام کے
 اور فضاؤں کے اندر ایک نمایاں لوح کی طرح ابھر رہا تھا۔ اس کے حملوں میں ابھی تک اپنی
 نہاتے بوٹوں کی سی تازگی پر یوں جیسی کشش، ہنسی کافی پائل جیسی خوش گواری، گھٹنے کے نشان
 تخیل جیسا فوں، ندا کے فضا، شورش ذات اور سوز جاں جیسا نثار تھا۔ کالمکوں اور دو لگرو
 جنگاریوں نے جب دیکھا کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو خلیل شلبی اور دو لگرو
 ان کے لشکر کو مکمل طور پر تباہ و برباد اور ویران دکھنڈ کر دیں گے۔ لہذا وہ جنگ سے
 ہاتھ اٹھا کر اپنی جانیں بچانے کی خاطر مغرب کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب ان کے
 سامنے مشکل ترین مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح خلیل شلبی اور دو لگرو سے اپنی جان
 بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے ان کی حالت
 بارے سے نکلتی ان بھیڑوں جیسی تھی جن کے اندر ان گنت مجھو کے بھیرے گئے
 آئے ہوں۔

جن پہاڑیوں کی اوٹ میں خلیل شلبی نے اپنے دو ہزار زہریلے تیر انداز بٹھائے
 تھے ان سے تھوڑی دُور تک خلیل شلبی نے دو لگرو کے ساتھ مل کر کالمکوں اور دو لگرو
 کا خوفناک تعاقب کیا پھر اس نے اپنے اور دو لگرو دونوں کے لشکر کو روک دیا۔
 کا ملک اپنی جد غوش اور مطمئن تھے کہ خلیل شلبی نے ان کا تعاقب جلد ہی ترک کر
 دیا ہے۔ ورنہ وہ جانتے تھے کہ خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں ان کے
 علاقوں میں گھستا چلا جائے گا۔ لیکن جوہی وہ ان پہاڑیوں کے پاس گئے جن کے اوپر خلیل
 کے دو ہزار تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے، کالمکوں پر گویا قیامت و محشر برپا ہو گیا تھا۔

یہ دیکھ کر دو لگرو نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! میں آپ کا کیوں ممنون نہ ہوں۔
 آپ کے کس کس معرکے کا شکر یہ ادا کروں۔ قانان میں جنرل اسکار لیٹ کا بل جلا
 باہر ٹاڈل مین کو ذلت آمیز شکست دینے کا یا منزلت سے باہر کالمکوں اور
 دو لگرو کو بھڑکائیوں کو بھڑکائیوں کے گلوں کی طرح ہانک دینے کا۔
 یا امیر! قسم مجھے اپنے رب کی جو قادر و جبروت ہے وہ قوم خوش قسمت ہے
 لیکن امام شامل اور آپ جیسے بے لوث، سرفروش اور بے غرض مجاہد ہوں۔"
 خلیل شلبی نے پیار سے دو لگرو کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے نرمی اور مہمدی میں

دو تانان شہر کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ میں شہر میں محصور ہونے کے بجائے باہر ہی رہا اور آپ کے پاس
نے میں کامیاب ہو گیا۔ یا امیر! اہل قازان اپنی جہد بھاکے لیے آپ کو پکارتے ہیں۔
خلیل شلبی اس خبر پر گنگ اور خاموش ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی نیچے
بن ملاخوں کے زنداں کی سی خاموشی، گنبد قصر شاہی کا سا سکوت اور لبوں کے ناساز آہنگ کی
سی چپ بھیل گئی تھی۔ خلیل شلبی کی حالت افسردہ و خنک فضاؤں اور کسی برہنہ لواز کی
انہری نے جیسی ہو گئی تھی۔ بد جلد ہی خلیل شلبی منہ بھل گیا۔ اس کی آنکھوں میں گلابی صبح کی
سی سُرخ آگئی تھی۔ پھر اس نے کسی جوان فافوس کی طرح بھڑکتے ہوئے کہا۔

”یہ روسی جنرل اسکارلیٹ کی بھول ہے کہ قازان کا محاصرہ کر کے وہ ہمیں مجبور
و معذور کر دے گا۔ ہرگز نہیں۔ میں ہر جگہ، ہر سمت، دھوپ چھاؤں میں، اندھیرے جالوں
میں، مصلحتوں کی ہر خاموشی میں، اسی کے ہر چراغ کے لیے، یادوں کے ہر موتی کے لیے، چاتوں
کی ہر رست کے لیے، اپنی سرزمین کے ہر طاق کی حفاظت کے لیے ان روسیوں کے ظلم کے ہر
دار کو روکوں گا۔ گناہوں کے کفیل یہ روسی سمجھتے ہیں کہ وہ اک سرمایہ دارانہ وقار کے ساتھ ہر جگہ
ہر خطے کو اپنا محکوم بنا سکتے ہیں۔“

شاید ان روسیوں کو علم نہیں کہ مسلمان اگر کسی موقع پر نرم و ملازک، شفاف و پاکیزہ
ہر دماہ، ثریا و کمکشاں جیسے بے ضرر و سود مند ہیں۔ تو وہیں وہ ٹنڈو طوفان، تیروں کی برسات
اور زلیلت کا خاتمہ کر دینے والے دشت میں اڑتے تپتے گراؤز بھی ہیں۔ اسکارلیٹ کو قازان
سے جاتا ہوگا۔ ورنہ میں ان کی پیٹھیں اپنی ضربوں سے اور ان کی ہزیمت سے داغ دوں گا۔
اسکارلیٹ کے لشکر کی تعداد بینک بہت زیادہ ہے۔ پر میں قازان شہر سے باہر اس کے لیے
تعبیت و اتلا کھڑی کر دوں گا۔

اسمعیل! اسمعیل! تم یہ تو کہو، اسکارلیٹ دریا پار کر کے قازان شہر کا محاصرہ
کرنے میں کیسے اور کیوں کر کامیاب ہو گیا۔

اسمعیل نے کہا۔ ”یا امیر! قازان شہر سے آپ کی روانگی کے بعد سو فافوس نے آکر
نائن سری کو خبر دی تھی کہ روسی آج رات دریا پار کرنے کی پھر کوشش کریں گے اور اس جگہ

کہا۔ ”دو لگرو! دو لگرو! میرے عزیز! میرے بھائی! تم کن الجھنوں میں پڑ رہے ہو تم جانتے
ہو خلیل شلبی نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کے فرائض میں شامل ہے تم اس گفتگو کو مجبور
دو لگرو! کیا شہر سے باہر نیچے نصب کر کے تم میرے لشکر کے آرام کا بندوبست نہ کر
گے۔ تم جانو میرا لشکر دو دن کی لگاتار تکتا رہا اور بھاگ دوڑ کے باعث تھکا مانہ ہے
اور میرے لشکریوں کو آرام کی ضرورت ہے۔“
دو لگرو نے کہا۔ ”یا امیر! میں آپ کے لشکر کے قیام اور آرام کا بندوبست شہر
کے اندر کرتا ہوں۔“

خلیل شلبی نے کہا نہیں میں اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر ہی خیمہ زن ہوں گا۔
میرے لشکری آج دوپہر کا اور شام کا کھانا نہیں کھائیں گے اور عشاء کی نماز کے بعد میں اپنے
لشکر کے ساتھ قازان کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔“

دو لگرو نے کہا۔ ”یا امیر! جب تک آپ یہاں ہیں میں بھی آپ کے ساتھ
کے خیمے میں رہوں گا۔ پھر دونوں لشکر شہر کی طرف آئے۔ وہاں شہر کے مشرق میں خلیل
کے لشکر کے لیے خیمے نصب کر دیے گئے اور کھانا تیار کیا جانے لگا۔“

منزلتہ شہر سے باہر دوپہر کے کھانے کے بعد خلیل شلبی اپنے خیمے میں دو لگرو کے
محو گفتگو تھا کہ ایک دم وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا کیوں کہ خیمے میں اسمعیل بے داخل ہوا
خلیل شلبی نے دیکھا اسمعیل بے غم و دوزادہ سوزی تھا اس سال خود وہ دیے کی طرح جلا
ٹوٹنے کا وقت آ گیا ہو۔

خلیل شلبی نے پریشانی میں پوچھا! اسمعیل بے! میں تو تمہیں قازان چھوڑ
آیا تھا۔ تم یہاں کیسے آئے ہو؟ قازان میں خیریت تو ہے۔“

اسمعیل بے نے کہا۔ ”یا امیر! ابلیس نے قازان کے خاکوں پر منت کر کے
پھینک دیے ہیں۔ یا امیر! قازان کو آپ کی ضرورت ہے۔ ہزاروں چروں کو کھانا
والے، آن گزت ضمیروں کا سوسا کرنے والے اور بچوں کو لباس کو داغ کرنے

پل دریا پر محیط کریں گے جہاں انہوں نے پہلے کیا تھا لیکن اسکا رلیٹ بڑا چالاک اور عیاذ
اس نے بیک وقت دو پل بنوائے۔ ایک اس جگہ جہاں پہلے پل چلا گیا تھا اور دوسرا باغیچے
نیچے جنوب میں اس نے خشکی پر پل تعمیر کیا تاکہ کسی کو دکھائی نہ دے۔ ہم ایک ہی پل پر ٹکا رہے
رہے جب کہ اسکا رلیٹ نے رات کی تاریکی میں جنوبی پل کو دریا میں ڈال کر اپنے لشکر کے
حصے کے ساتھ دریا پار کر کے قازان شہر پر حملہ کر دیا۔ معاملے کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے
لشکر کی شہر میں محصور ہو گئے۔

اب اسکا رلیٹ نے شہر کا چاروں طرف سے مکمل محاصرہ کر رکھا ہے۔ دوسرے
بننے والے اور پہلا پل انابل اب تینوں روسیوں کے تصرف میں ہیں جس پل پر ہم نگاہ رہے
ہوئے تھے۔ وہ پل اسکا رلیٹ نے دریا میں اس وقت سبھا کیا۔ جب وہ اپنے لشکر کے
سب سے جنوب والے اور خفیہ طور پر تیار کیے جانے والے پل سے گزر کر قازان پر حملہ آور
چکا تھا۔ یا امیر! اہل قازان اس وقت مصیبت اور ابتلا میں ہیں۔

خیلی شبلی نے دو لگرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”دو لگرو! ہم ایک بار پھر اپنا
بڑے عذاب کا سامنا کر رہے ہیں۔ شاید قدرت کو ہمارا امتحان مقصود ہے۔ تم ابھی اٹھو
شہر جاؤ۔ اپنے سارے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرو۔ ایک حصے کو اپنے کسی نائب کی
سرکردگی میں دے کر اسے شہر کی حفاظت پر مامور کرو۔ لشکر کا دوسرا حصہ لے کر تم پر
پاس آؤ۔ میں ابھی یہاں سے قازان کی طرف کوچ کرنا ہے اور جس لشکر نے منزلتہ شہر میں پہنچا
اس کے کماندار کو نصیحت کر دینا کہ ہمارے کوچ کے بعد یہ خیمے اکٹھا کر شہر میں لے جائے۔
دو لگرو تیزی سے اٹھا اور تقریباً بھاگتا ہوا وہ خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔ تو دو لگرو
بعد خیلی شبلی اپنے اور دو لگرو کے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر رہا تھا جب کہ خیمے اکٹھا
شہر کی طرف لے جائے جا رہے تھے۔

رات آدھی کے قریب جا چکی تھی۔ خوابیدہ مرغزاروں اور تاکتالوں کی طرف
آتی طرف فضا ہوائیں ایک بے جسی اور لا پرواہی سی طاری کر رہی تھیں۔ فضاؤں میں آواز

برداشت تھائی اور سکوت تھا ہاں کبھی کبھی ہری شاخوں کے لطیف پتوں کی سرسراہٹ ضرور
پہر دوب کر کچھ بیشمی قدموں کی آہٹ سی پیدا کر جاتی تھی۔

خیلی شبلی اپنے لشکر کے ساتھ قازان سے دس میل قریب آکر رک گیا۔ پھر اس
نے دو لگرو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”دو لگرو! تم اس پورے لشکر کے ساتھ بائیں
طرف کی پہاڑیوں کے اندر روپوش ہو جاؤ۔ میں اسمعیل بے کے ساتھ دشمن کے لشکر میں داخل
ہو کر حالات کا جائزہ لوں گا۔ میں دشمن کو چکر دے کر کوشش کروں گا کہ ان کے لشکر کا ایک
حصہ ادھر لے کر آؤں جسے میں اور دو لگرو تم دونوں مل کر تباہ کر دیں گے اس طرح دشمن کی
تعداد اور قوت میں کمی ہو جائیگی۔“

دو لگرو نے فکر مند ہو کر پوچھا۔ ”یا امیر! آپ دشمن کے لشکر میں کیوں کر داخل
ہو سکیں گے۔ ان کو اگرچہ خبر ہو گئی کہ آپ خیلی شبلی میں تو وہ آپ کو کیوں کر زندہ رہنے
دیں گے۔“

جواب میں خیلی شبلی نے دو لگرو کو ماسکو جانے، روسیوں کے لیے کام کرنے سلاؤ
لگرو اور کاسکوں کا محل وقوع معلوم کرنے اور بے بہت سے ملاقات اور اس کے انجام کے
واقعات پوری تفصیل سے سنا ڈالے تھے۔ پھر خیلی شبلی نے کہا۔ ”دشمن کے لشکر میں داخل ہوتے
وقت میرا نام داسیلی اور اسمعیل بے کا نام میخائیل ہوگا۔“

دو لگرو نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! اب میں پورا معاملہ سمجھ گیا ہوں
جس لشکر کو آپ اپنے ساتھ لے کر اس طرف آئیں گے میں اس کا بے چینی سے انتظار کروں گا تاکہ
ان کا خاتمہ کر کے دشمن کی قوت پر ضرب لگائی جاسکے۔ اس کے ساتھ ہی دو لگرو پورے
شکر کو لے کر بائیں طرف کے کوہستانی سلسلے کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

خیلی شبلی اور اسمعیل بے جو نہی مشرق کی طرف سے روسی لشکر میں داخل ہوئے لشکر
کے ارد گرد پھر دینے والے ایک سپاہی نے ان دونوں کو لٹکارا۔ ”مٹھو، کون ہو تم؟“
خیلی شبلی اور اسمعیل بے دونوں رُک گئے۔ وہ پہریدار قریب آیا اور ہاتھ میں پکڑی
بھٹی شعل میں اس نے خیلی شبلی اور اسمعیل بے کے چہرے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تم دونوں کون ہو؟“

بہانہ دینے لگے تھے۔

خلیل شلبی نے اس قدر بے سلوک کے باوجود نوز برگ کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے دیکھا۔ یہ تم زیادتی کر رہے ہو۔ تم مجھے اپنے جرنیل اسکار لیٹ کے پاس لے چلو۔ اس کے بارے میں میری ساری کیفیت اور احوال کی خبر ہو جائے گی۔

نوز برگ نے اپنے ساتھیوں سے کہا، "ان دونوں کو ان کے گھوڑوں پر بٹھا دو۔ ان لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں، انہیں اسکار لیٹ کے پاس لے کر چلے ہیں۔ وہ ان کے بے سلوک کرے گا اس کے تصور سے بھی یہ کانپ کانپ جائیں گے۔"

خلیل شلبی اور اسماعیل بے کو ان کے گھوڑوں پر بٹھا دیا گیا۔ پھر نوز برگ انہیں شہر کی طرف لے جاتا تھا۔



اور رات کے اس وقت ہمارے لشکر کی طرف آنے میں تمہاری کیا غرض حاصل ہے؟

خلیل شلبی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سامنے کی طرف سے کچھ اور سوار تیزی سے اپنے گھوڑوں پر دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔ جب وہ قریب آئے تو خلیل شلبی نے دیکھا۔ آنے والے تعداد میں دس سوار تھے جن کے آنے پر وہ پہلا پہریدار چوکتا اور مستعد ہو گیا۔ ساتھ ہی اس پہریدار نے ان سواروں کے آگے آگے ایک جوان کی طرف اشارہ کر کے خلیل شلبی سے کہا، "ان کا نام نوز برگ ہے یہ فانیان شہر کا مشرق کی طرف سے محاصرہ کرنے والے ہمارے لشکر کے کماندار ہیں۔"

پھر اس پہریدار نے خلیل شلبی اور اسماعیل بے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "یہ دونوں ابھی اس طرف آئے ہیں۔ میں ان سے ادھر آنے کی غرض پوچھ رہا تھا کہ اب آگئے۔ یہ دونوں مجھے مشکوک و مشتبہ لگتے ہیں۔"

نوز برگ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور ایک زوردار تھپڑ اس نے خلیل شلبی کے منہ پر مارتے ہوئے کہا، "میرا پہریدار تمہیں میری حیثیت بدلنے کے علاوہ تمہیں مشکوک بھی قرار دے چکا ہے اس کے باوجود تم دونوں تن کر اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہو۔"

نوز برگ اسماعیل بے کی طرف بڑھنے لگا تھا کہ اسماعیل بے اپنے گھوڑے سے جرت لگا کر نیچے اتر گیا۔ خلیل شلبی بھی اپنے گھوڑے سے اترتا اور کسی قدر غصیل لگا ہوں سے اس نے نوز برگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "یہ تمہارے اچھا نہیں کیا۔ بعد میں تمہیں اپنے اس سلوک پر بچھتنا پڑے گا۔"

نوز برگ ایک جست لگا کر اپنے گھوڑے سے اترتا اور خلیل شلبی کی پشت پر اپنے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکہ لگاتے ہوئے اس نے، "تمہاری یہ جسارت کہ تم مجھے بعد میں بچھتنے کا دھمکی دیتے ہو۔ پاؤں کی ٹھوکہ لگنے سے خلیل شلبی منہ کے بل زمین پر گر گیا تھا۔"

اسماعیل بے کی حالت خلیل شلبی کے ساتھ ایسے سلوک پر ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ پر وہ انتہائی صبر اور ضبط سے کام لے رہا تھا۔ نوز برگ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا، "ان دونوں کے ہاتھ ان کی پیٹھ پر رسیوں سے باندھ دو۔"

نوز برگ کے ساتھی فوراً آگے بڑھے اور خلیل شلبی اور اسماعیل بے کے ہاتھ ان کی

اسکار لیٹ پھر بولا۔ "نوز برگ! جس کے تم ہاتھ باندھ کر لائے ہو جاؤ اس کے گلے

باندھ دیا ہے۔"

نوز برگ آگے بڑھا اور گلے میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ وہاں ایک ریشمی دھاگے میں ناز
بنی کولاس کے دیئے ہوئے سنہری اور چاندی کے قرص جھک رہے تھے۔ نوز برگ نے چونک
پوچھا۔ "آپ کون ہیں۔ آپ نے مجھے اس وقت اپنا تعارف کیوں نہ کرایا جب میں نے آپ
کو پہچان لیا تھا۔"

اسکار لیٹ نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اچھا تو تم اسے ملنے چکے اور لاتیں بھی مار
رہے ہو۔ اب تم خود سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمہیں خبر ہوئی چاہیے کہ یہ واسیلی ہے
جس کی اہمیت سلاووفلز اور کاسک تنظیم کے سالاروں سے بھی زیادہ ہے اور اس
کے ساتھ اس کا ساتھی میخائل ہے۔"



نوز برگ نے خلیل شلبی اور اسماعیل بے کو اسکار لیٹ کے خیمے سے باہر بھی کھڑا کر
دیا تھا اور خود وہ اسکار لیٹ کے خیمے میں داخل ہوا اور اُسے جگا کر باہر لایا۔ مشعلوں کی روشنی
میں اسکار لیٹ نے جب خلیل شلبی اور اسماعیل بے کو گھوڑوں پر بیٹھے اور ہاتھ پشت پر
بندھے ہوئے دیکھا تو اس نے چونک کر کہا۔ "محترم واسیلی! یہ تم ہو اور تمہارے ساتھ
میخائل بھی ہے۔"

نوز برگ نے اس بار انکساری سے اور کپکپاتی آواز میں کہا۔ مجھے اپنے اس روئے
بانوں ہے۔ میں نام ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے متعلق بتایا ہی کچھ نہیں۔"
خلیل شلبی نے اس بار کسی قدر نرمی میں کہا۔ "تم نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی کب
دیا۔ اسکار لیٹ نے اس بار کڑی جھنجھٹی آواز میں کہا۔ "نوز برگ! ان دونوں کے ہاتھ
مکول دو۔"

نوز برگ نے بھاگ کر دونوں کے ہاتھ کھول دیئے۔ خلیل شلبی نیچے اُترا آگے
بڑھا اور اس نے اسکار لیٹ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد اسماعیل بے اس سے مصافحہ کر رہا
تھا۔ پھر خلیل شلبی نے اسکار لیٹ سے کہا۔ "میں نے اس نوز برگ کو فی الوقت معاف
کیا۔ اس کے اس سلوک کی سزا اسے پھر کسی وقت دے دی جائے گی۔ میں اس وقت آپ
کے پاس کچھ اہم خبریں لے کر آیا ہوں۔"

اسکار لیٹ نے کہا۔ "آؤ! اند میرے خیمے میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ خلیل شلبی
نے کہا۔ "نہیں۔ میں بیٹیوں گانہیں! میں جلدی میں ہوں، میں کہنا چاہتا ہوں کہ خلیل شلبی
نے افسانے سے باہر حیرت انگیز مداخلت اور منزلتہ شہر سے باہر کاموں کو شکست دے کر بھاگ دیا ہے۔ اب

خلیل شلبی خاموش اور سنجیدہ رہا یوں جیسے وہ گھوڑے پر جکڑی ہوئی سنگین موسیقی ہو
خلیل شلبی کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اسکار لیٹ نے نوز برگ کی طرف دیکھتے ہوئے
پوچھا۔ "ان دونوں کے ہاتھ پشت پر کس نے باندھے ہیں؟"

نوز برگ نے فخریہ انداز میں کہا۔ "ان دونوں کے ہاتھ ان کی پشت پر میں نے
بندھوائے ہیں۔ بیارات کے اس وقت ہمارے لشکر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔"

اسکار لیٹ نے پھر خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "محترم واسیلی تمہارا
وہ سنہری اور نقرئی قرص کہاں ہے جو کولاس نے تمہیں دے رکھا ہے؟"

خلیل شلبی نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔ "میرے گلے میں۔"

وہ خوشحال حالت میں آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اسکار لیٹ نے ایک انتشار اور پریشانی میں کہا۔ ”لیکن میرے آدمیوں نے جو مجھے اطلاع کی ہے ان کے مطابق تو خلیل شلبی یہاں سے وفا کی طرف گیا تھا اور وہاں سے ابھی تک لوٹا نہیں ہے۔ اس کی پیش بندی کے لیے میں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ وفا سے قازان کی طرف آنے والی شاہراہ کے کنارے متعین کر رکھا ہے۔

خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ کو غلط اطلاعات فراہم کی گئی ہیں۔ خلیل شلبی کو نذرانہ کو بیچ سویرے وفا سے باہر ٹاڈل مین کو شکست دی۔ اسی روز شام کے وقت وہ یہاں قازان میں آیا۔ یہاں اس نے قیام نہیں کیا صرف اس نے گھوڑے تبدیل کیے اور یہاں سے وہ نذرانہ کی طرف کوچ کر گیا۔ آج گزر جانے والے دن کی صبح کو اس نے منزلتہ شہر سے باہر کالمکوں اور جنگاریوں کو بڑی طرح شکست دے کر امدان کی اکثریت کو کاٹ کر دریائے یورال کے اس پار مار بھگایا۔ منزلتہ شہر سے باہر دوپہر کے کھانے کے بعد اس کے جاسوسوں نے اسے خبر کی کہ آپ نے دوپہر بنا کر دریائے یورال پار کر کے قازان کا محاصرہ کر لیا ہے۔ لہذا اب وہ بڑی تیزی سے اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ کم از کم چالیس ہزار کا لشکر ہے۔ اگر وہ راتے میں ذرا سستلنے کی خاطر کہیں رُک بھی گیا۔ تب بھی آنے والی صبح تک وہ یہاں آپ کے سامنے ہوگا۔

اسکار لیٹ نے انتہائی پریشانی میں کہا۔ ”یہ خلیل شلبی کیسا انسان ہے۔ صبح کے وقت اودفا میں شام قازان میں اور اگلی صبح منزلتہ میں ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے یہ انسان نہیں بظرت کے نور کی کوئی کرن، جوش کی بارش اور دھند کا چھلاوہ ہو جو اندھیروں کو اودھکرتی جگمگاتیں سحراؤں اور کوہستانوں کی رکاوٹوں کو پار کر جاتا ہو جیوت ہے اس نے ٹاڈل مین کے علاوہ کالمکوں اور جنگاریوں کو کیونکر اور کیسے شکست دے دی۔ کاش میں اُسے دیکھ سکتا۔

واسیلی! واسیلی! تمہاری اطلاعات انتہائی مکمل اور درست ہیں قسم یوحنا صبح تم مجھے خلیل شلبی سے بھی زیادہ بھیاںک اور سنگین لگتے ہو۔ اب مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ رات کے اندھیرے میں خلیل شلبی کیلئے کوئی شکر متعین کیا جائے۔ جو تھے میں اس پر اچانک حملہ کر کے اس سے نمٹ لے۔ اگر ہم خلیل شلبی پر قابو پانے میں

ہو گئے تو قازان شہر یقیناً دو ایک روز تک ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائے گا۔ خلیل شلبی نے کہا۔ ”آپ نے یقیناً میرے دل کی بات کی ہے۔ خلیل ابھی شکر کے نذرانہ دور ہے۔ میری نگاہ میں یہاں سے دس میل شمال میں کوہستانوں کے اندر اور شاہراہ ہزارے ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر وہاں پہلے سے لشکر گھات میں بٹھا دیا جائے تو خلیل شلبی بانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔

اسکار لیٹ نے کہا۔ ”میں تمہاری اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ کیا ن بذاتک جس کا تم نے ذکر کیا ہے میرے ایک لشکر کی دابھائی کر سکو گے۔

خلیل شلبی نے اپنی اس کامیابی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”کیوں نہیں میں ان تک ضرور آپ کے لشکر کی دابھائی کروں گا۔ اگر میری مافوق شہر کے مشرق میں فزبرگ ہو گئی میں میرے ساتھ روانہ کر دیں۔ میں اس جگہ تک اس کی رہنمائی کروں گا۔ خلیل شلبی، ساتھ چالیس ہزار کا لشکر لے کر آ رہا ہے۔ فزبرگ اگر یہاں سے ساتھ ہزار کا لشکر لے روانہ ہو تو میں سمجھتا ہوں یہ باسنا فی خلیل شلبی پر قابو پا سکتا ہے اور خلیل شلبی کے بعد ان ٹہری نہیں، اودفا اور منزلتہ آپ سے آپ ہی آپ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔ اے بعد اتمام شامل کے داغستان میں داخل ہونا اتنا مشکل نہ رہے گا۔

اسکار لیٹ نے خوشی اور اطمینان میں کہا۔ ”ساتھ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ فزبرگ اور اسی وقت تمہارے ساتھ روانہ کیا جاسکتا ہے۔

خلیل شلبی نے کہا۔ ”فزبرگ سے کہیں یہ اپنے لشکر کو کوچ کے لیے تیار کرے۔ شہر کے مشرقی دروازے کے محافظوں میں میرے کچھ آدمی ہیں۔ یہ انہیں تباہوں کی ہیں ان ہول کا تا کہ وہ میرے متعلق آگاہ رہیں۔ اس کے بعد میں فزبرگ کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوں گا۔

اسکار لیٹ نے کہا۔ ”فزبرگ! ساتھ ہزار لشکر کو تیار کر کے فوراً یہاں سے کوچ کرنا۔ کلیدی کرو۔ ایسا نہ ہو ہم ابھی کوچ کی تیاریاں ہی کر رہے ہوں اور خلیل شلبی ہمارے دربار اسوار ہو۔ واسیلی! تم بھی جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو اپنی اس روانگی سے متعلق مطلع

کردہ۔ خلیل شبلی، اسمعیل بے اور نوز برگ تینوں وہاں سے چلے گئے تھے۔

خلیل شبلی قازان شہر کے مشرقی دروازے پر آیا۔ وہاں اسمعیل بے اور وہ دونوں گھوڑوں سے اترے پھر خلیل شبلی نے آگے بڑھ کر دروازے پر بند دروازہ تک دی ساند سے کسی پہریار کی آواز آئی۔ تم کون ہو اور کیوں دستک دیتے ہو؟

خلیل شبلی نے کہا۔ دروازے کے قریب آ کر مجھ سے بات کرو۔

وہ پہریار دروازے کے قریب آیا اور پھر اس نے کہا۔ ہاں کہو کون ہو تم؟ خلیل شبلی نے کہا۔ دروازے کا چھوٹا سوراخ کھول کر میری بات سنو۔ میں خلیل شبلی ہوں اور میرے ساتھ اسمعیل بے ہے۔

اس پرے دار نے فوراً ایک جھوٹا سوراخ کھولا۔ خلیل شبلی اور اسمعیل بے کو باہر کھڑے دیکھ کر اس نے پوچھا۔ یا امیر! کیا میں دروازہ کھولوں؟

خلیل شبلی نے کہا۔ نہیں اور مجھے امیر کہہ کر مت مخاطب کرو۔ اتنی دیر تک سارے پہریار اور ان کا کماندار بھی وہاں آ گیا تھا۔

خلیل شبلی نے ان کے کماندار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میں اسمعیل بے کے ساتھ ابھی یہاں سے اپنے شکر کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ میں ایک کام کے تحت دوسری شکر میں آیا تھا جسے میں اپنے حق میں کمٹل کر چکا ہوں۔ نامتق سری اور خانوف کو میری طرف سے کماندار تھوڑی دیر تک شہر کے مشرقی حصے کا محاصرہ کرنے والا شکر یہاں سے ایک میرے بچھائے ہوئے دام کی طرف کوچ کرے گا۔ میں دس میل شمال میں اس شکر سے نمٹ لوں گا۔ آٹنے والی صبح کو جس وقت سورج مشرقی پہاڑیوں سے نمودار ہو نامتق سری اور خانوف اپنے شکر کے ساتھ مشرقی دروازے سے نکل کر دشمن کے شمالی حصے پر حملہ کریں۔ جو شکر تفصیل کی حالت پر متعین ہے وہ ویسے کا ویسا ہی رہے گا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد میں ان کی رہنمائی کرتا رہوں گا۔ اب تم دروازے کا سوراخ بند کر لو اور نامتق سری کو میرا پیغام دو۔

خلیل شبلی، اسمعیل بے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے اور دروازے کا سوراخ بند ہو گیا۔ خلیل شبلی اور اسمعیل بے نوز برگ کے پاس آئے، وہ اپنے شکر کے

اپنے شکر سے تھوڑی دیر خلیل شبلی نے نوز برگ کو اپنا شکر روکنے کے لیے نوز برگ نے جب اپنے شکر کو روک دیا تو خلیل شبلی نے نوز برگ سے کہا۔ نوز برگ! شکر کو دائیں طرف کے پہاڑی سلسلے کے ساتھ روک دو اور تم میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں ان کی پوری طرح نشانہ ہی کر دوں جہاں اپنے شکر کے ساتھ بیٹھ کر تم خلیل شبلی پر قابو پاسکتے ہو۔ نوز برگ نے اپنے ایک نائب سے کہا کہ شکر کو دائیں طرف کے پہاڑی سلسلے کے ساتھ لے جاؤ اور خود نوز برگ خلیل شبلی اور اسمعیل بے کے ساتھ ہو لیا تھا۔

اپنے شکر کے قریب جا کر ایک جگہ خلیل شبلی روک گیا کیوں کہ چاند اور تاروں کی لومیں نے دیکھا ایک چٹان کی اوٹ سے دو لگرو نمودار ہوا تھا اس کے ساتھ اس کے کچھ محافظ تھے اور انہی نے خلیل شبلی کو مخاطب کر کے کہا۔ یا امیر! میں کافی دیر سے یہاں آپ کا منتظر ہوں ان گفتگو پر نوز برگ نے بوکھلا کر پوچھا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

اسمعیل بے نے نوز برگ کی طرف دیکھتے ہوئے اور اپنی تلوار بے نیام کر کے نوز برگ پر رستے ہوئے کہا۔ یہ معاملہ کچھ یوں ہے۔ اسمعیل بے نے نوز برگ کی گردن کاٹ دی تھی۔ خلیل شبلی نے کہا۔ اسمعیل بے تم نے بہت جلد بازی سے کام لیا۔

اسمعیل بے نے اپنی تلوار نیام میں کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! میں اس وقت سے اسے برداشت کر رہا تھا جب اس نے آپ پر ہاتھ اٹھایا۔ اب یہ میرے لیے قطعاً ناقابل برداشت ہو گیا تھا، سو میں اسے کاٹ دیا۔

خلیل شبلی نے دو لگرو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دو لگرو! دو لگرو! میرے نژدہ! اس کو بتانی سلسلے سے باہر دوسری شکر کھڑا ہے۔ اس شکر کی تعداد ساٹھ ہزار کے قریب ہے۔ میں اپنے شکر کے ساتھ کو بتانی سلسلے میں ہی کا کاٹ کر ان کے جنوب کی طرف حملہ آور ہوں گا اور جب تم دیکھو کہ میں نے حملہ کر دیا ہے تو تم بھی ان کی شمالی سمت سے ان پر حملہ کر دینا۔ اس طرح اس دو طرفہ حملے میں ہم دوسروں کا صفایا کر کے قازان کی طرف روانہ

نیکر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ وہاں اس کو بتانی سلسلے کے پاس ایک ایک روسی کو شہر بے گھر کرنے کے بعد خلیل شلبی اور دو لگرو قازان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

بچوں ہی سورج نے قازان کی مشرقی کو بتانی چوٹیوں کے پیچھے سے سر اُبھارا، قازان شہر کا نئی دروازہ اچانک کھلا، اس میں سے نامق سری اور خانوف اپنے لشکر کے ساتھ نکلے اور شہر کے شمالی حصے کا محاصرہ کرنے والے روسیوں پر انہوں نے حملہ کر دیا تھا۔ اسی وقت مشرقی کو بتانی سلسلے کے اندر سے دو لگرو اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے اور اس نے بھی قازان شہر کے شمالی حصے کا محاصرہ کرنے والے روسی لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

شمالی حصے میں روسیوں پر اس اچانک دوطرفہ حملے سے ایک کمرام برپا ہو گیا۔ بولجا حصے میں جب روسی جرنیل اسکار لیٹ کو اپنے جنوبی لشکر پر مسلمانوں کے دوطرفہ حملے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے لشکر کو نامق سری اور خانوف کے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

لیکن جس وقت اسکار لیٹ اپنے لشکر کے ساتھ نامق سری اور خانوف پر ضرب لگانے کے لیے بڑھا تھا خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ تکبیر بن بلند کرتا ہوا مشرقی کو بتانوں سے نمودار ہوا۔ اس نے اپنے چہرے پر خود کا نقاب ڈال رکھا تھا اور کوئی اسے پہچان نہ سکتا تھا۔ اپنے ہلے زور وار حملے میں ہی خلیل شلبی اسکار لیٹ کے لشکر پر لمحوں کے اندر کھیتوں پر پھیلی سورتج کی نہری کمریوں کی طرح چھا گیا تھا۔

ان تین طرفہ حملوں نے روسیوں کو بلا کر رکھ دیا تھا۔ جنگی ہنگامہ آرائیوں میں مکرانے والے مجاہدین روسیوں کی ساری قوت اور اک کونسیان کے پردوں میں اور ان کے سارے عسکری جہاز کو تباہی میں بدل کر انہیں زندگی کی قید و بند سے نجات دیتے لگے تھے۔

دو پہر تک جنگ اپنے شباب اور عروج پر رہی۔ پھر جس وقت روسیوں میں شکست اور فرار کے آثار پیدا ہو رہے تھے چند جنوبی قسم کے روسی دستوں نے خلیل شلبی کے محافظ دستے پر حملہ کر دیا لیکن خلیل شلبی کے محافظوں اور ان کے اور گرد و لڑتے دیگر مجاہدوں نے ان جنوبیوں

مہر جائیں گے اور وہاں جا کر حملہ آور ہونے سے متعلق تمہیں راستے میں تفصیل سے بتا دوں گا۔ خلیل شلبی، اسمعیل بے اور دو لگرو اپنے محافظوں کے ساتھ شکر میں آئے، وہاں سے خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ کو بتانی سلسلے کے اندر ہی اندر جنوب کی طرف جب کہ دو لگرو اپنے لشکر کو لے کر شمال کی طرف جا رہا تھا۔

روسی لشکر اپنے نائب سالار کی کمانداری میں کو بتانی سلسلے کے ساتھ نوزبرگ کے انتظار میں کھڑے تھے کہ خلیل شلبی نے جنوب کی طرف سے ان پر زیمت کی دکھائی یاروں اور سورج کی ان شعاعوں کی طرح حملہ کر دیا تھا جو بادلوں کو رنگین کر دیتی ہیں۔

اپنے پہلے ہی حملے میں خلیل شلبی نے اپنے رب کی عظمت میں اللہ اکبر کے نعے بلند کرتے ہوئے ایسی ضرب لگائی کہ روسیوں کو ان کی ساری نیرنگی ارتقا اور اپنی خواہشوں کے سارے رنگ بھلا کر ان کی حالت کسی کھنڈ محل کی دیران و دبیز جیسی کر کے رکھ دی تھی۔

روز اپنا آپ بے لالہ چاند اور ساکت پانی میں جھلکتے عکس جیسے تارے زمین میں لوٹ کی تلاش کرنے والے روسیوں کو ہورنگ ہوتا دیکھ رہے تھے۔ رات کی خاموشی میں خلیل شلبی روسیوں پر ایک عذاب بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا گویا دنیا بھر کے معبود میکے آپس میں ٹکرائے ہوں۔ روسی پریشان تھے، ان کی سمجھ میں ابھی تک نہ آیا تھا کہ نوزبرگ کہاں ہے اور یہ ہم پر حملہ آور ہونے والے کون ہیں۔

خلیل شلبی چونکہ جنگ میں چہرے پر خود کا نقاب ڈال کر رکھتا تھا۔ لہذا کوئی اسے پہچان بھی نہ رہا تھا اور وہ ان کے اندر گھس کر انہیں بڑی طرح کاٹتا ہوا ان کی تعداد کم کرتا جا رہا تھا۔

جس وقت روسی خلیل شلبی کے جہون کے عذاب جیسے حملوں کو سہ کرنے میں مبتلا تھے اسی وقت شمال اور ان کی پشت کی جانب سے دو لگرو نے اپنے لشکر کے ساتھ اٹھائی خوف ناک انداز میں حملہ کر دیا تھا۔ اب روسیوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے زمین کی حدیں ماورائے اپنی بقا کی بھیک مانگ رہی ہوں۔

خلیل شلبی اور دو لگرو نے روسیوں کو تیزیوں کے گدہ پھیلی سمندر کی گہرائی کی طرح

کو روک کر ان کا تلس عام شروع کر دیا تھا۔

دھڑ بھڑائیوں کی طرح پل پار کرنے لگے تھے۔

نامق سری اور خانوت ان کے تعاقب میں تھے۔ کچھ ایک فرلانگ نیچے بنے والے پل کی طرف بھاگے ان کے پیچھے خلیل شبلی نے دو گرو کو لگا دیا تھا۔

جنرل اسکارلیٹ شکر کے ایک حصے کے ساتھ اس پل کی طرف بھاگا جو پارچ میں جنوب کی طرف بنایا گیا تھا۔ خلیل شبلی اپنے شکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں تھا۔ شکر کا جو حصہ اسکاٹ نے اڈا اور قازان کے درمیان متعین کر رکھا تھا وہ بھی بھاگنے میں اسکاٹ کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

خلیل شبلی، دو گرو، نامق سری اور خانوت نے روسی شکر کے تینوں حصوں کا پل پر سے گزرتے ہوئے خوب صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔ روسیوں کے لیے قازان شہر سے باہر ایک بدترین شکست تھی۔

خلیل شبلی اپنے شکر کے ساتھ جب اسکاٹ کے تعاقب سے لوٹ کر دریائے یوٹال کے پُرسے پل کے پاس آیا تو اس نے دیکھا وہاں نامق سری، خانوت اور دو گرو کھڑے تھے اور دریائے کنارے کنارے دور دور تک ان کے لشکر پھیلے ہوئے تھے۔ خلیل شبلی جب ان کے قریب آیا تو وہ تینوں پریشان ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا خلیل شبلی اپنے گھوڑے پر نڈھال تھا۔ اس کی لان پر لباس کے اوپر ہی خون میں بھیگی ہوئی بچی بندھی تھی اور اس کا لباس بھی لہو لہو رہا تھا۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا خلیل شبلی کے بائیں پاؤں کا جوتا بھی خون سے بھرا ہوا تھا۔

وہ تینوں بھاگ کر اس کی طرف بڑھے۔ نامق سری نے خلیل شبلی کا ہاتھ تھامتے ہوئے پریشان بکھری آواز میں کہا۔ "یا امیر! میری ہر شے آپ پر قربان، آپ کب اور کیسے زخمی ہوئے۔ خانوت نے بھاگ کر خلیل شبلی کا پاؤں پکڑ لیا اور اس کے پاؤں کو پوس دیتے ہوئے کہنے لگا "دندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "یا امیر! آپ خاموش اور پپ کیوں ہیں۔ اتنی بڑی فتح پر آپ بولتے کیوں نہیں۔ یا امیر! آپ کو کچھ ہو گیا تو خانوت آپ ہی آپ مر جائے گا۔"

اس موقع پر اسماعیل بے بھی خلیل شبلی کے قریب ہی تھا۔ اسی وقت چند روسی سپاہیوں نے قریب آکر خلیل شبلی پر کئی چھوٹے چھوٹے نیزے برسا دیے۔ ان میں سے چار تین خلیل شبلی کے گھوڑے کو لگے اور ایک خلیل شبلی کی لان میں پیوست ہو گیا۔ خلیل شبلی کا گھوڑا اگر دم توڑ گیا تھا اور اس کے گرنے سے خلیل شبلی کے بھی چوڑیں لگی تھیں۔

اسماعیل بے نے خلیل شبلی کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ خلیل شبلی کی لان بڑی طرح زخمی ہو گئی ہے اور اس میں سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا تھا۔ اسماعیل بے اپنا گھوڑا خلیل شبلی کے پاس لایا اور اپنے گھوڑے سے کود کر اس کی طرف گیا۔ اس وقت تک خلیل شبلی نے اپنی لان میں پیوست نیزہ پھینچ کر نکال دیا تھا۔ اسماعیل بے نے فوراً اپنا لباس پھاڑ کر خلیل شبلی کے زخم پر کس کر پٹی باندھ دی تھی۔ پھر اس نے خلیل شبلی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! اٹھیں آپ کو آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔" خلیل شبلی نے کہا۔ "اسماعیل بے! چھوڑ دو مجھے۔ اس وقت میں اگر گرنے لگاؤں تو میرے لشکر میں بددلی پھیل جائے گی اور روسی جواب میدان جنگ سے بھاگنے والے ہیں ان کے قدم پھر جم جائیں گے۔"

خلیل شبلی کہتے کہتے رُک گیا کیونکہ قریب ہی جنگ میں کام آجانے والے کسی مدد سپاہی کلبے سوار گھوڑا کھڑا تھا۔ بڑی طرح زخمی ہونے کے باوجود خلیل شبلی تیزی سے اٹھا اور بھاگ کر ایک جست کے ساتھ اس گھوڑے پر سوار ہوا اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو لٹکاتے ہوئے وہ پھر دشمن پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔

خلیل شبلی کے گھوڑے سمیت گر جانے سے باشکیری شکر میں کچھ یابوسی کے اثرات نمودار ہوئے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا امیر خلیل شبلی دوسرے گھوڑے پر نمودار ہوا ہے تو انہوں نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی تھی۔

تھوڑی دیر کی اند جنگ کے بعد روسیوں کے قدم اکھڑ گئے اور اسکاٹ کے اپنے لڑنے کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ اب بھاگتے روسی اپنی جانیں بچانے کی خاطر پرانے پل کی طرف بھاگے۔

دو لگرو نے غور سے خلیل شلیبی کی زخمی ران دیکھی پھر اس نے خلیل شلیبی کا ہاتھ اپنے
میں لے کر سہلاتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! آپ کچھ بولیں تو۔ واللہ! آپ کی خاموشی ہمارے
ہماری روخوں کا عذاب ہے۔"

خلیل شلیبی کچھ کہنے والا تھا کہ ایک طرف سے اسمعیل بے اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔
کے ساتھ لشکر کا ایک طبیب بھی تھا۔ قریب آکر اسمعیل اپنے گھوڑے سے اُترا اور زخمی
خائف دو لگرو کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "امیر کو سہارا دے کر نیچے اتاریں۔ یہ زخمی
طرح زخمی ہیں۔ میں طبیب کو لے کر آیا ہوں۔"

نامق سری، خائف اور دو لگرو نے فوراً سہارا دے کر خلیل شلیبی کو گھوڑے
نیچے اتارا۔ طبیب نے زخم پر بندھی پٹی کھولی پھر وہ زخم کو اچھی طرح دھو کر صاف کرنے لگا۔
انہوں نے دیکھا۔ زخم کافی گہرا تھا۔ پھر طبیب خلیل شلیبی کے زخم پر مرہم لگا کر پٹی باندھ رہا تھا
اور اسمعیل بے، نامق سری، خائف اور دو لگرو کو خلیل شلیبی کے زخمی ہونے کی داستان سناتا
رہا تھا۔

اسمعیل بے، نامق سری، خائف اور دو لگرو، خلیل شلیبی کو لے کر حویلی میں داخل
ہوئے۔ اس حالت میں کہ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور وہ سب اس کے ساتھ پیدل چل رہے
تھے۔ حویلی کے برآمدے میں اونیس، نامق سری کی بیوی سوسان، خائف کی بیوی کے
علاوہ سائمن، مارگن اور نارسن بھی کھڑے تھے۔

ان کے قریب آکر اسمعیل بے نے خلیل شلیبی کے گھوڑے کو روکا۔ نامق سری، خائف
اور دو لگرو خلیل شلیبی کو سہارا دے کر اس کے گھوڑے سے نیچے اتارنے لگے تھے۔ خلیل شلیبی
چُپ، خاموش اور اُساں بکھرا بکھرا سا تھا۔ لاشعوری اور نادانستہ طور پر انہیں کے منہ سے
چرخ نکلی گئی اور وہی آواز میں اس نے چلاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا امیر کو؟"

اسمعیل بے نے کہا۔ "اے میری بہن! تم نے جواباً گھوڑا امیر کو دیا تھا وہ دشمن کے
نیزوں سے چھد کر ہلاک ہو گیا۔ ایک نیزہ امیر کی ران میں لگا تھا۔ یہ بُری طرح زخمی ہیں ان کا

"اے خداوند! میں تجھ سے خلیل شلیبی کے لیے صحت و درازی عمر اور ان کے
یہ وقت کی رفتار کی بھیک مانگتی ہوں۔ یا اللہ! اگر خلیل شلیبی کو کچھ ہو گیا تو مجھے یہاں
نہ دایوں میں کوئی طائر، کوئی شجر، کوئی حجر بنا دے یا مجھے یکسر ہی دھوا دے کہ میں اس کا
نہ دیکھوں جسے میں اپنی جان سے بھی عزیز رکھتی ہوں۔"

ادروں کے پیچھے پیچھے اونیس بھی دیوان خانے میں چلی گئی تھی۔ شاید اب وہ خلیل
شلیبی کو اپنی نظروں کی دسترس سے دُور نہ رکھنا چاہتی تھی۔ خلیل شلیبی کو مسری پر لٹا دیا گیا تھا۔
خلیل شلیبی نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔ "دو لگرو! تم ابھی اور اسی وقت اپنے لشکر کے
ساتھ منزلتہ کی طرف کوچ کر جاؤ، وہاں تمہاری سخت ضرورت ہے۔"

دو لگرو نے کہا۔ "یا امیر! آپ زخمی ہیں۔ چلنے پھرنے کے قابل نہیں۔ اس
حالت میں آپ کو چھوڑ کر میں کیسے چلا جاؤں۔"

خلیل شلیبی نے کہا۔ "تم لوگ میرے اس معمولی سے زخم کو اتنی اہمیت نہ دو۔
قوموں کے واقعات میں اس سے بڑھ کر حادثات ہوتے ہیں۔ قسم مجھے جنگ بدر میں سر
کھونے والوں کی، میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ خوش قسمت تو وہ مجاہدین جنہوں نے اس
جنگ میں اپنی جان قربان کر کے اپنی قوم کی آزادی میں اپنے خون سے رنگ بھر دیئے ہیں۔"

میرے تو صرف معمولی زخم ہی آیا ہے۔ کاش میں ان مجاہدین میں شامل ہوتا جو اس زمین پر اس جنگ میں اپنا آپ قربان کر چکے ہیں۔

اسٹمیل بے نے فوراً خلیل غلبی کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! اسٹمیل بے نے ایسی گفتگو نہ کیجئے۔ قازقستان اور اس کے اندر رہنے والوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ خلیل غلبی نے پھر دو لکرو سے کہا۔ "جاؤ دو لکرو! منزلتہ کی طرف کوچ کرو جاؤ۔ میں چند یوم تک اچھا ہو جاؤں گا۔" اپنے امیر کی اتباع میں دو لکرو نے اپنے سر کو ٹھکرایا اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

خلیل غلبی نے اس بار نامق سری اور خانوف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "نامق سری اور خانوف! تم دونوں اپنا شکر لے کر جاؤ اور دشمن نے جو دو لکڑی کے ٹکڑے تیار کیے ہیں۔ دوسری کنارے پر جا کر ان ٹکڑوں کی ریتیاں کاٹ دیں۔ پر پہلے اپنے کنارے پر پلوں کو رسوں سے بڑے بڑے کھونٹوں کے ساتھ باندھ جائیں۔ اس کے بعد ان دونوں پلوں کو دریا کے کنارے کنارے کھینچ کر شمال میں اپنی پہلی چوکی کے قریب کھڑا کر دیں۔ مستقبل میں یہ دونوں پل ہمارے کام آئیں گے۔"

نامق سری اور خانوف ایک لفظ کہے بغیر باہر نکل گئے۔ خلیل غلبی نے اس بار دیوان خانے میں دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ بھی جائیں میرے متعلق کوئی فکر مند نہ ہو۔ میں ٹھیک ہوں۔ صرف اسٹمیل بے کو میرے پاس رہنے دیں۔ اسٹمیل بے کے سوائے سب لوگ باہر نکل گئے تھے۔ اونیس بھی ان کے ساتھ دیوان خانے سے باہر نکل گئی تھی۔"

اسٹمیل بے خلیل غلبی کے پاس بیٹھ کر آہستہ آہستہ اس کا سر دبانے لگا تھا۔ اس باب کی سی شفقت کے ساتھ۔ اس ماں کی سی محبت کے ساتھ جن کے سامنے ان کا اکلوتا فرزند زخمی حالت میں لاغرو لاچار ہو گیا ہو۔

روس کے دوسرے دو جرنیل آندے مالوف اور فرلوسن امام شامل پر حملہ آور ہوئے

یہ لیے ماسکو سے روانہ ہونے کے بعد دریا کے واپس کے کنارے اپنے شہر سرائے کی طرف بڑھے تھے۔ سرائے شہر سے بہت پہلے انہوں نے اپنا رخ واپس طرف موڑا اور بحیرہ اسود کے کنارے کنارے وہ پیش قدمی کرنے لگے تھے۔

امام شامل کو ان کے جاسوس پل پل کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ لہذا روسیوں کی آمد سے قبل ہی جارحیا اور جنوبی قفقاز کے درمیان وہ اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانوں کے اندر ایک ایسی جگہ گھات میں بیٹھ گئے جہاں دشمن کا داخل ہونا مشکل تھا اور وہاں بیٹھ کر وہ آسانی سے دشمن پر نگاہ رکھ سکتے تھے کیونکہ جارحیہ آنے والی اور وہاں سے داغستان کی طرف جانے والی شاہراہ اس کوہستان کے نیچے سے گزرتی تھی جس کے اوپر امام شامل اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ چکے تھے۔

روسی جرنیل آندے مالوف اور فرلوسن اپنی دھن میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ بحیرہ اسود کے کنارے کنارے مشرق کی طرف بڑھنے کے بعد وہ بحیرہ اسود اور بحیرہ ازوف کے بیچ میں سے گزر کر جارحیا میں آئے۔ یہ شہر ان دونوں روس کے تسلط میں تھا۔ جارحیا میں اپنے لشکر کے ساتھ دو دن آرام کرنے کے بعد آندے مالوف اور فرلوسن اس شاہراہ پر روانہ گئے تھے جو جارحیا سے کوہستان قفقاز سے ہوتی ہوئی داغستان کی طرف جاتی تھی۔

آندے مالوف اور فرلوسن کو پھنسلنے کے لیے امام شامل نے بہترین انتظام کر رکھا تھا۔ داغستان کی طرف جہاں تک ان کا لشکر کوہستانوں کے اوپر پھیلنا ہوا تھا۔ وہاں انہوں نے شاہراہ پر بڑے بڑے پتھر نیچے اوپر رکھ کر سڑک کو ایسے انداز میں بند کر دیا تھا کہ سوار تو ایک طرف پیدل کا بھی شاہراہ پر کھڑی کی ہوئی اس دیوار سے گزرنا مشکل تھا اور پھر اس دیوار کے قریب امام شامل نے اپنے بہترین تیرانداز بھی بٹھا رکھے تھے۔

ایک روز جب کہ سدرج تقدیر کے مرقوم الفاظ کو روشن کرتا۔ سبز پتھروں، پانیوں اور پرندوں کو جگتا ہوا طلوع ہو رہا تھا اور اس کی کرنیں نافہ گل کی طرح کوہستانوں کے سبے آب صحراؤں اور وسیع جنگلوں کی پنہائیوں میں اُتارنے لگی تھیں، امام شامل ایک کوہستان کی بلند چوٹی پر ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی نظریں کوہستان سے نیچے جارحیا کی

طرف سے آنے والی شاہراہ پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کے قریب ہی چٹان کی اوٹ میں ان کا جرنیل اور ان کا معاون محی الدین بیٹھا ہوا تھا۔

اس وقت امام شامل کا ایک جاسوس وہاں آیا اور اس نے امام شامل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ 'سیدی! جرنیل آندے مالوف اور فرلوس کا لشکر بڑی تیزی سے اس طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔ میرے خیال میں اس وقت وہ دونوں روسی جرنیل اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ہوں گے۔'

امام شامل نے محی الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ 'محی الدین! میرے عزیز! اپنے لشکر کے اپنے حصے کے ساتھ اس کوہستان کے جنوبی حصے کی طرف جا رہا ہوں۔ سڑک کو بند کر دو روسی ضرور پتھر پٹا کر سڑک کو صاف کرنے کی کوشش کریں گے جب وہ ایسا کرنا شروع کریں تو کوہستان کے اوپر سے ان پر پتھروں اور تیروں کی بارش کو دینا اور اگر وہ بھاگ کر واپس جائیں گے تو میں ان سے خوب نمٹ لوں گا۔'

محی الدین نے کہا۔ 'سیدی! آپ بے فکر رہیں۔ ہم انشاء اللہ اس شاہراہ کو روسیوں کا قبرستان بنا دیں گے۔'

امام شامل وہاں سے ہٹ گئے جب کہ محی الدین اُنھ کو کوہستان کے اُترتین اپنے لشکریوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔ امام شامل اپنے حصے کے لشکر کو لے کر جنوب کی طرف جا رہے تھے۔

امام شامل کافی جنوب میں آنے کے بعد گھات میں بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد روسی لشکر وہاں پہنچا اور شاہراہ پر ان کے پاس سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا تھا۔ جب سارا روسی لشکر ان کے پاس سے گزر گیا تو امام شامل تھوڑا سا اور جنوب میں ایک ایسے خوب چوڑے درے کے پاس آئے جو شاہراہ پر اُترتا تھا۔ اس درے کے اوپر دونوں جانب سے کوہستانوں پر اپنے لشکر کا تیسرا حصہ بٹھا دیا تھا اور لشکر کے باقی دو حصوں کو لے کر وہ اس درے کے اندر بیٹھ گئے تھے۔ امام شامل نے اس بات کو بھی جان لیا تھا کہ جرنیل فرلوس اپنے لشکر کے اگلے حصے میں جب کہ آندے مالوف پچھلے حصے میں تھا۔

روسی لشکر جب اس جگہ آیا جہاں شاہراہ پر پتھر رکھ کر اسے بند کر دیا گیا تھا تو روسی جرنیل فرلوس نے اپنے لشکر کو فوراً پتھر پٹا کر شاہراہ صاف کرنے کا حکم دیا۔

روسیوں نے ابھی یہ کام شروع کیا ہی تھا کہ ان پر دشمنی اور عداوت کا اعلان کرتی ہوئی گویا ایک قیامت نازل ہو گئی تھی۔ کوہستان کے اوپر سے ان پر پتھروں اور تیروں کی تیز بارش شروع ہو گئی۔ روسی سپاہی بڑی طرح چیخ چلا کر مرنے لگے تھے اور گھوڑے بڑی طرح ہنہا کر زمین پر گرنے لگے تھے۔

روسیوں کے لیے اب ایک ہی چارہ کار تھا کہ وہ واپس بھاگیں۔ کیوں کہ شاہراہ کے ایک طرف بلند پہاڑ تھا جس پر سے ان پر پتھروں اور تیروں کی بارش کی جا رہی تھی۔ وہ اس پہاڑ پر تو چڑھ نہ سکتے تھے جب کہ شاہراہ کے دوسری جانب پہاڑوں فٹ گرا تھیں تھا اور اس میں گرنے والا دکھائی تک بھی نہ دیتا تھا۔ لہذا روسی از خود شاہراہ پر واپس بھاگے جب وہ اس درے کے قریب گئے جس میں امام شامل گھات میں بیٹھے ہوئے تھے تو امام شامل نے اپنے لشکر کے ساتھ درے سے نکل کر روسی لشکر پر ذہنی حمود طاری کر دینے والا حکم کر دیا تھا۔ دوسروں کو فروتر بچھنے والے روسیوں پر امام شامل اُتھائی بے باکی سے حملہ آور ہو کر جہم میں جھپٹتے ہوئے کانٹے کی طرح ان کے اندر گھستے چلے گئے تھے۔ گرم پانیوں اور مشرق و مغرب پر قابض ہونے کے خواب دیکھنے والے روسیوں کے مزعوم عقائد، ان کے منافقانہ پیرویوں کو کاٹتے ہوئے امام شامل نے ان کے بدی کے اندھے کنوؤں اور گناہوں کے چشموں کو بھرا شروع کر دیا تھا۔ امام شامل اپنے جذبہ تجدید حیا کے دین اور ذریعہ ارتباط سے روسیوں کے قول و فعل کے تضاد اُن کی مرعوبانہ موجوں اور ان کے گناہوں سے بھرے سام کو وہ بے جان روٹنی سے لکھے حروف کی طرح مٹانے اور صاف کرنے لگے تھے۔

امام شامل کے حملوں میں فعلیوں کے پروردہ روسیوں کے لیے تلوار کی نوک پر لکھی تہمت اور تازہ لہو کے آئینوں کا عکس تھا۔ ہجوم شناساں میں کسی محرم کی طرح گھس کر امام شامل نے روسی جرنیل آندے مالوف پر کمند پھینک کر اسے گرفتار کر لیا۔ پھر آندے مالوف کو اپنے سامنے گھوڑے پر بٹھا کر وہ واپس مڑے اور درے میں گھس کر آگے بڑھنے

لگے تھے۔

انہی مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”آندے مالوف تم اور تمہارا ساتھی فروس ہمارے سرزمین پر قبضہ کرنے کو آئے تھے تو تم لوگ کیوں بھیڑیوں کا روپ دھار گئے ہو۔ کیوں تم لوگ اوروں کی سرزمین پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتے ہو۔ تم لوگوں نے سرے، جاد جیا اور کریمیا کے وسیع علاقوں کے علاوہ قازان ملکت کا دریائے یورل کے اس پار بہت بڑا علاقہ ہتھیا لیا ہے۔

تم لوگ نصرانیت قبول کر کے بظاہر امن اور صلح کا پرچار کرتے ہو پر دراصل تم اوروں کے سینوں میں خنجر گھونپنے کے مذموم ارادوں کی تکمیل کرتے ہو۔ تم نے ہمارے علاقوں پر دھاوا بولا ہے اور اس کی سزا ہر حال تمہیں ضرور ملے گی۔

امام شامل نے اس بار محی الدین کو مخاطب کر کے کہا ”محی الدین! آندے مالوف کا کام تمام کرادو“۔

آندے مالوف کچھ کہنا چاہتا تھا پر وہاں کھڑے سپاہی اسے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور محی الدین کے اشارے پر انہوں نے اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ امام شامل اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ”محی الدین! اب یہاں سے کوچ کریں“۔

اتنے میں امام شامل کا ایک اور جاسوس شمال کی طرف سے اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہاں آیا اور گھوڑے سے اُتر کر اس نے کہا۔ ”سیدی! امیر خلیل شلبی نے اوقاسے باہر دلوں کے جرنیل ٹاڈلین کو، قازان سے باہر اسکار لیٹ کو اور منزلتہ سے باہر کالمکوں اور جنگاریوں کو ذلت آمیز شکستیں دے کر ہجگا دیلے۔ جب میں قازان سے روانہ ہوا، اس وقت امیر خلیل شلبی اسکار لیٹ کو شکست دینے کے بعد اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

امام شامل وہیں سر بسجود ہو کر اپنے رب کا شکر بجالائے پھر اس جاسوس سے کہا میرے ساتھ آؤ۔ میں راستے میں تم سے خلیل شلبی کی کارروائیاں تفصیل سے سننا پسند کروں گا۔ امام شامل اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے پھر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے سرزمین شمر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔



آندے مالوف کے پکڑے جانے پر روسی سرخ پا ہو گئے اور انہوں نے درے میں گھس کر امام شامل کا تعاقب شروع کر دیا۔ جب امام شامل درے سے نکل کر کوہستان پر چڑھ گئے اور درے میں صرف روسی سپاہی رہ گئے تو امام شامل کے مجاہدین نے دھسکے دونوں اطراف سے کوہستان کے اوپر سے پتھروں اور تیروں کی بارش کر دی تھی۔ ایک کھرم اور قیامت تھی جو اس درے میں برپا ہو گئی تھی۔ درے میں داخل ہونے والے سارے روسی مارے گئے صرف چند ایک اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

کوہستان کے اوپر جا کر امام شامل نے آندے مالوف کو اپنے لشکریوں کی حفاظت میں دیا اور خود وہ درے سے گزر کر دوبارہ روسیوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کافی دیر تک وہاں پر روسیوں کی عیاری و دھوکا دہی کے قاعدوں اور ان کے تعصب کے تیز خنجروں کو کاٹ کر ان کی تعداد کم کرتے رہے۔ پھر روسی لشکر کے ایک حصے کو اپنے تعاقب میں لگا کر وہ پھر درے کی طرف سپا ہو گئے تھے اور جو روسی ان کے پیچھے درے میں داخل ہوئے تھے ان پر امام شامل کے لشکریوں نے ہیر اور پتھر برساکر ان کا کام تمام کر دیا تھا۔

اس طرح محی الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ روسیوں پر تیر اندازی اور سنگ باری جاری رکھی اور اس سنگ باری میں روسی جرنیل فروس بھی مارا گیا تھا جب کہ امام شامل بار بار درے سے باہر نکلتے، تھوڑی دیر شاہراہ پر روسیوں سے جنگ کر کے انہیں اپنے تعاقب میں لگا کر درے میں لاتے اور ان کا خاتمہ کر دیتے۔ اس طرح روسی لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی اور پھر آندے مالوف کے گرفتار ہونے اور فروس کے مارے جانے پر ان کا کوئی قائد بھی نہ رہا تھا لہذا وہ جانیں بچا کر جارجیا کی طرف بھاگ گئے تھے۔

امام شامل نے کوہستانوں کے نیچے کھلی وادی میں اپنے لشکر کو جمع بھیجا۔ پھر وہ ایک پتھر پر بیٹھ گئے اور روسی جرنیل آندے مالوف کو ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ چند ثانیوں میں امام شامل اپنے سامنے کھڑے آندے مالوف کو بے نیازی اور بے زاری سے دیکھتے رہے۔

آندے مالوف یوں ساکن حالت میں کھڑا تھا گویا اس میں جان تک نہ ہو۔ پھر امام شامل

خلیل شلبی نے کہا: "میری طرف سے اجازت ہے۔" پھر خلیل شلبی نے اسمعیل بے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اسمعیل بے! تم خود جاؤ اور ان کی بھی تیار کراؤ اور کچھ جانول کو ساتھ لگا کر ان کا سامان گھٹی میں رکھو۔ جب کوچ کی تیاریاں مکمل ہو جائیں تو مجھے اطلاع کرو۔ میں خود انہیں رخصت کرنے شہر سے باہر تک جاؤں گا۔" اونیس، سائمن، مارگن اور نارسس کے ساتھ اسمعیل بے بھی باہر چلا گیا تھا۔

اسمعیل بے گھٹی تیار کرنے عطیل کی طرف چلا گیا۔ اونیس، سائمن، مارگن اور نارسس اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ اونیس ایک جگہ کھڑی ہو کر چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے سائمن کو مخاطب کر کے کہا: "اے میرے باپ! اگر میں آپ کے ساتھ قسطنطنیہ نہ جانا چاہوں اور یہیں قازان میں رہنا پسند کروں تو؟"

سائمن نے چونک کر کہا: "تم یہاں اکیلے کیسے رہ سکتی ہو بیٹی! اور پھر قسطنطنیہ جا کر تمہاری امداد مارگن کی شادی ہوگی۔"

اونیس نے کہا: "اے میرے باپ! میری امداد مارگن کی منگنی منقطع ہو چکی ہے۔ منگنی کی انگوٹھی میں اسے واپس کر چکی ہوں۔ مارگن اب میرا منسوب نہیں میرا عزیز بھائی ہے۔" سائمن نے کڑکٹی غصیلی آواز میں کہا: "لیکن یہ منگنی کس کی رضامندی اور اجازت سے منقطع ہوئی؟"

اس بار اونیس کی بجائے مارگن نے بولتے ہوئے کہا: "یہ منگنی میری رضامندی سے منقطع ہوئی ہے۔ یہاں رہ کر میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ اونیس میرے لیے نہیں آقا خلیل شلبی کے لیے پیدا ہوئی ہے اور امیر خلیل شلبی جیسے مجاہد کے لیے میں ایک اونیس تو کیا ہزار بار اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

سائمن نے چند ثانیوں تک اپنا سر جھکائے رکھا۔ پھر اس نے کہا: "اونیس! میری بیٹی! مجھے تمہارے یہاں رکنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ پس اس کا کیا ثبوت کہ امیر ہمیں پسند کرتے ہیں اور وہ تم سے شادی پر رضامند ہو جائیں گے۔"

اونیس نے کہا: "اے میرے باپ! اگر امیر نے میری اس قربانی کو کوئی اہمیت



خلیل شلبی کا زخم ٹھیک ہو گیا تھا اور اب وہ بغیر کسی سہارے کے چلنے پھرنے لگا تھا۔ ایک روز صبح ہی صبح اسمعیل بے کے ساتھ اپنے دیوان خانے میں بیٹھا تھا کہ اونیس، مارگن اور نارسس اندر داخل ہوئے اور اس کے سامنے آ بیٹھے۔

سائمن نے خلیل شلبی کو مخاطب کر کے کہا: "یا امیر! میں آپ کے زخمی ہونے کی وجہ سے رگڑا ہوا تھا۔ اب آپ تندرست ہو گئے ہیں۔ میں آج ہی یہاں سے قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ میں جس کام کے تحت یہاں آیا تھا۔ اس کی تکمیل کر چکا ہوں۔ میرا فیصلہ اور یہاں رہنے کے بعد تجربہ یہ ہے کہ جب تک آپ اور امام شامل روسیوں کے راستے میں حائل ہیں، ہندوستان تو بہت دور کی بات وہ ترکستان، بخارا اور ان سے ملحقہ علاقوں کو بھی زیر نہیں کر سکتے۔ ہماری حکومت کو کسی نے قلعہ اطلاع کی تھی کہ روس ہندوستان میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہر حال میرا آنا یہاں سودمند رہا۔"

یا امیر! میں نامق سری اور خانوف سے بھی مل چکا ہوں اور وہ مجھے کوچ کی اجازت دے چکے ہیں، میں کوچ کے لیے اپنا سامان باندھ چکا ہوں۔ اب آپ کی طرف سے مجھے اجازت کی ضرورت ہے۔"

نہ دی تو میں یہاں رہ کر ایک باندی کی حیثیت سے امیر کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لوں گی۔“

سامن نے کہا۔ ”نہیں میری بچی! ایسے نہیں، ہم تینوں یہاں تمہارا افتخار کرتے ہیں۔ تم امیر شلیبی کے پاس جا کر اپنا احوال کہو، اگر وہ تمہیں اپنانے پر رضامندی کا اظہار کرتے ہیں تو میں امیر شلیبی کے ساتھ تمہارے نکاح کے بعد یہاں سے رخصت ہوں گا۔ جاؤ پہلے امیر سے جا کر بات کرو۔ اگر وہ رضامندی کا اظہار کرتے ہیں تو میں جانوں گا۔ میں نے اپنی بیٹی کو اس کے اصل مقام پر چھوڑا ہے۔“ اونیس مڑی پھر وہ آہستہ آہستہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

خدیجہ شلیبی اپنے دیوان خانے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ حسین اونیس سر جھکائے دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور کبھری کبھری سہی آواز میں اس نے کہا۔ ”یا امیر! میں اندر آ سکتی ہوں۔“

خدیجہ شلیبی نے غور سے اونیس کی طرف دیکھا، وہ بے لباس شام، بے نمودار رخسار اور خوشبو سے بے تعلق پھول کی طرح اُحاس اور پریشان تھی۔ خدیجہ شلیبی نے کہا۔ ”آج تک تم نے کمرے میں آنے کے لیے کبھی اجازت نہیں مانگی پھر اب ایسا کیوں کر رہی ہو تم بلا تھک اندر آؤ اور کہو کیا کہنا ہے۔ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہو، میں انکار نہیں کروں گا۔“

اونیس آگے بڑھی اور خدیجہ شلیبی کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو منبھالا اور خدیجہ شلیبی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”یا امیر! اشتجار سے چتے کیوں ٹوٹ کر گرے ہیں؟“

خدیجہ شلیبی نے چند ثانیوں تک غور سے اونیس کی طرف دیکھا پھر کہا۔ ”میں نے رگرتے ہیں کہ ان کی آپس کی مفاہمت ختم ہو جاتی ہے۔ جب ایسا ہو تو میں بدل جاتی ہوں۔ اونیس نے کہا۔ ”یا امیر! میری بھی اپنے گھر میں مفاہمت ختم ہو گئی ہے۔ میں

بے نظیر جانے کے بجائے یہیں قانان میں آپ کے پاس رہنا چاہوں تو کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے؟“

خدیجہ شلیبی کی گردن جھک گئی اور وہ سوچوں میں کھو گیا۔ اونیس نے پریشان و بیتاب پر کہا۔ ”یا امیر! انکار نہ کیجئے گا ورنہ میری حالت رات کے وقت دیواروں پر بین کرتی بیویوں سے بھی بدتر ہوگی اور میں اپنی نافرمانیوں کی گھٹی پیاس میں بے انت نشیبوں کی طرف دھجک جاؤں گی۔“

یا امیر! میں سینوں کے زینے پر پڑھتے پڑھتے تھک گئی ہوں۔ میرا سکون، میری ماری خوشیاں قانان شہر میں ہیں۔ اگر میں یہاں سے چلی گئی، میں ایک ادھورے رگیت کہنے لحوں کے لحوں، رُوح سے بکھرے سراوراناؤں سے گھرے چھوٹوں سے بھی بدتر ہوں گی۔

یا امیر! مجھے سفال خزانہ کے حوالے نہ کریں کہ وہ مجھے میری معصومیت کی سزا دیتے ہوئے میری برگ زباں فوج لیں۔ میری حالت آوازوں کی آوارہ کلیوں جیسی کر دیں۔

یا امیر! اگر آپ نے مجھے قانان میں اپنے پاس رہنے کی اجازت نہ دی تو میں ظالموں کی بکھری صداؤں اور گمشدہ سماعتوں کی طرح بے سمت و لامرکز ہو جاؤں گی۔“

”یا امیر! مجھے صدیوں کے گھرے سناتے اور کالی سازشوں کے امتحان میں نہ ڈالیں۔ خدایا! مجھے ادھور رگیت نہ بننے دیجئے۔“

خدیجہ شلیبی نے کہا۔ ”اونیس! اونیس! تمہاری منگنی مارگن سے ملے ہے پھر اس کی حیثیت میں یہاں میرے پاس رہ سکو گی۔“

اونیس نے کہا۔ ”یہ منگنی ٹوٹ چکی ہے اور اس میں مارگن اور میرے ماں اب کی رضامندی بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں مارگن سے میری کھل کر بات ہو چکی تھی۔ اب مارگن میرا منسوب نہیں بھائی ہے۔ اب میری ذات کا انحصار آپ پر ہے۔ ابے آگ بنا دیں چاہے گیتوں کی نیکھڑی۔“

خدیجہ شلیبی کی گردن جھک گئی۔ دیوان خانے میں جا کر انکھوں کے روندوں

جیسا سکوت دستا چھا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا خلیل شلبی کے مونٹوں پر چپ کی مری لگ گئی ہو۔ ادنیس خالی جگہوں کی لگنت کی طرح اسے تجو اور غور سے دیکھے جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد خلیل شلبی نے اپنا سر اُپر اٹھا یا اور کہا۔ "ادنیس! ادنیس! اپنی کھوجانے والی نسل کا آخری فرد ہوں۔ یا یوں کہو کہ میں اپنی ذات کی تائید اور تردید بھی ہوں۔ میں ساحل کے قریب ریگنے والے لیکٹروں کی طرح ہر وقت موت سے قریب ہوں۔ ادنیس! ادنیس! ادنیس! میرا ساتھ دے کر اپنے آپ کو اتنی بے اطمینانی اتنی ایذا میں نہ ڈالو۔ میں تمہیں داستانوں کا بکھراؤ، پردیس کا دکھ اور غموں کی گرلاں بار دہلیز نہیں بنا چاہتا۔

یہ امر میری فطرت کے منافی ہے۔ میری زندگی کا سفر برسوں کا بھی ہو سکتا ہے اور صبح کے گندہ میں کرنوں کی نمود جیسا مختصر بھی۔ میں تمہارے جینے کی گلابی خوشبو کو اپنی نوا ہوں اپنی خوشیوں کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتا۔

ادنیس! ادنیس! میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے تمہیں سکون کا سایہ نہ ملے گا یا تمہیں مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم میری بے انت دوری جیسی زندگی سے دور رہو۔

حسین ادنیس نے جیل سے ریمٹی ہوئی ایک صدام میں کہا۔ "یا امیر! جنم کے ساتھ ہم اب وابستہ ہیں اور پھر سایہ ہمیشہ دھوپ کے ہمراہ ہی آتا ہے۔ آپ کے ساتھ رہتے ہوئے آپ کے ساتھ ہی ساری زندگی کا سب سے بڑا لعل گا۔ آپ کی رفاقت ہی میری زندگی کا سب سے بڑا لعل گا۔"

خلیل شلبی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "ادنیس! ادنیس! اگر تم لوٹ کر ہو کر نہیں لو گئی ہو تو پھر سنو میں تمہیں ہریالی کی نعمتگی اور کنڈل سے گنت والی خوشبو اُڑاتی خواہ مشوں جیسا عزیز رکھوں۔ ادنیس! ادنیس! میں تمہاری رفاقت فخر کروں گا۔ تم میرے لیے نایافتہ جنت کا سپنا نہیں بچتی پر گریے شبنم کے قطرے جیسا خوش کن ہوگی۔ میں تمہیں اپنا سایہ اپنی ذات کا ایک حصہ بنا کر رکھوں گا۔"

ادنیس! ادنیس! تم اظہار کی کتنی مکالموں اور ازل کے آن گزشتہ گزشتہ طبع میری ذات میں تھر تھراتی رہی ہو۔ میں تم جیسی رفیقہ حیات پر فخر کروں گا۔

میں سامن سے اپنے لیے مانگوں گا کہ میں اول روز سے تمہیں پسند کرتا ہوں۔ خلیل شلبی کے اس فیصلے پر حسین ادنیس کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

انسانی نس میں روم روم میں محبت کی خوشبو اور چاہت چاہت خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ وہ نام کی دلالت کرنے والی روشنی اور کرنوں کے بھرنے کی طرح پرسکون اور خوش ہو گئی تھی۔ پھر ہاتھ کھڑی ہوئی اور سر پر بندھے اپنے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے اور دیوان خانے سے باہر بھاگتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ "یا امیر! میں جانتی تھی آپ میرے ہیں۔"

ادنیس دیوان خانے سے باہر بھاگ گئی اور خلیل شلبی ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اسے دیکھا رہ گیا تھا۔

بھاگتی ہوئی اور اپنے آنسو پونچھتی ہوئی جب ادنیس سامن، مارگن اور نارسس کے پاس آئی تو اس نے دیکھا کہ اسمعیل بے بھی وہاں ان کے پاس کھڑا تھا۔ ادنیس نے سامن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے باپ! میں خوش قسمت ہوں۔ امیر خلیل شلبی مجھے اپنی امانت اُٹھانے کے لیے مجھے لقا کارس، اپنی ذات کا ایک حصہ اور اپنی رفیقہ بنانے کو خوشی رضامند ہوا۔"

سامن نے خوشی اور اطمینان کا غماز کرتے ہوئے کہا۔ "اگر ایسا ہے تو میں ابھی اور اسی وابستہ ہیں اور پھر سایہ ہمیشہ دھوپ کے ہمراہ ہی آتا ہے۔ آپ کے ساتھ رہتے ہوئے آپ کے ساتھ ہی ساری زندگی کا سب سے بڑا لعل گا۔"

اسمعیل بے! امیر خلیل شلبی اور ادنیس کے نکاح کی ساری بھاگ دوڑ اب مقصد ہے۔"

خلیل شلبی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "ادنیس! ادنیس! اگر تم لوٹ کر ہو کر نہیں لو گئی ہو تو پھر سنو میں تمہیں ہریالی کی نعمتگی اور کنڈل سے گنت والی خوشبو اُڑاتی خواہ مشوں جیسا عزیز رکھوں۔ ادنیس! ادنیس! میں تمہاری رفاقت فخر کروں گا۔ تم میرے لیے نایافتہ جنت کا سپنا نہیں بچتی پر گریے شبنم کے قطرے جیسا خوش کن ہوگی۔ میں تمہیں اپنا سایہ اپنی ذات کا ایک حصہ بنا کر رکھوں گا۔"

ادنیس! ادنیس! تم اظہار کی کتنی مکالموں اور ازل کے آن گزشتہ گزشتہ طبع میری ذات میں تھر تھراتی رہی ہو۔ میں تم جیسی رفیقہ حیات پر فخر کروں گا۔

نکاح کے بعد جب جامع مسجد کے خطیب اُٹھ کر چلے گئے تو نامق سری کی بیوی

سورنہ نے غیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”یا امیر! اس خوشی کے موقع پر آپ اپنی بھینس اور بھینس کو دیں کیا دیتے ہیں۔“

غیل شلبی نے استفہامیہ انداز میں اسمعیل بے کی طرف دیکھا اور جواب میں اسمعیل بے نے دو بڑی بڑی چرمی تھیلیاں اٹھا لیا تھا اور وہ اس نے اونیس کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا۔

”اے میری بہن! یہ وہ نقدی ہے جو مجھے اور امیر غیل شلبی کو مالِ غنیمت میں سے ہمارے حصے کے طور پر ملتی رہی ہے۔ اے میری بہن! اس خوشی کے موقع پر آج یہ بڑی تمہارے قدموں پر نچھاور ہے۔ تم اس کی مالک ہو جیسے چاہو خرچ کرو۔ ہاں اگر کوئی یہ خیال رکھتا ہو کہ امیر غیل شلبی اپنی بیوی کو قازستان کے حکمران کی حیثیت سے کیا دیتے ہیں تو ایسی سوچ والوں کو مایوسی ہوگی اس لیے کہ قازستان کے حکمران کی حیثیت سے امیر غیل شلبی نے میرے یا اپنی ذات کے لیے کچھ جمع نہیں کیا اور یہی طرز زندگی ہمارے آقا امام شامل کا بھی ہے۔ اس پر ہمیں فخر اور ناز ہے۔“

غیل شلبی کے پہلو میں بیٹھی ہوئی اونیس نے اسمعیل بے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”اسمعیل بے! نقدی کی یہ تھیلیاں اٹھا لو۔ حسبِ معمول تم ہی ان کے محافظ اور امین ہو گئے۔ پھر اونیس نے اپنے لباس کے اندر سے لوہے کا ایک چھلا نکالا اور اسے غیل شلبی کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا: ”اے امیر! آپ اپنے ہاتھ سے لے لیں یہ چھلا پھنداؤں۔ ایک مجاہد کی بیوی کے لیے یہی سب سے بڑا انعام ہے۔ میں سمجھوں گی مجھے دینا بھری خوشیاں اللہ نعمتیں مل گئی ہیں۔“

غیل شلبی نے وہ چھلا لیا اور اونیس کی انگلی میں پھندا دیا۔ اس موقع پر نارس نے دعائیہ انداز میں کہا: ”خداوند کرے میری بچی! تو یہاں خوش اور پُر سکون رہے۔ ایک اٹھو بیٹی اور اپنے سامان میں سے جو چیز تمہیں چاہیے وہ نکال لو۔“

اونیس نے کہا: ”اے میری ماں! میرے استعمال کے کپڑے پہلے ہی علیحدہ پٹ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ لوگوں سے مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ میرا فیصلہ تسلیم کر کے آپ نے

مجھے زندگی بھر کی خوشیاں دے دی ہیں۔“

سامن، نارس اور مارگن تھوڑی دیر وہاں بیٹھے اس کے بعد وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

ایک روز جب کہ روشنی اور چینی کی آندھوں پر سورج بے شعوری اور بے خبری کھینچنے کی خاطر غروب ہونے کو تھا۔ دہقان لڑکیوں کی ٹولیاں کھیتوں اور باغات میں کام کرنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ رہی تھیں۔ جھینگر شور کرنے کی خاطر اپنی ستر تال درست کرنے لگے تھے۔ فنداؤں میں نمی ہونے لگی تھی اور آسمان نیند کے اندھیروں میں ڈوبنے لگا تھا۔ غیل شلبی اور اسمعیل بے دونوں فرش پر کچھی چادر پر آٹے سانے بیٹھے تھے۔ اونیس نے ان دونوں کے سامنے کھانے کے برتن رکھ دیے تھے اور خود پانی لینے لگی تھی کہ غیل شلبی نے اسے آواز دی ”اونیس! اونیس! جلدی پانی لے کر آؤ کھانا شروع کریں، بھوک لگی ہے۔“

اونیس پانی کی ٹھلیا اور تین مٹی کے پیالے لے کر آئی اور غیل شلبی سے اس نے کہا: ”آپ دونوں کھانا شروع کریں۔ میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جاتی ہوں۔“ اسمعیل بے نے کہا: ”اے میری بہن تمہارے بغیر کھانا کیوں کر شروع کیا جاسکتا۔“ اونیس ان دونوں کے ساتھ بیٹھ گئی اور ابھی وہ کھانا شروع کرنے ہی لگے تھے کہ دیوان خانے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

غیل شلبی نے وہاں بیٹھے ہی بیٹھے پوچھا: ”کون ہے؟“

جواب میں آواز آئی: ”میں شہاب الدین المرجانی ہوں، اجازت ہو تو حاضر ہوں۔“ غیل شلبی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اونیس اور اسمعیل بے بھی اٹھ گئے غیل شلبی دروازے پر آیا اور وہاں کھڑے شیخ المرجانی کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا: ”یا شیخ! اندر آنے کی اجازت طلب کر کے آپ کیوں گناہگار کرتے ہیں، اندر آپ کے دو بیٹے غیل شلبی اور اسمعیل بے اور ایک بیٹی اونیس ہے اور یہ گھر آپ کا اپنا ہے۔“

شیخ المرجانی نے مسکراتے ہوئے کہا: ”قازستان کے حاکم کی طرف سے یہ انکساری

کاسکول کے مرکزی شہر میں داخل ہونے کے بعد خلیل شلبی جب ان کے سالار کریکا یا جوبلی میں داخل ہوا تو چونکہ ساڑھا جوبلی کے بیرونی حصے میں جلتی مشعلوں کی روشنی میں خلیل شلبی نے دیکھا سو جوبلی کی دوسری منزل سے کسی لڑکی نے پھلانگ لگائی تھی اور ایک بھیانک اور ربانک جنج کے ساتھ وہ اس جوبلی کے پختہ فرش پر گر گئی تھی۔

خلیل شلبی اپنے گھوڑے سے اترتا اور جھاگ کر دوسری منزل سے کوٹنے والی لڑکی کی طرف بڑھتا لیکن مشعلوں کی روشنی میں اس گرنے والی لڑکی کے قریب جا کر وہ ڈب رہ گیا تھا اور اس کے حواس معطل ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ سوفا رہتی خلیل شلبی نے دیکھا وہ خون میں لت پت تھی اور مر چکی تھی۔

خلیل شلبی وہاں اس کے پاس بیٹھ گیا اور رقت آمیز لہجے میں اس نے ایک دھیمے بن اور ایک سرگوشی میں کہا۔ ”سوفا رہ! سوفا رہ! تجھے یہاں لاکر ذلیل کرنے والوں کو جس خود کلامی کے کٹھن میں کھڑا کروں گا۔ انہیں سبتہ وقت کے گرداب میں ایسا ذلیل و خوار کر کے کے ماروں گا کہ ان کی سرکش ترین نسلیں بھی توبہ کی طرف مائل ہو جائیں گی۔“

خلیل شلبی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے جنہیں اس نے فوراً پونچھ لیا تھا کیوں کہ اسے ایسی آوازیں آتی تھیں جیسے کچھ لوگ جوبلی سے باہر آرہے ہوں۔ خلیل شلبی فوراً سنبھل گیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

تھوڑی ہی دیر بعد جوبلی کے اندر سے کاسک تنظیم کا سربراہ کریکا یا باہر نکلا۔ اس کے ساتھ دو مسلح جوان بھی تھے۔ خلیل شلبی کو دیکھتے ہی کریکا یا نے خوشی اور احترام بلی جی آواز میں کہا۔ ”محرم واسیل! آپ اس وقت یہاں؟“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں ابھی ابھی آیا ہوں۔ جو نہی میں اندر داخل ہوا۔ یہ لڑکی اوپر کی منزل سے گری تھی۔ میں اسے پہچان چکا ہوں۔ مجھے اسی کی تلاش تھی کیونکہ میں نے اس کے دو ساتھیوں کو بھی پکڑ رکھا ہے جو اس لڑکی کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ یہ لڑکی دریا پار کر کے خلیل شلبی کو یہاں کی اہم خبریں اور عسکری نوعیت کی اطلاعات فراہم کیا کرتی تھی لیکن میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی۔ اس لڑکی کو اوپر سے گرا کر مار کیوں دیا گیا۔ اسے زندہ

برتن انہوں نے سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیے تھے اور دیوان خانے میں بیٹھ کر خلیل شلبی کا انتظار کرنے لگے تھے۔

اپنے گھوڑے پر سوار خلیل شلبی اپنی پہلی شمالی چوکی پر آیا۔ محافظوں نے اس سے گھوڑا لے کر باندھ دیا اور خلیل شلبی دریا پار کر گیا تھا۔ پھر اس نے کاسک تنظیم کے مرکزی دفتر کی طرف جانے کے بجائے یہودیوں کے غلیو کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر اس نے سوراخ کے ذریعہ خانے کے عقبی دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد لودیکہ نے دروازہ کھولا اور خلیل شلبی کو وہاں کھڑے دیکھ کر اس نے حیرت و تعجب اور ایک گہری سرگوشی میں کہا۔

”اے امیر! آپ اس وقت یہاں۔ آج کل کاسک تنظیم کے جاسوس سکارا کتنی کی طرح گھوم رہے ہیں اگر انہوں نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا تو پھر؟“

پھر لودیکہ خلیل شلبی کے اور قریب ہوئی اور اس کے کان میں سرگوشی کی ”ایا یہ سوفا رہ کو کاسک تنظیم والوں نے پکڑ لیا ہے اور وہ ان کے سالار کریکا یا کی اسیری میں ہے خلیل شلبی نے کہا۔“ میں جانتا ہوں، میں اسی کے لیے آج ادھر آیا ہوں کابوئے تھوڑی دیر کے لیے ایک گھوڑا بل سکتا ہے؟“

لودیکہ نے کہا۔ ”آپ اندر تو آئیں نا۔ میں آپ کے لیے گھوڑا تیار کرتی ہوں۔“ خلیل شلبی نے کہا۔ گھوڑا تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسے لگام چڑھا دو اور اس پر اس طرح پانی پھینک دو کہ یہ ظاہر ہو میں نے اسی گھوڑے سے دریا کو عبور کیا ہے۔ میں اندر نہیں جاؤں گا۔ تم گھوڑا یہیں لے آؤ، میں تمہارا انتظار کرتا ہوں اور سنو لودیکہ جلدی کرنا۔ دیر نہ لگنا۔ اپنے باپ سے میرا ذکر نہ کرنا اور گھوڑا بغیر زین کے ہی لے آؤ۔ تھوڑی دیر بعد لودیکہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر باہر لائی۔ گھوڑا بھینکا ہوا تھا۔ شاید وہ اس پر پانی پھینکا رہی تھی۔

خلیل شلبی نے فوراً لودیکہ سے گھوڑا لے لیا پھر وہ اس پر سوار ہوا اور مہمہ گارے بانک دیا تھا۔

دہن چاہیے تھا، تاکہ اس کے اور ساتھیوں سے متعلق بھی معلومات حاصل کی جاسکتیں۔

کریکیا نے کہا: محترم واسیلی! یہ ایک انتہائی سخت جان لڑکی تھی۔ میرے کارکنوں نے رات کے وقت اسے اس وقت پکڑا جب یہ دریا کے اس پار سے آرہی تھی اور اپنے گھر جا رہی تھی۔ یہ گھر کے دوہی فروتھے۔ یہ اور اس کا باپ۔ ہم نے ان دونوں پر انتہائی سختیاں کیں۔ ان سختیوں سے اس کا باپ تو مر گیا لیکن یہ لڑکی ایسی سخت جان نکلی کہ نگار کئی دنوں کی اذیتوں کے باوجود اس نے اپنے ساتھیوں سے متعلق زبان نہ کھولی۔ سچ آخری حربے کے طور پر میں نے اپنے ان ڈوکارکنوں سے کہا تھا کہ اسے بے آبرو کر دیں تو شاید اپنی عصمت بچانے کی خاطر یہ سب کچھ اگل دے لیکن یہ لڑکی بڑی بہادر نکلی۔ اس نے میرے ایک کارکن کا خنجر چھین کر اپنے سینے میں گھونپ لیا اور اوپر کی کھڑکی سے کود کر اس نے جان دے دی۔

خلیل شلبی کہیں کھو گیا۔ پھر حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے وہ چونکا اور کریکیا کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”کریکیا! تمہارے اچھا نہیں کیا۔ مسلمانوں کو جب یہ اطلاع ہوگی کہ یہ لڑکی اور اس کا باپ مر گئے ہیں تو ان کے جذبات بھڑک اٹھیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بغاوت اور بے اُٹھ کھڑے ہوں۔ ایسی حالت میں ان علاقوں کے اندر روسی مفاد کو نقصان ہوگا اور دریا ئے بیدل کے اس پار بیٹھ کر بھوک چیل کی طرح ان علاقوں پر نظر رکھنے والا خلیل شلبی فائدہ اٹھا جائے گا۔

کریکیا نے پیش بندی کے طور پر کہا۔ ہم اس لڑکی کی لاش کو جلا دیتے ہیں اور یہ مشورہ کر دیں گے کہ اس نے اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کی خاطر اپنے آپ کو آگ لگا لی تھی۔ خلیل شلبی نے کہا۔ ایسا کرنا حماقت ہے، میں اس لڑکی کی لاش کو دریائے پورال کے اس پار لے جاؤں گا اور یہ مشورہ کر دیا جائے گا کہ کاسکوں کی قید سے بھاگ کر یہ لڑکی دریائے پورال کے اس پار چلی گئی تھی اور وہاں کسی نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح اس کے مارے جانے کی ذمہ داری خلیل شلبی اور اس پار کے مسلمانوں پر ڈال دی جائے گی۔

کریکیا نے کہا۔ ”آپ کی تجویز تو انتہائی معقول ہے لیکن آپ اس لڑکی کی لاش کے ساتھ دریا کیسے عبور کریں گے؟

خلیل شلبی نے کہا۔ ”ہم لوگ اس لڑکی اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں بالکل اہم نہیں ہیں۔ انہوں نے پل کے ایک میل جنوب میں دریا عبور کرنے کا ایسا عمدہ انتظام کر رکھا ہے کہ اس کے ذریعے ایک بچہ بھی بڑی آسانی سے دریا عبور کر کے اس پار جاسکتا ہے۔ تم وہاں پر مانتہ چلو۔ دریا عبور کرنے کے اس طریقے کو بھی دیکھو اور اس لڑکی کے جو دو ساتھی میں نے پکڑ رکھے ہیں، آتی دفعہ انہیں بھی اپنے ساتھ لے آؤ۔

میں ان دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ آیا ہوں اور میرے دو ساتھی وہاں ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ میرے پاس سواری نہ تھی ورنہ میں انہیں اپنے ساتھ لے آؤ۔ یہ گھوڑا میں نے بودیوں کے غیتوں سے حاصل کیا ہے۔ وہاں میرے کچھ جاننے والے رہتے ہیں۔ اس لڑکی کی لاش کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔“ حالات کارخ بدل جانے کی وجہ سے خلیل شلبی نے گھوڑا حاصل کرنے کی اہمیت بھی بتا دی تھی۔

کریکیا نے کہا۔ ”میں ابھی اور اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ شاید اس لڑکی کے ان دونوں ساتھیوں سے میں بہت کچھ حاصل کر سکوں گا۔ پھر کریکیا نے اپنے دو ساتھیوں میں سے ایک سے کہا۔ ”فوراً اصطبل سے میرا گھوڑا تیار کر کے لاؤ۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”کریکیا! تم اکیلے نہیں اپنے ان دونوں ساتھیوں کو بھی ساتھ لے چلو۔ یہ تمہارے محافظوں کا کام دیں گے۔ تم کاسکوں کے سالار ہو۔ اس لحاظ سے تمہارا وہاں سے اکیلے آنا درست نہیں۔ کوئی تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ کیوں کہ میں تو وہیں اس لڑکی کی لاش لے کر دریا عبور کر جاؤں گا۔ ان دونوں سے کہو اپنے بھی گھوڑے تیار کر کے لائیں۔ ایک گھوڑے پر یہ دونوں بیٹھ جائیں اور ان کے دوسرے گھوڑے پر میں اس لڑکی کی لاش رکھ کر بیٹھ جاؤں گا اور یہ بے زین کا گھوڑا جو میں اپنے ساتھ لایا ہوں جا ہوئے غیتوں میں اپنے جاننے والوں کو میں واپس کرتا جاؤں گا۔“

کریکیا نے کہا۔ ”ہاں، آپ کا کہا درست ہے۔“ پھر کریکیا اپنے دونوں ساتھیوں کو اصطبل سے گھوڑے لانے کو کہہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں تین گھوڑے تیار کر کے لے آئے۔ ایک پر کریکیا بیٹھ

ایہی طرف غور سے دیکھتے ہیں واسیلی نہیں خلیل شبلی ہوں اور رات کی اس شعبہ بازی میں تجھ کو سو فار کے قتل کا انتقام لوں گا۔

کر کیا کیا! جب میں تجھ پر حملہ آور ہوں گا تو تمہارے ہاتھ میں پکڑی یہ تلوار تمہارے لیے بچھڑی سے زیادہ اہمیت کی نہ رہ جائے گی۔ دریائے یورال کے کنارے میں تجھے لہو لہو روں گا۔

خلیل شبلی کا سن کر کر کیا کیا کو یوں لگا جیسے رات کے پُر ہول سنائے میں ان گزشتہ دن کے دزدے اسے چیر بھاڑ کرنے کی خاطر غور سے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں تاہم وہ سنبھلا نہیں شبلی کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی آواز میں اعتماد بحال کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے چار تو تم خلیل شبلی ہمیں واسیلی کے روپ میں دھوکہ دیتے رہے ہو۔

خلیل شبلی نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی خون آلود تلوار لہراتا ہوا وہ کر کیا یا کی طرف بڑھا وہاں پر حملہ کر دیا۔ کر کیا نے اس کا وار روکنے کی کوشش کی، بے ناکام رہا اور خلیل شبلی کی تلوار کی گردن کا تھپی ہوئی نکل گئی تھی۔

خلیل شبلی نے ان تینوں کی لاشوں کو ان کے گھوڑوں پر رکھ کر اور گھوڑوں کے مالے اتار کر اس نے ان سے لاشوں کو زمین کے ساتھ باندھ دیا پھر اس نے گھوڑوں کو مار کر ہال سے ہانک دیا تھا۔ گھوڑے کاسکوں کی بستیوں کے رُخ پر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ہانک جاتا کر خلیل شبلی نے سو فار کی لاش کو اپنی پیٹھ پر باندھا پھر وہ رستے کی مدد سے دریا پار کر رہا تھا۔

اپنی چوکی میں داخل ہو کر خلیل شبلی نے سو فار کی لاش کو اپنی پیٹھ سے کھولا۔ چوکی کے محافظ سو فار کی لاش دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے لیکن خلیل شبلی کو خوشحالات میں دیکھتے ہوئے انہیں کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی اور خلیل شبلی سو فار کی لاش اپنے گھوڑے پر رکھ کر ہال سے روانہ ہو گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو اصطبل میں باندھنے کے بعد اور سو فار کی لاش کو اپنے کدھے لادے نہیں شبلی جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو وہاں اسٹبل بے خالق سری اور

گیا۔ دوسرے گھوڑے پر سو فار کی لاش رکھ کر خلیل شبلی بیٹھا اور تیسرے پر کر کیا یا کے مدفون کا بیٹھ گئے تھے۔ لودیکہ کابے زین گھوڑا خلیل شبلی نے اپنے گھوڑے کی زین کے بننے سے بازو لیا تھا۔

کاسکوں کے اس شر اور بستیوں سے ہوتے ہوئے وہ بیویوں کے غیتوں میں داخل ہوئے اور خلیل شبلی کے سولاک کے شراب خانے کے عقبی دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد لودیکہ نے دروازہ کھولا۔ وہ کر کیا یا کو وہاں خلیل شبلی کے ساتھ دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئی تھی۔ خلیل شبلی نے آنکھ دبا کر اسے خاموش رہنے کو کہا اور ساتھ ہی اسے غائب کر کے بولا۔ یہ اپنا گھوڑا پس لے جاؤ میری بہن! میں تمہارا ممنون ہوں۔

لودیکہ بے چاری رو پڑنے والی تھی، پر ضبط کر گئی کیوں کہ اس نے خلیل شبلی کے سامنے رکھی سو فار کی لاش دیکھ لی تھی۔ اپنی آنکھوں میں اُمڈانے والے آنسو مگر دوسری طرف پھیر کر اس نے چھپا لیے اور گھوڑے کو جلدی جلدی اندر لے جا کر اس نے دسواڑہ بند کر دیا تھا۔ خلیل شبلی اس کی حالت بھانپ گیا تھا۔ بے چارے نے دُکھ میں گردن کو خم کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ہمیر لگا کر ہانک دیا تھا

کر کیا یا اور اس کے دونوں ساتھیوں کو لے کر خلیل شبلی رات کے گھپ سناٹے میں دریائے یورال کے کنارے اُس جگہ آیا جہاں اس نے رستہ باندھ رکھا تھا۔ اپنے گھوڑے سے اُتر کر اس نے سو فار کی لاش اُتار کر زمین پر رکھی۔ پھر اس نے دیکھا کر کیا یا اور اس کے دونوں محافظ بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر رہے تھے۔ جب وہ اُتر چکے تو خلیل شبلی اپنی تلوار سوزت کر بڑے کدے کے کدے کی طرح ان کی طرف لپکا اور تلوار کے دو سخت وار کر کے اس نے کر کیا یا کے دونوں محافظوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

کر کیا نے فوراً اپنی تلوار بے نیام کر لی اور بلتے لہجے میں اس نے کہا: واسیلی واسیلی! یہ کیا؟ اگر یہ مذاق ہے تو بدترین اور ناقابل برداشت ہے اور اگر دشمنی اور رقابت ہے تو اس کی وجہ! خلیل شبلی نے دہکتی آواز اور سلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔ کر کیا یا! رات کے اسٹ

خانوت بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ذرا فاصلے پر نامق سری کی بیوی سوسان اور خانوت کی بیوی اونیس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

خلیل شبلی کو دیکھتے ہی نامق سری نے کہا: ”یا امیر! ہم پریشانی سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ کچھ بتائے بغیر کیلے دریا کے اس پار۔“

نامق سری کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ وہ خلیل شبلی کے کاندھے پر رکھی سفارہ لاش کو پہچان گیا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا خلیل شبلی کے کپڑے خون آلود اور اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے چمک رہے تھے۔ اونیس، سوسان اور خانوت کی بیوی بھی بھاگ کر وہاں آ گئی تھیں۔

خلیل شبلی نے سفارہ لاش کو ایک نشست پر ڈال دیا تھا اور اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسوؤں کا دھارا بارش کی طرح گرنے لگے تھے۔

سفارہ لاش دیکھ کر خلیل شبلی کو روتے دیکھ کر اونیس دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ سوسان اور خانوت کی بیوی بھی سفارہ کی لاش سے لپٹ لپٹ کر رو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد خلیل شبلی سنبھلا اپنی آنکھیں اس نے خشک کر لیں۔ نامق سری ناؤ اور اسماعیل بے بھی رو رہے تھے۔ پھر دیوان خانے میں خلیل شبلی کی آواز گونجی: ”نامق سری! سفارہ کے لیے کفن کا انتظام کرو اور اس کے لیے قبر جو ملی کے احاطے میں کھدواؤ کہ میرنے کے بعد بھی یہاں میرے قریب رہے۔“

پھر خلیل شبلی نے سفارہ کی مرگ کے واقعات مختصراً انہیں سنا ڈالے تھے خلیل شبلی ذرا خاموش ہوا پھر آہ بھرتے ہوئے اس نے کہا: ”سفارہ! سفارہ! تم بہت بلند انداز میں ہو۔ تو نے اپنی قوم، اپنی مٹی، اپنے مذہب، اپنی ملت کے لیے اپنی جان اپنی روئے شے نچھاور کر دی۔“

نامق سری اور خانوت اٹھ کر باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد حویلی سے باہر کھلے میدان میں سفارہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پھر اسے حویلی کے صحن میں اس جگہ دفن کر دیا گیا۔ جہاں اس کی قبر خلیل شبلی کے دیوان خانے کی کھڑکی سے صاف دکھائی دیتی تھی۔

سوزار کی تدفین کے بعد خلیل شبلی، اونیس اور اسماعیل بے کے ساتھ اپنے دیوان خانے میں داخل ہوا اور ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ اونیس اس کے ساتھ اور اسماعیل بے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

خلیل شبلی چند ثانیوں تک خاموش رہا۔ وہ خاموش اور ڈوبا ہوا سا تھا۔ پھر اس نے خود کھلی کے سے انداز میں کہا: ”آہ! سفارہ اور اس کا باپ میری وجہ سے مارے گئے۔ میں نے سفارہ سے کام تو لیا لیکن اس کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا۔ حد حیف میری اس کارکردگی پر۔“

پھر خلیل شبلی نے اپنے منہ پر گاتار کئی زرد وار طمانچے مارتے ہوئے کہا: ”خلیل شبلی! تم مجرم ہو، گنہگار ہو، تم سفارہ کے قاتل ہو۔“

اونیس بے چاری نے خلیل شبلی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور بلند آواز میں روتے ہوئے اس نے کہا: ”میرے آقا! خدا کے لیے ایسا نہ کریں، میں یہ برداشت نہ کر سکوں گی مرجاؤں گی! میرے آقا! مرجاؤں گی میں۔“

خلیل شبلی کی گردن بڑی طرح جھک گئی تھی اور وہ سسک رہا تھا۔ اس کے قریب بیٹھی بے چاری اونیس ہچکیوں میں رو رہی تھی۔ اسماعیل بے کی آنکھوں سے بھی تیز دھاروں کی طرح آنسو بہہ رہے تھے۔ پر ضبط کرتے ہوئے وہ اٹھا۔ قریب پڑی ہوئی نچی دھانے اس نے اٹھا لی اور اس انداز میں اس نے دفن پر ہاتھ مارا گویا آج اسے اُدھیر کر رکھ دے گا۔ تھوڑی دیر تک اسماعیل بے اپنی دفن بجاتا رہا اور آنسو پونچھتا رہا۔ پھر وہ اپنے آقا کا دھیان بانٹنے کی غرض سے گارہا تھا۔ گیت جس کا مفہوم کچھ ایسا ہی تھا۔

میرے گوش کی دہلیز آداس ہے۔

میرے نغموں کا سفر دیوان ہے۔

چروں کے گلاب پھیکے ہیں۔

سبز دس کے پتے موکھے ہیں۔

سہ پہر کی پرچھائیاں چھدری چھدری ہیں -
نوابوں کے صحنوں کی سطور بکھری بکھری ہیں -

آہ سو فار! میری بہن!

تیرے گزرے ونوں کی بے مثل خوشبو

تیری ہر رگ کے بجھتے دیپ کا احساس

ہمارے احساس کو سوتے ندے گا -

یہاں آکر اسماعیل بے کی آواز سسکیوں اور بچکیوں میں ڈوب گئی تھی اور وہ اپنے
آنسو پونچھنے لگا تھا۔ تاہم دف پر اس کے ہاتھ حرکت کرتے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد
پھر اس کی آواز بلند ہوئی -

سو فار! میری عزیز بہن!

تو ہمارے گلابوں کی چمکتی شاخ تھی -

تمہارا نام ہمارے پیاروں میں ایک معطر نام تھا -

آہ! پر نالوں سے بہتے رات کے ان پُرشور اندھیروں میں

تو کالج کی طرح ٹوٹ کر ہم سب سے پردیسیوں کی طرح بچھڑ گئی ہے -

رفتہ رفتہ اور ذرہ ذرہ کر کے

ہم تمہارے نام اور تمہاری سطوت کی پہچان کو بلند کریں گے -

کہ لہریں سطح آب پر آکر ہی معروف ہوتی ہیں -

تیرے نام کے رنگ و خوشبو کو

ہم بے انت آسمانوں کی طرف

بے حاشیہ جنگاریاں بنا کر اڑائیں گے

اپنی قوم کی طمانیت کی تلاش میں

دُریا کے گہرے باطن کے سے سکون کی تلاش میں

ہم مسموئی پرنموں کی طرح دشمن کے صدف زائیں گے

اس کی دستاویں کھول کر خاک و خون میں ڈال کر رکھ دیں گے -

ریزہ ریزہ نور کے چھینٹوں سے

عزم کی تحریروں سے، دل میں پھوٹتی چنگاریوں سے

اپنے دشمن کے دھوکے اور ہوس کی روشنائیاں مٹائیں گے

ان کی خواہشوں کی ڈانٹوں کو اپنی محنت سے زیر کریں گے

آہ! میری بہن!

تو قوم کی آنکھوں سے ٹوٹ کر گرا اشک ہے

تو اپنی قوم کی ہریالی اور خوشحالی کے لیے

برس کر گری ہوئی شفاف بوند ہے

تو وہ سیپ تھی:

جسے بھنورنے ہمارے لیے پانی کے طشت پر اچھال دیا تھا

کہ تیرے دم سے ہماری اُجلی شعاعوں کا لہوتا نہ ہو -

اور لہجوں میں فردا کا اقرار مستحکم ہو -

تو ہمارے لیے گل سپنوں کا آکاش

سویرے کی پہلی کرن

بھیلوں کی لہر پھلوا رہی

آن سنے گیتوں کی آن دکھی تھر تھری

بھیدوں کا مقدس شعبہ تھی -

انت کے بھیدوں میں

وقت کی فرست میں

تو نے اپنا نام خود نمایاں کیا ہے

ہم تیرے انتقام میں

دشمن کی رگیں کھول دیں گے

اس کے احساس کی نارسائی کے پیچھے اڑا دیں گے۔

اپنی زمین کی عریانی ڈھانپیں گے

اپنی وادیوں کو مہتاب غسل دیں گے

بے نام خوشبوؤں کو آواز

گدلائی ظلمتوں کو روشنی دیں گے

دشمن کے جسم و جان کی حدیں بھانڈ کر

استبداد کے اس دیو پر مہمیز کے زخم لگائیں گے

ہم سرفروش اس کے خلاف

برق رفتار حادثوں کے سُموں سے چنگاریاں اُٹائیں گے

نہتے مجاہد دشمن کو کنکر وں کے طوفانوں میں اُٹائیں گے

بند کواڑوں کو آہ دھیوں کے دھچکے دیں گے

نئی سمتوں کا رخ تلاش کریں گے

کو ہتائی خندقوں میں چھپ کر

دشمن کے ٹوپ بہروپ کو لہو لہو ہوتا دیکھیں گے

ہریالی کے گیت، مخفی راگ کی سُر تانیں گواہ ہیں

تروپتی شاہ رگیں ہماری عظمت کے مینار گواہ ہیں۔

ہم ایک خوشخواری دیے مہری کے ساتھ تیرے خون کا حساب لیں گے

خداوند ہماری کوتاہیوں کو معاف کرے گا۔

اسمعیل بے خاموش ہو گیا۔ دُش بختی بند ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آسمان کے

دوبتے عکسوں کی طرح اسمعیل بے کی گردن جھک گئی تھی۔

چند تانوں تک دیوان خانے میں ساموں میں بھلیوں کی کوند جانے والی خاموشی

طاری رہی پھر خلیل شلبی سنبھلا اور دھڑاتی آواز میں اس نے اسمعیل بے کو مخاطب کر کے

ہوئے کہا۔ "اسمعیل! اسمعیل! اٹھو! نامق سری اور خانوں کو بلال کر لاؤ۔" اسمعیل

اپنی اور تیزی کے ساتھ اٹھا اور دیوان خانے سے باہر نکل گیا تھا۔

اونیس بھی اٹھی اور بڑے پیار سے اس نے خلیل شلبی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے

زندہ لہجے میں بھرپور دردمندی اور دلداری میں کہا۔ "آپ اٹھیں میں آپ کو کپڑے

پنے کو دوں اور پھر اپنی خواب گاہ میں جا کر آپ آرام کریں۔ میرے آقا! آپ کو سکون اور

برام کی ضرورت ہے۔"

خلیل شلبی نے پیار سے اونیس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی نرمی میں کہا۔ "اونیس!

میں! تم فکر مند اور پریشان نہ ہو! میں ٹھیک ہوں۔ اپنے حواس میں ہوں۔ آج کی رات

بے یے امتحان اور دعوتِ عمل کی رات ہے۔ سو فار کا خون میں یوں ہی نہ بہہ جانے دوں گا۔

رات میں سلاؤفلز اور کاسک دونوں تنظیموں کا صفایا کر دوں گا۔

اونیس! اونیس! ایسی کسی لڑائی میں اگر میں کام آ جاؤں گا تو تم یہاں سے اپنے ہاں

پکے پاس قسطنطنیہ چلی جانا۔"

اونیس نے فوراً اپنا نرم اور خنک کی سی خوشبو جیسا ہاتھ خلیل شلبی کے منہ پر رکھتے

ہے کہا۔ "میرے آقا! خدا کے لیے ایسی گفتگو نہ کیجئے۔ میں تو صرف آپ کے دم سے اور

آپ کے لیے ہوں۔ آپ کے بغیر میری روح کے باد بانوں کی حرکت آپ سے آپ ہی رک جائے

لا۔ قدرت اتنی نامہاں نہیں کہ مجھ سے میری روح، میری زندگی اور میرے جینے کا سامان

میں لے۔ خدا آپ کو لہو کے دشت اور جلاوٹوں کی سونتی تلواریں کے بیچ سے بھی اپنی

جات آزادیوں کے ساتھ محفوظ و مامون نکلے گا۔ قازقستان کی اس گنگنائی زمین کو آپ

بے عمدہ محافظ اور نرم دل آقا کی ضرورت ہے۔

اونیس کہتے کہتے رک گئی کیونکہ دیوان خانے میں نامق سری اور خانوں داخل ہوئے

نے۔ ان کے پیچھے اسمعیل بے بھی تھا۔ جب وہ تینوں خلیل شلبی کے سامنے والی نشست

پر بٹھ گئے تو خلیل شلبی نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ندیمان! بے بدل! اپنے لشکروں کو تیار کرو۔ ابھی یہاں سے کوچ ہو گا۔

ان کی رات دریاے یورال کے اس پار سلاؤفلز اور کاسکوں کی آخری رات ہوگی۔ ان کی قسمت

میں اس رات کی سحر نہ ہوگی۔ روسی جرنیل اسکا رلیٹ کے دونوں پہل شمال میں اپنی چوکی کے سامنے دریا پر محیط کر دیئے جائیں اور ان پہلوں سے دریا کو عبور کر کے ہم سلاو فلتز اور کاسکوں پر ہجوم آور ہوں گے۔

سنو میرے ساتھیو! میرا لشکر میرے ساتھ رہے گا۔ باقی لشکر کے چار حصے کو ایک حصہ شہر کے اندر ہی رہے گا اور باقی تین حصے نامق سری خانوف اور اسمعیل بے کی کمانداری میں کام کریں گے۔

سنو! دریا عبور کرنے کے بعد نامق سری کا لشکر سلاو فلتز اور کاسکوں کے درمیان متعین کر دیا جائے گا۔ چونکہ ہم اپنے حملے کی ابتداء سلاو فلتز سے کریں گے لہذا نامق سری کاسکوں کو سلاو فلتز والوں کی مدد کرنے کے لیے انہیں شمال مغرب کی طرف نہ بڑھنے دے گا اور نہ ہی ہمارے حملے سے بھاگنے والے سلاو فلتز والوں کو کاسکوں کی طرف آنے دے گا۔ اسمعیل بے کو اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ سلاو فلتز والوں کے مغرب کی طرف متعین کیا جائیگا تاکہ سلاو فلتز کے بھگوڑے روس کے اندرونی حصوں کی طرف نہ بڑھ سکیں۔

خانوف سلاو فلتز والوں کی بستیوں پر حملہ آور ہوگا جس کے نتیجے میں سلاو فلتز کا سالار اعلیٰ خونسکی از خود اپنے لشکر کے ساتھ خانوف سے مقابلہ کرنے کو نکلے گا اور جو بھی وہ ایسا کرے گا میں اس کے مرکزی شہر پر حملہ آور ہو کر اس کے اندر صلح جوانوں کو تہ تیغ کر کے شہر کو آگ لگا دوں گا اور پھر میں خانوف کی مدد کے لیے خونسکی کے لشکر پر پشت کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔ خانوف جس جس بستی پر حملہ آور ہوگا۔ اسے آگ لگاتا چلا جائیگا۔ سلاو فلتز والوں کی طرح پھر کاسکوں کی باری ہوگی۔ یہاں بھی نامق سری اپنے لشکر کے ساتھ اپنی پہلی جگہ پر رہے گا۔ اسمعیل بے اپنے لشکر کے ساتھ کاسکوں اور پہلوں کے محافظ روسی لشکر کے درمیان حائل ہوگا اور سلاو فلتز کی طرح میں اور خانوف کاسکوں سے بھی نمٹ کر ان کی بستیوں کو آگ لگا دیں گے۔

اس باریں دریا نے یورال کے اس پار سلاو فلتز اور کاسک تنظیم کی بہرہ ریزی ہر شہر کو آگ لگا دینے کا عزم کر چکا ہوں کیوں کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ماضی میں مسلمانوں کو ناقابل

ایمان نقصان پہنچاتے رہے ہیں، میں مکمل طور پر ان کی سرکوبی اور ان کا صفایا کر دینا چاہتا ہوں۔ کاسکوں کے بعد پہل کی حفاظت پر متعین روسی لشکر پر حملہ ہوگا۔ اب تم لوگ یہاں سے کوچ کرنے کی تیاری کرو۔

نامق سری اور خانوف اٹھ کر باہر نکل گئے۔ خلیل شلبی اپنا خون آلود لباس اتار کر نیا جنگی لباس پہننے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسمعیل بے بھی اپنا جنگی لباس پہن رہا تھا۔

اپنی شمال کی پہلی چوکی کے قریب خلیل شلبی نے اسکا رلیٹ کے دونوں لکڑی کے پہلوں کے درمیان یورال پر بچھا کر اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کیا۔ پھر وہ سو فار کی بستی اور یہودیوں کے فلیٹوں کے شمال سے گزر رہا تھا۔

ایک غیر آباد سلسلہ کوہ کے پاس اس نے اپنا رخ اچانک بڑی تیزی سے بدلا اور بائیں طرف کیا اور وہ اس شاہراہ پر آیا جو قازان شہر سے دریائے یورال کو پار کر کے مختلف شہروں سے ہوتی ہوئی ماسکو کی طرف جاتی تھی۔ اس شاہراہ کے کنارے کوہستانوں کے اندر ایک محفوظ وادی میں خلیل شلبی نے نامق سری کو اس کے لشکر کے ساتھ متعین کیا۔ اس وادی سے شاہراہ ہوتی تھی اور اس پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔

نامق سری کو وہاں متعین کرنے کے بعد خلیل شلبی اور آگے بڑھا۔ وہ سلاو فلتز تحریک کی بستیوں اور مرکزی شہر سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ یہاں اسمعیل بے کو اس نے ایک لشکر کے ساتھ اس جگہ مقرر کیا جہاں سلاو فلتز تحریک کی بستیوں اور شہروں کی طرف سے آنے والے راستے ماسکو کی طرف جانے والی اس بڑی شاہراہ سے آکر ملتے تھے۔

اسمعیل بے کو خلیل شلبی نے چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے اس کے لشکر کے ساتھ گھات میں بٹھایا تھا اور اسے تاکید کر دی تھی کہ جو بھی روسی جنگ سے بھاگ کر اس طرف کا رخ کرے اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے۔

رات اب خوب گہری ہو گئی تھی اور اپنی ذات کی آخری مٹھاس تک اس نے انھیں روک کے اندر گھول دی تھی۔ جیسے سمٹی صداؤں کی طرح فصائیں خاموش تھیں۔ یہاں تصورات

پا گیا۔ سلا دونلز کی بستیوں کے اندر گھومنے والے خلیل شلمی کے جاسوسوں نے اس کی روانگی کی اطلاع خلیل شلمی کو کر دی تھی۔

خلیل شلمی بڑی تیزی سے خوشکی کے مرکزی شہر کی طرف، اپنے لشکر کو اس نے شہر سے ذرا فاصلے پر روک دیا۔ اور پچاس سواروں کو اس نے شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں چھلادیا۔ پھر وہ شہر کے غریب دروازے پر آیا۔ اس نے دیکھا شہر کا دروازہ بند تھا کیوں کہ حملہ ہونے کی وجہ سے سلا دونلز والے سخت احتیاط برت رہے تھے۔ تاہم خلیل شلمی آگے بڑھا اور شہر کے دروازے پر اس نے دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کے سوراخ میں سے کسی نے جھانکتے ہوئے پوچھا، 'کون ہے؟'

خلیل شلمی نے کہا، 'شاید تم لوگ مجھے جانتے ہو گے، میں واسیلی ہوں۔ خوشکی مجھے اتنے میں اپنے لشکر کے ساتھ بلا ہے۔ اس نے مجھے شہر کی حفاظت کے انتظامات کی نگرانی کرنے کو کہاں بھیجا ہے۔ دروازہ کھولو، ورنہ کرد، کیوں کہ ہم پر قازقان کے حاکم خلیل شلمی نے حملہ کر دیا ہے۔'

خلیل شلمی بڑا چلا گیا۔ شاید تم لوگ مجھ پر شک کر دو۔ لوہہ دیکھو، شاید اس سے تمہارے ظن و خدشات رفع ہو جائیں۔ خلیل شلمی نے اپنے گلے میں لٹکتے زارہوں کے دیے ہوئے طلائی اور نقرئی قرص دروازے کے سوراخ میں سے اندر بڑھا دیئے تھے۔

وہ قرص دیکھنے کے بعد اندر سے کسی پہریدار کی آواز آئی، 'نہیں نہیں! ہم آپ پر شک نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلنا شروع ہو گیا۔ خلیل شلمی نے دونوں قرص پھر اپنے گلے میں ڈال دیئے تھے۔

دروازہ جو بنی کھلیا خلیل شلمی کے پچاس سواروں نے لگا تار اور بلند آوازوں میں کہیں بلند کہتے ہوئے دروازے کے محافظوں کا قتل عام شروع کر دیا اور کچھ مجاہدوں نے دروازے کے قریب جلتی ہوئی شعلیں اٹھا کر شہر کے اس دروازے کو آگ لگا دی تھی۔

اللہ اکبر کی تکبیریں بلند ہوتے ہی گھات میں بیٹھا خلیل شلمی کا لشکر بھی شہر کے ان دروازے کی طرف بڑھا۔ قبل اس کے شہر کی حفاظت پر مامور فوج اس دروازے کی

کی بے اعتدالی کا شکار تھیں۔

خلیل شلمی اور خانوف سلا دونلز تحریک کی بستیوں کی طرف بڑھے۔ پھر ایک جگہ روک کر خلیل شلمی نے خانوف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، 'خانوف! خانوف! میرے بھائی! میں یہاں سے شمال کی طرف بڑھ کر سلا دونلز والوں کے مرکزی شہر سے قریب ہوتا ہوں جب میری طرف سے تم شمالی سمت میں فضاؤں کے اندر جلتے پردوں کا تیر دیکھو تو سلا دونلز کی بستیوں پر حملہ آور ہو کر اس تحریک کے جوانوں کا قتل عام اور بستیوں کو آگ لگانے کا عمل شروع کر دینا۔ خانوف! خانوف! اس مہم کو ہم نے تیزی سے نمٹا نا ہے۔ اس لیے کہ اس کے بعد ہمارا رخ کا سکوں کی طرف ہو گا۔'

خانوف اپنے لشکر کے ساتھ وہیں روک گیا تھا جب کہ خلیل شلمی اپنے باشندگی کے لشکر کو لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

خانوف کو زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ شمال میں فضاؤں کے اندر اسے جلتے پردوں کا تیر دکھائی دیا۔ خلیل شلمی کی طرف سے اسے حملہ آور ہونے کا اشارہ تھا لہذا اس نے سلا دونلز کی بستیوں پر دھاوا بول دیا تھا۔ خانوف کے اس حملے سے سلا دونلز کی بستیوں میں ایک کھرام برپا ہو گیا تھا۔ سلا دونلز والوں کو خانوف نے خواہشوں کے حلقوں بڑی آشنائی کی طرح کاٹنا اور جذبوں کے جنگل، بے مضمون سکتہ خط تحریروں اور تجزیوں کی طرح انہیں روندنا شروع کر دیا تھا۔

وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ آتشیں آرمیوں کے حدت اور ریت کی پیاس کی طرح ان کی ایک بستی سے دوسری بستی میں داخل ہوتا جا رہا تھا اور ہر بستی میں داخل ہونے کے بعد وہاں سلا دونلز کے ایجنٹوں کا قتل عام کرنے اور بستی کو آگ لگانے کے بعد آگے بڑھ رہا تھا۔

آن کی آن میں خانوف کے اس حملے کی اطلاع سلا دونلز کے مرکزی شہر میں ان کے سالار علی خوشکی کو ہو گئی تھی۔ لہذا وہ اپنا جوار لشکر لے کر خانوف کی سرکوبی کے لیے اپنے شہر سے روانہ ہوا۔ خوشکی کا اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر سے نکلنا ایک قیامت

طرف بڑھتا خلیل شلبی کا لشکر شہر میں داخل ہونا شروع ہو گیا تھا۔

اہل شہر کو خبر ہو گئی تھی کہ مسلمان شہر میں گھس آئے ہیں۔ لہذا شہر کے اندر متعین خونسکی کے لشکر کے علاوہ وہ لشکری جو فسیل کے اوپر متعین تھے وہ بھی نیچے اتر کر محافظ فوجوں کے ساتھ شامل ہونے لگے تھے۔ قبل اس کے سلاو فلز کا وہ لشکر اپنی تنظیم درست کر کے خلیل شلبی پر حملہ آور ہوتا خلیل شلبی نے ان پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تھی۔ وہ روسیوں پر دائرہ در دائرہ ہجر، لہو کی چمکتی لہروں، انسان اندھیروں سے اٹھنے والے شور زنجیروں کے گرنے کی صداؤں اور ایک ہیجان برپا کر دینے والے طوفان کی طرح نازل ہوا تھا۔ لہو کے اندر اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے خلیل شلبی نے سلاو فلز والوں کی حالت بہرہ سامت، ٹوٹتی بھاگ کی تھر تھری، سوچوں کے پھڑ پھڑاتے دیوں، گفت و بات پر ٹھہری ہوئی سانسوں اور ریت کے ٹھہرے ہوئے سمندر جیسی کر دی تھی جس کے رنگ اروا کو تیز اور تند ہوائیں جب اور جس طرف چاہیں اڑاتی پھریں۔ روسیوں کے سینوں کے سفوف پر خلیل شلبی ان کی عمروں کے مقدر کے بدترین اور ان کے ضمیر کے لیے اسفل ترین نوشتے ضبط کر رہا تھا۔

ایک خوفناک تعاقب کے ساتھ خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا رہا ایک حیرت انگیز تعاقب کے ساتھ وہ روسیوں کے جسموں کی روجوں کو مسلتا رہا۔ ان کے امکان کی حدوں کو باد بانوں کے اڑتے خوابوں کی طرح وقت کی بدترین اور لہو لہو سنسنی میں ڈبو رہا، مکانوں کو آگ لگاتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ شہر کے محافظ لشکر کا صفایا ہو گیا ہے اور شہر کا ایک بہت بڑا حصہ آگ پکڑ گیا ہے تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکل گیا تھا۔

اپنے مرکزی شہر سے پانچ میل دور خونسکی خانوف سے ٹکرا گیا تھا۔ گونسکی کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بستیوں میں رہنے والے سلاو فلز کے کارکن دھڑا دھڑ اس کے لشکر میں شامل ہو کر اس کے لشکر کی تعداد اور قوت کو اور زیادہ بڑھا رہے تھے اس

کے باوجود کوبتانوں کے تناور درختوں اور ہر شے تک رسائی حاصل کر لینے والی کرنوں کی طرح خانوف اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے جم گیا تھا۔

خونسکی اپنی جگہ خوش اور مطمئن تھا کہ تاریکی کے باوجود اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ اس کے مقابلے میں آنے والے لشکر کی تعداد اس کے اپنے لشکر سے بہت ہی کم ہے۔ لہذا اسے امید تھی کہ وہ اس لشکر کو تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد کے بعد انہیں کاٹ کر رکھ دے گا۔ یا انہیں بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔

اسی دوران مرکزی شہر سے خلیل شلبی کے ثوقی حملے سے بھاگ نکلنے والے سلاو فلز کے کچھ کارکنوں نے خونسکی کو آکر اطلاع دی کہ خلیل شلبی نے ان کے مرکزی شہر میں گھس کر محافظ فوجوں کا صفایا کر دیا ہے اور شہر کو آگ لگا دی ہے۔ اب اس اطلاع پر خونسکی کی بھونک نکلنے لگی تھی۔ اب خونسکی سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ اگر خلیل شلبی مرکزی شہر پر حملہ آور ہوا ہے تو پھر یہ میرے مقابل آنے والا کون ہے۔ وہ اس خیال سے بھی زیادہ فکر مند اور پریشان تھا کہ اگر اس لشکر نے ہی میری ساری قوت کا راستہ روک دیا ہے تو جب خلیل شلبی مرکزی شہر کی بربادی کے بعد فارغ ہو کر اس طرف کا رخ کرے گا تو اس کی کیا حالت ہوگی؟

اس نئی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے خونسکی ابھی کسی رد عمل اور فیصلے پر پہنچا بھی نہ تھا کہ خلیل شلبی نے اس کے لشکر پر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا۔ خونسکی سمجھ گیا تھا کہ مرکزی شہر سے فارغ ہو کر خلیل خلیل شلبی اس کی پشت پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ لہذا اس نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنا دفاع کرتے کرتے دائیں طرف کھسکا شروع کر دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس دو طرفہ حملے سے نکل کر اور روس کے اندرونی حصے کی طرف بھاگ کر اپنے لشکر کو بچالے۔ پر دوسری طرف خانوف کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ دشمن کی پشت پر خلیل شلبی نے حملہ کر دیا ہے۔ لہذا وہ بھاگنے کی فکر میں ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر خانوف نے خونسکی کے بھاگنے کی راہیں مسدود کر دی تھیں اور اپنے حملوں میں اس نے اور زیادہ تیزی اور شدت پیدا کر دی تھی۔

ہی شہر کے دروازے کی طرف بڑھیں گے اور محافظوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد کمبریہ بند کریں گے جس کے جواب میں میرا پورا لشکر شہر کے غری دروازے پر حملہ آور ہو کر شہر میں داخل ہو جائے گا۔

خانوت ! خانوت ! اس طرح تم بھی ایسی ہی ٹولہوں کو لے کر شہر کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھو گے اور جنوبی دروازے کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد کمبریہ بند کرنا جن کے جواب میں تمہارا پورا لشکر جنوبی دروازے پر حملہ آور ہو جائے گا۔ ہم دونوں ایک ہی دروازے سے بھی حملہ آور ہو سکتے تھے لیکن مختلف دروازوں سے حملہ آور ہونا ہمارے لئے زیادہ سود مند ہے۔ اس لیے کہ شہر کے اندر کا سکوں کی قوت دو حصوں میں بٹ کر کمزور ہو جائے گی اور پھر رات کے پہلے حصے میں ان کے سالار کریکا یا اور اس کے دونوں محافظوں کو ہی قتل کر چکا ہوں۔ کریکا یا کا گھوڑا اس کی لاش شہر میں لایا ہوگا اور کاسک اپنے سالار کی مرگ پر پھیلے ہی پریشان ہوں گے۔ اس پر ہمارا یہ دوطرفہ حملہ ان میں کھوکھلا اور ویران کر دے گا اور ان پر قابو پانے میں ہمیں زیادہ قوت اور وقت صرف نہ کرنا پڑے گا۔

اب تم جاؤ اور یہ بات اپنے لشکریوں کو سمجھاؤ، میں بھی اپنے لشکریوں کو حملہ آور ہونے کے اس طریقے سے آگاہ کرتا ہوں۔ دونوں اٹھے اور اپنے اپنے لشکر ویل کے اندر چلے گئے تھے۔

اپنے لشکریوں کو سارا معاملہ سمجھانے کے بعد خلیل شلبی اور خانوت پھر اپنی پہلی جگہ پر آ بیٹھے تھے۔ رات بھیل میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے گرنے سے پیدا ہونے والی ہلکی ہلکی لہروں کی سی کہ، طرح گرتی رہی۔ رات اپنے ہر روز میں سے اپنی چشم نظارہ سے سحر کو اپنے قریب آنا دیکھا۔ گلابوں کی باس فضاؤں میں پھیلنے لگی تھی۔ آسمان پر روشن ستارے بے جبر کلا تھل کی طرح آسمان بارگاہ قدس کے سلنے غلاموں غولوں کی طرح اپنی طے شدہ منزلوں کو رواں تھے۔ سر اے گیتی کے سحرے خواب ماند پڑنے لگے تھے کہ فضاؤں میں مرغوں کی اذانیں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد شہر کے دروازے کھل گئے اور تازہ پھل اور سبزیاں لانے والے اپنا سامان گدھوں، چروں، اونٹوں

اب خلیل شلبی اور خانوت کے دوطرفہ حملوں میں خوشی کی حالت اس کو برتر سمیٹ رہی تھی جو شاہین کے پنجوں کا مقصد بن گیا ہو۔ سلا دونوں والے کٹتے رہے۔ ان کی بستیوں میں آگ لگتی رہی اور وہاں سے مے خانوں میں آگ لگنے کے باعث نیشلی بو اطراف میں پھیلنے لگی تھی۔ خانقاہ بیت اور تفتوت کی طرح خاموش رات میں خلیل شلبی اور خانوت نے سلا دونوں کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا۔ خود خوشی بھی اس جنگ میں کام آگیا تھا اور ان کے شہر اور ساری بستیوں کو آگ لگا کر رکھیں تبدیل کر دیا تھا اور ان میں سے جنہوں نے اپنے اندرونی حصوں یا کاسکوں کی طرف بھاگنے میں کامیابی حاصل کی تھی انہیں ان راستوں کا گھیراؤ کیے نامق سری اور اسماعیل بے نے ٹھکانے لگا دیا تھا۔

سلا دونوں والوں کا مکمل صفایا ہونے تک رات ادھی سے کچھ زیادہ ہی گزر گئی تھی۔ خلیل شلبی نے اپنے اور خانوت کے لشکر کو سمیٹا۔ اسماعیل بے کو بھی اس کے لشکر سمیت ساتھ لیا اور جنوب مشرق کی طرف بڑھا۔ اب اس کا رخ کاسک تنظیم کے شہروں اور بستیوں کی طرف تھا۔

کاسکوں کا مرکزی شہر اپنی بستیوں سے ہٹ کر اور الگ تھلک تھا۔ خلیل شلبی نے نامق سری کو وہیں رہنے دیا جہاں وہ پہلے سے متعین تھا۔ تاکہ کاسک اپنے اندرونی حصوں کی طرف نہ بھاگ سکیں۔ اسماعیل بے کے لشکر کو اس نے کاسکوں اور ویل کے محافظوں کے لشکر کے درمیان گھاٹ میں بٹھا دیا تھا۔ تاکہ دونوں قوتوں کو ایک دوسرے کے حالات کی خبر نہ ہونے پائے۔ پھر اپنے اور خانوت کے لشکر کو لے کر خلیل شلبی کا سکوں کے مرکزی شہر سے باہر چٹانوں کی اوٹ لے کر گھاٹ میں بیٹھ گیا تھا۔ پھر خلیل شلبی نے اندھیرے میں دھیمی سرگوشی کے سے انداز میں خانوت سے کہا۔

”سبحر ہونے سے تھوڑی دیر قبل شہر کے دروازے تازہ پھل اور سبزیاں لانے والوں کے لیے کھلیں گے۔ میں اپنے محافظ دستے سے دس بارہ جوانوں کو لے کر مغربی دروازے کی طرف بڑھوں گا اور میرے پیچھے پیچھے میرے کچھ لشکر بھی اس کی پانچ ٹولہوں

اور گھوڑوں پر لاوے شہر میں داخل ہونے لگے تھے۔

خلیل شلمی دس بارہ جوانوں کے ایک گروہ کے ساتھ مغربی دروازے کی طرف بڑھا۔ جب کہ خانوت اپنے دس بارہ جوانوں کے ساتھ شہر کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھا اور ان کے پیچھے پیچھے لشکریوں کے دوسرے گروہ بھی شہر کے مغربی اور جنوبی دروازوں کی طرف جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد شہر میں ٹوٹے خواب کی کرجیوں اور کشکول سماعت میں صداؤں کے سکوں جیسا ایک شور اور ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

خلیل شلمی نے شہر کے مغربی اور خانوت نے جنوبی دروازے کے محافظوں کو قتل کر کے اور تکبیریں بلند کر کے اپنے اپنے لشکر کو شہر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ خلیل شلمی کے اپنے ہی لشکری شہر میں گھس کر بلند آوازوں میں پکارنے لگے تھے۔ 'شہر قازان کے خلیل شلمی نے حملہ کر دیا ہے'۔

خلیل شلمی کے نام سے شہر پر ایسا خوف و دہشت طاری ہوئی کہ شہر کا محافظ لشکر اپنے آپ کو خلیل شلمی اور خانوت کا مقابلہ کرنے کی خاطر کافی دیر تک وجوہات میں تقسیم کر کے اپنے آپ کو منظم نہ کر سکا۔ جب کہ خلیل شلمی اور خانوت مغربی اور جنوبی طرف ان پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ کاسک اپنا دفاع کرنے میں بری طرح ناکام رہے خلیل شلمی اور خانوت ان کے مسلح جوانوں کا مکمل طعنہ پر صفایا کرنے کے بعد شہر کو آگ لگا دی تھی۔ اس کے بعد شہر سے نکل کر وہ ان کی بستیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

کاسکوں کے شہر اور بستیوں کی مکمل بربادی اور ویرانی کے بعد خلیل شلمی اب دریائے یورال کے کنارے اس روسی لشکر کی طرف بڑھا تھا۔ جو پل کی حفاظت پر مقرر تھا۔ خود وہ شلمیل بے کو اپنے ساتھ بلا کر روسیوں کے مغرب میں رہا۔ خانوت کو ان کے جنوب میں نعلق سری کو شمال میں رکھا گیا تھا۔ اس طرح خلیل شلمی تین اطراف سے روسیوں کی طرف اپنی قوت کو بڑھانے لگا تھا اور ان کے چوتھی طرف موت کی صورت میں لہریں مارتا ہوا دریائے یورال تھا۔

روسی تین اطراف سے اپنے گھیراؤ کا منظر دیکھ چکے تھے گو یہ ہونا ک منظر ہی نہیں موت کے مناظر دکھانے کو کافی تھا لیکن ان کی مزید بد قسمتی آمد بدحواسی یہ کہ انہیں یہ علم بھی ہو

انہیں کہ ان پر حملہ آور ہونے والا لشکر خلیل شلمی کا ہے اور یہ کہ خلیل شلمی اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ ہے۔

روسی لشکر نے بھی اپنے آپ کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصے میں سلاوی، دوسرے حصے میں یوکرانی اور تیسرے حصے میں سفید روسی شامل ہوئے تھے۔

سفید روسی جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ شجاع، قابل عزت و محترم خیال کرتے تھے خلیل شلمی کی طرف بڑھے۔ سلاوی، خانوت کے مقابلے پر آئے اور یوکرانیوں نے نامتو ہری کا رخ کیا تھا۔

تینوں روسی گروہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے اپنے مقابل اور حدت کی طرف بڑھے تھے۔ سفید روسی جو اپنے آپ کو روس کی سب سے بڑی قوت اور ریڑھ کی ہڈی جانتے تھے جب وہ جنگ میں خلیل شلمی کے سامنے آئے تو انہیں ایسا لگا گیا انہیں کسی نے سلاخوں کے پیچھے سردی اور بھوک کی مار پہننے کو بند کر دیا ہو۔

خلیل شلمی ان پر آبشاروں کے پانیوں کے خوفناک جھنکار، ان کا نام و نشان مٹا دینے اور ان کی ایڑیاں زخمی دینے والے انداز میں حملہ آور ہوا تھا۔ وہ انہیں آکاس لمحوں کی طرح مہیب فضاؤں میں اڑانے اور زنگ آلود گراں فصل کی طرح توڑنے لگا تھا۔ دوسری طرف نامتو سری اور خانوت نے بھی اپنے انتہائی سرعت پذیر اور ہوناک حملوں میں سلاویوں اور یوکرانیوں کے سارے خیالی زوال اور سارے جنگی منصوبے نازک شیشہ گری میں تبدیل کر کے رکھ دیئے تھے۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی سفید روسی، سلاوی اور یوکرانی خلیل شلمی، خانوت اور نامتو سری کے سامنے حوت و سخن کی بادیر گری کی طرح تیزی سے پسپا ہوتے ہوئے ایک انتہائی تنگ حصار میں اپنے مستقر کے پاس آکر جمع ہوئے تھے۔ پھر یہاں سے ان کی بد قسمتی اور انجام کا آغاز ہوا۔

شلمیل شلمی، خانوت اور نامتو سری تینوں اطراف سے ان کا قتل عام کرنے لگے اور پھر ان کا خاتمہ کرنے اور ان کے مستقر کو آگ لگانے کے بعد تینوں پلوں سے دیا پار کر کے قازان کی طرف چلے گئے تھے۔ دونوں نے پل انہوں نے کھینچ کر اپنے کنارے کے ساتھ کھڑا

کو دیئے تھے۔

ہم جس نے ہمارے لیے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کا عہد کیا تھا اور جسے ہم نے اپنے
دلی اور نفرتی قاصد دیئے تھے۔ وہ واسیلی نہیں اصل میں خلیل شلبی ہی تھا۔

اسکار لیٹ اور ٹاڈل مین چونک سے بڑے۔ پھر اسکار لیٹ نے چونک کر پوچھا
کیسے ممکن ہے کہ خلیل شلبی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ماسکو میں داخل ہو۔ نہیں
نہیں وہ ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا جب کہ یہ بات اچھی طرح اس کے علم میں ہے کہ
اگر ہمیں اس کے خلیل شلبی ہونے کی ذرا سی بھی پھینک پڑ گئی تو ہم اسے کوہو میں پھونکا کر
دھکیل دیں گے۔

نکولاس نے سخت برہمی میں کہا۔ اگر وہ ہمارے کئی لشکروں کو بیک وقت
ایکلا بدترین شکستیں دے سکتا ہے تو کیا وہ ماسکو میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کر
سکتا۔ یقیناً ایسا جوان جوانی جان کو تھیلی پر رکھنے کا فن جانتا ہوا اپنے کاموں کی تکمیل
کے لیے بلا خوف و خطر ماسکو میں داخل ہو سکتا ہے۔

یہاں ماسکو میں جب اسی قصر کے اندر اس کا مقابلہ آندے مالوف سے ہوا
تھا تو تم لوگوں نے خود دیکھا تھا کہ اس نے لمحوں کے اندر آندے مالوف کو اپنے سامنے بے
پس و مجبور کر کے رکھ دیا تھا حالانکہ تم جانتے ہو آندے مالوف روسی جرنیلوں میں سب سے
عمدہ اور جری تیغ زن تھا۔

آہ آندے مالوف اور فرانس تم دونوں بد شامل بھی ذلتی ثابت ہوا اور تم دونوں
کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کاش ہم لوگ اب تک قازقستان اور داغستان پر قابض ہو
چکے ہوتے۔ جب تک ہم ان دونوں قوتوں کو مغلوب نہیں کر سکتے اس وقت تک ہم
ناشعند، خیرا، سمرقند اور بخارا جیسے عظیم اور تاریخی اہمیت کے شہروں کو ہرگز اپنے قبضے
اور تصرف میں نہیں لا سکتے۔

ایگزنڈر نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔ میرے پاس ایک ایسی تجویز ہے کہ
ان دونوں قوتوں سے کوئی بڑی جنگ کیے بغیر ہم ان کے علاقوں پر قابض ہو سکتے ہیں
وہ اس طرح کہ پہلے ہم ترکی پر قبضہ کریں پھر اطالیہ کے میدانوں میں سے آگے بڑھیں اور

خلیل شلبی جب جب اپنے لشکر کے ساتھ قازان میں داخل ہوا اور لوگوں کو یہ خبر
ہوئی کہ ان کے امیر نے دریائے یورال کے اس پار سلاو فلز اور کاسکوں کے مراکز کے علاوہ بل
کے محافظ روسی لشکر کو بھی تر تیغ کر کے ان کے شہروں، بستیوں اور چھاؤنیوں کو آگ لگا دی ہے
تو لوگ خوشی کے گیت گاتا گاتا اور خلیل شلبی اس کے ساتھیوں اور لشکریوں پر پھول برسا
برسا کر ان کا استقبال کرنے لگے تھے۔

خلیل شلبی کے محافظ جب اس کا اور اسماعیل بے کا گھوٹا اصطبل کی طرف لے گئے
تو خلیل شلبی اور اسماعیل بے دونوں اپنے دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ اچانک اندر سے
ادنیس بھاگتی ہوئی آئی اور ان دونوں کو پھولوں کے بڑے بڑے ہا پہناتے ہوئے کہا۔ میں
آپ کو اس فتح کی مبارک باد دیتی ہوں۔

اسماعیل نے کہا۔ اے میری بہن! امیر خلیل شلبی نے سلاو فلز کا سکوں اور بل
کے محافظ روسیوں کا خاتمہ کر کے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جو آج تک قازقستان کا کوئی
حکمران بھی نہ کر سکا۔ اے میری بہن! تو خوش قسمت ہے کہ تو امیر کی بیوی اور امیر میرے
آقا ہیں۔

ادنیس نے کہا۔ ہاں، میرے بھائی! مجھے فخر ہے کہ میں امیر کی بیوی ہوں، پر امیر تمہارا
آقا نہیں بھائی ہیں اور اے میرے بھائی مجھے آپ جیسے بھائی پر بھی فخر ہے۔ پھر ادنیس بھاگ
بھاگ کر ان کے سامنے کھانے کے برتن لگانے لگی تھی۔

زائر روس نکولاس اپنے قصر میں بیٹھا تھا اور ابھی ابھی اس قصر میں اس کا وزیر الیگزینڈر
اور اس کے دو جرنیل اسکار لیٹ اور ٹاڈل مین داخل ہوئے تھے اور اس کے سامنے بیٹھ گئے
تھے۔ نکولاس نے ان پر ایک پریشان نگاہ دوڑائی اور کہا۔ جانتے ہو میں نے تم لوگوں کو
کیوں طلب کیا ہے۔ یہ خبر جو میں تم سے کہنے والا ہوں۔ آج ہی میرے جاسوسوں نے مجھے
دی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ واسیلی جو کبھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ماسکو میں ہمارا پاس

بیکل مرحلہ نہ ہوگا۔

زار روس نکولاس نے کہا۔ ہاں یہ ایک عمدہ اور قابل عمل تجویز ہے اور اسے عملی بنانے کے لیے آج سے ہی تیاریاں شروع کر دی جائیں گی اور — نکولاس کہتے خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ قصر میں اس کا ایک محافظ داخل ہوا اور کہا۔ اے آقا! اپنے یورال کی طرف سے ایک جاسوس آیا ہے۔ وہ کوئی بُری خبر لایا ہے اور آپ سے ناچا ہوتا ہے۔

نکولاس نے فکر مندی میں کہا۔ اے فوراً اندر بھیجو۔

تھوڑی دیر بعد ایک جوان اندر آیا اور اس نے نکولاس سے کہا۔ اے مالک! لادیو یورال کی سرزمینوں کی طرف سے آیا ہوں اور یہ بتانے آیا ہوں کہ قازقستان مسلمان حکمران خلیل شیبی نے سلاو فلزادو کا سک تنظیموں کے علاوہ دریائے یورال کے کنارے پر مامور روسی لشکر کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔ اس نے کسی کو بچنے کی مصلحت نہیں دی اور سب کو تہ تیغ کر کے قتل کر دیا، بستیوں اور چھاؤنیوں کو آگ لگا کر دکھ میں بدل دیا۔ زار روس نکولاس کی گردن غم سے جھک گئی۔ وہ کچھ کہہ نہ سکا اور اٹھ کر پرے کے لیے چلا گیا۔ لیکن نڈر، اسکا رلیٹ اور ٹاؤلین اٹھ کر باہر نکل گئے تھے اور وہ آنے اجاسوس بھی ان کے پیچھے پیچھے قصر سے باہر جا رہا تھا۔



ان دونوں کی چاروں طرف سے تاکہ بندی کر دیں۔ اسی صورت میں نہ صرف اہم شامل اور شیبی شیبی ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے بلکہ ترکی میں سے ہوتے ہوئے ہندوستان تک پہنچنا بھی ہمارے لیے سہل اور ممکن ہو جائے گا اور ہم ہندوستان کے لوگوں کو یہ یقین دلا کر ان کی سرزمین میں داخل ہو سکتے ہیں کہ ہم انہیں برطانیہ والوں کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔

زار روس نکولاس نے کہا۔ لیکن نڈر تمہاری تجویز بہترین اور عمدہ ہے، پر ہم ترکی پر قبضہ کیسے کر سکیں گے؟

لیکن نڈر نے کہا۔ اس کی بھی ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ ہم کچھ غرض جنگی تیاریوں میں صرف کریں اس پر کئی برس ہی کیوں نہ لگ جائیں۔ اس دوران ترکی کی سرحد پر اپنے جنگی قلعے سیواسٹوپول کو مضبوط کریں۔ اس قلعے کو ہم اپنی جنگی قوت کا مرکز بنائیں۔ یہ قلعہ ایک طرح سے ناقابل تسخیر ہے کہ اس کے دوطراف میں سمندر، تیسری طرف ٹھانٹھیں مارتا ہوا دریا ہے الہا اور چوتھی اور شمالی جانب خشکی کی ایک مختصر سی پٹی ہے جس سے صرف ہم ہی افادہ کر سکتے ہیں اور پھر یہ قلعہ اس قدر بندی پر ہے کہ دشمن کا اسے تسخیر کرنا تو دند کی بات ہے وہ اس کی ٹواڑوں تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم کریمیا میں اپنے حصے کے سمندر میں ایک ناقابل شکست بھری بیڑے کی تعمیر شروع کر دیں گے۔ یہ بیڑا حیار ہو جانے پر ہمارے پاس دو قوتیں ہوں گی۔ ایک سیواسٹوپول میں ہمارے بہترین عساکر اور دوسرے کریمیا میں لمحہ سمندر میں ہمارا بھری بیڑہ۔ ان دونوں کو حرکت میں لاکر ہم ترکی کی بندرگاہ سینوپلیس پر حملہ آور ہو کر وہاں کھڑے ترکی بھری بیڑے کو غرق کر دیں اور بندرگاہ پر قبضہ کر لیں گے۔ اس کا کام مکمل کرنے کے بعد ہم پھر اپنی دونوں قوتوں کو آگے بڑھائیں گے اور ترکی پر قبضہ کرنا لگتی آنا پڑا۔

۱۷ شمالی ترکی کا ایک ساحلی مقام ہے جو بحیرہ اسود کے ایک جزیرہ ناپہ واقع ہے۔ یہ اس علاقے کی بہترین بندرگاہ ہے۔ اس کی تاریخ بہت قدیم اور اہم ہے اور یہاں قبل مسیح کے بہت سے آثار پائے گئے ہیں۔

اور حرکت میں آیا۔ اسکارلیٹ اور ٹاڈل مین نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سیوا اسٹوپول سے
چلا گیا اور ننھے سمندر بخیرہ اسود کو عبور کر کے انہوں نے ترکی کی شمالی بندرگاہ سینوپ پر حملہ کر
لیا۔ اس بندرگاہ کے پاس ترکی کے جو بحری جہاز کھڑے تھے وہ اسکارلیٹ اور ٹاڈل مین
ہمندریں غرق کر دیئے اور اپنے لشکر کو انہوں نے خشکی پر اتار دیا۔ شہر کی حفاظت
اور ترکی لشکر کو ان دونوں روسی جرنیلوں نے شکست دی اور سینوپ کی بندرگاہ پر انہوں
قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد اسکارلیٹ نے دائیں طرف پیش قدمی کی اور شمالی ترکی کے دوسرے
لوہل ایانسک اور انیلو پر بھی اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب اسکارلیٹ اس شاہراہ پر بھی
اپنی ہو گیا تھا جو بحیرہ اسود کے کنارے کنارے سینوپ سے نکل کر سائد، زنگلداک،
باسو اور سائیل سے ہوتی ہوئی استنبول کی طرف جاتی تھی۔



دوسری جانب ٹاڈل مین بائیں طرف حملہ آور ہو گیا اور ترکی کے مزید دو شہروں
ایزن اور بفرہ پر قابض ہونے کے بعد اس نے وہاں سے کوہستان تفقار کو جانے والی
ابراہام سدود کے رکھ دی تھی۔

اب اسکارلیٹ اور ٹاڈل مین سینوپ اور اس کے نواح میں اپنی حالت
مضبوط کرنے لگے۔ اپنے بحری جہازوں کے ذریعے انہوں نے مزید لشکر منگوا کر سینوپ میں
تعمیل کے انبار لگانے کے علاوہ سینوپ کے ملحقہ شہروں اور قصبوں پر حملہ آور
کرنا نواح اور خوراک کے ذخائر میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ اپنی حالت خوب
مستحکم کر کے ترکی کے اندرونی حصّوں کی طرف یلغار کر دی جائے۔

خدیج شلبی، اویس اور اسمعیل بے اپنے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ
انہوں نے اسمعیل بے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”اے میرے بھائی! اگر آپ انکار
نہیں تو ایک بات کہوں۔“
اسمعیل بے نے کہا۔ ”کہو میری بہن!“

روس جنوب مغربی کریمیا کے ساحل پر واقع قلعے اور بندرگاہ سیوا اسٹوپول میں
میں لگا تار بحری جہاز تعمیر کر کے اپنی قوت میں اضافہ کرتا رہا۔ سیوا اسٹوپول کا قلعہ ایک لحاظ
سے اب خوفناک صعدت اختیار کر گیا تھا کیوں کہ جنگی نقطہ نظر سے یہ بندرگاہ قلعہ اور شہر
ایک لحاظ سے انتہائی محفوظ تھا۔ اس کے تین اطراف میں گہرا سمندر تھا۔ چوتھی اور شمال
کی طرف دریائے الما تھا اور اس دریا کے ساتھ ساتھ روس کی طرف سے ایک تنگ سی
پٹی اس قلعے پر ملتی ہوئی تھی۔

اس قلعے کو مضبوط کرنے اور اس قلعے کے نیچے سمندر میں بحری جہاز تیار کرنے
کی نگرانی زار روس نے اپنے جرنیل اسکارلیٹ اور ٹاڈل مین کے سپرد کر دی تھی۔ زار
زار روس اور اس کا وزیر الیگزینڈر بھی اس قلعے کی تعمیر کا معائنہ
اکثر کرتے رہتے تھے۔

جب روس نے اپنے سرحدی اور خوفناک قلعے سیوا اسٹوپول میں اپنی جنگی تیاریاں
مکمل کرتے ہوئے قلعے کو اور مضبوط بناتے ہوئے وہاں آن گزرت عساکر بھی جمع کر لیے اور
سیوا اسٹوپول کے نیچے کھلے سمندر میں اس کا عظیم الشان جنگی بیڑہ بھی تیار ہو گیا تو روسی

خلیل شلبی نے کہا: "اسے فوراً اندر لاؤ۔"

وہ محافظ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا تو اس کے ساتھ امام شامل کا قاصد

میں تھا۔ خلیل شلبی نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر اسے اپنے سامنے کی نشست پر بٹھایا۔

ن قاصد نے ایک تہہ کیا تو ا کاغذ نکال کر خلیل شلبی کو چھتے ہوئے کہا: "یا امیر! آنا کی طرف

آپ کے نام یہ خط ہے۔" خلیل شلبی نے کاغذ کی تہیں کھولیں پھر وہ پڑھ رہا تھا۔

خلیل شلبی! میرے بیٹے!

ترکی کے سلطان عبدالحمید اور ہمارے ماموں عمر پاشا کی طرف سے آج

ہی ایک قاصد میرے پاس آیا اور ان کے پیغام کے جواب میں آج ہی

میں تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔

سنو میرے بیٹے! روس نے اپنے کریمیا کے قلعے سیدواسٹوپول کو خوب

مضبوط کر کے وہاں ایک عظیم الشان بحری بیڑہ تیار کیا اور اس بیڑے

کے ساتھ اس نے ترکی کے شمالی علاقوں پر حملہ کر کے سینوپ کی بندرگاہ

کے علاوہ ترکی کے چار اور محققہ شہروں پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

ان حملوں کی راہنمائی اسٹارلینٹ اور ٹاڈل مین کر رہے ہیں اور اب وہ

دونوں اپنے سرحدی قلعے سیدواسٹوپول سے بڑی تیزی کے ساتھ ملک

ملک اور ہتھیار منگوا کر سینوپ میں اپنی حالت مستحکم کر رہے ہیں تاکہ

وہ ترکی کے اندرونی حصوں کی طرف پیش قدمی کر سکیں۔

ترکی کی طرف سے عمر پاشا اور موسے پاشا کی طرف سے ڈووا کر سینوپ

کی طرف روانہ کیے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ قسطنطنیہ میں برطانوی سفیر

لارڈ کینگ نے بھی روس کے ان حملوں کے خلاف فرانس اور برطانیہ

سے مدد طلب کر لی ہے۔

اس کے علاوہ سلطان عبدالحمید نے ہم سے بھی روس کے خلاف

مدد کرنے کی درخواست کی ہے۔ انہوں نے کہل ہے، میں یا تم

اونیس نے کہا: "یوں نہیں پہلے آپ وعدہ کریں کہ آپ انکار نہ کریں گے۔"

اسمعیل نے کہا: "امیر مجھے پہلے ہی بتا چکے ہیں۔ اس لیے ایک بات جو میری

شادی سے متعلق ہو وہ نہ کہنا۔ اس کے علاوہ میں ہر بات ماننے کے لیے اپنی عزیمت

چھوٹی بہن کے آگے سرنگوں ہو جاؤں گا۔"

اونیس نے کہا: "نہیں میرے بھائی! میری خواہش ہے کہ آپ شادی کر لیں

اگر آپ ہاں کریں تو میں سو سان سے بات کر کے آپ کے لیے کسی مناسب لڑکی کی

تلاش کرتی ہوں۔"

اسمعیل بے نے کہا: "نہیں میری بہن! اب میں شادی نہ کروں گا۔ شاید امیر

خلیل شلبی نے تمہیں بتایا ہو کہ میں نے پہلے ایک شادی کی تھی اور میری یہ شادی میرے

آقا امام شامل نے کرائی تھی۔ اس وقت خلیل شلبی ابھی جوان نہ ہوا تھا۔ اسے میری بہن اب

شادی میری پسند کی شادی تھی کہ میری بیوی بچپن میں میرے ساتھ کھیلتی رہی تھی اور ہم ایک

ساتھ کھیل اور بڑے ہوئے تھے۔ قازان کی طرف آنے سے دو سال قبل میری بیوی

مر گئی۔ اس سے میری کوئی اولاد بھی نہ ہوئی اور یہی دکھ اس کی موت کا سبب بن گیا۔ وہ

اپنی زندگی میں ہی مجھ پر زور دیتی رہی کہ میں اولاد کی خاطر ہی دوسری شادی کر لوں، پر

میں نے ایسا نہیں کیا۔ اب جب کہ میں چالیس کے اوپر کا ہو گیا ہوں میں کیوں شادی کر لوں

نہیں ہرگز نہیں اور پھر میری بہن! امیر خلیل شلبی جانتے ہیں، میں نے اب دوبارہ شادی

نہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اور میں کسی صورت بھی اپنی قسم نہ توڑوں گا۔"

اسمعیل بے کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ دیوان خلسے کے دروازے پر

کسی نے ہاتھ مارا تھا۔ اونیس اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ خلیل شلبی نے کہا:

"آج کون ہے؟"

اندر خلیل شلبی کے محافظ دستے کا ایک سپاہی آیا اور خلیل شلبی سے اس نے

کہا: "یا امیر! امام شامل کی طرف سے کوئی قاصد آپ کے لئے ان کا خط لایا ہے۔"

باہر کھڑا ہے۔ ہم نے اس کی خاطر مدارت کر دی ہے۔"

سليم اسے نہ جانے پھر بھی وہ ہماری ذات سے بھی زيادہ ہمارا قریب ہے۔ قبل اس کے دوسری ہمارے چچن چچن، 'دمن دمن' میں دشتوں کا رقص کریں۔ قبل اس کے وہ ہمارے افق افق، 'سحر سحر' میں سایہ ابلیس بن کر پھیل جائیں اپنے آفاق گیر شکر کے ساتھ کوچ کر جاؤ۔ میری دعائیں، میری فغائیں تمہارے لیے ہیں۔ خدا تمہیں سرفروش، سر بلند و فراز رکھے گا۔

میرے بیٹے! آؤ عہد کریں کہ ہم تخریب باطل، ظلمت گریہ کفر اور دشمن کی نفرتوں کی جھیلوں کے سلمے ہرجنوں کی دعا اور دفاع لا الہ بن جائیں گے۔ اپنی زمین کو چمن، چمن کو سیم تن کریں گے۔ آؤ عہد کریں کہ اپنی ملت کی ہر نظر کی روشنی، ہر جلوہ شام و سحر جگمگاتے شب و روز کو آدمیت کا وقار دینے اور سراپا بہار بنانے کی خاطر ہر طوفان جہل، ہر دریائی بازار حیات سے اس کا دفاع کریں گے۔ ایک علاقے کے مسلمانوں کا دوسرے علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ محبتوں کا سلسلہ اور دلول کا رابطہ ہوتا ہے۔

ترکی کا ساتھ دیتے ہوئے خالق کا تبسم اور آدم کا شرف ہمارے ساتھ ہو گا۔ آؤ عہد کریں کہ تکبیر ملائے علی سے ترید بتان احماد کریں گے نقطہ آغاز کو نقطہ ارتقا کریں گے اور دشمن کو اپنی زمینوں کوئی بھی دیا گل کرنے کی اجازت نہ دیں گے۔ خلا ہم سب کی مدد کرے گا۔

امام شامل کا خط پڑھنے کے بعد خلیل خلیبی نے ایک گہری رقت میں کہا: میرے آقا! میں آپ کو سینوپ کی طرف جانے کی زحمت کیوں کر دے سکتا ہوں۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ خود وہاں جاؤں گا۔ سلطان عبد المجید ہمیں نہ بھی پگارتے تب بھی ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے دفاع اور ان کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف اور قربان کر کے رکھ دیتے۔

دونوں میں سے کوئی ایک لشکر لے کر فوراً سینوپ پہنچیں۔ جس وقت میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے اسی روز اسے واپس بھیج کر مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دو۔ اگر تم خود جانا چاہو تو اپنے لشکر کے ساتھ فوراً سینوپ کی طرف کوچ کر جاؤ۔ اپنے ساتھ کم از کم تیس ہزار کا لشکر لے کر جاؤ۔ تمہارے بعد قازقستان کے دفاع پر میں بھی نظر رکھوں گا۔ گو اس کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ نائق سری، خانوت، وولگر و اور نوزان کو تم نے اس قدر تربیت یافتہ کر دیا ہے کہ وہ تمہاری غیر موجودگی میں اگر جارحیت نہیں تو قازقستان کا دفاع ضرور کر سکتے ہیں۔

سنو بیٹے! تمہارا ماموں عمر پاشا اور موسیٰ پاشا دونوں جرنیل اپنے عہد کے ساتھ سینوپ سے بیس میل جنوب میں بویا بات شہر کے مشرق میں تمہارا انتظار کریں گے۔

میرے بیٹے! اگر تم کسی وجہ سے نہ جا سکو تو قاصد کے ہاتھ کھلا بھیجو میں خود اپنے لشکر کے ساتھ سینوپ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ میرے بعد قازقستان کے دفاع کا بھی خیال رکھنا۔ اگر تم خود جانا چاہو تو دریائے وولگا کے راستے استراخان سے مشرق میں ہو کر اور بحیرہ کیسپین کے کنارے اپنے خدش کی طرف چلے جانا۔

میرے بیٹے! خدا جو دہر کا رزاق، نور دائم اور حقیقی وقائم ہے تیری مدد کرے گا۔ اس کا اسم گرامی ہے اور اس کے سوا سب کو زطل ہے۔ اسے ہی اپنا وسیلہ ثبات بنا کر رکھنا کہ اس کی ربوبیت لامکان ولا انما ہے۔ اس کی الوہیت بے کراں و بے نشان ہے۔

گو اس کا اور اک محال اور وہ ماورائے گمان تیاں ہے پھر بھی وہ ہمارے قریب تر ہے۔ گورازوں کا کوئی جنوں اسے نہ سمجھے۔ کوئی عقل

خلیل شلبی رکا پھر اس نے کہا۔ ”اسمعیل بے فوراً نامق سری اور خانوف کو بلا کر لاؤ۔“ اسمعیل بے بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسمعیل بے نامق سری اور خانوف کو اپنے ساتھ لے آیا۔ خلیل شلبی نے امام شامل کا خط ان دونوں کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ پڑھو۔“

نامق سری اور خانوف دونوں امام شامل کا خط پڑھنے لگے تھے۔ نامق سری اور خانوف دونوں خط پڑھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں آج شام تک یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ بیس ہزار ہاشمیری اور دس ہزار تاتاریوں کا لشکر جائے گا۔ تم دونوں میرے لشکر کے کوچ کی تیاری کرو۔“

نامق سری اور خانوف دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے۔ خلیل شلبی نے اس بار امام شامل کے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”تم آقا سے جا کر کہنا کہ خلیل شلبی سینوپ کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور انہیں یہ بھی بتا دینا کہ روسیوں کو خبر ہو گئی ہے کہ واسیلی اور خلیل شلبی ایک ہی ذات کے دو روپ ہیں۔ یہ اطلاع مجھے شیخ المرعانی کے کارکنوں نے دی ہے۔ امام شامل کا وہ قاصد دیوان خانے سے نکلا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ جب امام شامل کا قاصد دیوان خانے سے چلا گیا تو انہیں دوسرے کمرے سے نکل کر دیوان خانے میں آئی اور خلیل شلبی کے پہلو میں آ بیٹھی۔ خلیل شلبی نے تفصیل کے ساتھ امام شامل کا پیغام سنا ڈالا تھا۔

اونیس نے کہا۔ ”اگر ایسا ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ یہ جنگ نہ جانے کس قدر طول کھڑے۔ اگر جنگ کے محاذ پر آپ کے ساتھ رہنے کے لیے میرے لیے کوئی انتظام نہ ہو سکا تو میں قسطنطنیہ اپنے ماں باپ کے پاس کچھ عرصہ رہ لوں گی۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”تو پھر اٹھ کر اپنی تیاری کرو۔“ اسمعیل بے بھی ہمارے ساتھ چلے گا اور شام تک ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔“

اونیس اٹھ کر تیاری کرنے لگی تھی۔ شام سے تھوڑی دیر قبل خلیل شلبی وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر گیا تھا۔

خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ قازان سے نکل کر دریائے یورال اور اس کے بعد دریائے وولگا کے کنارے کنارے آگے بڑھتا رہا۔ امترخان سے دُور مشرق کی طرف سے گزر کر وہ بحیرہ کیسپین کے کنارے کنارے ازیرب شہر تک آیا۔ یہاں سے اس نے اپنا رخ بائیں طرف موڑا اور طرابزون سے ہوتا ہوا سمسون اور وہاں سے وہ بویابات کا رخ کر رہا تھا۔ جہاں عمر پاشا اور موسیٰ پاشا دونوں اس کے منتظر تھے۔

ایک روز جب کہ کلیم شرب کو چھاڑا تو اسوارج پاروں کے کھلے بادبان کی طرح نیلگوں بے گراں آسمان پر نمودار ہوا تھا اور چاندی رچے آبشاروں اور حسین وادیوں میں صوبہ ہو کر انہیں پر نور کرنے لگا تھا خلیل شلبی بویابات شہر کے مشرق میں عمر پاشا اور موسیٰ پاشا کے لشکر کے قریب مشرق کی جانب اپنے لشکر کے ساتھ خمیدہ زن ہو رہا تھا۔ عمر پاشا اور موسیٰ پاشا کے لشکر میں اس کی آمد کا شور مچ گیا تھا۔

جس وقت خلیل شلبی کا خمیدہ نصب ہو رہا تھا اور وہ اونیس اور اسمعیل بے کے ساتھ ایک طرف کھڑا تھا اور اس کے ارد گرد اس کا محافظ دستہ کھڑا تھا مغرب کی طرف سے انہیں کچھ لوگ آتے دکھائی دیے۔ ان کو دیکھتے ہی اونیس نے چونک کر کہا۔ ”یہ تو محترم عمر پاشا اور موسیٰ پاشا آرہے ہیں۔ یا امیر! ادھر دیکھیے یہ کیسی خوشی کی بات ہے عمر پاشا اور موسیٰ پاشا کے ساتھ میرے ماں باپ کے علاوہ عمر پاشا کی بیوی مرادف اور ان کی بیٹی روستان بھی ہیں۔“

جب وہ قریب آئے تو اونیس بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنی ماں کے علاوہ وہ خلیل شلبی کی مافی مرادف اور اس کی ماموں زاد بہن روستان سے بغل گیر ہو رہی تھی۔ جب کہ خلیل شلبی اور اسمعیل بے عمر پاشا، موسیٰ پاشا اور سائمن کے ساتھ مصافحہ کر رہے تھے پھر سائمن اور موسیٰ پاشا نے اونیس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ انہیں عمر پاشا اونیس کے پاس آیا اور اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ”میرے بچو! میری دُعا ہے تم دونوں خوش رہو۔“

خلیل شلبی! میرے بیٹے! تمہاری ممانی کو یقین تھا کہ اس جنگ میں حصہ لینے امام شامل نہیں خلیل شلبی آئے گا اور تمہاری ممانی اور بہن کو یہ بھی یقین تھا کہ تمہارے ساتھ ادنیس بھی آئے گی۔ لہذا یہ دونوں ماں بیٹی اوسان کے علاوہ سائمن اور نارسس اپنے پیسے سے طے شدہ لاکھ عمل کے تحت میرے ساتھ آئے ہیں۔ یہاں بویا بات شہر میں میرے کچھ جلنے والے ہیں۔ ان سے میں نے ان کی رہائش کے لیے ایک مکان بھی حاصل کر لیا ہے۔ جب تم ہمارے ساتھ ٹینگ میں مصروف ہو گے اور ادنیس بھی ان کے ساتھ ہی رہے گی۔

عمر پاشا ذرا رک کر پھر کہہ رہا تھا۔ پچھلے چند روز سے اس جگہ ہمارا قیام ہے۔ اور سائمن اور نارسس کے علاوہ تمہاری ممانی مرادف اور بہن دوستان ہر روز دعا مانگا کرتے تھے کہ خلیل شلبی جلد از جلد یہاں پہنچ جائے۔ ان چاروں کو یقین تھا کہ تمہارے ساتھ ادنیس بھی یہاں آئے گی۔ اسی لیے یہ چاروں میرے ساتھ آئے اور ادنیس کو اپنے پاس رکھنے کے لیے ہی انہوں نے مجھ سے بویا بات شہر میں مکان کا بندوبست کرایا ہے۔ خلیل شلبی نے مطمئن انداز میں کہا۔ یہ بندوبست میرے لیے سکون کا باعث ہے۔ ورنہ میں راستے میں سوچتا رہا ہوں کہ ادنیس کو اسماعیل بے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دوں گا جہاں وہ اس وقت تک رہے گی جب تک میں یہاں روس کے خلاف جنگوں میں مصروف رہتا ہوں لیکن اب جب کہ ادنیس یہاں بویا بات شہر میں اپنے ماں باپ کے علاوہ ممانی مرادف اور بہن دوستان کے ساتھ رہے گی میں ایک طرح سے اس کی طرف سے بے فکر سا ہو جاؤں گا۔

خلیل شلبی نے دیکھا اس کا خمیہ نصب ہو گیا تھا۔ لہذا اس نے سائمن سے کہا ”آپ سب کو لے کر میرے خیمے میں چلیں میں ذرا جنگ سے متعلق گفتگو کر کے آپ کے پاس آتا ہوں۔“

سائمن جب ادنیس، مرادف، دوستان اور نارسس کو لے کر خیمے میں چلا گیا تو خلیل شلبی نے عمر پاشا اور موسے پاشا دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”جنگ سے

متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ کب تک روسیوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔“ موسے پاشا نے پوچھا۔ ”مجم کب تک اس جنگ کی ابتدا چاہتے ہو؟“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میرا اپنا ارادہ تو ہے کہ کل سے ہم اپنے کام کی ابتدا کر دیں۔“ موسے پاشا نے کہا۔ ”چند یوم تک برطانیہ اور فرانس کے بحری بیڑے بھی یہاں پہنچ جائیں گے اور ان کے ساتھ ہمارا اپنا بحری بیڑہ بھی اور کارخ کرے گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم فرانس اور برطانوی بحری بیڑوں کا انتظار کر لیں۔ اس طرح ہماری قوت میں اضافہ ہو جائے گا اور ہم روس کو اپنی سرزمین سے نکلنے میں باسانی کامیاب ہو جائیں گے۔“

خلیل شلبی نے کسی قدر دکھ سے کہا۔ ”فرانس اور برطانوی بیڑوں کا انتظار کر کے کیا آپ اپنے لشکریوں اور دیگر مسلمانوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم غیروں کی مدد کے بغیر کسی دشمن کو اپنی سرزمین سے نکلنے کی ہمت اور جرات بھی نہیں رکھتے۔ یاد رکھیے کوئی بھی یورپی ملک پرانی اور خاص کر مسلمانوں کی آگ میں نہیں کوڑا جب تک اس کے اپنے مفاد داؤ پر نہ لگ رہے ہوں۔ برطانیہ اس جنگ میں اس لیے روس کے خلاف مسلمانوں کا ساتھ دے رہا ہے کیوں کہ اسے یقین ہے کہ اگر روس ترکی پر قابض ہو گیا تو کوئی بھی قوت روس کو ہندوستان تک بڑھنے سے روک نہ سکے گی اور اس طرح برطانیہ کے ہاتھ سے ہندوستان کے وہ مقبوضہ جات نکل جائیں گے جن سے وہ اندھا دھند کمار رہا ہے۔“

اور فرانس اس لیے روس کے خلاف اس جنگ میں ہمارا ساتھ دے گا کہ وہ اس صدی کے اوائل میں روس کے خلاف ہونے والی پولین کی جنگوں میں ناکامی کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ ان دونوں ملکوں میں سے کوئی بھی مسلمانوں کے مفاد اور ان کی بہتری کے لیے ان جنگوں میں حصہ نہیں لے رہا۔

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ ہم تینوں مل کر روسیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیں اور جب برطانیہ اور فرانس کے بحری بیڑے آئیں گے تو ہم ان کا خیر مقدم کریں گے اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر ہم روس کے سرحدی قلعے سیدو اسٹوپول پر دھاوا بول دیں گے۔ میری ذاتی خواہش ہے کہ اس قلعے کو فتح کر زمین بوس کر دیا جائے۔ کیوں کہ جب تک یہ قلعہ کھڑا ہے

روسی باربدوہاں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں میں یلغار کریں گے۔ اگر ہم سیوا سٹوپول کو
کر دیں تو ترکی ایک طرح سے روسی حملوں سے محفوظ ہو جائے گا۔

عمر پاشا نے کہا۔ "میرے بیٹے! میں تمہارے اردوں کے سامنے مکمل طور پر تم سے
اتفاق رکھتا ہوں۔ ہم کل ہی اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔"

عمر پاشا کا پھر اس نے کہا۔ "آؤ، اپنی باقی گفتگو خیمے میں بیٹھ کر مکمل کرتے ہیں۔ در
سائن سوچے گا کہ اسے نظر انداز کر کے علیحدگی میں گفتگو کی جارہی ہے۔"

خلیل شبلی، عمر پاشا، موسے پاشا اور اسماعیل بے خیمے میں داخل ہو گئے تھے۔ چاروں
جیب اردوں کے ساتھ خیمے میں بھی چٹائی پر بیٹھ گئے تو خلیل شبلی نے انہیں مخاطب کرتے

کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ کل سے روس کے خلاف اپنے کام کی ابتدا کر دیں۔ میں یہاں سے سمون
شہر کی طرف جاؤں گا اور وہاں سے بائیں طرف مرطریں ٹاؤل میں پر حملہ کر دوں گا۔ جب کہ

آپ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اسکار لیٹ پر حملہ آور ہو جائیں اور مجھے یقین ہے کہ ہم
دونوں طرف سے ٹاؤل میں اور اسکار لیٹ کو ان کے لشکر سمیت ہانک کر بھیڑ بکریوں کی

طرح سینوپ میں جمع کر دیں گے اور پھر ان پر ایسا دباؤ ڈالیں گے کہ وہ اپنے بحری بیڑے
کے ساتھ سینوپ سے بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہماری اگلی منزل سیوا سٹوپول

کا روسی قلعہ ہو گا۔ جب تک ہم اس قلعے کو مکمل طور پر تباہ نہیں کرتے یا اس پر اپنا مستحکم
قبضہ نہیں کر لیتے یہ علاقہ روسی ترک تاز سے محفوظ نہ رہے گا۔"

خلیل شبلی کے محافظ سب کے لیے کھانا لے آئے تھے اور وہاں کمرے میں چٹائی
پر لگانے لگے تھے۔ عمر پاشا نے ساری گفتگو کو سمیٹتے ہوئے کہا۔ "بہر حال یہ طے شدہ ہے کہ

ہم کل سے روسیوں کے خلاف اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔"

خلیل شبلی نے کہا۔ "میں اسکار لیٹ اور ٹاؤل میں دونوں کو کوئی اتنی اہمیت
نہیں دیتا۔ میں نے کم از کم پچھلے سات اٹھ سال سے ان دونوں کو قازقستان میں عاجز کر
رکھا ہے۔ جب کہ اس سے قبل یہ داغستان میں میرے اور میرے آقا امام شامل کے سامنے
مجبور و مقہور رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم چند یوم میں ان دونوں کو سینوپ سے بھاگنے

پر مجبور کر دیں گے۔ خلیل شبلی خاموش ہو گیا۔ پھر سب اس کے ساتھ اٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

دوسرے دن صبح ہی صبح اونیس، سائمن، نارسس، مراد اور روستان کے ساتھ
ایا بات شہر کے اس مکان میں منتقل ہو گئی تھی جس کا انتظام عمر پاشا نے ان کے لیے کیا تھا۔

ملین شبلی ٹاؤل میں سے ٹیٹے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر روانہ ہو گیا تھا۔ جو
شمال مشرق کے رخ پر سمون شہر کی طرف جاتی تھی۔ جب کہ عمر پاشا اور موسے پاشا اپنے قلعہ

شکر کو لے کر اسکار لیٹ سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے شمال مغرب کی طرف کوچ کر گئے
تھے۔

سمون شہر کے قریب سمندر کے کنارے جا کر خلیل شبلی اپنے لشکر کے ساتھ سمندر
کے کنارے کنارے گیرز اور بفر جیسے شہروں کی طرف بڑھنے لگا تھا جس پر ٹاؤل میں نے قبضہ

کر رکھا تھا۔

دوسری طرف ٹاؤل میں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر سمون سے ہوتا
ہو اس کی طرف بڑھ رہا ہے لہذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ بفر شہر سے مشرق میں صف آرا

ہو گیا تھا تاہم اسے یہ خبر نہ تھی کہ اس کے مقابلے پر آنے والا اس کا پرانا اور طوفانی حریف
خلیل شبلی ہے۔

خلیل شبلی جب بفر شہر کے مشرق میں پہنچا اور وہاں اس نے ٹاؤل میں کو اپنے لشکر
کے ساتھ جنگ کے لیے صفیں درست کیے ہوئے پایا تو خلیل شبلی نے اپنے لشکر کو روک کر

اس کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ پھر وہ اپنے لشکر کے آگے آیا اور اپنا سر اپنے
ٹھوڑے کی زین کے قریب پرستار کے انداز میں رکھ کر انتہائی عاجزی و انکساری سے کمر ہاتھا۔

اے اللہ!

تو کہ اول و آخر۔ ازل وابد ہے
تو دیروز امروزی فردا و بعد بھی
تو مہر و ماہ کو روخنی دینے والا ہے

دشت و گلشن کو حسن و جمال دینے والا ہے۔

الہی! تو آدم کے شرف و کرم کے ساحل کے صدقے میں

ابراہیم و یوسف کے خوابوں کی صداقت میں

ایوب کے صبر و اذوق کے نعموں کی لطافت کے صدقے میں

یعقوب کے احترام انتظار عیسیٰ کی نگہبانی

یغار کلیمی کی ضربت فرقانی کے صدقے میں

نقش سلیمانی، ادریس کے رمل

امام کل ختم رسل کے صدقے میں

اے رفعت رحیم! اے سمیع و بصیر!

میں تجھ پر بے قبل و قال ایمان رکھتا ہوں۔

کعبہ کی حرمت کی تئیر۔ غار حرا کے جلال کے صدقے

میری قوم و ملت کے سفینے پر اکرام کی بارش کر

ہمیں پستیوں سے اٹھا اور کمال عطا کر

زین کے قریبوں پر جھکا ہوا سر خلیل شلبی نے سیدھا کیا اور ٹاڈل مین کے لڑ

کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بلند اور طوفان کی طرح اپنی چلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

قازقستان کا خلیل شلبی ہوں۔ میرے ساتھ اپنا قازقستانی لشکر ہے تم میں سے کوئی

ہے جو انفرادی مقابلے میں میرے سامنے آئے۔ سب سے پہلے میں ٹاڈل مین کو اس مقام

کی دعوت دیتا ہوں۔

خلیل شلبی کا نام سن کر ٹاڈل مین کے لشکر میں اک راز جنوں ہر ظلمت کے

ستاروں کی گنگ حکایات جیسا سکوت طاری ہو گیا۔ کوئی بھی خلیل شلبی سے انفراد

مقابلہ کرنے کو میدان میں نہ اتر بلکہ خلیل شلبی کے نام سے ٹاڈل مین کے لشکر میں کٹھ

پھسر شروع ہو گئی تھی۔

ٹاڈل مین اور اس کے لشکر پریشان اور حیران تھے کہ ترکی کی ان دورافت

ہندوں میں بھی خلیل شلبی ان پر بھڑکتی آگ کا غضب طاری کرنے کو پہنچ گیا ہے۔

جب کوئی بھی مقابلے کے لیے نہ نکلا تو خلیل شلبی نے ٹاڈل مین کے لشکر پر حملہ

کر دیا تھا۔ بحیرہ اسود کے کنارے دونوں لشکر اپنے پورے وجدان و عرفان کے ساتھ کھڑے

تھے۔ روسیوں نے اپنے ذہنوں پر خلیل شلبی کے نام کا سوار خوف رعب کر کے میدان کے

اندھم جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ شاید وہ خلیل شلبی اور اس کے لشکریوں پر یہ ثابت کرنا چاہتے

تھے کہ وہ میدان جنگ میں جم جانے کا فن جانتے تھے۔ پر اس کا کیا صل کہ خلیل شلبی نے

جب نیلے سمندروں کے سے جاہ و جلال کے ساتھ خاک و فلاح کو زیر نگین کر دینے والے

حملوں کی ابتدا کرتے ہوئے ٹاڈل مین کی اگلی چند صفوں کو کچل کر رکھ دیا تو خلیل شلبی کا نام

روسیوں کے ذہنوں میں پھر کسی آسیب کا سانحہ طاری کرنے لگا تھا۔

پھر خلیل شلبی ایمین ایمین سائے، طور طور تجلیوں کے عکس، مرد و خورشید کے

ضمیر کا رواں انقلاب، بجلیوں کے سائبان، خمیر ابر باران، بحر کے تلاطم، گرجی نبض

حیات اور رقصاں موجوں کی طرح پھر گیا۔ وہ اجالوں کے سرور، مرد و انجم کے نور کی طرح

حملہ آور ہو رہا تھا اور بے صدا و بے نوا۔ بے فغاں اور بے ستیز کر دینے والی ضربیں لگا

لگا تھا۔

ایسا لگتا تھا بحیرہ اسود کے کنارے بھیڑیوں کے سامنے کوئی مردِ حرا، تیرگی کے

سائے روشنی، ویران گوشوں میں محو جستجو کسی استبداد کے دیہ کے سامنے صبحِ آزادی کا

پیغام ایک رعد اور زلزلے کی صورت میں جم گیا ہو۔

خلیل شلبی اپنے لافانی و لاثانی حملوں سے روسیوں کی نظر نظر میں دہشت اور

نفسِ نفس میں خوف طاری کرنے لگا تھا۔ خلیل شلبی کے تحت لڑنے والے ہانسیری اور

تاتاری بھی شاید چٹانوں سے آگینوں کو ٹکرانے، دشمن کا توازن بگاڑنے اور دشمن پر حقیقت

کی روشنی واضح کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ اسی لیے وہ اپنے سامنے آنے والے ہر روسی کو تار

عنگبوت اور ظلمت کے حجابات کی طرح کٹھنے لگے تھے۔

خلیل شلبی ٹاڈل مین پر اپنی قوت کی تابانی، ہواؤں، فضاؤں، خلاؤں کے

اپنی جانبیں بچانے کو ترجیح دی۔ اب خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ اور زیادہ تیزی سے ان کا تعاقب کر کے ان کے لشکر کی تعداد کم کرنے لگا تھا۔

خلیل شلبی کے آگے آگے بھاگتے ہوئے ٹاڈل میں بفراد ہاں سے گیرزا اور پھر سینوپ پہنچا اور وہاں ساحل پر کھڑے اپنے بحری جہازوں میں اپنے لشکریوں کے ساتھ سوار ہونے لگا تھا۔ خلیل شلبی کے لشکری ان کے تعاقب میں ان کے جہازوں کے اندر گھسنے لگے تھے لیکن خلیل شلبی نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ کیوں کہ روسی جہازوں کو کنارے سے دور لے جانے لگے تھے اور اس طرح خلیل شلبی اور اس کے لشکر کے لیے مسائل کھڑے ہو سکتے تھے۔ ٹاڈل میں نے اپنے بچے لچھے لشکر کو بحری جہازوں پر سوار کرانے کے بعد جہازوں کو ساحل سے دور ہٹا لیا تھا۔

ٹاڈل میں کو اس کے بحری بیڑے میں محصور کرنے کے بعد خلیل شلبی سینوپ شہر کے ایک نواحی حصے میں داخل ہوا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کے ہجوم کے اندر سے جواسے اور اس کے لشکر کو دیکھنے وہاں جمع ہو گیا تھا۔ ایک بزرگ، انتہائی ناغراؤ بھری اور ناقابلِ خاتون نکلی۔ اس نے اپنی بغل میں ایک پوٹلی دیا رکھی تھی۔ وہ بزرگ عورت خلیل شلبی کے پاس آئی اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "اے روسی جرنیل! اڈل میں کو ذلت آمیز شکست دینے والے جرنیل! کیا تو عمر پاشاہ ہے؟"

خلیل شلبی نے کہا: "نہیں"

اس بوڑھی خاتون نے کہا: "کیا تو موسے پاشاہ ہے؟"

خلیل شلبی نے کہا: "نہیں"

اس بوڑھی خاتون نے اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔ "اے اسلام کے نیک دل فرزند پھر تو کون ہے۔ تو نے کفر کی آواز میں اپنے دشمن کی شمعِ نفسی کو اپنی ستارہ نظر بھد مسدود کیا۔ اپنے دشمن کی جرقہ کی سی حریت سے دشمن کو زیر کیا اور اسے چراغِ مرگ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میں تجھے حیرت سے لشکریوں کو سلام کرتی ہوں، پر بتا تو سہی تو کون ہے؟"

اندر اڑتے اُجالوں، شعاعوں اور شراروں کی طرح نازل ہوتا رہا۔ وہ تھوچ اجل، ستارہ ساز اور اک، بوجھل صدا کی طرح ان پر حملہ آور ہو کر ان کے چہروں کو غبار آلود اور ان کے سارے خیالوں کو زوال پذیر کرنے لگا تھا۔

باشکیریوں اور تاتاریوں کے ساتھ اس نے ٹاڈل میں اور اس کے لشکر کے سعود کو نحوں میں، ان کے صعود کو ہبوط میں اور ان کے عدم وجود کو عرقِ نسیاں اور ماضی کے خوابوں میں بدل رہا تھا۔

خلیل شلبی کے حملوں اور اس کی ضربوں سے ایسا لگتا تھا۔ جیسے وہ پہاڑ ہیں کہ سمندر میں گھول دے گا۔ ٹاڈل میں اور اس کے لشکر کی حالت اب اُجڑے در و دشت و دمن، لب بستہ مجرم اور کاٹھ گدائی جیسی ہو رہی تھی۔

پھر خلیل شلبی نے کسی امیر بزمِ بحد و بد کی طرح اپنے رب کے جمال اس کے جلال حق اور اس کی بڑائی کی تکبیریں بلند کیں اور اپنے لشکر کو لٹکارتے ہوئے اس نے دشمن پر اپنی پوری تندی اور سرعت کے ساتھ حملہ آور ہونے کو کہا۔

خلیل شلبی کی اس لٹکار پر باشکیریوں اور تاتاریوں کے اندر ایک آگ سی بھڑکی تھی اور وہ آتش صحرا، ترانہ صحرا اور وظیفہ شب بن کر دشمن پر جھنپٹتی ہوئی دن کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔ دشمن کے خون سے وہ زمین کو لالہ رنگ اور آفاق کو زبرجد کرتے جا رہے تھے۔

ٹاڈل میں اپنے لشکر کے ساتھ اس طوفانی حملے کو روک نہ سکا اور بھاگ کر ہوا۔ خلیل شلبی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ بالکل اس طرح جیسے اُن گنت بھڑے ہوئے بھوکے بھڑے غول کو سفند کا تعاقب کرتے ہیں۔

بفراد شہر کے قریب ٹاڈل میں چٹانوں کے ایک طویل سلسلے کے قریب مڑ کر پھر حملہ آور ہوا۔ شاید وہ جنگ کا رخ اپنے حق میں موڑنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا۔ پر خلیل شلبی اس کے لشکریوں کو کاٹتا ہوا اس خوفناک انداز میں تعاقب کر رہا تھا کہ روسیوں نے رُک کر لقمہ اجل بننے کے بجائے شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کر

عدوں کی سرزمین کے لیے محبتوں کا سہانا موسم اور دشمن دیں کے لیے حال کا ماتم بن کر ابھرو۔
 تم لوگوں کو تابلش لوح و قلم کی طرح فوزمند رکھے۔"

اپنے دعائے فقرات کے بعد وہ بوڑھی خاتون خاموش ہو گئی اور خلیل شلبی اپنے لشکر
 ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

خلیل شلبی نے کہا: "اے بزرگ خاتون! میں قازقستان کا حاکم خلیل شلبی ہوں اور
 اپنے ترک بھائیوں کے ساتھ روسیوں کے خلاف شانہ بہ شانہ لڑنے کے اس سرزمین میں داخل
 ہوا ہوں۔ روسی جرنیل ٹاڈل مین کو میں نے بدترین شکست دے کر سینوپ سے نکال
 دیا ہے۔"

روسی جرنیل اسکارلیٹ اپنے لشکر کے ساتھ انیبلو شہر کے مغرب میں استنبول کی
 جانے والی شاہراہ کے کنارے خمیر زن تھا کہ عمر پاشا اور موسیٰ پاشا اپنے متحدہ لشکر کے
 قہاس پر برستے بادلوں کے جادو اور روح شہود کو گم کر دینے والے جذبوں کے ساتھ حملہ
 آور ہوئے۔ اسکارلیٹ نے ان کے سامنے جھنے اور اپنے آپ کو ان کے سامنے سرنور رکھنے
 انتہائی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور لمحہ بہ لمحہ عمر پاشا اور موسیٰ پاشا کا دباؤ اس پر بڑھتا رہا۔
 تھے میں اسکارلیٹ اور اس کے لشکر میں یہ خبریں بھی پہنچ گئیں کہ خلیل شلبی نے ان کے
 رتی میں ٹاڈل مین کو بدترین شکست دے دی ہے اور ٹاڈل مین بھاگ کر اپنے بحری جہازوں
 پناہ گزین ہو گیا ہے۔

اس بزرگ ترک خاتون نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "قازقستان سے
 یہاں آ کر روسیوں کے خلاف جہاد کے تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان جہاں بھی ہو
 دوسرے مسلمان کا بھائی اور عزیز ہے۔ تم نے اپنی خونخوار یلغار اور نفس نفس کی صدائے
 روسیوں کو آٹ کر رکھ دیا ہے۔ تو نے دشمن کی ہر جہت کو بے جہت اور ان کے نظر و قلب
 میں ایک خوف طاری کر کے رکھ دیا ہے۔ اے فرزند نیک ٹھو تیری عظمت ان کو ستانوں، ان
 پُر نور مادیوں کے اندر ہمیشہ گونجتی رہے گی۔"

خلیل شلبی کے دہاں بھی پہنچ جانے اور ٹاڈل مین کی شکست کا سن کر اسکارلیٹ
 اپنے لشکریوں کی رہی سہی تمازت اور جنگی جنون بھی جاتا رہا اور وہ میدان جنگ سے منہ موڑ
 ایا ننگ شہر کے قریب خلیل شلبی بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس تعاقب میں شامل
 ہو گیا۔ سینوپ تک تعاقب جاری رہا۔ ٹاڈل مین کی طرح اسکارلیٹ بھی اپنے لشکر کے
 ساتھ اپنے بحری جہازوں میں سوار ہو کر ساحل سے دور ہٹ گیا تھا۔

پھر اس معمر ترک خاتون نے اپنی بغل میں دبائی ہوئی پوٹلی خلیل شلبی کے گھوڑے
 کے قربوس سے باندھتے ہوئے کہا: "یہ ایک ماں کی طرف سے اپنے بیٹے کے لیے سوغات
 ہے۔ جب تجھے فرصت ملے کھا لینا۔"

خلیل شلبی نے پوٹلی میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ وہ گھی اور شکر ملا کر بنائی ہوئی ایسی
 مٹی۔ خلیل شلبی نے اس خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے خاتون محترم! میرے
 دعائے کہ ہم دشمن کی دشت اور بربریت کے پھیلتے گلیم کو سمیٹ کر اس پر کاری ضرب
 لگا سکیں۔"

عمر پاشا اور موسیٰ پاشا دونوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں
 ایسا سود کے ساحل پر خلیل شلبی کھڑا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی خلیل شلبی اپنے گھوڑے سے اتر
 آیا تھا۔ انہوں نے دیکھا روسی بحری جہاز اب تیزی سے اپنے سرحدی قلعے سیواسٹوپول کی
 طرف جاتے ہوئے نکلا ہوں سے اوجھل ہو رہے تھے۔ عمر پاشا اور موسیٰ پاشا دونوں خلیل شلبی

اس بزرگ خاتون نے کہا: "میری قوم کے فرزندو! میری ملت کے عبادو
 کرے تم لوگ اپنی زمینوں کو دشت و گلشن کا حسن و جمال، چاند چروں کا سکون، جمال
 شرق و غرب اور متاع صد سکون عطا کرتے رہو۔ خدا کرے اس فضا کے خاک میں
 لوگ اپنے مذہب اپنی ملت کا اجالا و حوالہ بن کر اٹھو۔ اس جہاد حق نگاہ میں میرا
 آسمان کو تھمارا سمیر کرے اور دشمن کو تم لوگوں کے سلنے حوت دشمن کی ناکام باد
 جنگ میں تم لوگوں کے سامنے اس کی ایڑیاں زخمی کر رکھے۔ خدا کرے تم کو"

دو برطانوی بحری بیڑے کا کمانڈر جنرل لارڈ ایگلن اور اس کا نائب جان بل اور دونوں بحری بیڑوں نے چند اور چھوٹے کمانڈر ایک ساحلی چٹان پر اکٹھے بیٹھے محو گفتگو تھے کہ خلیل شلمی، عمر پاشا اور موسیٰ پاشا اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے یہاں آئے۔ انہیں دیکھتے ہی برطانوی جنرل ایگلن اور فرانسیسی جنرل ارنارڈ اور ان کے نائب اور ماتحت اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب آکر تینوں اپنے فوڑوں سے اترے پھر موسیٰ پاشا نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: یہ قازقستان کے حکمران امیر خلیل شلمی ہیں۔ سب سے پہلے جنرل ایگلن اور جنرل ارنارڈ نے اگے بڑھ کر خلیل شلمی سے مصافحہ کیا۔ پھر خلیل شلمی ان دونوں کے ناموں اور ماتحتوں کے ساتھ مصافحہ کر رہا تھا۔

جب خلیل شلمی سب سے مصافحہ کر چکا تھا تو برطانوی جنرل ایگلن نے خلیل شلمی کو مخاطب کر کے کہا: "آپ سے مل کر انتہائی خوشی ہوئی ہے کیوں کہ قسطنطنیہ میں ہمارے سفیر لارڈ کیننگ نے آپ کی بہت تعریف کی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ دونوں ویسٹ انڈین ٹاڈل مین اور اسکارلیٹ آپ کے نام سے خوفزدہ ہیں۔"

میرے لیے یہ انکشاف بھی باعث فخر اور مسرت ہے کہ لارڈ کیننگ کے ایک عزیز قہر م سائمن کی بیٹی آپ کی بیوی ہے۔ اسی گفتگو کے ساتھ ساتھ کیا ہم یہ بھی طے نہ کر لیں کہ سیوا اسٹوپول کے روسی قلعے سے متعلق آپ کے کیا خیالات ہیں؟

خلیل شلمی نے کہا: پہلے تو میں آپ کی گفتگو پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پھر میں یہ کہوں گا کہ جب تک ہم سیوا اسٹوپول پر قبضہ نہیں کرتے اس وقت تک روسی بار بار ہمارے رخ کرتے رہیں گے۔ اگر ہم اس قضیے کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو سیوا اسٹوپول پر قبضہ ضروری ہے۔

جنرل ایگلن نے کہا: ہم سب آپ کے ان خیالات سے اتفاق کرتے ہیں لیکن آپ سیوا اسٹوپول پر حملہ آور ہونے کے لیے کب تک یہاں سے کوچ کر سکتے ہیں؟

خلیل شلمی نے کہا: آنے والی رات کے کسی حصے میں تاکہ جب آئندہ سحر و دار ہو روسی میں اپنی سرزمین میں دیکھیں۔ اسی وقت ایک برطانوی سپاہی نے آکر جنرل ایگلن

کے پاس آکر اپنے گھوڑوں سے اترے اور موسیٰ پاشا نے خلیل شلمی سے کہا: آپ نے ماہل میں کو اس قدر جلدی میدان جنگ سے بھگا کر بخدا ہمیں انتہائی طور پر متاثر کیا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم اسکارلیٹ سے نمٹ کر آپ کی مدد کو آئیں گے لیکن اُنٹا آپ ہماری مدد کو پہنچے۔ آپ کا کردار یقیناً قابل تعریف ہے۔ ہم آپ کو یہ بتانے آئے ہیں کہ برطانوی اور فرانسیسی بحری بیڑے بھی سینوپ پہنچ گئے ہیں اور وہ بندرگاہ کے مغربی حصے میں ننگر انداز ہوئے ہیں۔

خلیل شلمی نے چونک کر پوچھا: برطانیہ اور فرانس کے بحری بیڑے اس قدر جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے۔ اس قدر مختصر مدت میں وہ اپنے اپنے ملک سے کیسے یہاں پہنچ سکتے ہیں؟ موسیٰ پاشا نے کہا: برطانوی سفیر لارڈ کیننگ نے پہلے ہی برطانوی اور فرانسیسی بیڑوں کو منگوا رکھا تھا اور وہ بحیرہ اسوداد بحیرہ مارمرہ کے سنگم کے قریب کھڑے تھے بلکہ برطانوی بحری بیڑے کا نائب سالار جان بل یہاں روسیوں کے ہاتھوں ترکی بحری بیڑے کو غرق ہوتے بھی دیکھ چکا ہے۔ وہ اس وقت اپنے چند جہازوں کے ساتھ ان علاقوں کی حفاظت گشت پر تھا۔ اس نے اسی وقت روسی بحری بیڑے پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن روسی بحری بیڑے کی قوت دیکھ کر وہ خاموش رہ گیا تھا۔

آپ کی طرح برطانوی اور فرانسیسی بحری بیڑے کے سالار بھی روسی قلعے سیوا اسٹوپول کی مکمل بربادی چاہتے ہیں۔ وہ اس امر پر کوئی واضح لائحہ عمل طے کرنے کے لیے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

خلیل شلمی اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے بولا: چلیے ان کی طرف ہی چلتے ہیں۔ عمر پاشا اور موسیٰ پاشا بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔ سینوپ میں ایک حویلی کا بندوبست کر کے عمر پاشا نے اونس، مارش اور سان کے علاوہ اپنی بیوی اور بیٹی کو بھی سینوپ میں منگوا لیا تھا۔

سینوپ کی بندرگاہ کے مغربی حصے میں برطانوی اور فرانسیسی بحری بیڑے ننگر انداز ہوئے تھے۔ فرانسیسی بحری بیڑے کا کمانڈر جنرل مارشل سینٹ اناٹ اور اس کا ایک نائب

کو کھانا تیار ہونے کی اطلاع کی۔

جنرل ایگن نے کہا: تو چھریہ ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہے کہ آئیوولی شہب کو ہم سیوا سٹو پول کی طرف کریں گے؟

اس موقع پر فرانسسیسی جنرل ارناڈو نے خلیل شہبی سے کہا: آئیے آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں۔

خلیل شہبی نے کہا: شکر یہ! میں اپنے ماموں عمر پاشا کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہوں وہاں میری بیوی بھی ہے۔ وہ کھانے پر میری منتظر ہوگی۔ پھر خلیل، عمر پاشا اور موسیٰ پاشا نے ان سے مصافحہ کیا اور وہاں سے چلے گئے۔

موسیٰ پاشا اپنے لشکر میں چلا گیا جب کہ خلیل شہبی عمر پاشا کے ساتھ سینوپ کی ایک جوبلی میں داخل ہوا۔ اندر سے اونس اور خلیل شہبی کی ماموں زاد بدستان بھاگتی ہوئی نکلیں اور ان دونوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر صطبل کی طرف لے گئیں۔ عمر پاشا نے سامنے والے کمرے کی طرف جاتے ہوئے خلیل شہبی سے کہا: خلیل! میرے بیٹے تم پہلے اونس کے ساتھ کھانا کھا لو پھر بیٹھ کر اپنے کوچ کا معاملہ طے کرتے ہیں۔

روستان اپنے باپ کا گھوڑا باندھ کر بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے ساتھ ہی اندر چلی گئی تھی جب کہ اونس پیارے خلیل شہبی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے اپنے کمرے کی طرف لے جا رہی تھی۔



رات سٹ گئی تھی۔ سحر قرط بادہ ناب کے سے سرور کے ساتھ وارد ہوئی تھی۔ کون و مکان کی تنہائیوں میں کوہ کو چار سو سکوت کے اندر زمزمے اور آوازوں کے نغمے گونج اٹھے تھے۔ نیلگوں بے کراں آسمان پر سورج طلوع ہوا تھا۔ خلیل شہبی، عمر پاشا، موسیٰ پاشا، جنرل ایگن اور جنرل ارناڈو اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ روسی ساحل پر آتے تھے اور سیوا سٹو پول کے مشرق میں دواور چھوٹے روسی قلعوں بلک لاوا اور الوپکا کے درمیان انہوں نے پڑاؤ کیا تھا۔

یہاں انہوں نے اپنے اپنے لشکر کو کھانا کھلایا۔ پھر انہوں نے روس کے چھوٹے قلعے بلک لاوا کے شمال میں پہلو تہی کے انداز میں گزرتے ہوئے سیوا سٹو پول کی طرف پیش قدمی کی اور دریائے الما کے کنارے جانیخیمہ زن ہوئے۔

اب ان کے بائیں ہاتھ صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر سمندر تھا۔ ان کے سامنے دریائے الما تھا جو سمندر میں گرتے وقت کئی جھٹول میں تقسیم ہو کر وہاں سے قابل عبور تھا اور دریائے الما کے اس پار بلند کوہستانوں پر سیوا سٹو پول کا قلعہ دکھائی دے رہا تھا جو کوہستانوں کے اوپر ایک وسیع رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔

برطانوی جرنیل ایگلن اور فرانسیسی جرنیل ارنارڈ نے کئی بار دریائے الماکو پار کر کے سیواسٹوپول پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی لیکن دونوں کو بڑی طرح ناکامی ہوئی تھی۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔

اولاً وہ اجنبی ملک میں دشمن کی طاقت اور کمین گاہوں سے ناواقف تھے۔ ثانیاً وہ ایک ویران جزیرہ نما تھا جہاں ان کا کوئی صدر کیسپ نہ تھا۔ ثالثاً ان کے سامنے دریائے الماکو تھا اور روسیوں کو دریا کے اس پار کو ہتاتوں کی گھات میں ہونے کی وجہ سے بہتر جنگی مقام حاصل تھا۔

رابعاً گوتھانوں کے اوپر روسیوں کی توپیں نصب تھیں جو گولے برساکر حملہ آور کے لیے مشکلات پیدا کرتی تھیں۔

ان مشکلات کے باعث سارے حملے ناکام رہے۔ محاصرہ طول پکڑتا رہا اور روسیوں نے کسی کو بھی اپنے قلعے سیواسٹوپول کے قریب نہ آنے دیا۔ ادھر ایک اور نئی مشکل نہ ابھار رہی تھی اور وہ یہ کہ خوراک کا ذخیرہ ختم ہونے کو آ رہا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ محاصرہ طول پکڑ رہا تھا۔ لہذا طے پایا کہ ایک ساتھ سیواسٹوپول پر زور وار حملہ کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا جائے۔

آخر ایک روز صبح ہی صبح دریا پار کر کے قلعے کی طرف پیش قدمی کی گئی۔ دریا کے اس پار ایک موت نمائنگ راستہ تھا جو اوپر قلعے کی طرف جاتا تھا۔ روسی توپوں کے گرتے گولوں سے بچتے ہوئے پیش قدمی جاری رہی۔ گوخیل شلبی نے جنرل ایگلن اور ارنارڈ کے اس طریقہ کار سے اتفاق نہ کیا تھا پھر بھی اپنے لشکر کے ساتھ پوری تندرہی سے وہ ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

برطانوی جرنیل ایگلن کے حکم پر برطانوی افواج کا لارٹ بریگڈ اس تنگ موت نمائنگ گھاٹی میں گھس گیا تھا جو قلعے کی طرف جاتی تھی لیکن روسی جرنیل اسکارلیٹ نے حملہ آور کو سارے برطانوی سپاہیوں کا صفایا کر دیا تھا۔ جنرل ایگلن کو اپنے اس لارٹ بریگڈ کے

ہنگ میں کام آجھانے کا سخت صدمہ ہوا اور اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لہذا سارے ہنگ ایک بار پھر دریائے الماکو کے اس پار ناکامی کا منہ دیکھتے ہوئے چلے گئے تھے۔ اس کام حملے کے بعد سب جرنیلوں نے مل کر یہ طے کیا کہ خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ ارد گرد کی روسی بستیوں اور گاؤں پر حملہ آور ہو کر سارے لشکروں کے لیے خوراک مہیا کرے گا جب کہ برطانوی اور فرانسیسیوں کے علاوہ عمر پاشا اور موسی پاشا کے لشکر سیواسٹوپول پر اپنے حملے جاری رکھیں گے۔ اس کے علاوہ برطانوی لشکریوں پر شامل چند دستے بھی مقرر کر دیئے گئے تھے۔ جس کے ذمے خوراک کے اس ذخیرے کی حفاظت لگادی گئی تھی جسے خلیل شلبی نے جمع کرنا تھا۔

ان برطانوی دستوں کو ساتھ لے کر خلیل شلبی پہلے سیواسٹوپول کے مشرق میں ایک دوسرے روسی قلعے بلک لاوا پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے وہاں مقیم سارے روسیوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے اس نے قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب خلیل شلبی نے گرد و نواح کی روسی بستیوں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر بلک لاوا کے قلعے میں خوراک کے سامان، بھیرٹ بکریوں اور گھوڑوں کے علاوہ ضروریات کی دیگر اشیاء کے ڈھیر لگانے شروع کر دیئے تھے۔ بستیوں اور قصبوں پر اپنے ان حملوں کی وجہ سے خلیل شلبی نے سیواسٹوپول کے گرد و نواح کے سارے علاقے کا بغور جائزہ بھی لے لیا تھا اور اس نے وہ سارے راستے بھی دیکھ لیے تھے جو شمال کی طرف سے دریائے الماکو کے اس پار سیواسٹوپول کے قلعے میں داخل ہوتے تھے۔

سیواسٹوپول کا محاصرہ طول پکڑ گیا تھا۔ سردی اپنے عروج پر آگئی تھی۔ برف باری کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ برطانوی جرنیل نے پھر سیواسٹوپول کی طرف پیش قدمی کی۔ اس نے اپنے لشکر کو آگے رکھا۔ اس کے پیچھے فرانسیسی اور بعد میں عمر پاشا اور موسی پاشا کے

بہا۔ جب وہ سارے اس کے چرمی خیمے میں جمع ہو گئے تو خلیل شبلی نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

’میرے ہم نواؤ! ہمیں سیواسٹوپول کا محاصرو کیے ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے لیکن کامیابی کے آثار کمیں دور دور بھی دکھائی نہیں دیتے جب کہ برطانوی اور فرانسیسی جرنیل دونوں اس محاصرے کی نذر ہو گئے ہیں۔ یہیں خوراک جمع کرنے کی ہم کے دوران سیواسٹوپول نے عمل وقوع کا پوری طرح جائزہ لے چکا ہوں۔ گزشتہ روز سے برف باری جاری ہے اور یہاں سے لیے سودمند ہو سکتی ہے۔ آنے والی شب کو اچھی رات کے قریب میں دس میل اوپر جا کر دریا سے الما کو عبور کروں گا اور صبح سورج طلوع ہونے سے قبل سیواسٹوپول پر حملہ آند ہوں گا۔‘

میں سیواسٹوپول میں شمال کی طرف سے داخل ہونے والے سارے راستوں کا جائزہ لے چکا ہوں۔ میرے حملہ آور ہونے سے قبل تم لوگ دریا کے الما پاس کر کے قلعے پر حملہ کر دینا اور کوشش کرنا کہ دریا کے کنارے کنارے جنگ ہوتی رہے۔ روسی کو ہتھیاروں سے اتر کر تم لوگوں پر حملہ آور ہوتے رہیں گے۔ آپ لوگوں کا کام صرف اس قدر ہی ہو گا کہ دشمن کو اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھیں۔

میں اندھیرے کی آڑ میں شمال کی طرف حملہ آور ہوں گا۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر اور قلعے سے باہر نصب روسی توپوں کو اکھاڑ دوں گا اور ان پر کام کرنے والے روسیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں اس روسی لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو جاؤں گا اس طرح اس سارے روسی لشکر کو ہم اپنے درمیان کاٹ کر رکھ دیں گے۔

میں اب تک ایک تماشائی کی حیثیت سے سب کچھ بڑے صبر اور تحمل سے دیکھتا رہا ہوں۔ اب میرے عمل کا وقت شروع ہوا ہے۔ اس لیے کہ جنگی نقطہ نگاہ سے میرے اور جنرل ایگن کے علاوہ جنرل ارناؤد میں کافی دوریاں اور اختلاف مائل تھے جن کا میں نے اظہار نہیں کیا اور خاموشی سے ان کا ساتھ دیتا رہا ہوں۔ وہ دونوں اپنی غلط تدبیروں کی نذر ہو گئے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو میرے اس منصوبے کے خلاف کوئی اعتراض ہے۔

عساکر تھے۔

روسی جرنیل اسکار لیٹ نے اپنا تک چالیس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ کوہستانی گھات سے نکل کر دریائے الما کے کنارے برطانوی لشکر پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیر کر ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ اگر فرانسیسی لشکر اور اس کے علاوہ عمر پاشا اور موسیٰ پاشا اپنے لشکر کے ساتھ بروقت اسکار لیٹ کے لشکر پر حملہ آور نہ ہو جاتے تو برطانوی لشکر کا صفایا ہو جاتا کیوں کہ روسی کوہستانی سلسلے سے حشرات الارض کی طرح اتر کر اپنے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھنے لگے تھے۔

کافی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی اور اس جنگ میں فرانسیسی جرنیل مارشل سینٹ ارناؤد مارا گیا جب کہ اس کا نائب میدان جنگ سے فرار ہو کر واپس فرانس چلا گیا۔ اب فرانسیسی لشکر کی کمان بھی ایک طرح سے برطانوی جرنیل ایگن کے پاس ہی آگئی تھی۔ برطانوی جنرل ایگن کچھ بدول ہو گیا تھا۔ تیز برف باری کی وجہ سے ساری سردیاں اس نے بیکاری کی حالت میں گزار دیں جب کہ خلیل شبلی بڑی محنت سے انہیں خوراک مہیا کرتا رہا۔ آخر سردیاں گزر گئیں۔ بہار کا موسم آیا اور ایگن نے پھر سیواسٹوپول پر حملے شروع کر دیئے۔

خلیل شبلی ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ بہار کے بعد گرما آیا اور سردیوں کا موسم پھر شروع ہو گیا تھا کہ جنرل ایگن نے دریائے الما پار کر کے قلعہ سیواسٹوپول پر پھر ایک نذر دار حملہ کیا لیکن روسی جرنیل اسکار لیٹ، ٹاڈل مین اور ان کے پیروں سے ساتھی جنرل مالو کو ف نے ایسا ہولناک جوابی حملہ کیا کہ اس حملے میں برطانوی جرنیل ایگن بھی مارا گیا۔

ایگن کے مرنے کی خبر سن کر خلیل شبلی اپنے لشکر کے شاہد بلک لاوا کے قلعے سے سیواسٹوپول کی طرف آیا۔ برطانوی دستوں کو اس نے بلک لاوا میں خوراک اور سامانِ رسد کے حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ دریائے الما کے کنارے خیمہ زن ہوا اور پیغام بھیج کر اس نے عمر پاشا، موسیٰ پاشا اور دوسرے برطانوی جرنیل جان بل کو بلا

اس جنگ کے شروع ہونے پر سید اسٹوپول کی پتھر سے بنی مضبوط فصیل پر بھی روسی نظر چوکنے ہو گئے تھے۔ خلیل شلبی نے اپنے لشکر میں سے دس ہزار جوان ایسے مقرر کیے کہ وہ صرف یہ کام لگایا گیا تھا کہ جب وہ کوہستان کے اوپر نصب روسی توپوں اور ان ہام کرنے والے روسیوں پر حملہ آور ہوگا تو وہ فصیل کی طرف منہ کر کے اور اپنی ڈھالیں اپنے منہ رکھ کر کھڑے ہو جائیں گے تاکہ حملہ آور ہوتے وقت لشکر فصیل کی طرف تیروں اور جنگ باری سے محفوظ رہے۔

دریا کی طرف کوہستانوں کے دامن میں اسکار لیٹ کے ساتھ عمر پاشا، موسیٰ پاشا اور ہان بل کی جنگ اپنے زوروں پر تھی کہ خلیل شلبی نے اپنے لشکر کے ساتھ اس روسی لشکر پر حملہ کرنا توپوں کو چلانے اور ان کی حفاظت پر مامور تھا۔

خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ لفظوں کی نوری برسات، اک توپ تجلیات اور گولیں لیتے طوفان کی طرح روسیوں پر وارد ہوا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے توپیں چلا کر دالوں کا کام تمام کر دیا۔ پھر وہ اس لشکر سے ٹکرا گیا تھا جو وہاں توپوں کی حفاظت پر متعین تھا بلکہ جلدی مشعلوں کی روشنی میں فصیل کے محافظوں نے دیکھ لیا تھا کہ ان کی توپوں پر حملہ ہو گیا ہے۔ لہذا انہوں نے فصیل کے اوپر تیز اندازی اور سخت سنگ باری کی تھی لیکن خلیل شلبی کے دس ہزار سپاہیوں نے ان پتھروں اور تیروں کو اپنی ڈھالوں پر روک کر اپنے لشکر کو محفوظ رکھا تھا۔

جس وقت رات ختم ہو گئی اور سورج مشرق کو بہت انوں سے سر اُبھار کر کائنات کے سینے پر اپنی جھلکی آفریں اور سحر پیکر کر نہیں بکھیرنے لگا تھا۔ خلیل شلبی نے توپوں کے محافظ لشکر کو پوری طرح ترمیم کر کے توپوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

اب خلیل شلبی نے اپنے دس ہزار بہترین تیر اندازوں کو ان توپوں کے لیے بنائے گئے دھڑوں کی اوٹ میں بٹھادیا۔ تاکہ سیوا اسٹوپول کے مشرقی دروازے سے نکل کر کوئی اور روسی لشکر حملہ آور ہو تو اسے روکا جاسکے اور باقی بیس ہزار کے لشکر کو لے کر خلیل شلبی نے اسکار لیٹ کے لشکر پر اس کی پشت کی طرف حملہ کر دیا تھا۔

برطانوی جرنیل جان بل نے بولتے ہوئے کہا: "کاش! ایسا منصوبہ کسی نے پہلے بنایا ہوتا تو ابھی تک ہماری اس قدر جانوں کا زیاں نہ ہوتا لیکن روسی توپوں پر حملہ آور ہونے کے ساتھ کیا آپ نے یہ عدشات بھی اپنے ذہن میں رکھے ہیں کہ قلعے کی فصیل پر سے آپ پتیروں اور پتھروں کی بارش بھی ہوگی۔

خلیل شلبی نے کہا: "اس سے متعلق کوئی فکر نہ کریں۔ یہ سارے عوامل میری نگاہ میں ہوں گے۔"

جان بل نے کہا: "تو پھر ہم پوری طرح آپ سے اتفاق رائے رکھتے ہیں۔"

عمر پاشا اور موسیٰ پاشا نے بھی اپنی پُر زور تائید کا اظہار کیا۔ مطمئن ہو کر خلیل شلبی نے سب کے لیے کھانا منگوا یا پھر وہ سب خلیل شلبی کے چرنی جیسے میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

رات گزرتی جا رہی تھی۔ ہر شے شبستانِ عدم کی طرح خاموش تھی۔ صدائے نسیم گوبش چھی صبحِ زندگی کی منتظر تھی۔ سرا کی ٹھٹھری بر فانی ہوا میں لمبہ لمبہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ خلیل شلبی کو سچ کر کے دریائے الما کے ساتھ ساتھ دس میل اُوپر چلا گیا۔ سرا میں دریا کے اندر پانی کم تھا لہذا وہاں سے وہ قابلِ عبور تھا۔ دریا عبور کرنے کے بعد وہ اس کے دوسرے کنارے کے ساتھ ساتھ روسی قلعے سید اسٹوپول کی طرف جا رہا تھا۔

سورج طلوع ہونے میں ابھی کچھ دیر ہی تھی۔ خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ صرف دو میل دُور رہ گیا تھا کہ عمر پاشا اور جان بل نے دریائے الما کو عبور کر کے سید اسٹوپول پر حملہ کر دیا تھا۔ ایسا لگتا تھا روسی جرنیل اسکار لیٹ ان کے حملے کا ہی منتظر تھا۔ کیوں کہ جونہی انہوں نے دریائے الما کو پار کیا اور کوہستانی سلسلے کے وہ قریب گئے اسکار لیٹ نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکل کر ان پر حملہ کر دیا تھا لیکن ایسا لگ رہا تھا عمر پاشا، موسیٰ پاشا اور جان بل بھی اسکار لیٹ کے اس حملے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ انہوں نے نہ صرف اسکار لیٹ کے حملے کو روک دیا تھا بلکہ انہوں نے اسکار لیٹ کو کسی قدر پیچھے بھی دھکیل دیا تھا۔

نے حملہ کر دیا۔

خیلیں شلبی نے اس کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا پھر اس نے اسکارلیٹ پر جوابی حملہ کیا۔ ایسے انداز میں گویا زمین کی ساری نگہتیں اور چاند کی کرنوں کا سارا اہتمام اس کے عزم میں تھک گیا ہو۔ اسکارلیٹ خیلیں شلبی کے پہلے ہی وار کو نہ روک سکا اور خیلیں شلبی کی تلوار اسکارلیٹ کی گردن کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔

اسکارلیٹ کے خیلیں شلبی کے ہاتھوں قتل ہو کر اپنے گھوڑے سے گرتے ہی دوسری لشکر میں ایک افراتفری، ایک بھگدڑ مچ گئی تھی اور وہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے لیکن اس بزم گاہ سے نکلنے کا اب کوئی راستہ نہ رہا تھا۔ قلعے کی طرف واپس جانے کے لیے خیلیں شلبی اپنے لشکر کے ساتھ ان کی ساری راہیں بند کر چکا تھا۔ ان کے بائیں طرف عمر پاشا اور دائیں طرف موسیٰ پاشا اپنے اپنے لشکر کے ساتھ عادی ہو گئے تھے جب کہ ان کے سامنے دریا کی طرف جان بل بٹافوی اور فرانسیسی لشکر کے ساتھ دیوار بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس طرح روسی لشکر چاروں طرف سے گھر کر سارے کا سارا قتل ہو گیا تھا اسکارلیٹ اور اس کے لشکر کے ختم ہونے پر دوسرے دو روسی جرنیل ٹاڈل مین اور مالکون محتاط ہو گئے تھے انہوں نے قلعے کے اندر سارے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھے کو تفصیل کے اوپر مقرر کر دیا تھا اور دوسرے حصے کو انہوں نے قلعے کے دونوں دروازوں کے قریب متعین کر دیا تھا۔ اس لیے کہ سیواسٹوپول کے ڈوہی دروازے تھے۔ ایک مشرق کی طرف اور دوسرا شمال مغرب میں تھا۔

اسکارلیٹ سے جنگ ختم ہونے کے بعد جان بل، عمر پاشا اور موسیٰ پاشا تینوں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے خیلیں شلبی کے پاس آئے اور جان بل نے کہا: اگر جرنیل انگلین اور جرنل ارناڈ اپنی ضد نہ کرتے اور شروع میں آپ کے مشوروں کے مطابق کام کرتے، تو اس قلعے کا محاصرہ اس قدر طویل نہ ہوتا اور نہ ہی وہ دونوں اپنی جانوں سے ہاتھ دھوتے۔ اے امیر! اسکارلیٹ کے لشکر کا صفایا کر کے اور دشمن کی توپوں کو خاموش اور ان پر قبضہ کر

خیلیں شلبی کے اس حملے میں دجلہ و نیل کی سی روانی اور بابل و نینوا کی سی عظمت تھی ایسا لگتا تھا وہ کمیریں بند کرتا ہوا کسی نمرود کی بھر کاٹی ہوئی آتش میں گھس کر رسم ابراہیمی کا اتباع کرنے لگا ہو۔

اسکارلیٹ کے لشکر پر پشت کی جانب سے خیلیں شلبی کا حملہ جان لیوا ثابت ہوا پردہ علمت سے ظہور کرتی روشنیوں اور آفاق پر سنسنائی آنکھوں کی طرح حملہ آور ہو کر خیلیں شلبی نے اسکارلیٹ کے لشکریوں کے کوزہ دل پر موت کی مہریں ثبت کرنا شروع کر دی تھیں۔ خیلیں شلبی اب کو ہتائی سلسلے سے اتر کر دیئے آملے کے کنارے اسکارلیٹ کے لشکر کی پشت پر پوری طرح چھا گیا تھا۔ اس کے زیر رکاب لڑنے والے باشکیری اور تاتاری یوں لگ رہے تھے جیسے قدرت کے صبا نفس اور سحر قدم عناصر کنارے یم یم دشمن پر سہاہم نم برنم کی طرح پھلنے لگے ہوں۔ وہ خونی اوراق پر ٹوٹتی بجلیوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے اور سیواسٹوپول کے اطراف کو وہ لہو لہو کرنے لگے تھے

اس دوران سیواسٹوپول کے مشرقی دروازے سے ایک لشکر نمودار ہوا۔ اس کی کمانداری کوئی ماتحت روسی کماندار کر رہا تھا۔ اس کا لشکر کا ارادہ تھا کہ وہ خیلیں شلبی کے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو کر اسکارلیٹ کو اس کے عذاب سے بچا سکے لیکن جو نہی قلعے سے نکلنے والا پیشکر دروازے سے ذرا باہر آیا خیلیں شلبی کے دس ہزار خونی تیر اندازوں نے ان پر ایسی تیز اور زوردار تیر اندازی کی کہ وہ واپس مڑے اور اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے قلعے میں داخل ہو گئے تھے۔

خیلیں شلبی اپنے محافظ دستے کے ساتھ زوردار حملے کرتا ہوا اسکارلیٹ کے سر پر جا پہنچا۔ اس کے محافظ دستے نے اسکارلیٹ کے اطراف میں لڑنے والے اس کے محافظ دستوں کا صفایا کر دیا تھا خیلیں شلبی اسکارلیٹ کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: اسکارلیٹ! میں قازقستان کا خیلیں شلبی ہوں۔ کبھی واسیلی بھی میں ہی ہوا کرتا تھا۔ اسکارلیٹ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کسی تکفیر کے تاکت ان میں بزم گل کو بھسم کر دینے والا دستِ نزال داخل ہو گیا ہو۔ اسکارلیٹ نے کوئی جواب نہ دیا اور خیلیں شلبی پر اس

کے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ عسکری مہارت میں ہم سے بہت آگے ہیں۔ اب قلعے پر مکمل قبضہ کرنے کے لیے آپ کا کیا لائحہ عمل ہے۔ کیا یہ روسی تو ہیں اس قلعے کی تفصیل کے کسی حصے میں شکاف کرنے کے کام آسکتی ہیں۔

اس بار موسیٰ پاشا نے بولتے ہوئے کہا: یہ قلعہ کبھی ہمارا ہی ہوا کرتا تھا۔ میں اس کی اندرونی ماہیت کو خوب جانتا ہوں۔ ایک تو اس کی بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی تفصیل کئی گز تک چوڑی ہے اور پھر قلعے کے اندرونی حصے میں بڑے بڑے پتھروں اور مٹی کی بہت اونچی محراب دار دیواریں کھڑی کی گئی ہیں۔ ان محراب دار دیواروں پر ہی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو تفصیل پر چڑھنے کا کام دیتی ہیں۔ لہذا قلعے کی تفصیل پر کتنے ہی گولے داغے جائیں تفصیل میں شکاف ہو جاتا تو ایک ناممکن امید ہے اس کا پتھر بھی کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے گا اور اس قلعے کی ایسی مضبوطی اور پائیداری کا اہتمام ترک اور تباہی صناعتوں نے کیا تھا۔

جان بل نے کہا: اگر اس قلعے کی دیواریں ان توپوں کے گولے داغنے سے نہیں گرائی جاسکتیں تو پھر شہر میں داخل ہونے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ میرے لشکر میں آتش گیر مادہ بنانے کے دو ایسے ماہر اور صناعت ہیں جو لمحوں کے اندر شہر کے دروازے کو آگ لگا دیں گے اور دروازہ جل جائے تو ہم شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

یا امیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اپنے لشکروں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھے حصے کو قلعے کے شرقی دروازے پر اور آدھے کو شمال مغربی دروازے پر لگا دیں۔ جب قلعے کا شرقی دروازہ جل جائے تو ایک حصہ شرقی دروازے سے داخل ہو کر دشمن پر ضرب لگائے اور اگر روسی لشکر کی شمال مغربی دروازے سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کریں تو ہمارا دوسرا حصہ ان کے اس فرار کو ناکام بنا دے۔

خلیل شلمی نے کہا: جان بل! تمہاری تجویز اچھی ہے لیکن اس میں کچھ تباہی در ہمارے لیے خدشات بھی نہیں ہیں۔ میرے خیال میں قلعے کے اندر دشمن کے لشکر کے تعداد اب بھی ہم سے زیادہ ہے۔ اگر ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں بانٹیں تو ہر حصہ کا مطلب ہے ہم اپنی قوت کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں گے۔ ایسی صورت میں دشمن قلعے سے نکل

کر ہمارے دونوں میں سے کسی ایک حصے پر زور دار حملہ کر کے ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو جو کچھ اب تک ہم نے کلبہ دہ اکارت کیا۔

جان بل نے پوچھا: پھر آپ کا کیا خیال ہے۔

خلیل شلمی نے کہا: شمال مغربی دروازے کے باہر فرانسیسیوں سے کام لیا جائے گا۔ فرانسیسی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دو۔ ایک حصہ کو ہتان کے اوپر قلعے سے باہر کے لیے بنے دمدموں کی اوٹ میں بٹھا دیا جائے گا اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیے جائیں گے۔ ہمارا سارا لشکر قلعے کے دروازے کے دائیں بائیں کھڑا ہو جائے گا اور جب قلعے کا دروازہ جل گیا اور دشمن نے باہر نکل کر اگر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو ہم آسانی سے نمٹ لیں گے۔ ظاہر ہے جب ہم قلعے کے شرقی دروازے کی طرف جائیں گے، تو تفصیل کے محافظ ہم پر تیروں اور پتھروں کی بارش کریں گے۔ توپوں کے دمدموں کے پیچھے بٹھا ہوا فرانسیسی لشکر ان پر تیر اندازی کر کے انہیں ایسا کرنے میں ناکام بنا دے گا۔

فرانسیسی لشکر کا دوسرا حصہ شمال مغربی دروازے سے باہر چٹانوں کی اوٹ میں بٹھا دیا جائے گا اور اگر دشمن نے اس دروازے سے نکل کر بھاگنے کی کوشش تو گھات میں بیٹھا ہوا فرانسیسی لشکر ان پر تیر اندازی کر کے اگر ان کے فرار کو روک نہ سکے گا تو کم از کم ان کی تعداد کم کر کے انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچانے میں تو ضرور کامیاب رہے گا۔

جان بل نے کہا: یا امیر! یہ ایک مکمل اور قابل یقین حد تک کامیاب تجویز ہے۔ خلیل شلمی نے کہا: تو پھر تم اپنے لشکر کے دو حصوں صناعتوں کو بلاؤ اور اپنے کام کی ابتدا کریں لیکن تم نے ابھی تک اپنے ان دونوں صناعتوں کے نام نہیں بتائے۔

جان بل نے کہا: یا امیر! ان دونوں کے نام بلگر اور سامتھ ہیں۔ پھر جان بل نے اپنے ایک سپاہی کو ان دونوں کو بلانے کے لیے کہا اور وہ سپاہی بھاگتا ہوا ایک طرف بلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس سپاہی کے ساتھ دو جوان آئے۔ وہ بلگر اور سامتھ تھے۔ جان بل نے ان دونوں کا تعارف کرایا اور انہوں نے آگے بڑھ کر خلیل شلمی سے مصافحہ کیا۔

اندھے کھڑے تھے۔ وہ بھاگے نہ تھے اور قلعے کی حفاظت میں لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے تھے۔
 خلیل شلیبی نے عمر پاشا اور موسیٰ پاشا سے کہا: ”اے دو سیدو اسٹوپول میں داخل
 ہو کہ روسی لشکر کے سامنے والے حصے پر ضرب لگائیں گے۔ میں دائیں جانب اور جان بل
 بائیں طرف حملہ آور ہوگا۔ سیدو اسٹوپول کے لیے یہ ہماری آخری اور فیصلہ کن جنگ ہوگی۔
 جان بل تم توپوں کے دمدموں کے پیچھے بیٹھے فرانسیسی لشکر کے کمانڈر سے کہہ دو کہ اب ان
 کے دہان بیٹھنے کی افادیت ختم ہو گئی ہے۔ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آئیں اور جب ہم قلعے کے
 اندر آگے بڑھیں تو یہ خیال رکھیں کہ کوئی ہماری پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور نہ ہو۔ سب
 سے پہلے میں قلعے میں داخل ہو کر حملے کی ابتدا کرتا ہوں۔“

خلیل شلیبی اپنے باشکیری اور تاتاری لشکر کے ساتھ سیدو اسٹوپول میں داخل ہو
 کر روسی لشکر کے دائیں پہلو پر ایک جنبش انگشت میں سکوت کو صدائوں کے طوفان میں
 بدل دینے والے انداز میں حملہ آور ہوا تھا۔

اس کے حملے میں ضیاء انجم اور طلعت شمس کی سی تازگی و تابندگی تھی۔ ایسا لگتا
 تھا وہ نبض دوران کو روک دینے، ہر بند کو پست کر دینے اور دیار ریگ و سنگ کو ہولہو کر
 دینے کا عزم کر چکا ہو۔ اپنے پہلے حملے میں ہی خلیل شلیبی دشمن کے دائیں پہلو پر چاندنی کی رزا
 اور رات کے گلیمر کی طرح چھا گیا تھا۔

روسی لشکر کے سامنے والے حصے نے سمٹ کر جب خلیل شلیبی کی پشت پر حملہ آور
 ہونا چاہا تو عمر پاشا اور خلیل پاشا نے تھری طرح ٹوٹے ہوئے ان پر حملہ کر دیا تھا۔ عمر پاشا اور
 موسیٰ پاشا کے پیچھے پیچھے جان بل بھی اپنے لشکر کے ساتھ روسیوں کے بائیں پہلو پر زور دار
 انداز میں حملہ آور ہو گیا تھا۔

قلعے کے اندر گھمسان کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ سارا روسی لشکر تفصیل سے اتر کر جنگ میں
 شریک ہو گیا تھا۔ دوپہر تک جنگ اپنے زوروں پر رہی۔ پھر روسیوں کے اندر کمزوری،
 ٹھکن، اکتاہٹ اور پانی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ کچھ لشکریوں نے جب
 دیکھا کہ سیدو اسٹوپول میں تباہی اور بربادی ان کے مقدر میں ثبت ہو چکی تھی کہ پھلپی صفوں کے

خلیل شلیبی نے پوچھا: ”اگر ہم تم دونوں کو تحفظ فراہم کریں تو کیا تم دونوں سیدو اسٹوپول
 کے شرقی دروازے کو آگ لگاتے ہیں کامیاب ہو جاؤ گے۔“

ناستہ نے کہا: ”بالکل یا امیر! یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ہم دروازے
 کو آگ لگا دیں گے۔“

خلیل شلیبی نے عمر پاشا، جان بل اور موسیٰ پاشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”بٹر
 اور ناستہ کی بیٹھ، چھاتی اور سر پر ڈھالیں باندھ دی جائیں تاکہ یہ دشمن کی تیر اندازی سے
 محفوظ رہیں اور پھر اپنے لشکروں کو شرقی دروازے کے دائیں طرف کھڑا کر دیا جائے۔
 خلیل شلیبی کے کہنے پر سارے لشکر حرکت میں آئے۔ فرانسیسی لشکر کو دو حصوں
 میں تقسیم کر کے ایک حصے کو شرقی دروازے کے سامنے توپوں کے دمدموں کے پیچھے اور
 دوسرے حصے کو شمال مغربی دروازے کے سامنے سنگلاخ چٹانوں کے اندر گھات میں
 بٹھا دیا گیا تھا اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیے گئے تھے۔ پھر سارے لشکر سیدو اسٹوپول
 کے شرقی دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

تفصیل کے اوپر سے روسیوں نے تیر اندازی اور سنگ باری کرنا چاہی لیکن
 توپوں کے دمدموں کے پیچھے سے جب فرانسیسیوں نے ان پر تیروں کی چھلنی کر دینے والی
 بوچھاڑیں ماریں تو وہ سنگ باری اور تیر اندازی کرنے میں ناکام رہے۔ سارے لشکروں کے
 تحفظ میں بٹکنا اور ناستہ نے آگے بڑھ کر کسی تیر انداز کی گیر مادے کو استعمال کرتے ہوئے
 سیدو اسٹوپول کے شرقی دروازے کو آگ لگا دی تھی۔

دروازے کو آگ لگنے سے سیدو اسٹوپول کے اندر ایک کہرام مچ گیا تھا۔ لوگ بلند
 آوازوں میں شور کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دہان سے بھاگ جانے کا شور دے دیے گئے
 تھے۔ تفصیل کے اوپر متعین روسی لشکر میں بھی کھلبلی مچ گئی تھی اور اکثر سپاہی بھاگ بھاگ
 کر تفصیل سے نیچے اترنے لگے تھے۔

سیدو اسٹوپول کا شرقی دروازہ جب جل کر گر گیا تو انہوں نے دیکھا شہر کے
 اندر دروازے کے سامنے روسی جرنیل ماڈل مین اور مالو کو ف اپنے لشکر کے ساتھ صفیں

چند روز بعد استنبول کی طرف سے سلطان عبدالحمید کا ایک قاصد آیا۔ جس میں حکم دیا گیا تھا کہ جنگ میں جھٹ لینے والے ترک لشکر کے ساتھ موسیٰ پاشا سیواسٹوپول میں رہے اور دوسرے لشکر وہاں سے واپس آجائیں۔ اس حکم کے اتباع میں موسیٰ پاشا ترک لشکر کے ساتھ وہیں سکونت پذیر ہو گیا جب کہ دوسرے لشکر وہاں سے سینوپ کی بندرگاہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

خدیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ برطانوی اور فرانسیسی بحری بیڑے کو لے کر جب سینوپ کی بندرگاہ پہنچا تو ساحل پر لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ان کے استقبال کو وہاں آیا ہوا تھا۔ استنبول سے سلطان عبدالحمید ان کے وزیر رشید پاشا اور برطانوی سفیر لارڈ کیننگ بھی خدیل شلبی اور اس کے ساتھ کام کرنے والے فاتح لشکروں کو استقبال کر کے وہاں آئے تھے۔

خدیل شلبی جب ساحل پر اسٹیمیلر بے کے ساتھ آتا تو سلطان عبدالحمید نے آگے بڑھ کر اس سے گلے لگا لیا۔ پھر رشید پاشا اور لارڈ کیننگ اس سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ اس کے بعد وہ عمر پاشا اور برطانوی کماندار جان بل سے مل رہے تھے اس دوران لارڈ کیننگ آگے بڑھا اور خدیل شلبی کے کان میں اس نے کہا: "اے امیر! میں سمجھتا ہوں میرے عزیز ساٹمن کی بیٹی نے اپنے لیے آپ کا انتخاب غلط نہیں کیا۔"

سلطان عبدالحمید خدیل شلبی کے پاس آئے اور کہا: "خدیل شلبی! جو کچھ تمہارے متعلق مجھے عمر پاشا بتاتا رہا ہے اور جو کچھ تمہاری کارگزاریوں اور تمہاری ذاتی صفات سے متعلق مجھے امام شامل لکھتے رہے ہیں۔ بخدا تم ان سے کہیں ارفع و اعلیٰ ثابت ہوئے ہو۔ جہاں پر انگلیں اور راناڑ جیسے عظیم برطانوی اور فرانسیسی جرنیل کامیاب نہ ہوئے اور اپنی جانیں گنوا بیٹھے وہاں تم نے صرف ایک دن میں ہی سیواسٹوپول کو الٹ کر رکھ دیا۔ مجھے تمہاری کارگزاری کی ساری خبریں پہنچتی رہی ہیں۔ میں تمہاری اس کارگزاری پر تمہارا شکر گزار ہوں۔" خدیل شلبی نے بڑی انکساری سے کہا: "سلطان محترم! آپ کو میرا شکر گزار

روسی شمال مغربی دروازہ کھول کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں روسی جرنیل ٹاڈل مین اور مالوکوف بھی بھاگ گئے تھے۔ جنوبی دروازے سے باہر متعین فرانسیزیوں نے ان پر تیر اندازی کر کے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاہم ٹاڈل مین، مالوکوف اور کئی دیگر روسی اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

روسی لشکر کی پچھلی صفوں نے جب دیکھا کہ ان کے جرنیل ٹاڈل مین اور مالوکوف بھاگ گئے ہیں تو وہ بھی اپنی جانیں بچانے کی خاطر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اگلی صفوں کے روسیوں نے بھی آہستہ آہستہ اپنی پشت سے اپنے لشکریوں کو بھاگتے دیکھ لیا تھا۔ لہذا وہ بھی تذبذب اور شش در شش کا شکار ہو گئے تھے۔

پھر جب کانوں کان یہ خبر اگلی صفوں تک بھی پہنچ گئی کہ ٹاڈل مین اور مالوکوف بھاگ گئے ہیں تو وہ بھی جنگ سے منہ موڑ کر بھاگنے لگے تھے۔ اب روسی لشکر میں ایک عام بھگدڑ اور فرتفری مچ گئی تھی۔ ہر کوئی شمال مغربی دروازے پر پہلے پہنچنے کے لیے ایک دوسرے پر مہمقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب کہ خدیل شلبی، عمر پاشا، موسیٰ پاشا اور جان بل ان کا تعاقب کر کے ان کو کاٹنے لگے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ فرانسیسی لشکر سے پشت کی طرف سے کسی حملے پر نگاہ رکھنے کو کہا گیا تھا۔ وہ بھی اب پورے جوش و خروش سے دھپلے کے تعاقب میں شامل ہو گئے تھے۔

شمال مغربی دروازے سے نکلنے والے روسی لشکر پر فرانسیسیوں نے تیر اندازی کر کے انہیں کافی نقصان پہنچا یا تھا اور جب انہوں نے دیکھا کہ روسیوں کے پیچھے اب ان کے اپنے لشکر بھی آ رہے ہیں تو وہ بھی تیر اندازی ترک کر کے روسیوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

سہ پہر تک یہ تعاقب روس کے اندرونی حصوں کی طرف دھڑک جاری رہا۔ روسی لشکر ایک طرح سے کچلا گیا تھا۔ تاہم ٹاڈل مین اور مالوکوف بچ چکے تھے۔ پھر خدیل شلبی تعاقب ترک کر کے سارے لشکروں کے ساتھ سیواسٹوپول کی طرف جا رہا تھا۔

اسی روز استنبول میں سلطان عبدالحمید کو اس فتح کی اطلاع کر دی گئی تھی۔ پھر

ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا کرنا مجھ پر فرض تھا۔ بحمد اللہ میں اپنا فرض احسن طریقے سے ادا کرنے میں کامیاب رہا۔“

سلطان عبدالحمید نے پھر پوچھا۔ ”میں تو ابھی استنبول روانہ ہو جاؤں گا۔ میں یہاں صرف تمہارا استقبال کرنے کو آیا تھا۔ کیا تم اپنے لشکر کے ساتھ چند روز یہاں قیام کرو گے؟“ خلیل شلبی نے کہا۔ ”سلطان محترم! میں صرف دو دن یہاں رکوں گا اس کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔“

سلطان عبدالحمید مقوڑی ویرا درواں کے پھر وہ برطانوی اور فرانسیسی بحری بیڑے کے ساتھ استنبول کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ رشید پاشا اور لارڈ کیننگ بھی ان کے ساتھ ہی وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

عمر پاشا، خلیل شلبی اور اسمعیل بے گھر کی طرف روانہ ہونے والے تھے کہ عمر پاشا کی بیٹی روسیان بھاگتی ہوئی وہاں آئی اور خلیل شلبی کی عبا پر کمر کھینچتے ہوئے اس نے کہا۔ ”انجی! آپ جلدی گھر چلیے، آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار ہو رہا ہے اور میں انجی! آپ ایک بیٹے کے باپ بھی بن گئے ہیں۔ آپ تو ایک سال اور کچھ ماہ کے بعد لوٹ رہے ہیں۔ آپ کے یہاں سے جانے کے تین ماہ بعد آپ کے ہاں لڑکا ہوا تھا شکل میں بالکل آپ جیسا ہے۔ اب تو وہ ایک سال سے بھی زیادہ کا ہو گیا ہے اور چلنے پھرنے لگا ہے۔“

خلیل شلبی کے چہرے پر نور کی جھلملائی کرنوں اور شرب کے اندر پوچھنے جیسی خوشی بکھر گئی تھی۔ اس کے صوبدا ماں چہرے پر سکون اور اطمینان ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ عمر پاشا اور اسمعیل بے کی حالت بھی خوشی میں ایسی ہی تھی۔

پھر عمر پاشا نے روسیان سے پوچھا۔ ”میری بچی! تو اپنے بھائی سے مذاق تو نہیں کر رہی۔“

روسیان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”یہ مجھ سے بڑے ہیں میں کیوں کر ان سے مذاق کر سکتی ہوں؟ پھر وہ تینوں روسیان کے ساتھ بڑی تیزی سے اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔“

جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا صحن میں اونیس، سائیں، نارسس اور ہادٹ کھڑے تھے۔ نارسس ایک خوب صورت بچے کو اٹھائے ہوئے تھی جس کی شکل خلیل شلبی سے ملتی جلتی تھی۔ روستان بھاگ کر آگے بڑھی اور نارسس سے اس بچے کو لے کر خلیل شلبی کے اندوں میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ”یہ آپ کا فرزند ارجمند ہے۔“

خلیل شلبی بچے کو چوم کر پیار کرنے لگا تھا جب کہ اونیس اپنے شوہر اور بچے کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ خلیل شلبی کے بعد عمر پاشا اور اسمعیل بے بچے کو پیار کر رہے تھے۔

روستان نے پھر خلیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”یا انجی! آپ کے انتظار میں کسی نے اس کا نام بھی نہیں رکھا۔ میں نے اونیس بہن سے بہت کہا لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا کہ آپ آئیں گے اور خود اس فوار کا نام رکھیں گے۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”میرے باپ کا نام سوریم بن قادش تھا۔ میں اس کا نام حرم بن خلیل شلبی رکھتا ہوں۔“ سب اس نام پر مبارکباد دینے لگے تھے۔ پھر عمر پاشا نے روستان سے کہا۔ ”بیٹی! ہمیں تو جھوک لگی ہے کیا کھانا کھلاؤ گی۔ روستان کی بھلے اس بار مراد نے بولتے ہوئے کہا۔ ”کھانا تیار ہے، آپ سب لوگ اندر آئیں۔“ پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

خلیل شلبی نے تین روز تک اپنے لشکر کے ساتھ سینوپ میں قیام کیا۔ اس دوران سارے حالات امام شام کو بتانے کے لیے خلیل شلبی نے ان کی طرف ایک قاصد روانہ کر دیا تھا اور اس سے اگلے روز خلیل شلبی بھی سینوپ سے کوچ کر گیا تھا۔ وہ اسی رستے سے قازان کی طرف جا رہا تھا جس راستے سے وہ سینوپ کی طرف آیا تھا۔



فتح کے ساتھ امیر کو اس بچے جیسی نعمت سے بھی نوازا ہے۔
 نامق سری اور خانوٹ آگے بڑھ کر بچے کو پیار کرنے لگے تھے۔ ان دونوں کے پیچھے
 قریب ہی کھڑی
 ان دونوں کی بیویوں نے بھی یہ گفتگو
 سن لی تھی اور وہ بھی آگے بڑھ کر ادنیس سے ملنے کے علاوہ اس کے بچے کو بھی پیار کر رہی تھیں۔
 قازان شہر میں ایک میلے کا سماں تھا۔ لوگ اپنے گھروں سے اُٹھ کر
 خلیل شلبی اور اس کے لشکر کا استقبال کرنے کو آ رہے تھے۔ وہ جس جس کو چہ قریب سے
 بھی گزر رہے تھے ان کے حق میں نعرے بلند ہونے کے علاوہ ان پر پھول تپیوں کی بارش
 بھی کی جا رہی تھی۔ اس طرح ایک جلوس کی سی صورت میں خلیل شلبی جوہلی میں داخل ہو رہا تھا۔



چند ماہ بعد ایک روز جب کہ خلیل شلبی، نامق سری، خانوٹ اور اسمعیل بے جوہلی کی
 ایک دیوار کے ساتھ کچھی چٹائی پر دھوپ میں بیٹھے تھے اور اندر دیوان خانے میں ادنیس،
 اور سوسان ننھے حریم کے ساتھ کھیل رہی تھیں کہ جوہلی میں امام شامل کا ایک قاصد داخل ہوا۔
 خلیل شلبی کے محافظ اسے سیدھا ہاں لے آئے جہاں خلیل شلبی، نامق سری، خانوٹ اور
 اسمعیل بے بیٹھے ہوئے تھے۔

اس قاصد نے پہلے سب کے ساتھ مصافحہ کیا پھر خلیل شلبی کے اشارے پر وہ
 چٹائی پر بیٹھ گیا اور کہا۔ ”یا امیر! آقا نے ان سب ہندوستانی جوانوں کو داغستان طلب
 کیا ہے جو قسطنطنیہ سے یہاں آ کر آپ کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ امام شامل نے کہا ہے
 ان کی لے ان کی اپنی سرزمین میں کفر کے خلاف ایک جہاد شروع ہونے والا ہے۔ ان سب
 جوانوں کو ان کے پورے اخراجات دے کر امام شامل ہندوستان کی طرف روانہ کریں گے اور
 ان سے بہت بڑا کام لیں گے۔“

خلیل شلبی نے پوچھا۔ ”لیکن ان لوگوں کو ہندوستان واپس بھیج کر ان سے کیا
 کام لیا جائے گا“
 قاصد نے کہا۔ ”یا امیر! آقا کہہ رہے تھے کہ روس نے ہندوستان کے لوگوں کو قیدی

رخصت ہوتے سرما کی وہ دھندلی صبح تھی۔ مشرق سے طلوع ہوتا سورج تہذیب
 کی اذیت کاری پر ضربیں لگاتا، کلی کلی پر شبنم کا رس چوستا ہوا بلند ہو رہا تھا۔ خزاں
 بکھرے بازار کی طرح ختم ہو چکی تھی اور بہاروں کا تازہ سیل جمال دکھوں کے نفس نفس میں
 تب و تاب اور جام صبح کی نظر نظر میں تھما رہے تھے۔ زمینیں کھیتوں اور ہریالی
 کی صورت میں نعل و جواہر اگلنے لگی تھیں۔ اس حسین، لب رخسار کا عکس کبھیرتی اور نظر نظر
 میں چاہتوں کا فصل اور قربتوں کا نشہ کبھیرتی صبح کو خلیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ قازان میں
 داخل ہو رہا تھا۔

جب وہ قازان شہر کے جنوبی دروازے میں داخل ہونے لگا تو اپنے گھوڑے
 سے اتر گیا۔ لوگوں کے ہجوم کے سامنے اس کا استقبال کرنے کے لیے نامق سری اور خانوٹ
 کھڑے تھے۔ دونوں نے آگے بڑھ کر پہلے خلیل شلبی اور بعد اسمعیل بے سے مصافحہ کیا۔
 اس موقع پر اسمعیل بے نے نامق سری اور خانوٹ کو مخاطب کرتے ہوئے ادنیس کے
 آگے اس کی گود میں بیٹھے ہوئے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”امیر کو مبارک باد دیں کہ
 ان کے ہاں لڑکا ہوا ہے۔ اس کا نام حریم بن خلیل شلبی رکھا گیا ہے۔ خدا نے سید اسٹوبلا کی

دولایا ہے کہ اگر وہ برطانیہ والوں کے خلاف اپنی آزادی کی جدوجہد شروع کریں تو میں ان کی مدد کو آئے گا۔

روس چاہتا ہے کہ اہل ہند برطانیہ کے خلاف بغاوت کر کے برطانیہ کو وہاں سے نکال باہر کریں اور اس کی جگہ روس خود وہاں پر قابض ہو جائے۔ اس مطلب کے لیے روس نے اپنے کئی ایجنٹ ہندوستان روانہ کیے ہیں جو اپنے ہمنیال مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر جگہ جگہ شہروں کی دیواروں پر یہ پوسٹر چسپاں کر رہے ہیں کہ روس ان کی مدد کو آ رہا تھا اور روس کی اسی مدد کی آس میں اہل ہند نے اہل برطانیہ کے خلاف اپنی آزادی کی جنگ شروع کر دی ہے۔ روس چاہتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح ہندوستان پر قابض ہو جائے۔

امام شامل آپ کے لشکر میں شامل ہندوستانی جوانوں کو ہندوستان بھیج کر ان کے ذریعے وہاں کے لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے برطانیہ کے خلاف اپنی آزادی کی جنگ شروع کی ہے تو اسے اپنی پوری شد و مد سے جاری رکھیں اور انہوں نے اس امید پر برطانیہ والوں سے جنگ کی ابتدا کی ہے کہ اس معاملے میں روس ان کی مدد کو آئے گا تو ایسا سوچنا ہی عبث اور بیکار ہے یہاں برطانیہ کے وہاں سے نکل جانے کے بعد روس ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لیے ضرور ادھر کا رخ کرے گا۔ کاش ہندوستان کے لوگ سمجھتے کہ روس ان سے دھوکہ کر رہا ہے۔

خلیل شلیبی نے کہا: تم کب تک یہاں سے واپس جانا چاہو گے۔

قاصد نے کہا: یا امیر! میں تو آج ہی یہاں سے داغستان کی طرف کوچ کر جانا پسند کروں گا اور پھر امام شامل نے مجھے فوراً واپس آنے کو بھی کہا تھا۔

خلیل شلیبی نے ناواقف سہری اور خانوف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ہمارے لشکر میں جس قدر ہندوستانی جوان ہیں اس قاصد کے ساتھ روانہ کر دیئے جائیں۔ راستے کے سارے اخراجات کے علاوہ انہیں اس قدر رقم بھی فراہم کی جائے کہ وہ اپنی سرزمین میں جا کر کم از کم ایک سال بے فکری سے وہ کام کر سکیں جو امام شامل ان کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ ناواقف سہری اور خانوف وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

اس بار خلیل شلیبی نے اسمعیل بے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: اسمعیل بے! تم یہاں رہا تھو لے جاؤ اور اس کے کھانے اور آرام کا بندوبست کرو۔

اسمعیل بے اٹھا اور قاصد کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے کہا: آپ آئیں میرے ہاتھ! اسمعیل بے اسے اپنے ساتھ جہان خانے کی طرف لے جا رہا تھا۔ اسی روز شام کے قریب سارے ہندوستانی جوانوں میں سے ہر ایک کو معقول رقم دے کر امام شامل کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔

سیوا ستوپول کے ہاتھ سے نکل جانے پر زار روس نکولس کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ اسی صدمے میں مر گیا اور الیگزینڈر زار روس کی حیثیت سے تخت نشین ہوا۔ زار روس بنتے ہی الیگزینڈر نے عہد کیا کہ وہ سیوا ستوپول کا بدلہ لے گا اور اپنی سلطنت سے ملحق مسلمانوں کی مشرقی ریاستوں اور حکومتوں کو کچل کر رکھ دے گا۔

تخت نشین ہوتے ہی الیگزینڈر نے جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اس نے سویڈن اور جرمنی کے جنگی ماہرین اور آتشیں اسلحہ بنانے والے صنعتیوں کی خدمات حاصل کیں اور جگہ جگہ آتشیں اسلحہ بنانے کی کارگاہیں قائم کر کے اس نے اپنے ملک میں اسلحہ کے انبار لگانے شروع کر دیئے تھے اور اس تیاری میں اس نے دو تین برس صرف کیئے۔

ایک روز زار روس الیگزینڈر نے اپنے جرنیل ٹاڈل میں، مالو کوٹ اور کچھ نئے اور ماتحت جرنیلوں کو اپنے قصر میں طلب کیا۔ یہ ماسکو کا وہی قصر تھا جس میں شروع سے زار روس بیٹھا کرتے تھے۔

جب سارے جرنیل قصر میں جمع ہو گئے تو الیگزینڈر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے شکوہ کرنے کے انداز میں کہا: سو برس سے بھی زیادہ عرصہ قبل جن مسلمان علاقوں پر ہم نے قبضہ کیا تھا ہم ان سے آگے قدم نہیں بڑھا سکے۔ آج گنت بار ہم نے داغستان اور قازقستان پر اپنی پوری قوت سے یلغار کی لیکن ان کو ہتاتوں اور میٹھے پانی کی سرزمینوں میں ہمیں ہزیمت اور ذلت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا لیکن میں اس انجام کو مزید برداشت نہ

کوں گا۔ ہم نے اپنے آپ کو اتنی اسلحہ سے متعارف کر کے اپنی قوت میں اضافہ کر لیا ہے اب حالات ہمارے حق میں ہوں گے۔

سنو! اس مقصد کے لیے لاکھوں جوانوں پر مشتمل دو لشکر ترتیب دیئے جائیں گے۔ ایک ٹاڈل مین کی سرکردگی میں جو داغستان کی طرف بڑھے گا اور دوسرا لشکر بڑی رازداری کے ساتھ دریائے یورال کے کنارے کوہستانوں کے اندر بڑھ کا ملک اور جنگاری قبائل کی بستیوں کی طرف جائے گا۔

یہ لشکر مالوکوف کی سرکردگی میں ہوگا۔ یہ لشکر ٹاڈل مین کی داغستان روانگی سے چھ ماہ قبل ہی کا ملکوں اور جنگاریوں کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ کسی کو اس کی روانگی کی خبر نہ ہوگی اور یہ صرف رات کے وقت سفر کرے گا اور دن کے وقت پڑاؤ کر لیا کرے گا۔ مالوکوف کے تحت روانہ ہونے والا یہ لشکر چند دن تک یہاں سے کوچ کر جائے گا۔

جب ٹاڈل مین داغستان کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرے گا، تو اس وقت مسلمان یہی تاثر لیں گے کہ صرف داغستان پر حملہ ہو رہا ہے۔ کیوں کہ قازقستان کا محاذ بالکل خاموش ہوگا۔ ماسکوسے ادھر کوئی لشکر بھی روانہ نہ ہوگا اور مالوکوف کا ملکوں اور جنگاریوں کے اندر خاموش پڑاؤ کر اپنے جوانوں کو جنگی شقیں کرتا رہے گا۔ جب ٹاڈل مین داغستان پر حملہ آور ہوگا تو قازقستان والے اپنا لشکر منورام شامل کی مدد کو روانہ کر لیں گے جو نہی ان کا لشکر داغستان کی طرف جائے گا۔ مالوکوف کا ملکوں اور جنگاریوں کے ساتھ مل کر دریائے یورال پار کرے گا اور قازقستان کے شمالی شہر منزلتہ پر حملہ کر دے گا۔ اس کے بعد قازان پر قبضہ کر کے افکا کو بھی اپنا زیر نگین بنالے گا۔

اس کے بعد وہ قازان سے داغستان کے شہر غمری کی طرف جانے والی شاہراہ پر پیش قدمی کرے گا اور داغستان و قازقستان کے اس متحدہ لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو جائے گا جو اس وقت تک ٹاڈل مین کے ساتھ مصروف جنگ ہوں گے۔

لیکن نڈررکا پھر اس نے پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی میری اس جنگی تدبیر کی مخالفت کرتا ہے۔ سب نے بلند آوازیں اٹھانے کی تائید کی۔ لیکن نڈر۔ اپنی نشست سے اٹھ

ٹاڈل مین اور کہا۔ "تو پھر کل یہاں سے مالوکوف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرے گا۔ اس لشکر کی تعداد پندرہ لاکھ سے زائد ہوگی۔"

پھر لیکن نڈررکا اور پردے کے پیچھے چلا گیا۔ ٹاڈل مین اور مالوکوف بھی اپنے اہم جرنیلوں کے ساتھ اٹھ کر قصر سے باہر نکل گئے تھے۔ دوسرے روز مالوکوف اپنے لشکر کے ساتھ کامل اور جنگاریوں کی بستیوں کی طرف کوچ کر گیا تھا اور دن بڑی تیزی سے گور کرفیٹوں اور مہینوں میں تبدیل ہونے لگے تھے۔

سردی اپنے زوروں اور جلال پر آگئی۔ لگاتار کئی کئی روز تک برف بانی ہونے لگی تھی۔ کوہستانوں کی ہری تلخیاں برف سے ڈھک کر سفید ہو گئی تھیں جھیلوں کا بانی جھنا شروع ہو گیا۔ دریاؤں کے اندر پانی کم ہو گیا تھا اور آسمان ہر وقت ابراؤں سے لگا تھا۔ ایک روز خلیل شلبی اپنی خواب گاہ میں اپنی مہری پر بیٹھا تھا۔ اپنے بیٹے حریم کو اس نے اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا۔ خلیل شلبی کے سامنے فرش پر چین اونیس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے سامنے گرم پانی کی ایک چمچی رکھی تھی اور خلیل شلبی کے دونوں پاؤں وہ تیل ملے گرم پانی سے دھو رہی تھی۔ لگاتار برف باری اور تیز برفانی ہوائیں چلنے سے خلیل شلبی کے دونوں پاؤں پھٹ کر زخمی ہو گئے تھے اور اسے چلنے میں دشواری ہوتی تھی۔

خلیل شلبی کے دونوں پاؤں گرم پانی میں ابھی طرح دھونے کے بعد اونیس نے برفانی ہوائوں کے باعث آنے والے زخموں کی ان درزوں میں چربی بھری پھر دیا جلا کر اس کی کوسے اس نے چربی کو زخموں کی ان درزوں کے اندر پگھلادیا تھا تاکہ زخموں کے اندر اٹھنے والی ٹیسیں ختم ہو جائیں اور زخم مرہ ہو کر مندمل ہو جائیں۔

زخموں میں چربی ابھی طرح پگھلانے کے بعد اونیس نے خلیل شلبی کے پاؤں پر ادنیٰ موزے چڑھا دیئے پھر اس نے خود اس کے دونوں پاؤں اٹھا کر پنگ پر رکھے اور ان پر لعاف ڈالتے ہوئے کہا۔ "اب آپ آرام سے یہاں بیٹھیں تاکہ کچھ دیر آپ کے پاؤں گرم رہیں اس طرح درد کی ٹیسیں کم ہو جائیں گی اور پاؤں جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔"

خلیل شبلی نے پیار سے پوچھا۔ اور تم کیا کرنے لگی ہو۔

ادنیس نے کہا۔ میں خشک پھل لاتی ہوں۔ آپ کے پاس ہی لحاف میں بیٹھتی ہوں اور تینوں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔

خلیل شبلی نے لحاف کا پلو حریم پر ڈالتے ہوئے کہا۔ تو پھر جلدی لاؤ۔

ادنیس لکڑی کے ایک چھوٹے سے طشت میں خشک پھل بھرا لائی۔ پلنگ پر وہ خلیل شبلی کے سامنے بیٹھ گئی اور لحاف اپنے اوپر ڈال لیا۔ پھر وہ تینوں خشک پھل کھا رہے تھے۔ حریم اب چار پانچ برس کا ہو گیا تھا اور خود کھانے پینے لگا تھا۔

خلیل شبلی، ادنیس اور حریم اپنی خواب گاہ میں پلنگ پر اسی طرح بیٹھے خشک پھل کھا رہے تھے کہ خواب گاہ سے متحد دیوان خانے میں کسی کے کھانسنے کی آواز آئی۔ خلیل شبلی نے ازراہ تسخر کہا۔ اسمعیل بے یہ کھانسی کے بگل بجا کر ہمیں متنبہ اور تنگ نہ کرو۔ اگر کچھ کھانا پینا ہے تو اندر آ جاؤ۔ پیٹ بھرنے کا اس سے اچھا موقع نہ ملے گا۔

تھوڑی دیر بعد اسمعیل بے خواب گاہ میں داخل ہوا اور خلیل شبلی سے اس نے کہا۔ یا امیر! آپ اس وقت مزاح کی طبیعت میں ہیں لیکن میں سنجیدہ ہوں۔ خلیل شبلی نے اس کی طرف دیکھ کر بغیر کہا۔ میں نے کب کہا ہے کہ تم سنجیدہ نہیں ہو۔

اسمعیل بے نے کہا۔ امام شامل کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے۔ میں نے اسے ایک سپاہی کے ساتھ مہمان خانے کی طرف بھیج دیا ہے کیوں کہ اس کے پاس کوئی زبانی پیغام نہ تھا۔ وہ آقا کا ایک خط لے کر آیا ہے اور وہ خط میں نے اس سے لے لیا۔ خلیل شبلی نے خشک پھلوں کی چوبی پشتری پیچھے ہٹا دی اور اسمعیل بے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پھر وہ خط کہاں ہے۔

اسمعیل بے نے امام شامل کا خط خلیل شبلی کو تھما دیا۔ خلیل شبلی خط کھول کر پڑھنے لگا۔ ادنیس اٹھ کر خلیل شبلی کے پیچھے آ گئی۔ وہ اور اسمعیل بے بھی خط پڑھ رہے تھے۔ لکھا تھا :

خلیل شبلی! میرے عزیز و عظیم فرزند!

روسی جرنیل ٹاڈلین اپنے مٹی دل لشکر کے ساتھ

۲۲ ہویوں کی فتنہ گری۔ برق و شرر کے رقص

کچلی بغاوتوں کے انتقام اور بلائے زار و صلیب کی طرح

داغستان کی سرزمینوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔

میرے بیٹے!

ایک بار پھر مکر کے خلاق ابلیس اپنے سارے داغ عصیان

اور پھانسیوں کے پھنڈے لے کر خاکبوں پر نازل ہونے لگے ہیں۔

اے فرزند عظیم!

ہمارے لیے یہ کڑے انتظار کی اذیتوں جیسا وقت ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں۔ روس اپنی ساری قوت داغستان کو زیر کرنے میں صرف

کرنا چاہتا ہے اور قازقستان کی طرف وہ فی الحال توجہ نہیں دے

رہا۔ ایسے میں میرے بیٹے تم اپنا لشکر لے کر داغستان آ جاؤ۔ انیں

اور بچے کو بھی ساتھ لے آؤ۔ میں اسے دیکھ بھی لوں گا۔ خدا کرے

تمہارا فرزند تم جیسا ہی عظیم اور وقت کا شہسوار ہو کر سامنے آئے۔

خلیل شبلی! میرے بیٹے! قبل اس کے روسی بھیڑیے ہماری تباہیوں

کو گلو بریدہ اور ہمیں سیاہ رات کی طرح تھپک تھپک کر موت کی

گہری اور ہولناک غونی نیند سلا کر رکھ دیں۔ وطن کے ہزاروں

آشیانوں کو جلا میں اور ہمارے تکلم میں اک لول، اک حسرت،

اک رسوائی بھر دیں۔

خلیل شبلی! میرے بیٹے!

قبل اس کے یہ روسی بھیڑیے شہستانوں کے سکون میں موت کی

کھلی آغوش اور زہر کا تاج لہجہ بن کر داخل ہوں۔

پیشتر اس کے یہ خود سر زہریلے سانپ
یہ کلیساؤں میں لوثنے والے ٹوٹی اڑدے
ہمارے نفس نفس کے سجدوں کے ثبات میں
ہمارے خیالات کے بچپن
ہمارے عقیدوں کی جوانی میں
تقصبات کی مصر و شنت کا جنوں گھول دیں -
اس سے پہلے کہ یہ اندھیرے اڑھنے والے
ہمارے گیتوں کے رنگ میں ، ہماری یادوں کے دھنک دھنک میں
ہمارے وجدان کے پُر سکون گوشوں میں
ہمارے ضوئیں خواب آمیز مناظر میں
سوگ کی آنچ اور الم نصیبی کا قدم رکھیں
خلیل شلمی ! میرے باجہوت بیٹے ! قبل اس کے
اپنی ماؤں کی معصوم خواہشیں
لال گول روشن ساکت کرنوں جیسی بنیں
بزرگوں کے تقدس ، اپنی تاریخ کی سطوت
ان حملہ آوروں کے سامنے درو کی آبتاریں
منجد سائے اور سنگین چٹانیں بن کر جم جائیں
اپنی بھیلوں کے سہرے حصاوں کی
اپنے کمریلے راستوں کی حفاظت کریں -
اپنی قربتوں کے رشتوں ، اپنی بہاروں کے آنچل کی
اپنی گل رنگ صداؤں - اپنی سردرات کی بے کراں خاموشیوں
اپنی صبحوں کی روشنی اپنی عقیدتوں کی چمک
بچوں کی خاموش پُر نور مہیبکی آنکھوں -

اپنے گوشہ گیروں کی مناجات کی پاسبانی کریں -
اپنے ابر رواں ، اپنی ضیاء خیزیوں
اپنے چہروں کی شادابی - اپنے خیالات کی وادیوں
اپنے بزرگوں کے نجیف جسموں کی سنگتی روحوں
وطن کی دصال گھڑیوں اس کی چاند سی خواہشوں کی حفاظت کریں
اپنے روئے شب پر چمکتے ستاروں کے محافظ بن جائیں
میری قوم کے عظیم فرزند ! آؤ
اپنی قربتوں کو زیر کرنے والوں کو زیر کریں -
اپنی اناؤں کو کھٹا - آرزوؤں کو بوسیدہ
اپنی بستیوں کو خرابات کرنے والوں
لوح احساس پر موسموں کی سختیاں کندہ کرنے والوں
مستی کے میکدوں میں آتش عصیاں روشن کرنے والوں
ہماری نظر نظر میں سراب اور فضائے لاہوت کی اجل بننے والوں
ہاں ان سب کے لیے
آؤ شام ابد ، زندگی کی گری تہہ ، خالی کشکول بن جائیں
اے فرزند نیک ! یاد رکھو !
مستقبل کا سورج ان کے لیے طلوع ہوتا ہے -
جو عرفان و آہنگی کے قیم نہیں ہوتے
جو جہل مرکب کا فتور خاموشی کے مجرم نہیں ہوتے
جو ضمیر کی پستی زندگی کی دھوپ چھاؤں کا شکار نہیں ہوتے
جو لباس در یوزہ گری کے غلام بن کر سہ نہیں کرتے -
جو کناروں سے بحر کی آواز سن کر بہرے اور بے حس نہیں ہو جاتے -
آؤ اجالوں کے رسول اور فرار خاک بن کر

سیدی لبیک!

پھر خلیل شلبی اپنا جنگی لباس پہننے لگا تھا اور اونیس بھاگ کر اس کی مدد کرنے لگی تھی۔ پھر خلیل شلبی نے کہا، 'اسمعیل بے! تم بھی اپنی تیاری کرو۔ ہاں پہلے نامق سری اور خانوف کو بلا کر لاؤ۔'

اسمعیل بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔ خلیل شلبی نے اس بار پیار سے کہا، 'اونیس! اونیس! تم اپنے بدمعاش کے کپڑے اور ضرورت کا دوسرا سامان لے لو۔ تم دونوں بھی میرے ساتھ چلو گے۔' امام شامل نے تم دونوں کو بھی ساتھ لانے کو کہا ہے۔ اونیس بھی دوڑ دوڑ کر اپنی تیاری کرنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اسمعیل بے کے ساتھ نامق سری اور خانوف داخل ہوئے۔ خلیل شلبی نے انہیں امام شامل کا طویل خط دیا اور کہا، 'یہ پڑھو!'

نامق سری اور خانوف دونوں نے خط پڑھا اور اداں ہو گئے۔ اسمعیل بے اس دوران اپنا جنگی لباس پہننے لگا تھا۔ خلیل شلبی نے کہا، 'میں ابھی اپنے باشکیری لشکر کے ساتھ یہاں سے امام شامل کی طرف کوچ کروں گا۔ دو لگرو اور نوزاں کو پیغام بھجو دو کہ وہ مستعد رہیں۔ ہو سکتا ہے دوسری حملہ آور ادھر کا بھی رخ کریں۔ میرے بعد اگر تم خطرہ محسوس کرو تو دریائے یورال کے فاصلے کو آگ لگا کر ختم کر دینا۔'

نامق سری اور خانوف! تم جانتے ہو، ٹاڈل مین اس سے قبل کئی بار ہم سے بدترین شکستیں لے کر بھاگ چکا ہے۔ اس سے قبل اس کے ساتھی جرنیل بھی اس کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ جب کہ اس بار وہ ایک ہڈی مل لشکر کے ساتھ اکیلا داغستان کی طرف بڑھتا ہے اور اس کا اکیلے ہو کر اتنی بڑی جرأت کا قدم اٹھانا اس امر کا غماز ہے کہ ٹاڈل مین کے اس طرح اکیلے بڑھنے میں ضرور کوئی خاص بات پنہاں ہے۔ بہر حال میرے بعد تم لوگ بھی محتاط رہنا۔'

اونیس تیار ہو چکی تھی۔ اس کا سامان اسمعیل بے نے اٹھا لیا اور اونیس نے حریم کو اپنی گود میں لے لیا پھر خلیل شلبی سب کے ساتھ باہر آیا اور مستقر میں آکر وہ اپنے لشکر کے ساتھ داغستان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اپنے کوچہ و بازار اپنے کوہ بیابانوں کی حفاظت کریں
اپنے آئینہ خانوں کو چھروں کی برسات سے بچائیں
اپنے زندگیوں کے سورج کے چکر کو ناسور نہ ہونے دیں۔
اپنے ذہن کو فلاک زدہ، اپنے دل کے ورق کھلنے نہ دیں۔

آؤ نوک سے لکھی جلنے والی تاریخ کی ابتدا کریں

وقت کے پیمانے میں نورِ فطرت کا دامن بن خودار ہوں

دشمن کے آنچلوں کی ریم جھم میں نور کے آفتاب

اس کی ہزیمت کے لیے سورج کی شعاعوں سے رنگین بادل بن کر خودار ہوں۔

آؤ بل کر اسیر ہاتھوں کی رہائی کے گیت گائیں

جس طرح سورج کی حریت سے برف پگھلتی ہے۔

ایسے ہم دشمن کے ارادوں کو گپھلا کر فنا کر دیں۔

آؤ فرزند! تاریخ کی طرح نمایاں ہو جائیں

اے عزیزان!

وقت بار بار کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ قازقستان کا دفاع نامق سری،

خانوف، دو لگرو اور نوزاں کے سپرد کر کے اور اپنا لشکر لے کر

میرے پاس آ جاؤ۔ اب جب کہ میں جوانی کی آخری حدوں کو چھو رہا

ہوں میں تمہاری ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں، ان

حالات میں قازقستان کی نسبت داغستان کو تمہاری زیادہ ضرورت

ہے۔ میں بڑی بے چینی، انتہائی کرب کے ساتھ تمہارا انتظار کروں گا۔

میری بیٹی اونیس اور بچے کو ساتھ لے کر آنا۔

خط پڑھنے کے بعد اسمعیل بے اور اونیس اپنی بھیگی پلکیں خشک کر رہے تھے

خلیل شلبی کسی اچانک دس لینے والے ناگ کی سی پھرتی سے لمحات ایک طرف پھینکتے آؤ

سیریم کو بستر پر بٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ بلند آواز سے پکارنے لگا، لبیک!

سورج ایک سُرخ گولے کی صورت مغربی افق کے نیچے حصّوں کی طرف جھک گیا تھا۔ اُن گنت کھردرے پتھروں سے شام کی سیڑھیاں اُترتی سورج کی کرنیں دم توڑ رہی تھیں۔ روشنی کی پلکوں کی کچھی دندلوں سے اندھیرے جھانکنے لگے تھے۔ سورج اپنے آدرش کے حصول کی خاطر نادریافت زمینوں کی طرف جا رہا تھا۔ نعرے لگاتی سرما کی برفانی پہاڑوں کی یلغار تیز ہونے لگی تھی۔ جھکے ہوئے آسمان تلے وقت کا بہاؤ عکس در عکس صحیفوں کے راز کھولتا ہوا رواں دواں تھا۔

خیل شلبی اپنے لشکر کے ساتھ ابھی غمری شہر سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا کہ سامنے کی طرف سے امام شامل اور ان کا جرنیل محی الدین اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی خیل شلبی انے جھنڈی لہرا کر اپنے لشکر کو روک دیا اور پھر وہ اپنے گھوڑے سے اُتر کھڑا ہوا۔ اوئیں نے اپنے گھوڑے کو اس سے قریب آروکا تھا جب کہ اسمعیل بے بھی اپنے گھوڑے سے اُتر گیا تھا۔

امام شامل اور محی الدین بھی قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے پھر خیل شلبی اور اسمعیل بے دونوں بھاگ کر آگے بڑھے اور ایک ساتھ وہ دونوں امام شامل سے بغلیں ہو گئے تھے۔ امام شامل نے دونوں کی پٹیاں چومیں۔ پھر وہ دونوں کو چھوڑ کر اوئیں کی طرف بڑھے جب کہ خیل شلبی اور اسمعیل بے محی الدین سے بغل گیر ہو رہے تھے۔

امام شامل جب قریب آئے تو اوئیں نے گھوڑے سے اترنے کی کوشش کی، پر امام شامل نے فوراً آگے بڑھ کر اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”گھوڑے پر ہی بیٹھی رہو میری بچی! نیچے نہ اترو۔ تم ایک ایسے مجاہد کی بیوی ہو جس کے پاس چل نہ آئیں اپنی ذات کے لیے فخر سمجھوں گا۔“

پھر امام شامل نے حریم بن خیل شلبی کو جو اوئیں کے آگے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھالیا اور اسے اپنی چھاتی سے لگا کر اسے لگا تار چومتے ہوئے۔ ”اے ننھے فرزند! میری دعا ہے کہ تو اپنے عظیم باپ کی طرح دشمن کے قلوب و اذان اوسان کے منافقانہ اعمال

میں خنجر کی طرح گھس بانے والا ثابت ہو۔

اے ننھے فرزند! میری دعا ہے کہ تو ترستے زخموں کے لیے مرہم، گونگوں کے لیے نلق اور گردابِ موج میں اپنی قوم و ملت کے لیے ساحل و سفینہ ثابت ہو۔ خدا تیری عصمت تیری عظمت کو بلند تیرے اعمال تیری عمر کو دراز کرے۔“

حریم بے چارہ جو امام شامل کے چہرے سے واقف نہ تھا سوالیہ انداز میں اپنی ماں اوئیں کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

اوئیں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اے میرے بیٹے! یہ تیرے دادا ابی ہیں۔“ اب حریم مسکرا کر آدھ کچھ بے تکلف سا ہو کر امام شامل کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

حریم کو اٹھائے ہی اٹھائے امام شامل نے محی الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”محی الدین! تم لشکر کو مستقر لے جاؤ اور شکاریوں کے کھانے اور آرام کا انتظام کرو“ امام شامل کے حکم پر محی الدین لشکر کو مستقر کی طرف لے گیا جب کہ امام شامل، خیل شلبی، اوئیں، اسمعیل بے اور حریم کو شہر کی طرف لے جا رہے تھے۔

امام شامل خیل شلبی، اوئیں، اسمعیل بے اور حریم کو لے کر جب اپنی حویلی میں داخل ہوئے تو اندر سے ان کا خادم کشم خان بھاگتا ہوا نکلا۔ خیل شلبی اور اسمعیل بے اسے باری باری گلے لگا کر بیٹے۔ پھر کشم خان سب کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا اور امام شامل ان کے ساتھ اپنے دیوان خانے میں آ بیٹھے تھے۔

دیوان خانے میں چند ثانیوں تک خاموشی رہی پھر امام شامل نے خیل شلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”خیل شلبی میرے بیٹے! روسی جرنیل ٹاڈل مین اپنے ٹڈیل لشکر کے ساتھ اس وقت جا رہا ہے کہ کچھ دیر میں وہ چند روز تک ہماری طرف کوچ کرے گا۔ میری صلاح ہے کہ ہم کل یہاں سے کوچ کریں اور کوہستان قفقاز کے دشوار گزار راستوں اور دروں میں اس سے ٹکرائیں۔“

خیل شلبی نے کہا۔ ”میں پوری طرح آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔“ امام شامل نے کہا۔ ”یہ جنگ مشکل اور تکلیف دہ ہوگی بیٹے! روسیوں نے اپنے

شکر میں خجروں سے کھینچی جانے والی توپیں اور آتشیں ہتھیار شامل کر لیے ہیں اور ان کا سامنا ہمیں کسی تدبیر اور تدبیر کے ساتھ کرنا ہوگا۔“

خلیل شلبی نے کہا۔ ”ہتھیاروں کی دوڑ میں ہم مغرب سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس جنگ کے بعد میں استنبول جاؤں گا اور وہاں سے آتشیں اسلحہ کے ماہر ترک مناعوں کو لے کر آؤں گا۔ بہر حال جو بھی حالات ہیں ہمیں ان سے نمٹنا ہوگا۔“

خلیل شلبی خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ کشم خان کھانڈے آیا تھا۔ سب فرش پر زکھی چادروں پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔ دوسرے روز امام شامل اور خلیل شلبی اپنے تئو لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



خلیل شلبی کی قازان سے روانگی کے بعد روسی بریں مالوکوف کا ملکوں اور جنگاریوں کی بستیوں کے اندر حرکت میں آیا۔ چھ ماہ تک وہاں رہتے ہوئے اس نے کافی کاموں اور جنگاریوں کو بھی آتشیں اسلحہ کے استعمال کی تربیت دے دی تھی اور انہیں اپنے لشکر میں شامل کر کے مالوکوف نے اپنے لشکر کی تعداد دو لاکھ کے قریب کر لی تھی۔

اپنے آتشیں ہتھیاروں اور خجروں سے کھینچی جانے والی توپوں کے ساتھ مالوکوف نے بڑی تیزی سے پیش قدمی کی۔ دریائے یورال کو عبور کیا۔ دریا میں جس جس جگہ زمین پتھر ملی ہونے کے بجائے ریتلی تھی وہاں لکڑی کے تختے بچھا کر توپوں کو دریائے اس پار لے جایا گیا۔ یہ کام کوئی مشکل طلب بھی نہ تھا کیوں کہ وہاں دریائے یورال کئی دھاروں میں بٹ کر اٹھلا ہو گیا تھا اور پھر سرما ہونے اور گزشتہ دنوں میں لگاتار برف باری کے باعث دریا میں پانی بہت کم تھا اور اسے خجروں سے کھینچی جانے والی توپوں سمیت پار کرنا مشکل نہ تھا۔ دریائے یورال عبور کر کے مالوکوف نے منزلتہ شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

دو لکھ روئے فسیل کے اوپر سے روسیوں پر آگ کھولنا پانی، تیر اور پتھر پر یا کر اپنی انتہائی کوشش کی کہ دشمن کو فسیل کے قریب نہ آنے دے لیکن روسیوں نے

۱۔ اس علاقے میں مسلمان آتشیں ہتھیاروں سے ۱۸۶۸ء کے بعد متعارف ہوئے تھے۔

جنگ میں ماری گئی تھیں۔ روسیوں نے شہر کی مسجدوں کو گرا دیا۔ قازان ایک طرح سے لہو مان ہو کر رہ گیا تھا۔

منزلتہ اور قازان کی بربادی کے بعد مالوکوت اپنے لشکر کے ساتھ اونا کی طرف بڑھا تو انہوں نے بھی شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تھا لیکن اس کی حالت بھی نامق سری اور خانوں سے مختلف نہ نہ ہوئی تھی۔ روسیوں نے اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

شہر پر قبضہ کر کے انہوں نے قتل عام کیا اور ہر چیز کو ٹوٹ لی۔ اس کے بعد مالوکوت قازقستان کے قصبوں اور بستوں پر وقت کا بدترین قہر اور عذاب بن کر نازل ہونے لگا تھا۔

• i

امام شامل اور خلیل شلبی نے جارجیا سے غری کی طرف آنے والی شاہراہ کو جگہ جگہ پتھر کی دیواریں چُن چُن کر ختم کر دیا تھا۔ پھر وہ شاہراہ کے بائیں کنارے کو ہتھانوں کے اوپر اپنے لشکروں کے ساتھ پھیل گئے۔

روسی لشکر جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس پر تیزوں اور پتھروں کی بارش کر دی تھی لیکن روسی گزشتہ تجربات کی وجہ سے کافی محتاط تھے۔ انہوں نے اپنے سروں پر ڈھالیں رکھ لی تھیں جس کی وجہ سے وہ تیروں اور پتھروں کی بارش سے محفوظ تھے۔ تاہم کوہستانوں کے اوپر جو کوئی مسلمان سپاہی بھی انہیں آڑے باہر نظر آتا، وہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیتے تھے۔

خلیل شلبی نے ٹاڈل مین کے لشکر کا جائزہ لیا۔ آگے آگے ان کی توپیں تھیں ان کے بعد آتشیں ہتھیاروں سے لیس دستے تھے۔ وسط میں تیغوں سے مہر صغ ایک لشکر تھا اور اسی لشکر کے اندر روسی جنرل ٹاڈل مین تھا اور لشکر کے عقبی حصے میں پھر آتشیں ہتھیاروں والے دستے تھے۔

جب فصیل کے محافظوں پر گولیاں اور فصیل پر اپنی توپوں سے گولے داغنے شروع تو حالت بدلتے لگی اور شہر کی فصیلیں گرنے لگی تھیں۔ آخر لگاتار گولہ باری سے شہر کا ایک حصہ گر گیا اور روسی اس میں سے شہر میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھے۔ دو لگرو نے انہیں اتنی آسانی سے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اپنے لشکر کے دہری ہوئی فصیل کے راستے شہر سے نکلا اور روسی لشکر پر اس نے عام حملہ کر دیا تھا کی دو لگرو دیکر کرنی پیش نہ گئی۔ ایک تو روسی لشکر ہی اس سے کئی گنا زیادہ تھا۔ دوسرے آڑا ہتھیاروں سے جو لگرو کی ساری کامیابیوں کو محدود کر کے رکھ دیا تھا۔

دو لگرو دیکر لشکر میں گھوڑے توپوں کے گولوں سے ہلکے ہلکے کر اپنے سواروں کو گرا کر زخمی کرتے رہے۔ کچھ کی گرم گولیاں دو لگرو کے لشکریوں کے سینے پھلنی لگی رہیں۔ آخر دو لگرو کا سارا لشکر جنگ میں کام آ گیا۔ خود دو لگرو بھی بے جا و مارا گیا۔

روسیوں نے شہر میں داخل ہو کر خوب لوٹ مار کی۔ اپنے سامنے آنے والے مسلمان کو مرد و عورت کا امتیاز کیے بغیر قتل کر دیا۔ شہر کی ہر چیز کو ٹوٹ لی۔ پھر مالوکوت اپنے لشکر کے ساتھ قازان کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ ساتھ ہی احتیاط کے طور پر اپنے چن دستے روانہ کر کے اس نے قازان سے داغستان کی طرف جانے والی شاہراہ بھی مسدود کر دی تھی تاکہ قازقستان کا خلیل شلبی اور امام شامل کے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہ ہو سکے۔

مالوکوت جب اپنے لشکر کے ساتھ قازان کے قریب گیا تو نامق سری اور خانوں نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا لیکن نامق سری اور خانوں کے سامنے بھی وہی فواریاں آکر کھڑی ہوئیں جن کا سامنا دو لگرو کو کرنا پڑا تھا۔ ان کے گھوڑے توپوں کے گولوں کی وجہ سے میدان میں جمنے کے بجائے اپنے سواروں کو گرا کر بھاگنے لگے تھے اور گولیاں لشکریوں کو آگے بڑھنے سے روکتی تھیں۔ ناچار نامق سری میدانِ خوف میں میدانِ جنگ سے بھاگ کر شہر کے اندر محصور ہو گئے لیکن روسیوں نے گولے برسائے ساری فصیل کو توڑ ڈالا اور شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی انہوں نے شہر کو جی بھر کے لوٹا۔ تقریباً ساری مسلم آبادی کو انہوں نے نہ تیغ کر دیا اور ہر کا سامنے شہر کے اندر لیا۔ نامق سری، خانوں اور دونوں کی بیویاں بچ

روسیوں کے لشکر میں امام شامل، خلیل شلبی اور محی الدین نے صدائے حق زادگان کی طرح خدا کی رحمت پر مکرانے والوں کی طرح، فرازِ حق کے ادواتِ مندوں کی طرح، تجنی لا الہ کے امیدواروں کی طرح ایک عجیب سے نشاط و سرور کی سی برسات میں غلٹ آذریں سنت ابراہیمی کو فرماں کرنا شروع کر دیا تھا۔ تنہائیوں کی لب بستہ خاموشیاں بول اٹھی تھیں جیسے سرائے خلوقی لہزہ بربند ہونے لگے ہوں۔

خلیل شلبی طلوعِ حق کی طرح طلسمِ لات و منات توڑا، شاخ شاخ اپنی فتح کے اعرافِ عنبرین رقم کرتا ٹاڈل مین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اپنے سامنے آنے والے ہر کسی کو وہ آرمیکین کی وحشت اور تیرہ خشی میں دل گرفتہ کرتا ٹاڈل مین کے سر پہ جا پہنچا اور اک شعورِ آئینہ گری کی طرح ٹاڈل مین پر ایسے انداز میں حملہ آور ہوا کہ اپنے پہلے ہی وار میں اس نے ٹاڈل مین کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

روسی لشکر میں اک شور اک دوا پلا جگ گیا تھا۔ ٹاڈل مین کے مارے جانے کے بعد روسی لشکر کی اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے جب کہ امام شامل خلیل شلبی اور محی الدین ان کا تعاقب کر کے ان کا قتل عام کرنے لگے تھے۔

عین اس وقت جب کہ روسی بھاگ رہے اور امام شامل، خلیل شلبی اور محی الدین اپنے عساکر کے ساتھ ان کا تعاقب کر رہے تھے ان کی پشت کی طرف سے روسی جرنیل مالوکوف وہاں پہنچ گیا اور ان پر حملہ آور ہو گیا۔

مالوکوف کے سپاہی مسلمان مجاہدین کو گولیوں سے چھلنی کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر مالوکوف نے بلند آواز میں کہا۔

”مسلمانو! ہتھیار ڈال دو۔ اسی میں تم لوگوں کی بہتری ہے اس لیے میں قازقان مکمل قبضہ کرنے کے بعد ادھر آ رہا ہوں۔ سنو! میں نے تمہارے شہر منزلتہ، قازان اور اوقا برباد کر دیئے ہیں اور تمہارے جرنیل نامق سری، خانوف، دو لگرو اور نوزان کو

روسی لشکر بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ شاہراہ پر کھڑی پتھروں کی ہر کاٹ کو وہ اپنی توپوں سے گولے داغ کر براہِ کر دیتے اور آگے نکل جاتے تھے۔

آخر کار روسی لشکر تیزی سے آگے بڑھتا ہوا غری شہر کے قریب بہنے والے دریائے تیرک کے کنارے آپہنچے۔ یہاں امام شامل اور خلیل شلبی نے روسیوں پر اپنی آخری ضرب لگانے فیصلہ کر لیا تھا۔

امام شامل روسیوں کے اگلے حصے میں جس میں ان کی توپیں تھیں حملہ آور ہوئے وہ سرائے کی تیرگی میں روشنی حق کی طرح روسیوں پر ٹوٹ پڑے تھے اور کوہتاؤں کے اندر کی خاموشیوں کو انہوں نے سسکتی اور کراہتی موت کی آغوش میں بل دیا تھا۔

امام شامل روسیوں کو سفیرِ صبحِ آزادی کی طرح نفرتوں کی مار مارنے لگے تھے۔ ایسا لگتا تھا وہ کفر کی تالیک راتوں میں آگ کا انگارہ بن کر داخل ہو گئے ہوں۔ وہ روسیوں کے زرد چہروں پر موت کی تحریریں ثبت کرنے لگے تھے۔

وہ چونکہ روسیوں کے اندر گھس گئے تھے لہذا روسیوں کی بندوقیں بیکار ہو گئی تھیں اور اپنی بندوقیں کندھوں سے ٹسکا کر انہوں نے بھی اپنی تلواریں نکال لی تھیں۔ روسی لشکر جس وقت سمٹ کر امام شامل کی طرف بڑھنے لگا تھا خلیل شلبی نے ان کے وسطی حصے میں اس جگہ حملہ کر دیا جہاں ان کا جنرل ٹاڈل مین تھا۔ خلیل شلبی موت کے طوفان اور اک افسوں نیزی کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے حملوں سے اس نے روسیوں کے چہروں کو ریزہ ریزہ ان کے دلوں کو رنجور کر دیا تھا۔

خلیل شلبی غبارِ تلاش اور غلافِ تاریکی کی طرح روسیوں پر پھیلتا رہا اور انہیں اس نے قرنِ اقرن کی تھوں کی طرح کاٹنا اور صنم خانہ کن کی طرح توڑنا شروع کر دیا تھا۔ محی الدین نے روسیوں کے عقبی حصے پر حملہ آور ہو کر انہیں دست بستہ اور لب بستہ حروف کی طرح مجموعہ و شل کر کے رکھ دیا تھا۔

تہ تیغ کر دیا ہے۔

امام شامل، خلیل شلبی اور محی الدین کے لشکر ایک طرح سے اب روسیوں کی گولیوں میں گھورتے جا رہے تھے۔ کیوں کہ ٹاڈل مین کی موت کے بعد بھاگنے والا روسی لشکر رُک گیا۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کی پشت پر ان کے جرنیل مالوکوف نے حملہ کر دیا ہے۔ لہذا وہ پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

اسمعیل بے نے اپنے لشکریوں کو گولیاں کھا کر تیزی سے گرتے اور اپنے لشکر تعداد کم ہوتے دیکھ کر اپنے گھوڑے کو میدان جنگ سے نکالا اور غری شہر کی طرف سے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

امام شامل، خلیل شلبی اور محی الدین بری طرح گھر گئے تھے۔ ان کے ارد گرد ان کے لشکر کی روسی گولیوں کا نشانہ بن کر پتھر پل زین پر گر کر لہو لہان ہو رہے تھے۔ امام مل اور خلیل شلبی اپنی جگہ مجبور اور بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ خون کے آئینے پتے بونے تھے گولیوں کے سامنے اپنے لشکریوں کو بے بس اور موت سے بغل گیر ہوتے دیکھ رہے تھے۔

حویلی میں آ کر اسمعیل بے اپنے گھوڑے سے اترتا اور شور کرتا ہوا وہ حویلی کے دونوں حصے کی طرف گیا۔ ”اونیس! اونیس! میری بہن! تم کہاں ہو؟“
اونیس بھاگتی ہوئی باہر آئی اور بدحواسی میں پوچھا۔ ”اسمعیل بے! اسمعیل بے!“
خیر تو ہے۔“

اتنی دیر تک کشم خاں بھی بھاگتا ہوا وہاں آ گیا تھا۔ اسمعیل بے نے کہا۔

”میری بہن! ہمارے لشکر کی حالت بُری ہے۔ ایک اور روسی جرنیل مالوکوف، قازان اور افق کو تباہ کر کے اور قازقان پر قبضہ مکمل کر کے اُدھر آ گیا ہے اور ہمارے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ ہمارا لشکر بھر لیا ہے۔ بلدی ترقی ہو رہی ہے۔“

ساتھ لو۔

کشم خاں: تم بھی چلو۔ بھاگ کر امطبل سے دو گھوڑے سے کھو، دریا کے کنارے پہنچو۔ کسی محفوظ جگہ چھپا دوں گا اور پھر لشکر میں گھس کر کسی طرح امام شامل افلا میر شلبی کو نکال لاؤں گا۔ پھر ہم استنبول کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ استنبول وہ اب ہمارے لیے کوئی اور محفوظ ٹھکانہ نہیں رہا۔“

اونیس کچھ کہے بغیر بھاگ کر سندرگئی اور اپنا ضروری سامان اور حریم کو ساتھ لے کر اتنی دیر تک کشم خاں بھی امطبل سے دو گھوڑے لے آیا تھا۔ ایک گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ اپنا سامان اس نے خرچ میں ڈال لیا اور حریم کو اپنے آگے بٹھایا۔ گھوڑے پر کشم خاں بیٹھا اور اسمعیل بے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس طرح وہ بے باہر نکل گئے تھے۔

اسمعیل بے، اونیس، حریم اور کشم خاں کو لے کر جب دریائے حیرک کے کنارے پہنچے تو انہوں نے دیکھا جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مسلمان مجاہدین کی اکثریت جنگ میں لڑ چکی اور باقی نے ہتھیار ڈال دیئے تھے شاید امام شامل اور خلیل شلبی نے انہیں بے کو کہا ہو گا۔

امام شامل اور خلیل شلبی گرفتار ہو چکے تھے اور محی الدین جنگ میں مارا جا چکا تھا۔ امام شامل اور خلیل شلبی کو پکڑ کر دریا کے کنارے کنارے اپنے جرنیل مالوکوف کے پاس جا رہے تھے کہ اونیس اس منظر کو برداشت نہ کر سکی۔

وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑی اور امام شامل اور خلیل شلبی کو لے جاتے روسیوں بھاگتے ہوئے اس نے کہا۔ ”ان دونوں کو چھوڑ دو کہ ایک میرا باپ اور ایک شوہر ہیں کچھ نہ کہو، انہیں چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے اب خطرہ نہیں گئے ہیں انہیں اٹھا استنبول سے جاؤں گی۔“

حرم کو اٹھایا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا کہ روسی اس کی راہ میں حائل ہوئے لیکن خلیل شلبی اور انیس نے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں روک دیا۔

اسمعیل بے حرم کو اپنے سامنے بٹھلے بھاگا۔ پر دریا کے کنارے کنارے سامنے کی جانب سے اور روسی آ رہے تھے۔ لہذا اسمعیل بے نے اپنے گھوڑے کو ایک بلند ٹیلے پر لے جا کر دریائے تیرک میں پھلانگ لگا دی تھی۔

روسی بھوک کی گدھوں کی طرح خلیل شلبی اور انیس پر چھپٹ پڑے تھے۔ پندہ ہیں روسیوں کے سامنے وہ دونوں میاں بیوی بے چارے کیا کرتے اور روسیوں نے دونوں کو تلواریں مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جب کہ اسمعیل بے حرم کے ساتھ دریا پار کر کے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کشم خاں بے چارہ بھی خلیل شلبی اور انیس کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔

غم اندہ، دکھ اور تکلیف میں امام شامل کی گردن جھک گئی تھی۔ ان کی پلکوں کی سیپ جیسے آنسو بہنے لگے تھے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ خلیل شلبی اور انیس کی لاشوں کے اِن آئے۔ خلیل شلبی کی لاش کے پاس آکر وہ بیٹھ گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھرتے ہوئے انہوں نے اپنی بار بار ٹوٹی، بکھرتی اور ڈوبتی ہوئی سوگ ماتم اور تاسف سے بھری ہوئی نوازیں کہا۔

”اے فرزندِ عظیم!

تو اس جہانِ حروف و صوت میں وقت کے اس کارواں میں

میرے لیے نغمہ زار اور میرے ضمیر کی روشنی اور تہمتی تھا

آہ! میرے لیے تو نیک کی رخشندگی، عزم کی پابندگی تھا۔

تیرا سینہ بے غبار اور تو میری زلیت کے لوح و قلم کی اساس تھا۔

اسمعیل بے نے حرم کو اپنے گھوڑے پر بٹھالیا تھا۔ پھر وہ اور کشم خان دونوں اپنے گھوڑے اور انیس کے پیچھے دوڑا رہے تھے۔

امام شامل اور خلیل شلبی کو لے جانے والے روسی رگ گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور وہ امام شامل اور خلیل شلبی کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے۔

اونیس جب قریب گئی تو ایک روسی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ”یہ خلیل شلبی کی بیوی ہے۔ یہ مجھے برطانوی لگتی ہے۔ اسے بھی مالو کوٹ کے پاس لے چلو وہ اس تحفے کو دیکھ کر خوش ہو گا اور ہمیں انعام دے گا۔“

اتنی دیر تک اسمعیل بے اور کشم خان بھی وہاں پہنچ کر اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ پھر حرم بھاگا اور قاتل ماں پکاتا ہوا انیس سے لپٹ گیا تھا۔

ایک اور روسی نے کہا: ”اس بچے کو پکڑ کر بھی مالو کوٹ کے پاس لے چلو۔“

ایک روسی نے آگے بڑھ کر جب اونیس کو اس کے بازو سے پکڑنا چاہا، تو خلیل شلبی نے چلا کر کہا: ”اسے ہاتھ مت لگانا۔ یہ خود بخود میرے ساتھ ساتھ چلتی رہے گی لیکن وہ روسی جب باز نہ آیا اور اونیس کی طرف بڑھا تو خلیل شلبی نے ایک روسی پر زوردار گھونسا دے مارا اور اس سے اس کی تلوار چھین لی تھی پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھا اور اونیس کی طرف بڑھنے والے روسی کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ سارے روسی اپنی تلواریں سونت کر خلیل شلبی کی طرف بڑھے تھے۔ خلیل شلبی نے چلا کر کہا: ”اسمعیل بے! تم اپنی تلوار اونیس کی طرف پھینک دو اور حرم کو لے کر گھوڑے پر سوار ہو اور بھاگ جاؤ۔“

امام شامل نے چلا کر روسیوں سے کہا: ”ظالمو! انہیں کچھ مت کہو۔ یہ تو اب تمہارے لیے بے ضرر ہیں۔“

اسمعیل بے نے فوراً اپنی تلوار اونیس کی طرف پھینک دی پھر بھاگ کر اس نے

تو خواب گہ ظلمت میں علم و ہنر کا راستہ

اور تیرے عالم غیب و شہود میں میری روح و جسم کا قرار تھا۔

تیرے بعد قرض ہی قرض میری ذات سے وابستہ رہ جائیں گے۔

تیرے بعد میں ہجوم آتشناں میں اجنبی اور کالک میں لپٹی زبان ہو جاؤں گا۔

اے فرزند !

تیرے بعد میں بے حصار و بے سنان

اور بے دفاع و بے سپر ہوں گا

تو میری ریاضتوں کا مدعی، میری کاوشوں کا منتهی تھا

میرے قیام تھا، میرے قعود تھا، میرے رکوع تھا، میرے سجود کا تو سکون تھا

اے ستارہ جبین ! اے انجم نگاہ تو میری آستین کا ستارہ تھا

اے خورشید بکف ! تو ہر قضا و فنا سے بے نیاز ہو کر

ابنوں کے لیے انبساطِ گل، مہرِ صبح اور ماہِ شب بنا آیا

اے فرزند نیک خو ! اس بساطِ خاک میں

تیری مدحت میں کیسے کہوں کہ تو میری ہی ذات کا ایک حصہ تھا۔

میرا حرفِ آخر، میری فکر کی جستجو تھا

تو درویشِ صفت، نگاہِ فقیر تھا۔

تو میں کی زبان چاہت کا سینہ تھا۔

اس سکوتِ نیم شب میں، وقت کی ان بو جھل صداؤں میں

صوتِ رجا، میری ساری دعاؤں کی تاثیر تھا۔

میرے نفسِ نفس کی صدا میں، میرے ہر چشمِ طرب میں

تو میری سانسوں کی مناجات اور میرے لیے ساری درویش کی مونات تھا۔

ہے ستارہ فرزند نصیب ! آنے والوں کے لیے تاریخ کے صفحات پر

سینہ آفاق کی روشنی اور ذات و صفات کی تجلی بن کر نمودار ہو گا

وہ تیرا میرا رشتہ امکانِ لغت سے ماوراء تھا۔

اے سائبیریا کے طوفان !

تیرے افعال، تیری ذات کو سلام کرتا ہوں۔

یہودیوں نے امام شامل کو بازو سے پکڑ کر اور کھینچتے ہوئے اٹھایا، خلیل شلی،

اشم خان کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئی تھیں جب کہ روسی امام شامل کو گرفتار کر

بارہے تھے۔



اسلم راہی ایم اے

غریب پورہ

گجرات

میرے بلخیر